مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح

جدید کمپوزنگ اور اضافہ کے ساتھ طلبہ مشکوٰۃ و دورہ حدیث کیلئے یکساں مفید ہے

تحفۃ المراۃ فی دروس المشکوٰۃ شریف

معہ مقدمہ مبادی علم حدیث، کوائف مشکوٰۃ المصابیح

مصنف: حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی نور اللہ مرقدہ مدینہ منورہ

افادات: استاذ الحدیث مولانا خورشید احمد بہاولوی

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

مکتبہ عمر بن الخطاب ملتان

0300-7345151

مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ

یہ کتاب جدید کمپوزنگ اور اضافہ کے ساتھ طلبہ مشکوٰۃ و دورہ حدیث کیلئے یکساں مفید ہے

تحفۃ المرآۃ

فی

دروس المشکوٰۃ

معہ مقدمہ مبادی علم حدیث، کوائف مشکوٰۃ المصابیح

مصنفہ، حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی صاحب مدینہ منورہ

اضافہ از استاد الحدیث مولانا خورشید احمد سہارنپوری

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

مکتبہ عمر بن خطاب

نی چوک شاہ رکن عالم کالونی ملتان موبائل: 0300-7345151

کتاب کا نام .... تحفۃ المراٗۃ فی دروس المشکوٰۃ

مؤلفہ .... قاری محمد طاہر رحیمیؒ

افادات جدیدہ .... مولانا خورشید احمد صاحب (مدرس جامعہ خیر المدارس، ملتان)

سن اشاعت ۱۴۳۰ھ ۲۰۰۹ء

تعداد صفحات ۳۹۷

ناشر .... مکتبہ عمر بن خطاب، ملتان

فون نمبر 03017437794

کمپوزر .... ماجد رشید رحیم یار خان (03346988639)

ملنے کے پتے ....

مکتبہ حقانیہ، ملتان	مکتبہ امدادیہ، ملتان
مکتبہ مجیدیہ، ملتان	مکتبہ عثمانیہ، ساہیوال
مکتبہ ادارۃ المعارف، کراچی	جامعہ خورشید اسلام، بہاروالی

نوٹ .... اور تمام مشہور کتب خانوں پر دستیاب ہے۔

فہرست مضامین
تحفۃ المراۃ فی درس المشکوٰۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

تقدمہ عرض مؤلف

الحمد لله رب العلمين الذى انزل خاتم كتبه علىٰ نبيه خاتم النبيين ،وصلى الله علىٰ رسوله محمدا القائل ان العلماء ورثة الانبياء والذى جعل سنته تبييناً للكتاب وسلم و شرف و كرم ، وعلىٰ اله و اصحابه الذين كانوا افضل هذه الامة وعلىٰ جميع اخوانه من النبيين اما بعد. الحمد لله علىٰ احسانه و انعامه کہ بندہ ناچیز محمد طاہر رحیمی کو قائد ملت، مجدد سیاست، فقیہ اجل، محدث اُنجم، حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کے دور اہتمام میں جامعہ قاسم العلوم ملتان میں عرصہ سات سال تک مسلسل علم حدیث کی شہرۂ آفاق کتاب مشکوٰۃ المصابیح کی تدریس کا اعزاز و شرف حاصل ہوا، اس دوران جو مختصر و اجمالی تقاریر و دروس طلباء کرام کو املاء کرائے گئے وہ بفضلہٖ سبحانہ کافی حد تک پسند کئے گئے ان تقاریر کی طباعت و اشاعت کے متعلق عرصہ سے شائقین و احباب کا اصرار و تقاضا اور شدید انتظار و اشتیاق تھا۔ اسی امر کے پیش نظر مشکوٰۃ شریف کی یہ درسی اُردو تقریر طاہری اب خیر الفاتح لمشکوٰۃ المصابیح المعروف بہ تحفۃ المراۃ فی دروس المشکوٰۃ کے نام سے بعونہٖ عزوجل حلۂ طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آرہی ہے فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اوّلاً و آخراً۔

تقریر ھذا کی چند خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(۱)...... اُردو عبارت کو سہل، سادہ عام فہم اور سلیس بنانے کی پوری کوشش کی گئی کیونکہ فاضلانہ تقاریر تو بڑے حضرات کو زیب دیتی ہیں۔ یہ تو محض چند اجمالی و منتخب مباحث اپنے جیسے قلیل الاستعداد عزیز طلبہ کے لئے جمع اور مرتب کئے گئے ہیں۔

(۲)...... اس تقریر کی ترتیب میں خیر الکلام ما قل ودل کے زریں اصول کو مدنظر رکھا گیا ہے اور بہت ہی مختصر اور جامع انداز میں تقاریر مشکوٰۃ کا مرقع پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

(۳)...... اس کا ماخذ مختلف تقاریر و شروح مرقات، اشعۃ اللمعات، التعلیق الصبیح، بذل المجہود، فیض الباری، معارف السنن وغیرہ ذلک ہیں اور گو ہر ہر مسئلہ میں مراجعت کا بخوبی موقع نہیں ملا مگر تاہم اس کو لائق استناد اور قابل اعتماد قرار دینے میں چنداں مضائقہ نہیں کیونکہ اس کے مباحث و مندرجات معتبر و مستند مآخذ

سے ماخوذ ہیں اگر اہل علم حضرات کسی جگہ فروگذاشت محسوس فرمائیں تو اوب اللہ اس سے آگاہی بخشیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس فروگذاشت کی اصلاح وتلافی کردی جائے فللہ درھم و علی اللہ اجرھم۔

(۴) ابتداء میں علم حدیث کے مبادی اور مشکوٰۃ شریف کے کوائف ومتعلقات پر مشتمل ایک مقدمہ شامل تقاریر کیا گیا ہے جس سے ان تقاریر کی افادیت کو چار چاند لگ کر یہ مجموعہ بعونہ تعالیٰ نور علی نور کا مصداق بن گیا ہے۔

(۵) زیادہ تر مباحث مشکوٰۃ جلد اول سے متعلق ہیں حالات وتعارف رجال کا سلسلہ بنظر اختصار صرف باب الوسوسہ تک باقی رکھا گیا ہے اس سے آگے اعتماداً علی الاکمال فی اسماء الرجال یہ سلسلہ جاری نہیں رکھا گیا ہے۔

(۶) کتاب الطہارۃ سے اخیر کتاب تک اکثر بیشتر مسائل خلافیہ کی تفصیل پر انحصار کیا گیا ہے اور دیگر تحقیقات ومتعلقات احادیث کو درج نہیں کیا گیا ہے۔

(۷) نقل مذاہب ائمہ اربعہ میں مختلف ومتعدد روایات کے مواقع پر صرف اَرجح ومشہور تر روایت پر اعتماد کیا گیا ہے اور اختصار وسہولت کے پیش نظر دیگر روایات ترک کردی گئی۔

(۸) بیان دلائل میں بھی اختصار وانتخاب سے کام لے کر صرف موٹی موٹی ایک دو دلیلیں ذکر کی گئی ہیں اور دیگر مفصل دلائل کو آئندہ سال کے دورۂ حدیث کے دروس پر اعتماد کرتے ہوئے ترک کردیا گیا ہے کیونکہ درجہ موقوف علیہ درحقیقت دورۂ صغریٰ ہے اور اختصار ہی اس سے مناسب ولائق تر ہے۔

(۹) جلد ثانی مشکوٰۃ کے مباحث صرف باب بلوغ الصغیر وحضانتہ فی الصغر جلد ۲ صفحہ ۲۹۳ تک درج کئے گئے ہیں اس سے آگے والے مباحث وتحقیقات ان شاء اللہ العزیز دوسرے ایڈیشن میں شامل کئے جائیں گے وکل امر بوقتہ رہین۔

(۱۰) طویل مضامین کو بنظر سہولت قطعہ قطعہ کرکے مباحث کی شکل میں ذکر کیا گیا ہے فتلک عشرۃ کاملۃ ومن اللہ السداد وبہ التوفیق والاعانۃ۔ ناظرین باصفا سے توقع ہے کہ وہ اس مختصر مجموعہ کا بنظر استحسان مطالعہ فرما کر آئندہ کے لئے مرتب ومؤلف کے لئے حوصلہ افزائی ودل بستگی کا سامان مہیا فرمائیں گے اور مایوس ودل شکستہ نہ فرمائیں گے یہ صحیح ہے کہ مجموعہ ہذا بمقابلۂ دریا صرف ایک قطرہ کی اور بمقابلۂ دکان پنساری فقط ہڑ کی ایک گرہ کی حیثیت رکھتا ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ

قطرٌ علی قطرٍ اذا اتّفقتْ نہرٌ و نہرٌ علی نہرٍ اذا اجتمعتْ بحرٌ

اور علامہ شاطبی نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔ لا تنزرن نزوزا او تری عوززا (تو کم رود ے

والے جانور کو ہرگز حقیر نہ جانے یہاں تک کہ تو زیادہ دودھ والے جانور کو دیکھ لے) اس مختصر نمونہ کے شائع کرنے میں حضرت تھانوی کا یہ ارشاد بھی مدنظر ہے الاستقصاء شوم (انتہا پسندی باعث بے برکتی ہے) نیز محاورہ مشہور ہے مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ اعتذار و مناجات بزبان امام شاطبی رحمہ اللہ ۔

غریبۃٌ مالھا مرٰاۃ منبھۃٌ فلا یلُم ناظرٌ من بذرھا سورا

یہ کتاب اجنبی (مسافر) ہے اس کے لئے کوئی ایسا آئینہ نہیں ہے جو مضامین کے یاد کرانے (اور انہیں پورے طور پر مستحضر کرانے) کا ذریعہ ہو تو اس کتاب کے کامل چاند (مضمون) میں جھانکیں دیکھنے والا ملامت نہ کرے۔

فقیرۃٌ حین لم تُغنِی مُطالعۃٌ الی طلائع للاغضاء مُعتذرا

یہ کتاب چشم پوشی کے لشکروں کی طرف محتاج ہے جبکہ وہ کتاب کتب فن کے مطالعہ کے ذریعہ بے نیاز نہیں کی گئی ہے حالانکہ وہ چشم پوشی عذر قبول کرنے والی ہو۔

کالوصل بین صلات المحسنین بھا ظنًّا و کالھجر بین المُھجرین سُریٰ

یہ کتاب ان لوگوں کے احسانات کے درمیان تو وصل (عمدہ کلام) کی طرح ہے جو اس سے حسن ظن رکھنے والے ہیں اور ان لوگوں کے درمیان جدائی (بے ہودہ کلام) کی طرح ہے جو جاری ہونے کے اعتبار سے (یعنی گفتگو میں) فضول گوئی کرانے والے ہیں۔

من غاب غیباً لہٗ عُذرٌ و فلا وزرا یُنجیہ من غرمات اللّوم مُنتصرا

جس نے اس شخص پر اعتراض کیا ہے جس کے لئے کوئی عذر (مجبوری) ہو تو کوئی ایسا ٹھکانہ (اور مددگار) نہیں ہے جس اس معترض کو ملامت کی تکلیفوں سے بچا لے۔ حالانکہ وہ مددگار ملامت گروں سے اس معترض کا بدلہ لینے والا اور اس کی حمایت کرنے والا ہو (یعنی معذور آدمی پر اعتراض کرنے والے کی کوئی مدد نہیں کرتا)

وانما ھی اعمالٌ لہٗ بنیّتھا خُذ ما صفا و احتمل بالعفو ما کدرا

اور یہ مجموعہ تو صرف ایسے اعمال ہیں جو اپنی نیت کے موافق ہیں پس جو مضمون صاف (صحیح) ہو اس کو تو لے لے اور جو گدلا (غلط) ہو اس کو معافی کے باعث برداشت کر لے۔

ان لا تُفذی فلا تُفذی مشاربھا لا تنزرنْ نزورًا او تری غُرُرًا

اگر تو اس کے مضامین سے نکا نہیں نکالتا تو اس کے گھاٹوں (مضامین) میں تنکا ڈال بھی مت تو کم دودھ والے

جانور کو ہرگز حقیر نہ سمجھ یہاں تک کہ تو زیادہ دودھ والے جانوروں کو دیکھ لے۔

وَاللّٰهُ اَكْرَمُ مَامُوْلٍ وَ مُعْتَمَدٍ وَ مُسْتَغَاثٌ بِهٖ فِيْ كُلِّ مَاحُذِرَا

اور اللہ ان سب سے بہتر ہے جو امید اور اعتماد کے لائق ہیں اور اسی سے ان تمام چیزوں میں فریاد چاہی جاتی ہے جو دہشت والی ہیں۔

يَا مَلْجَأَ الْفُقَرَا وَالْاَغْنِيَاءِ وَمَنْ اَلْطَافُهٗ تَكْشِفُ الْاَسْوَاءَ وَالضَّرَرَا

اے وہ ذات جو محتاجوں اور دولت مندوں کا ٹھکانہ ہے اور اے وہ ذات جس کی مہربانیاں تکلیفوں اور نقصانوں کو دور کر دیتی ہیں۔

اَنْتَ الْكَرِيْمُ وَغَفَّارُ الذُّنُوْبِ وَمَنْ يَرْجُوْ سِوَاكَ فَقَدْ اَرْدٰى وَ قَدْ خَسِرَا

آپ ہی احسان کرنے والے اور گناہوں کے بہت بخشنے والے ہیں اور جو آپ کے سوا کسی اور سے امید رکھے وہ یقیناً ہلاک ہو جاتا ہے اور بلاشبہ ٹوٹے والا بن جاتا ہے۔

هَبْ لِيْ بِجُوْدِكَ مَايُرْضِيْكَ مُتَّبِعًا اَوْمِنْكَ مُبْتَغِيًا وفِيْكَ مُصْطَبِرًا

اپنی بخشش کا صدقہ مجھے وہ چیز عطا فرمایئے جو آپ کو مجھ سے خوش کر دے حالانکہ میں آپ کے حکموں پر چلنے والا اور آپ ہی سے طلب کرنے والا اور آپ ہی کی رضا کے بارہ میں صبر کرنے والا ہوں

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مَنْشُوْرًا بَشَائِرُهٗ مُبَارَكًا اَوَّلًا وَ دَائِمًا اُخَرًا

اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں حالانکہ اس تعریف کی خوشخبریاں پھیلی ہوئی ہیں نیز اس حالت میں کہ وہ تعریف اول (دنیا) میں بھی برکت والی ہے اور انجاموں (آخرت) میں بھی ہمیشہ رہنے والی ہے

ثُمَّ الصَّلَاةُ عَلَى الْمُخْتَارِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَلَمِ الْهَادِيْنَ وَالسُّفَرَا

پھر پسندیدہ ذات یعنی ہمارے سردار محمد ﷺ پر رحمت کاملہ نازل ہو جو ہدایت کرنے والوں اور رسولوں کے پیشوا ہیں۔

تَنْدٰى عَبِيْرًا وَمِسْكًا سُحْبُهَا دِيَمًا تُمْنٰى بِهَا لِلْمُنٰى غَايَاتُهَا شُكُرًا

اس درود کی بدلیاں حالانکہ وہ ہمیشہ آہستگی سے برسنے والی ہوں نبی علیہ السلام کی مقدس ذات پر عنبر و مشک برساتی رہیں اور اس صلوٰۃ کے ذریعہ امیدوں والوں کے لئے ان امیدوں کی انتہائیں تک بھی پوری کر دی جائیں حالانکہ وہ امید وار شکر ادا کرنے والے ہوں۔

وَتَنْثَنِي فَتَعُمُّ الْآلَ وَ الشِّيعَ الْ مُهَاجِرِيْنَ وَ مَنْ اوٰى وَمَنْ نَصَرَا

اور وہ بدلیاں لوٹیں اور آپ کی آل اور آپ کی پیروی کرنے والوں یعنی مہاجرین کو بھی شامل ہو جائیں اور ان حضرات کو بھی جنہوں نے آپ کو مدینہ میں جگہ دی اور ان کو بھی جنہوں نے آپ کی مدد کی۔

تُضَاحِکُ الزَّهْرَ مَسْرُورًا اَسِرَّتُهَا مُعَرِّفًا عَرْفُهَا الاصَالَ وَالْبُكَرَا

نیز وہ صلوٰۃ پھول کی کلی کو ہنسائے۔ حالانکہ اس صلوٰۃ کی چتونیں (ہنسی کے خطوط اور اس کی لکیریں) خوش کی ہوئی (رونق دار) ہوں نیز اس حال میں کہ اس صلوٰۃ کی پاکیزہ ہوا شام اور صبح کے وقتوں میں (یعنی ہمیشہ) خوشبو دینے والی ہو۔ آمین۔ اھ

اللہ رب العزت اس عجالۂ مختصرہ کو ناظرین کے لئے نافع اور احقر کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے

امین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیم فقط

ناچیز سیہ کار محمد طاہر رحیمی عفا اللہ عنہ

حال مقیم و مدیر جامعہ رحیمیہ اشاعۃ القرآت مسجد باب رحمت مغل آباد ملتان پاکستان

۸ شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ

مطابق ۱۰ مئی 1984ء بروز پنجشنبہ بوقت الضحیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ کتاب مشکوٰۃ المصابیح

شروع فی المقصود سے پہلے اٹھارہ مباحث ابتدائیہ کا جان لینا ضروری ہے (۱) حدیث کے معنی ، حدیث کی وجہ تسمیہ ، علم حدیث کی تعریف ، موضوع ، غرض وغایت ، فائدہ (۲) حدیث اور خبر کے درمیان نسبت (۳) فضیلت علم حدیث (۴) حجیت حدیث (۵) ضرورت حدیث (۶) ازالہ شبہات منکرین حدیث (۷) تاریخ تدوین حدیث (۸) آداب طالب حدیث (۹) بیان اقسام حدیث (۱۰) بیان اقسام تواتر (۱۱) بیان اقسام کتب حدیث (۱۲) بیان اقسام مشتغلین بالحدیث (۱۳) کتاب المصابیح کا تعارف (۱۴) مشکوٰۃ کا تعارف ، سبب تالیف ، وجہ تسمیہ ، عدد احادیث مشکوٰۃ شروح مشکوٰۃ (۱۵) وجوہ فرق بین المشکوٰۃ والمصابیح (۱۶) حالات صاحب مصابیح (۱۷) حالات مؤلف مشکوٰۃ (۱۸) سند مشکوٰۃ۔

البحث الاول

حدیث کے معنی ...... حدیث کے لغوی معنی جدید اور خبر کے ہیں اور جمہور محدثین کی اصطلاح میں حدیث کا لفظ امام الانبیاء ﷺ کے قول وفعل وتقریر پر بولا جاتا ہے۔ الحدیث اقوال النبی ﷺ و افعاله وتقریراته ۔ تقریر سے مراد یہ ہے کہ کسی صحابیؓ نے حضور ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی اور آپ نے باوجود علم ہو جانے کے نکیر نہ فرمائی ہو بلکہ سکوت فرما کر اس کو برقرار رکھا ہو اور بعض محدثین حدیث کے معنی میں توسع فرماتے ہوئے صحابی اور تابعی کے قول وفعل اور تقریر کو بھی حدیث میں داخل کرتے ہیں تو اس صورت میں حدیث کی تین قسمیں ہوں گی۔

(۱) **مرفوع** ...... یعنی آنحضرت ﷺ کا قول وفعل اور تقریر۔

(۲) **موقوف** ...... یعنی صحابیؓ کا قول وفعل اور تقریر و سمی موقوفا لانه وقف علی الصحابة و لم یتجاوز به الی النبی ﷺ

(۳) **مقطوع** ...... یعنی تابعی کا قول وفعل اور تقریر و سمی مقطوعا لانه قطع عن الصحابی ایضاً ۔ لیکن مطلق حدیث سے مرفوع ہی مراد ہوتی ہے اور موقوف پر حدیث کا اطلاق کسی قرینے سے ہوتا ہے۔

حدیث کی وجہ تسمیہ[1] اور مناسبت معنیین :۔اس کی دو وجوہ ہیں۔

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ "فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اور علامہ سخاوی "فتح المغیث" میں ونیز علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث بمعنیٰ حادث و جدید ہے چونکہ قرآن کریم قدیم ہے اس لئے اس کے مقابلے میں سنت پر لفظ حدیث بولا گیا ہے لیکن یہ وجہ تسمیہ بہت بعید ہے۔

(۲) علامہ شبیر احمد عثمانی مقدمہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم صفحہ ۱ میں فرماتے ہیں کہ حدیث بمعنیٰ خبر ہے اور یہ لفظ باری تعالیٰ کے ارشاد و اما بنعمة ربک فحدث سے ماخوذ ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ والضحیٰ میں حضور ﷺ پر تین نعمتیں ذکر فرمائی ہیں (۱) الم یجدک یتیما فاوٰی (۲) ووجدک ضالا فهدیٰ (۳) ووجدک عائلا فاغنیٰ یعنی ایواء، ہدایت اغناء۔ اس کے بعد لف ونشر غیر مرتب کے طور پر ادائے شکر نعمت کے لئے تین احکام دیئے ہیں۔ نعمت ایواء کے مقابلے میں فاما الیتیم ولا تقهر اور تیسری نعمت اغناء کے مقابلے میں و اما السائل فلا تنهر اور دوسری نعمت ہدایت کے مقابلے میں و اما نعمة ربک فحدث ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اے رسول ﷺ ! ہم نے آپ کو علوم نبوت کی ہدایت عطاء کی ہے اس لئے آپ اس نعمت کو بیان کیجئے تو حدیث نبوی ہدایت ربانیہ کا تذکرہ، بیان اور اخبار ہے اور تحدیث کے معنیٰ اخبار و تذکرہ ہی کے آتے ہیں۔

علم حدیث کی تعریف......:۔ هو علم يشتمل علىٰ نقل ما اضيف الى النبى ﷺ قولا او فعلا او تقريرا او صفة او حالا و علىٰ ضبطه و تحرير لفظه پھر صفات نبویہ کی دو قسمیں ہیں

(۱) جسمانیہ......:۔ مثلاً زمان و مکان ولادت۔ حلیہ مبارک قد و قامت شکل وصورت کیفیت قعود و قیام و اکل و شرب (۲) روحانیہ...... مثلاً سخاوت شجاعت ورحمت وشفقت وصبر وغیر ذلک۔

سوال :۔ یہ تعریف آثار صحابہؓ کو شامل نہیں۔ لہٰذا ناقص وغیر جامع ہے۔ **جواب** :۔ آثار صحابہؓ احوال رسول میں بالتبع داخل ہیں کیونکہ ان آثار کی قدر و قیمت صحابی رسول ہونے کی وجہ سے ہی ہے۔

موضوع علم حدیث......: اقوال النبى ﷺ وافعاله و تقريراته "يا" ذات الرسول ﷺ من حيث انه نبى و رسول لا من حيث انه بشر و جسم اس لئے کہ اصل مقصود آنحضرت ﷺ کی

---

[1] حدیث لغت کے اعتبار سے ہر قسم کے کلام کو کہا جاتا ہے اور اصطلاح میں آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کے لئے لفظ حدیث مخصوص کر لینا استعارۃ عام مجاز مرسل کے قبیل سے ہے اور اس استعارہ کا ماخذ رسول کریم ﷺ کے بعض ارشادات ہیں جن میں آپ نے خود لفظ حدیث استعمال فرمایا ہے مثلاً حدثوا عنی ولا حرج اور من حفظ علیٰ امتی اربعین حدیثا الخ ۱۲ منہ

نبوت کے بعد کی تیئس (۲۳) سالہ زندگی ہے اور بچپن کی زندگی کے احوال اس میں بالتبع داخل ہیں۔

غرض و غایت علم حدیث......:ھو الفوز بسعادۃ الدارین بعد العمل علیٰ مرضیاته والکف عن غیر مرضیاته۔ **فائدہ**......:علم حدیث ھی معرفة الاحکام الشرعیة و دلائلها و تفسیر القرآن الحکیم و العصمة عن الخطاء فی نقل الروایات۔

البحث الثانی فی بیان النسبة بین الحدیث والخبر

یہاں چار لفظ ہیں حدیث، سنت، خبر، اثر۔ ان میں سے اول کے دو لفظ اور آخری دو لفظ باہم مترادف ہیں باقی حدیث اور خبر کے درمیان نسبت کے متعلق علماء کے تین اقوال ہیں اول جمہور محدثین کے نزدیک عموم وخصوص مطلق ہے یعنی حدیث خاص اور خبر عام ہے کیونکہ اس قول کی رو سے حدیث کا اطلاق صرف مرفوع پر ہوتا ہے اور خبر کا اطلاق مرفوع موقوف مقطوع تینوں پر بلکہ ہر تاریخی خبر اور عام واقعہ وخبر پر بھی ہوتا ہے فکل حدیث خبر ولیس کل خبر بحدیث۔ دوم بعض محدثین کے نزدیک حدیث اور خبر مترادف اور مساوی ہیں یعنی دونوں کا اطلاق مرفوع موقوف مقطوع تینوں پر ہوتا ہے علامہ نوویؒ شرح صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۶۳ پر فرماتے ہیں کہ جمہور خلف وسلف کے نزدیک حدیث واثر میں کوئی فرق نہیں بلکہ دونوں ہی کا اطلاق احادیث مرفوعہ موقوفہ مقطوعہ سب پر ہوتا ہے۔ علامہ لکھنویؒ نے بھی ظفر الامانی صفحہ ۴، ۵ میں اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ سوم بعض علماء کے نزدیک تباین ہے کہ حدیث کا اطلاق صرف مرفوع پر اور خبر کا اطلاق صرف موقوف اور مقطوع پر ہوتا ہے وھذا مسلک فقهاء خراسان۔

البحث الثالث فی بیان فضل علم الحدیث

علم حدیث کے اہم فضائل پانچ ہیں (۱)...... قرآن کے بعد علم حدیث تمام علوم سے من کل الوجوہ یعنی موضوع غایت ثمرہ تاثیر معلومات ان سب ہی وجوہ سے اشرف وافضل ہے حتیٰ کہ جمہور محدثین ومتکلمین کے نزدیک علم تفسیر سے بھی افضل ہے کیونکہ علم تفسیر کا موضوع کلام لفظی ہے جو حروف واصوات سے مرکب ہونے کی بناء پر حادث ہے اور علم حدیث کا موضوع ذات رسالت ہے جو باتفاق جمیع العلماء تمام حوادث ومخلوقات حتیٰ کہ عرش وکرسی بیت اللہ سے بھی افضل ہے اور شرافت علم شرافت موضوع ہی سے ہوتی ہے۔

(۲) آنحضرت ﷺ نے حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے والوں اور اس کی تبلیغ کرنے والوں کے لئے بہت سی دعائیں فرمائی ہیں۔ جو سعادت عظمیٰ ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے نضر الله

عبداً سمع مقالتی فحفظها و وعاها و اداها فرب حامل فقه غیر فقیه و رب حامل فقه الی من هو افقه منه رواه الشافعی و البیهقی فی المدخل مشکوٰۃ صفحه ۳۵۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے قال قال رسول الله ﷺ اللهم ارحم خلفائی قلنا و من خلفاؤک یا رسول الله قال الذین یحفظون احادیثی و یبلغونها الی الناس رواه فی مسند البزار، اس سے یہ معلوم ہوا کہ حدیث کی نشر و اشاعت اور تبلیغ و تعلیم آنحضرت ﷺ کی خلافت ہے کیونکہ حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد تبلیغ اسلام ہے اور تعلیم حدیث بھی تبلیغ اسلام ہی کا ایک اہم شعبہ ہے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے قال قال رسول الله ﷺ ان اولی الناس بی یوم القیامة اکثر هم علی صلوٰة. رواه الترمذی و ابن حبان مشکوٰۃ صفحہ ۸۶۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس قدر کوئی آنحضرت ﷺ پر کثرت سے درود بھیجے گا اسی قدر اس کو قیامت کے روز آپ کا قرب زیادہ حاصل ہوگا اور کثرت درود کی توفیق جتنی حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کو میسر آتی ہے اتنی دوسروں کو نہیں آتی کیونکہ وہ ہر حدیث کے ساتھ ﷺ کہتے ہیں۔

(۵) امام ابوحنیفہ کا قول ہے لو لا السنة لما فهم القرآن احد منا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ جمیع ما تقوله الائمة شرح للسنة و جمیع ما تقوله السنه شرح للقرآن۔ داؤد ابن علی ظاہری کہتے ہیں من لم یعرف حدیث رسول الله ﷺ و لم یمیز بین صحیحه و سقیمه فلیس بعالم۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک کا قول ہے کہ الاسناد من الدین و لو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء۔

البحث الرابع فی بیان حجیۃ الحدیث

قرآن کی بہت سی آیات صراحتاً اس بات پر دال ہیں کہ حدیث نبوی ﷺ شرعاً حجت ہے اور اس کی اتباع بھی ضروری ہے یہاں بطور نمونہ دس آیات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفرلکم ذنوبکم (پارہ ۳ سورۂ آل عمران رکوع ۴) اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا مطلق اتباع محبوبیت الٰہی اور مغفرت ذنوب کا واحد ذریعہ ہے۔

(۲) قل اطیعوا الله والرسول فان تولوا فان الله لا یحب الکفرین (پارہ ۳ سورۂ آل عمران رکوع ۴) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اطاعت الٰہی کی طرح اطاعت نبوی بھی واجب ہے اور اس سے روگردانی کفر ہے۔

(۳) یایها الذین امنوا اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله و الرسول ان کنتم تؤمنون بالله و الیوم الآخر (پارہ۵سورۃ النساء، رکوع ۸) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اطاعت الٰہی کی طرح اطاعت نبوی بھی ایک مستقل چیز ہے کیونکہ اللہ اور رسول کے لئے الگ الگ اطیعوا کا صیغہ لایا گیا ہے۔ بخلاف اولی الامر کے کہ ان کی اطاعت مستقل چیز نہیں بلکہ وہ خدا اور رسول کی اطاعت کے تابع ہے کیونکہ اولی الامر کے لئے مستقل صیغہ نہیں لایا گیا۔ اس سے منکرین حدیث کا یہ قول غلط ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں آپ ﷺ کی سیرت کا اتباع امیر ہونے کی وجہ سے واجب تھا دوسری بات فردوه الی الله و الرسول سے معلوم ہوئی کہ اختلاف کی صورت میں خدا اور رسول کی طرف مراجعت واجب ہے اور ظاہر ہے کہ رد الی اللہ سے مراد قرآن کی طرف رجوع ہے تو رد الی الرسول سے مراد آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حدیث کی طرف مراجعت کے بغیر اور کیا ہو سکتا ہے جبکہ یہ حکم تا قیامت باقی ہے۔

(۴) فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیما (پارہ۵، سورۃ النساء، رکوع ۹) اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اپنے اختلافات میں آنحضرت ﷺ سے فیصلہ لینا اور پھر دل و جان سے اس کو تسلیم کرنا ایمان کی شرط اولین ہے۔

(۵) من یطع الرسول فقد اطاع الله (پارہ۵ سورۃ النساء، رکوع ۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ رسول خدا کی اطاعت بعینہ خدا کی اطاعت ہے۔

(۶) وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم (پارہ۱۴، سورۃ النحل، رکوع ۶) اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے مطالب کی تشریح حضور ﷺ کا فرض منصبی ہے لہٰذا حدیث نبوی متن قرآن کی تفسیر اور شرح ٹھہری اور اس کے خلاف قرآن کی تشریح کرنا باطل ہو گیا۔

(۷) لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن کان یرجوا الله و الیوم الآخر و ذکر الله کثیرا (پارہ۲۱ سورۃ احزاب، رکوع ۳) اس سے واضح ہوا کہ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی کا نقشہ آنحضرت ﷺ کی سیرت کے مطابق بنائیں لیکن اس کا احساس وہ شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں خدا کا خوف اور آخرت کا فکر باقی ہو اور وہ خدا کی یاد سے غافل نہ ہو۔

(۸) وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله و رسوله امراً ان یکون لهم الخیرة من امرهم و من یعص الله و رسوله وقد ضل ضلالا مبینا (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، رکوع ۵) اس آیت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کے فیصلے کے بعد ایماندار کے لئے بجز اس فیصلے کے قبول کر لینے کے اور کوئی راستہ نہیں اس کا اپنا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس فیصلے سے انکار کھلی گمراہی ہے۔

(۹) وما اتکم الرسول فخذوه وما نهکم عنه فانتهوا و اتقوا الله ان الله شدید العقاب (پارہ ۲۸، سورۃ الحشر، رکوع ۱) اس عام عنوان سے یہ پتہ چلا کہ رسول خدا اپنے قول یا فعل یا تقریر سے جو چیز امت کو دیں اس پر عمل کرنا اور جس چیز سے روک دیں اس سے باز رہنا واجب ہے۔ اور خلاف ورزی کرنے والے کے لئے شدت عذاب کی وعید ہے۔

(۱۰) لقد من الله على المؤمنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم آیته و یزکیهم و یعلمهم الکتب و الحکمة (پارہ ۴، سورۃ آل عمران، رکوع ۱۷) اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کتاب کے ساتھ حکمت کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ اور حکمت کا مصداق آپ ﷺ کی سنت ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ اپنی کتاب الرسالت صفحہ ۲۴ میں فرماتے ہیں و سمعت من ارضى من اهل العلم بالقرآن یقول الحکمة سنة رسول الله ﷺ اور حافظ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۱۸۴ پر و یعلمهم الکتب و الحکمة کی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی السنة قاله الحسن و قتادة و مقاتل بن حیان ابو مالک و غیرهم و قیل الفهم فی الدین و لا منافات۔ مطلب یہ ہے کہ حکمت نبویہ کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ بعض مفسرین نے اس کی تفسیر سنتِ نبویہ سے کی ہے اور بعض نے فہم دین سے۔ لیکن ان دونوں اقوال کا مآل اور مقصود ایک ہی ہے۔ کیونکہ در حقیقت حکمت نام ہے دانائی اور عقل و فہم کے اس کامل ترین فرد کا جس سے صحیح و غلط اور حق و باطل میں آسانی سے تمیز ہو جائے۔ پھر جس طرح اس نورانی عقل اور باطنی فہم پر حکمت کا اطلاق ہوتا ہے اس طرح اس کے آثار و نتائج پر بھی کبھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت لقمان کے متعلق فرمایا و لقد آتینا لقمان الحکمة (پارہ ۲۱، رکوع ۱۱) اس کے بعد حکمت لقمان کی تشریح ان اشیاء سے فرمائی .... شکر الٰہی، ممانعت شرک، خدمتِ والدین، اتباع الصلحاء، نماز اور صبر کی تاکید فخر و غرور کی مذمت، میانہ روی، آہستہ گفتار: تو بعض مفسرین نے حکمت کے پہلے معنیٰ کی طرف توجہ کی یعنی فہم دین، نور نبوت اور معرفت الٰہیہ۔ اور بعض نے ثانوی معنیٰ کو بیان کیا ہے یعنی سنت

وحدیث ۔ بہر حال آنحضرت ﷺ کتاب اللہ کے ساتھ جس حکمت کی تعلیم دیتے تھے اس کا مصداق آپ ﷺ کی سنت ہے اور قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہے وانزل اللہ علیک الکتٰب و الحکمۃ (پارہ۵،سورۃ النساء،رکوع ۱۷) میں اس آیت سے واضح ہوا کہ کتاب الٰہی کی طرح حکمت وسنت بھی منزل من اللہ ہے ۔فرق صرف یہ ہے کہ کتاب کے الفاظ ومعانی دونوں منزل من اللہ ہیں اور حکمت اور سنت کے صرف معانی منزل من اللہ ہیں اور الفاظ حضور ﷺ کے ہیں پس جب سنت رسول ﷺ بھی منزل من اللہ ہے تو نہ صرف اس کا اتباع لازم ہے بلکہ اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کیونکہ قرآن کا مطالبہ ہے و آمنوا بما انزلت (پارہ۱،رکوع ۵)

البحث الخامس فی بیان ضرورۃ الحدیث

اس کے بنیادی دلائل تین ہیں ۔دلیل نمبر(۱)......اعتدالی یعنی انسان میں فطرتاً تین قوتیں عاقلہ،شہویہ،غضبیہ موجود ہیں ۔قوت عاقلہ قدرت نے اس کو اس لئے عطا کی کہ اس کے ذریعے منافع اور مضار کی معرفت حاصل ہو اور شہویہ اس لئے کہ اس کے ذریعے اپنے فوائد اکل وشرب لباس ومکان وغیرہ کے لئے جدوجہد کرے اور غضبیہ اس لئے کہ اگر دوسری طاقت اس کے ساتھ ان فوائد کے حصول میں مزاحمت کرے تو اس کے ذریعے مدافعت اور مقابلہ کرے ۔پھر ان تینوں قویٰ میں سے ہر ایک کے تین درجات ہیں ۔مُفرِطہ،مفرّطہ،متوسطہ۔پس قوت عاقلہ کے لئے جربُزہ (مکاری،حیلہ،تجاوز) مفرطہ ہے ۔مثلاً ذات باری تعالیٰ کی مکانیت وماہیت اور حقیقت صفات سے بحث کرنا اور بلادت اور غباوت مفرّطہ ہے یہ دونوں درجات ناقص ہیں اور حکمت درجۂ متوسطہ ہے جو محمود ہے وعلیٰ ھذا شہویہ کے لئے وقاحت وفجور (بے شرمی و بدکاری) مفرطہ ہے اور خناثت وخمول (بجھنا) مفرّطہ ہے اور عفت معتدلہ ہے ۔اسی طرح غضبیہ کے لئے تھوز (تخریب وھدم) مفرطہ اور جُبن مفرّطہ اور شجاعت متوسطہ ہے پھر حکمت عفت وشجاعت ۔ان تینوں اوصاف متوسطہ کے مجموعے کا نام عدالت ہے جو خُلق حسن کے لئے اصل الاصول ہے پھر ہمارے لئے ہر قوت کے تین درجات میں تمیز کرنا نہایت دشوار ہے لہٰذا ایک ایسے معلّم کا ہونا ضروری ہے جو محمود ومذموم میں خط فاصل کھینچ دے ۔یہ معلّم بجز ذات باری کے اور کوئی نہیں ہو سکتا لیکن ظاہر ہے کہ خود ذات باری کا براہ راست ہم پر افاضہ کرنا ممکن نہیں لہٰذا ایک ایسے برگزیدہ شخص کی ضرورت ہوئی جو ذاتِ حق سے حصول فیض کے قابل ہو اور وہ نبی مرسل ہے پس نبی کی اسی تعلیم وتبلیغ کا نام حدیث ہے جو حق وباطل کمال ونقص محمود ومذموم میں ممیز وفارق ہے۔

(۲)......عنصری یعنی جسم انسانی عناصر اربعۂ آگ،ہوا،پانی،مٹی سے مرکب ہے چنانچہ تصادم عضوین کے

وقت صدور حرارت آثار آگ میں سے ہے اور بدن کا ترو تازہ ہونا ہوا کا اور پسینہ پانی کا اثر ہے وعلیٰ ھذا جسم کے گھلانے اور رگڑنے سے اجزائے ارضیہ کا مشاہدہ ہوتا ہے اور پھر ان چاروں میں سے ہر عنصر سے بطور ثمرہ و نتیجہ چند خصائل رذیلہ پیدا ہوتے ہیں مثلاً عنصر آتش سے ترفع اور اشتعال اور عنصر ہوا سے شہوت وریا اور عنصر آب سے تذبذب اور تلوّن مزاجی اور عنصر مٹی سے بُخل وحرص کیونکہ زمین ہر ناجنس کو اپنی جنس بنا دیتی ہے تو ان خصائل مذمومہ کا علاج اور ازالہ ضروری ہوا۔ اس بناء پر ازالہ تعلّی کے لئے نماز اور ازالۂ شہرت وجاہ کے لئے حج اور حصول استقلال و پختگی کے لئے روزہ اور ازالۂ بخل وطمع کے لئے زکوۃ مقرر کی گئی۔ لیکن پھر ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں ان عبادات اربعہ کے صرف قواعد واصول بیان کئے گئے ہیں اور ان اصول کی پوری جزئیات و فروعات سے وہ خاموش ہے مثلاً ہر نماز کی تعداد رکعات نماز کے شرائط وفرائض و واجبات، نماز کی پوری کیفیت، زکوۃ کا نصاب زکوۃ کی مقدار وغیرہ لک اس لئے حدیث نبوی کی ضرورت ہے جس میں ان اصول کی پوری تفاصیل وتشریحات مذکور ہیں تو قرآن متن اور حدیث اس کی شرح ہے۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن نے اشارہ کیا کہ و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم (پارہ ۱۴، رکوع ۱۲)۔

دلیل (۳)...... مراجعت صحابۂ کرامؓ یعنی صحابۂ کرامؓ قرآن مجید کے لغوی مفہوم سے بخوبی واقف تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے قرآن فہمی اور دیگر مسائل زندگی میں بار بار حضور ﷺ کی طرف رجوع کیا، یہاں اس کی صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)...... جب یہ آیت نازل ہوئی کہ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن و ھم مھتدون (پارہ ۷، رکوع ۱۵) تو صحابۂ کرامؓ گھبرائے ہوئے حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور کہا یا رسول اللہ ایّنا لم یظلم نفسہ یعنی ہم میں سے کون ایسا ہے کہ جس نے اپنی زندگی میں کوئی گناہ اور ظلم نہ کیا ہو۔ تو آنحضرت ﷺ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے ان الشرک لظلم عظیم (پارہ ۲۱، رکوع ۱۱)

(۲)...... جب یہ آیت نازل ہوئی و کلوا و اشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود (پارہ ۲، رکوع ۷) تو حضرت عدی ابن حاتمؓ نے دو دھاگے سفید اور سیاہ لے لئے اور ان کے امتیاز کو آیت کا مصداق ٹھہرایا تو آنحضرت ﷺ نے اس کی تشریح فرمائی کہ خیط ابیض اور خیط اسود سے مراد صبح صادق کا نور اور رات کی ظلمت ہے نہ کہ دھاگے اور پھر اس کی توضیح کے لئے من الفجر کا لفظ بھی اُترا۔ حافظ ابن قیمؒ

نے اعلام الموقعین صفحہ ۲۳۰ تا صفحہ ۳۴۱، ج ۴ میں تقریباً ۱۱۰ صفحات میں دین کے باب میں صحابہؓ کے سینکڑوں سوالات اور آنحضورﷺ کے جوابات نقل کئے ہیں۔ جب صحابہ کرام قرآن مجید کے لفظی ترجمے سے بخوبی واقف ہوتے ہوئے حدیث کے محتاج تھے تو اُمت بطریق اولی حدیث کی محتاج ہے۔ سچ فرمایا امام اعظمؒ ابو حنیفہ نے کہ لولا السنۃ لما فھم القرآن احد منا۔

البحث السادس فی بیان ازالۃ شبہات منکری الحدیث

اس زمانے میں ایک گمراہ فرقہ اہل قرآن کے نام سے پیدا ہوا ہے جس نے حجیت حدیث کا انکار کیا ہے۔ اس فرقے کا بانی مبانی عبداللہ چکڑالوی ہے جو پہلے حنفی تھا پھر غیر مقلد بن گیا۔ اس کے بعد حدیث کی کتب میں سے صرف صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو مانتا تھا باقی احادیث کا منکر ہو گیا لیکن پھر اس نے ان دو کتب کی صحت کا بھی انکار کر دیا اور ان کتب حدیث کی توہین کی وجہ سے مرتد ہو گیا۔ اس زمانے میں جس قدر منکرین حدیث موجود ہیں وہ سب اسی کی معنوی اولاد ہیں۔ اس زمانے میں دو بڑے منکرین حدیث ہیں (۱) اسلم جیراج پوری جو ہندوستان میں مقیم ہے (۲) غلام احمد پرویز جو پاکستان کی پیداوار ہے۔

ان منکرین حدیث کے چند شبہات مع جوابات یہ ہیں۔

شبہ نمبر (۱)...... قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کا کام صرف قرآن پہنچانا ہے باقی رہی تشریح و تفسیر تو وہ اُمت اور مرکز ملت کے سپرد ہے جیسا کہ ارشاد ہے ما علی الرسول الا البلٰغ (پارہ ۷، رکوع ۳)

جواب...... در اصل امت دو قسم پر ہے اُمت دعوت یعنی کفار اور امت اجابت یعنی اہل اسلام تو کفار کے مقابلے میں آپ کی حیثیت صرف پیغام رسانی کی ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا مضمون کی آیات کے سیاق و سباق میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات میں ایک طرف تو کفار کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ ہمارے رسول کا کام صرف تبلیغ احکام کا تھا جو کر چکے اور منوانا آپ کے ذمے نہیں۔ لہٰذا اگر تم نہیں مانو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے نہ کہ پیغمبر کا، اور دوسری طرف ان آیات میں حضورﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپﷺ کا فریضہ محض تبلیغ تھا جو آپﷺ نے ادا کر دیا اور آپ سرخرو ہو گئے اور اس سوال نہ ہوگا کہ کفار نے کیوں نہ مانا۔ باقی اُمت اجابت یعنی اہل اسلام کے لئے آپﷺ مبلغ ہونے کے ساتھ مربی بھی ہیں اور معلم کتاب بھی۔ مفسر قرآن بھی ہیں اور شارع بھی، مطاع مطلق بھی ہیں اور خصومات میں قاضی بھی ہیں اسوہ حسنہ بھی ہیں اور نور ہدایت

بھی، داعی الی اللہ بھی ہیں اور سراج منیر بھی۔ چنانچہ قرآن پاک میں حضور ﷺ کی یہ دسوں مختلف شانیں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً ارشاد خداوندی ہے کہ و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب و الحکمۃ ۔(پارہ۴) لتبین للناس ما نزل الیھم (پارہ۱۴) اور و یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث (پارہ۹) من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (پارہ۵) اور حتی یحکموک فیما شجر بینھم (پارہ۵) اور لقد کان لکم رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (پارہ۲۱) قد جاء کم من اللہ (نور پارہ۶) و داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا (پارہ۲۲)

شبہ نمبر (۲)...... اگر حدیث نبوی شرعی حجت ہوتی تو آنحضرت قرآن کی طرح حدیث کے لکھوانے کا بھی اہتمام فرماتے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے صحابہؓ کو حدیث کی کتابت سے منع فرما دیا تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم جلد۲ صفحہ۴۱۴) میں بروایت ابی سعید خدریؓ آپ کا یہ ارشاد مروی ہے لا تکتبوا عنی ومن کتب غیر القرآن فلیمحہ . جواب......۔ یہ شبہ تین وجوہ سے باطل ہے۔

(۱)...... اس لئے کہ شرعاً کسی منقول چیز کے حجت اور سند بننے کے لئے اس کا لکھا ہوا ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ صرف اس کا محفوظ ہونا ضروری ہے خواہ حفاظت زبانی ہو یا تحریری ہو بشرطیکہ اس کا ناقل ثقہ اور قابل اعتماد ہو۔ چنانچہ قرآن کریم نے کفار سے شرک کے بارے میں دلیل کا مطالبہ ان الفاظ میں کیا ہے ایتونی بکتاب من قبل ھذا او اثٰرۃ من علم ان کنتم صدقین (پارہ۲۶) یعنی تم میرے پاس لاؤ کوئی تحریری کتاب جو اس سے پہلے کی ہو یا اور کوئی زبانی نقل لاؤ جو علمی ہو اگر تم سچے ہو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح کتاب حجت ہے اسی طرح زبانی نقل بھی حجت ہے جبکہ وہ مستند طریقہ سے ثابت ہو اس معیار و اصول کے مطابق احادیث نبویہ حضور ﷺ کے زمانہ میں زیادہ تر زبانی اور ضبط صدر کے طور پر محفوظ کی گئی تھیں لہٰذا وہ حجت ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن من ایت اللہ والحکمۃ (پارہ ۲۲) جب امہات المؤمنین کو حکمت وحدیث کے یاد کرنے کا حکم تھا تو دوسرے صحابہ کرامؓ کو بطریق اولیٰ یہ حکم ہوگا۔ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں انما کنا نحفظ الحدیث (صحیح المسلم جلد۱ صفحہ۱۰ سنن ابن ماجہ صفحہ۴) اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے احادیث سنتے رہتے اور جب آپ ﷺ مجلس سے اُٹھ جاتے تو ہم آپس میں ان احادیث کا دور کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱، صفحہ۱۶۱)

(۲) اس لئے کہ شبہ میں جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے اس سے عدم حجیت حدیث پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے اخیر میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ وحدثوا عني ولا حرج اگر حدیث حجت نہ ہوتی تو آپ ﷺ اس کی روایت کرنے سے بھی منع فرما دیتے۔ حاصل یہ کہ اس حدیث سے صرف کتابت حدیث کی ممانعت معلوم ہوتی ہے نہ کہ حجیت حدیث کی ممانعت بھی۔

(۳) اس لئے کہ کتابت حدیث کی ممانعت صرف ابتدائی زمانے میں تھی بعد میں یہ ممانعت منسوخ ہوگئی کیونکہ زندگی کے آخری ایام میں آپ نے خود حدیث لکھوائی تھی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں عمال صدقات کے لئے جانوروں کی زکوۃ کے مسائل ''کتاب الصدقہ'' کے نام سے لکھوائے تھے، لیکن پھر اس کے بھیجنے سے پہلے آپ کا انتقال ہوگیا۔ بعد میں جب ابو بکر صدیقؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے اس پر عمل درآمد فرمایا۔ (سنن ابی داؤد جلد ۱ صفحہ ۱۵۶، جامع الترمذی جلد ۱ صفحہ ۷۹) اب رہی یہ بات کہ ابتدائے اسلام میں کتابت حدیث سے کیوں منع کیا گیا تھا تو اس کی ایک خاص وجہ تھی وہ یہ کہ قرآن مجید کے نہ صرف معانی بلکہ الفاظ بھی وحی اور منزل من اللہ تھے ان کا محفوظ رکھنا بھی مطلوب تھا۔ کیونکہ الفاظ قرآنیہ کے ساتھ بھی بہت سے احکام شرعیہ متعلق تھے۔ مثلاً نماز میں فریضۂ قرأۃ ادا کرنا اور انکی تلاوت پر اجر و ثواب کا حصول وغیر ذلک بخلاف حدیث کے کہ اس کے صرف مضامین کا محفوظ رکھنا ضروری تھا نہ کہ الفاظ کا بھی۔ اس لئے ابتدائے اسلام میں صرف الفاظ قرآنیہ کی کتابت پر پوری توجہ مرکوز کر دی گئی اور ان کے ساتھ حدیث کی کتابت سے ممانعت فرمادی گئی تاکہ حدیث کا قرآن کے ساتھ اختلاط نہ ہو جائے۔ بعد میں جب قرآن کی لفظی حفاظت کا اطمینان ہوگیا تو اس وقت آپ نے تحریر حدیث کی نہ صرف اجازت مرحمت فرمائی بلکہ حسب ضرورت آپ نے اس کا حکم بھی فرمایا۔ اس کے متعلق چند مستند ثبوت یہ ہیں۔

عہد رسالت میں کتابت حدیث کے چند شواہد۔

(۱)..... حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرامؓ میں سوائے عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کے اور کسی کے پاس مجھ سے زیادہ حدیثیں نہیں تھیں اور حضرت عبداللہؓ کے پاس زیادہ احادیث اس وجہ سے تھیں کہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (صحیح البخاری جلد ۱ صفحہ ۲۲)

(۲)..... حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی سب باتیں لکھ لیتا تھا۔ صحابۂ کرامؓ نے مجھے منع کیا اور کہا کہ آپ بشر ہیں، بہت سی باتیں آپ غصے میں بھی فرما جاتے ہوں گے، اس پر میں

نے حدیث لکھنی ممنوع کر دی اور آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اکتب فوالذی نفسی بیدہ لا یخرج منہ الا حق (سنن ابوداؤد جلد۲ صفحہ ۵۱۳،۵۱۴، کتاب العلم، مسند دارمی وغیرہ۔

(۳) حضرت رافع بن خدیج کا بیان ہے قلنا یا رسول اللہ انا نسمع منک اشیاء افنکتبھا قال اکتبوا ذلک ولا حرج۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۵)

(۴)... حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ایک اہم خطبہ دیا۔ ابو شاہ یمنی نے اس کے لکھوانے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اکتبوا لابی فلان (صحیح البخاری جلد ۱ صفحہ ۲۳)

(۵)... حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں دیت، قصاص، زکوۃ حرم مدینہ اور دیگر مسائل کی بہت سی احادیث درج تھیں (صحیح البخاری، صحیح المسلم، مسند احمد) الغرض آنحضرت ﷺ کی احادیث عہد نبوی اور عہد صحابہ میں زبانی یاد بھی کی جاتی تھیں اور لکھی بھی جاتی تھیں ہر طرح انہیں محفوظ کیا گیا ہے لہٰذا وہ بلا شبہ حجت ہیں۔

شبہ نمبر (۳)......قرآن پاک میں ہر چیز کا بیان ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے و نزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیء (پارہ ۱۴) لہٰذا اس کے ہوتے ہوئے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

جواب :۔قرآن میں نماز اور زکوۃ کا حکم دیا گیا ہے لیکن یہ وضاحت قرآن میں کہیں بھی نہیں کہ نمازوں کی کل تعداد کتنی ہے ہر نماز کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے۔ ہر نماز کی تعداد رکعت کتنی ہے نماز کی پوری کیفیت کیا ہے۔ نماز کے شرائط، فرائض، واجبات کیا ہیں؟ اسی طرح زکوۃ کا حال ہے کہ زکوۃ کا نصاب کیا ہے، کن اموال میں ہے اور کن میں نہیں۔ ماہوار ہے یا سالانہ، مال کی ہر جنس میں اس کی مقدار کیا ہے۔ زکوۃ کے شرائط و مصارف کیا ہیں ان سب امور کی تشریح سے قرآن مجید خاموش ہے اور ان امور کی تفصیل حدیث و فقہ میں ملتی ہے علیٰ ھذا روزے اور حج اور دیگر احکام کا بھی یہی حال ہے اسلئے تبیاناً لکل شیء کا مطلب یہ ہے کہ فلاح دارین کے تمام اصول و قواعد و کلیات قرآن میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ تمام فروعات و جزئیات بھی قرآن میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں کیونکہ یہ تو خلاف واقعہ ہے اور ظاہر ہے کہ اصول تشریح کے محتاج ہوتے ہیں اور وہ تشریح خود قرآن کریم کے بیان کے مطابق جناب رسالت

ما سبت ﷺ کا حق ہے جیسا کہ خود قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے وما انزلنا علیک الکتب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ (پارہ ۱۴) تو خود قرآن کریم نے حدیث کی حجیت اور ضرورت بیان کر دی لہذا یہ بھی تبیانا لکل شیء کے مصداق میں داخل ہے اس سے خارج نہیں۔

شبہ نمبر ۴: :۔اکثر حدیثیں خبر واحد ہیں اور خبر واحد ظنی ہوتی ہے اور شریعت میں ظن کا اعتبار نہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیا (پارہ ۲۷)

جواب :۔ظن کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس کی بنیاد کسی صحیح دلیل وعلم پر نہ ہو یعنی ظن بمعنی تخمینہ اور انکل اس کا اتباع تو جائز نہیں قرآن پاک میں جہاں بھی اتباع ظن کی مذمت کی گئی ہے اس سے مراد یہی ہے چنانچہ شبہ میں پیش کردہ آیت کا ماقبل یہ ہے و ما لھم بہ من العلم ان یتبعون الا الظن ۔ ظاہر ہے کہ اس میں ظن علم کے مقابلے میں ہے معلوم ہوا کہ یہاں ظن سے مراد وہ گمان ہے جس کی بنیاد علم پر نہیں بلکہ جہل پر ہو ۔ دوسری قسم ظن کی وہ ہے جس کی بنیاد کسی صحیح دلیل وعلم پر ہو جس کو جانب راجح اور ظن غالب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ شرعی ظنی مسائل میں ایسا ظن قابل استناد اور لائق حجت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت عائشہؓ کے واقعہ افک کے موقعہ پر ایسے ظن کا حکم دیا ہے، لو لا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسھم خیرا (پارہ ۱۸) تو خبر واحد سے حاصل شدہ ظن بھی اسی نوع کا ہوتا ہے لہذا خبر واحد بھی معتبر اور حجت ہے۔

حجیت خبر واحد کے دلائل :۔(۱) شرعاً، قانوناً، عرفاً ہر لحاظ سے خبر واحد کو سند مانا گیا ہے چنانچہ حد زنا کے علاوہ تمام حدود وقصاص اور مالیات وغیرہ کے بارے میں قرآن نے دو عادل گواہوں کی شہادت معتبر قرار دی ہے مثلاً دین کے بارے میں فرمایا و استشھدوا شھیدین من رجالکم (پارہ ۳) اور دنیا کی تمام عدالتوں میں دو معتبر گواہوں کی گواہی پر دیوانی اور فوجداری ہر قسم کے مقدمات میں فیصلے دیئے جاتے ہیں اور دنیا کا ننانوے فیصد کاروبار خبر واحد پر چل رہا ہے۔ اگر خبر واحد حجت نہ ہو تو ایک منٹ میں دنیا کا تمام نظام درہم برہم ہو جائے۔

(۲) حضور ﷺ نے دوسرے ممالک کے سلاطین کے نام جو دعوت نامے بھیجے تھے وہ بھی خبر واحد ہی کی شکل میں تھے۔

(۳) قرآن کریم میں ہے یایھا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا (پارہ ۲۶) اس سے

معلوم ہوا کہ اگر ایک فاسق خبر دے تو باوجود فسق کے وہ خبر واحد قابل رد نہیں بلکہ تحقیق کرنی چاہئے اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو رد کرنے کا حکم ہوتا نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر ایک ثقہ اور عادل آدمی کوئی خبر دے تو اس کو بلا دریغ قبول کر لینا چاہئے۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خبر واحد پر عمل کرتے ہوئے مہاجرت فرمائی تھی چنانچہ قرآن میں ہے وجاء رجل من اقصا المدينة يسعى (پارہ ۲۰) الغرض خبر واحد بشرطیکہ اس کا ناقل ثقہ ہو بالاتفاق معتبر ہے اور قرآن وعقل کی رو سے حجت ہے۔ البتہ عقائد کے بارے میں حجت نہیں کیونکہ انکی بنیاد قطعیت اور یقین پر ہوتی ہے لہٰذا ان کے سلسلے میں قطعی دلائل ہی معتبر ہیں لیکن عملی زندگی میں ہر انسان مکلف ہی اس بات کا ہے کہ ظن غالب پر عمل کرے کیونکہ یقینی علم کا حصول ہر جگہ اور ہر مسئلے میں اس کے لئے ممکن نہیں۔

شبہہ نمبر (۵) :۔ اکثر حدیثیں روایت بالمعنیٰ ہیں جب حضور ﷺ کے الفاظ بعینہ محفوظ نہیں تو ممکن ہے کہ معانی تبدیل ہو گئے ہوں لہٰذا احادیث کی صحت کا یقین نہیں ہو سکتا۔

جواب :۔ یہ ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کہ اکثر احادیث روایت بالمعنیٰ ہیں کیونکہ حدیث نام ہے حضور ﷺ کے قول وفعل اور تقریر کا۔ ظاہر ہے کہ فعل وتقریر میں روایت باللفظ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہاں سرے سے الفاظ نبویہ ہی نہیں باقی رہ گئے۔ احادیث قولیہ تو ان میں سے اذان، اقامت، تشہد، اذکار وادعیہ کی احادیث، نیز احادیث قدسیہ، احادیث اخلاق، احادیث جوامع الکلم یہ تمام روایت باللفظ ہیں علیٰ ھذا احکام کا یہ کی اکثر احادیث بھی روایت باللفظ ہیں...... روایت بالمعنیٰ کا حصہ بہت قلیل ہے۔ بہر حال اکثر احادیث بالفاظہا مروی ہیں پھر یہ عجیب منطق ہے کہ قلیل کی وجہ سے کثیر کو بھی ترک کر دیا جائے کیونکہ یہ بات تمام عقلاء اور حکماء کے قاعدہ مسلمہ للاکثر حکم الکل کے خلاف ہے پھر جو قلیل حصہ بالمعنیٰ مروی ہے اس کے راوی بھی صحابہ کرامؓ ہیں جو عربی میں مہارت کے علاوہ نبوت کے مزاج شناس اور احادیث کے ماحول سے پورے واقف تھے اور مترادف الفاظ کی خصوصیات کو خوب جانتے تھے ظاہر ہے کہ اس صورت میں روایت بالمعنیٰ میں کوئی خدشہ باقی نہیں رہ جاتا البتہ ایسے شخص کی روایت بالمعنیٰ محدثین کے نزدیک مقبول ومعتبر نہیں جو اس کی ان شرائط سے آگاہ نہ ہو۔

شبہہ نمبر (۶) :۔ اگر رسول خدا ﷺ کا ہر قول وفعل شرعی حجت ہوتا تو قرآن کریم میں آپ ﷺ کے بعض افعال پر تنبیہ نہ کی جاتی حالانکہ پانچ افعال پر تنبیہ کی گئی ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) غزوۂ بدر کے قیدیوں کی رہائی کے بارے میں فرمایا کہ ما کان لنبی ان یکون له اسریٰ حتی یثخن فی الارض (پارہ۱۰، رکوع ۵)

(۲) غزوۂ تبوک میں آنحضرت نے بعض منافقین کے اجازت طلب کرنے پر ان کو اجازت مرحمت فرما دی حق تعالیٰ نے اس پر تنبیہ فرمائی عفا الله عنک لم اذنت لهم (پارہ۱۰، رکوع ۱۳)

(۳) آپ ﷺ نے عبداللہ ابن ابی ابن سلول منافق کی نماز جنازہ پڑھائی اس پر یہ آیت نازل ہوئی و لا تصل علیٰ احد منهم مات ابدا (پارہ۱۰، رکوع ۱۷)

(۴) آپ ﷺ نے بعض ازواج کی دل جوئی کے لئے شہد کو اپنے اوپر حرام قرار دیا تو یہ عتاب نازل ہوا یاایها النبی لم تحرم ما احل الله لک تبتغی مرضات ازواجک (پارہ۲۸، رکوع ۱۹)

(۵) ایک موقعہ پر آپ ﷺ رؤسائے مکہ کو تبلیغ فرما رہے تھے اس دوران میں حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ نابینا صحابی تشریف لائے اور کوئی مسئلہ دریافت کیا تو آپ ﷺ نے انکی طرف التفات نہ فرمایا اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی۔ عبس و تولیٰ ان جاءه الاعمیٰ (پارہ۳۰، رکوع ۵)

جواب...... قرآن پاک سے پوری صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً امام الانبیاء حضور ﷺ معصوم ہیں اور ہر قسم کے گناہ سے پاک ہیں البتہ بعض اوقات پیغمبرانہ اجتہاد میں خلاف اولیٰ کے ارتکاب کی معمولی سی لغزش ہو جاتی ہے تو حق تعالیٰ تنبیہ فرما دیتے ہیں اور اس کی بھی اصلاح کر دیتے ہیں۔

عصمت انبیاء علیہم السلام کے متعلق چند دلائل

وہ یہ ہیں۔ **نمبر (۱)**...... نبوت اور رسالت انتخاب الٰہی ہوتا ہے کہ جو ہستی حق تعالیٰ کے علم محیط اور قدیم میں علم وعمل دونوں کے اعتبار سے کامل اور اس عہدے کے لائق ہوتی ہے اسی کو اس عہدے پر فائز فرماتے ہیں کمال علم یہ ہے کہ نبی کے علم اور معلومات میں کوئی غلطی نہیں ہوتی اور کمال عمل یہ ہے کہ نبی ﷺ کا عمل ہر قسم کے گناہ سے پاک اور محفوظ ہوتا ہے اب نبی کے علم یا عمل میں کوئی غلطی پیدا ہو جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے انتخاب اور ان کے علم محیط میں نقص لازم آتا ہے جو عقلاً محال ہے لہذا عقلی طور پر ثابت ہوا کہ نبی کے علم وعمل دونوں کا صحیح ہونا ضروری ہے۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن نے اشارہ کیا 'الله اعلم حیث یجعل رسلته' (پارہ۸)

نمبر (۲)...... سورۂ حج رکوع ۱۰ میں فرمایا کہ الله یصطفی من الملئکة رسلاً و من الناس (پارہ ۱۷) اور سورۂ انعام رکوع ۱۰ میں اٹھارہ انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں واجتبینهم و هدینهم الی

صراط مستقیم (پارہ ۷) اصطفاء کے معنی ہیں چن کر پسند کرنا اور اجتباء کے معنی ہیں پسند کرنا۔ تو ناممکن ہے کہ حق تعالیٰ جس ہستی کو چن کر پسند کرلیں اس میں کسی قسم کا نقص اور عیب پیدا ہو۔ ورنہ انتخاب باری اور علم باری غلط ٹھہرے گا (والعیاذ باللہ)

نمبر (۳)...... امام الانبیاء ﷺ کے متعلق ارشاد خداوندی ہے انک لعلیٰ ھدی مستقیم (پارہ ۱۷) دوسری جگہ فرمایا انک لمن المرسلین. علیٰ صراط مستقیم (پارہ ۲۲) تیسری جگہ فرمایا والنجم اذا ھوی. ما ضل صاحبکم وما غوی (پارہ ۲۷) مطلب یہ ہے کہ جس طرح ستارہ طلوع سے غروب تک ایک خاص رفتار کے ساتھ اپنے مقرر شدہ راستہ پر ٹھیک چلتا رہتا ہے ایک منٹ اور ایک انچ بھی ادھر ادھر نہیں ہوتا ٹھیک اسی طرح آفتاب رسالت یعنی حق تعالیٰ شانہٗ کے مقرر کردہ راستہ پر چلتا رہتا ہے اس سے سرمو انحراف نہیں کرتا۔ اس آیت میں ضلالت سے علمی غلطی اور غوایت سے عملی غلطی مراد ہے۔ تو آپ ﷺ ہر قسم کی غلطی سے محفوظ اور پاک ہیں۔ حاصل یہ کہ قرآن وعقل دونوں کی رو سے انبیاء علیہم السلام کا معصوم اور بے گناہ ہونا ضروری ہے اب رہ گئے وہ پانچ واقعات جو شبہ میں پیش کیے گئے تو ان کا جواب یہ ہے کہ یہ پیغمبر کی معصیت کی دلیل نہیں بلکہ الٹا عصمت کی دلیل ہیں کیونکہ پورے قرآن میں تلاش کرنے سے صرف یہی پانچ آیات ایسی ملتی ہیں جن میں آپ ﷺ کے بعض افعال پر تنبیہ کی گئی ہے۔

اس سے ایک بات تو یہ نکلتی ہے کہ حق تعالیٰ کی دائمی سنت یہ ہے کہ اگر خدا کا نبی اپنے اجتہاد میں کہیں معمولی سی لغزش بھی کھا جاتا ہے تو حق تعالیٰ خاموش نہیں رہتے بلکہ فوراً وحی ہی کے ذریعے اس کی اصلاح فرمادیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ تیئیس (۲۳) سالہ نبوی زندگی میں آپ ﷺ سے جو ہزاروں افعال و اقوال سرزد ہوئے ان پانچ امور کے سوا باقی سب اللہ کی نگاہ میں صحیح اور پسندیدہ تھے۔ کیونکہ اگر ان میں سے کوئی اور فعل بھی خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتا تو ضرور اس پر بھی آپ ﷺ کو قرآن مجید میں تنبیہ کی جاتی۔

دوسری بات ان پانچ امور میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ گناہ تو چہ جاؤ کہ خلاف اولیٰ کا بھی پیغمبر سے صادر ہونا حق تعالیٰ کو گوارا نہیں کیونکہ جن امور پر تنبیہ کی گئی ہے غور سے دیکھا جائے تو ان میں گناہ کی کوئی بات نہیں زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ کہہ سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء ہر عمل میں احسن واولیٰ پہلو کو اختیار کرتے ہیں ان پانچ امور میں حضور ﷺ نے اپنے اجتہاد سے جس پہلو کو احسن سمجھا اللہ کی نگاہ میں وہ غیر احسن اور خلاف اولیٰ تھا۔ نہ یہ کہ گناہ تھا اس لئے تنبیہ کی گئی۔ مثلاً سورۂ عبس میں جس واقعہ پر تنبیہ کی گئی ہے

اس میں آپ ﷺ کا نابینا صحابیؓ کی طرف توجہ نہ فرمانا اس خیال سے تھا کہ ان کا مسئلہ اتنا اہم نہیں تھا جتنا توحید کا مسئلہ اہم ہے۔ کیونکہ وہ صحابیؓ شرف باسلام تھے وہ کوئی جزئی اور فرعی مسئلہ پوچھتے ہونگے جبکہ ایمان اور توحید کا مسئلہ اصل الاصول ہے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا یہ اجتہاد اس حیثیت سے سراپا حکمت اور صواب تھا لیکن علام الغیوب کے علم محیط میں دوسرا پہلو اہم تھا کیونکہ متیقن شیٔ کو موہوم شیٔ پر ترجیح ہوا کرتی ہے تو صحابیؓ کے جواب دینے کا فائدہ متیقن تھا لیکن روسائے مکہ کو تبلیغ کا فائدہ متیقن نہ تھا۔ اس لئے آپ کو صحابیؓ کی طرف التفات فرمانا چاہئے تھا بہر کیف یہاں دو پہلو تھے اور دونوں اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک تھے پیغمبرانہ اجتہاد میں ایک پہلو بہترین تھا اسے اختیار فرمایا گیا لیکن حق تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ جو پہلو آپ نے چھوڑ دیا ہے وہ اس سے بہتر تھا۔ غور کیجئے کہ اس میں کون سے گناہ تھا جس کا آپ ﷺ نے ارتکاب کیا۔ یہ تو محض خلاف اولیٰ کے ارتکاب اور ترک اولیٰ پر تنبیہ تھی نہ یہ کہ کوئی گناہ تھا (العیاذ باللہ) دوسرے واقعات کو بھی اسی پر قیاس کرلیں مثلاً جنگ کے قیدیوں کو معاف کردینا اور ان سے فدیہ لے کر اسلامی دفاع کو مضبوط کرنا کون سا گناہ ہے یا کسی شخص کی معذرت خواہی پر اس کو معذور سمجھنا جبکہ علم غیب بھی نہ ہو اس میں کیا جرم ہے۔ علیٰ ھذا ابن سلول کے بیٹے حضرت عبداللہ جو مخلص صحابیؓ تھے ان کی دل جوئی کے لئے و نیز ابن سلول کے خاندان میں سے ایک جماعت کے متوقع اسلام کی خاطر منافق کی نماز جنازہ پڑھانا کیسے گناہ ہوسکتا ہے۔ اسی طرح اپنی زوجہ کی دل جوئی کے لئے کسی مباح چیز...کو ترک کردینا کیونکر جرم ہے۔

غرضیکہ یہ تمام معاملات ایک پہلو سے صحیح تھے آپ ﷺ نے اس پہلو کو بہترین سمجھ کر اختیار فرمایا لیکن علام الغیوب نے تنبیہ فرمائی کہ ان معاملات کا دوسرا پہلو بہترین تھا اور یہ خلاف اولیٰ ہے۔

شبہہ نمبر (۷)......۔احادیث میں تعارض ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ **اذا تعارضا تساقطا**

جواب......۔تمام احادیث میں تعارض نہیں ہے مثلاً احادیث فضائل و مناقب، احادیث اخلاق، احادیث احوال حشر و نشر، احادیث احوال جنت و نار، احادیث رقاق، احادیث معجزات، احادیث صفات باری تعالیٰ و غیر ذلک۔ ان میں کوئی تعارض نہیں باقی احکام و مسائل کی بعض احادیث میں محض ظاہری تعارض پایا جاتا ہے جو عدم فہم مراد کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن اگر ہر حدیث کے مصداق میں غور و خوض کیا جائے تو ان میں بھی توفیق و تطبیق یا ترجیح و تنسیخ کی صورتیں ممکن ہیں تو مختلف احادیث کو اولاً مختلف حالات پر محمول کر کے تطبیق دینی چاہئے یا رواۃ کی ثقاہت و عدالت کے تفاوت سے بعض کو بعض پر ترجیح دینی چاہئے یا تاریخ کے معلوم ہونے کی صورت میں

مقدم کو منسوخ اور موخر کو ناسخ کہنا چاہیئے اگر یہ تمام راستے مسدود ہو جائیں تو تب تساقط کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے ۔آخر خود قرآن پاک کی بعض آیات میں بھی ظاہری تعارض پایا جاتا ہے ۔اس میں بھی مذکورہ بالا اصول اختیار کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ مطلق تعارض حجیت کے لئے مانع نہیں۔

البحث السابع فی بیان تاریخ تدوین الحدیث

جاننا چاہیئے کہ ضبط حدیث دو قسم پر ہے:(۱)......ضبط صدر (۲)......ضبط کتابت پہلے زمانے میں ضبط صدر زیادہ معروف اور مروج تھا کہ سینے میں یاد رکھتے تھے کیونکہ اس وقت حافظے بہت قوی تھے ۔پھر ضبط کتابت کی دو قسمیں ہیں (۱)......مطلق کتابت (۲)......کتابت بصورت تصنیف۔مطلق کتابت حدیث قرون اولیٰ میں مختلف فیہ تھی ابتداء بعض حضرات فرماتے تھے کہ کتابت حدیث مکروہ ہے تاکہ الفاظ حدیث کا الفاظ قرآنیہ کے ساتھ التباس اور اختلاط نہ ہو جائے لیکن پھر اخیر زمانے میں سب کے سب حضرات اس امر پر متفق ہو گئے کہ کتابت حدیث بلاشبہ جائز بلکہ مستحسن ہے اور اب اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔کتابت حدیث بصورت تصنیف کے پانچ طبقات ہیں۔

طبقہ اولیٰ ،طبقہ تابعین......اول صدی ہجری کے آخر میں خلیفہ برحق حضرت عمر بن عبدالعزیز المتوفی ۱۰۱ھ نے امام محمد بن مسلم بن شہاب زہری المتوفی ۱۲۴ھ اور قاضی مدینہ امام ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اندلسی المتوفی ۱۲۰ھ کو حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی یادداشت کے مطابق ایک ایک کتاب حدیث میں تصنیف کریں چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے امام ابوبکر بن محمد کو یہ خط لکھا کہ انظر ما کان من حدیث رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فاکتبہ فانی خفت دروس العلم و ذهاب العلماء (مفتاح السنۃ مطبوعہ مصر ص ۲۱) مشہور قول کے مطابق امام ابن شہاب زہری نے اولین کتاب ضبط فرمائی تو آپ اول المدونین ہوئے۔اور پھر امام ابوبکر بن محمد نے تصنیف فرمائی۔

طبقہ ثانیہ طبقہ تبع تابعین :اس طبقہ میں مختلف علماء نے کتب احادیث بترتیب ابواب لکھی ہیں ۔چنانچہ مدینہ منورہ میں امام مالک نے مؤطا مالک لکھا اور مکہ مکرمہ میں ابن جریج نے اور واسط میں ہشیم نے اور یمن میں معمر بن راشد نے اور خراسان میں عبداللہ ابن مبارک نے اور کوفہ میں سفیان ثوری نے اور شام میں عبدالرحمٰن اوزاعی نے اور بصرہ میں ربیع بن صبیح نے اور رے میں جریر بن عبدالحمید نے ایک ایک کتاب تصنیف فرمائی۔یہ زمانہ تقریبا ۱۵۰ھ (ڈیڑھ صدی) کا تھا۔

طبقہ ثالثہ، طبقہ مسانید……: مسند وہ کتاب ہے جس میں صحابۂ کرامؓ کی ترتیب رتبی یا ترتیب حروف ہجایا ترتیب تقدم وتاخر اسلامی کے لحاظ سے احادیث مذکور ہوں مثلاً مسند دارمی وغیرہ اس طبقہ میں امام احمد بن حنبلؒ نے مسند احمد اور عثمان بن ابی شیبہؒ نے مصنف ابن ابی شیبہ اور اسحٰق بن راہویہ نے مسند اسحاق لکھی۔ یہ زمانہ دوسری صدی کا آخر اور تیسری صدی کا اول تھا۔ ان تینوں طبقات میں کتب احادیث مخلوط تھیں یعنی حدیث مرفوع اور موقوف وغیرہ میں نیز حدیث صحیح اور حسن وضعیف میں کوئی خاص امتیاز نہ تھا۔

طبقہ رابعہ طبقۂ صحاح ستہ……: اس طبقہ میں مصنفین صحاح ستہ نے صحیح سند کے ساتھ صرف مرفوع احادیث لکھیں اور صحاح ستہ کو مرتب فرمایا پھر صحاح ستہ میں بھی سب سے اول امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے صحیح بخاری مرتب فرمائی اس کے بعد ان کی اتباع میں باقی صحاح بھی لکھی گئیں۔ امام جلال الدین سیوطیؒ نے الفیۃ الحدیث میں ان چاروں طبقات کو منظوم کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں ۔

اول جامع الحدیث و الاثر ابن شھاب آمر لہ عمر

اول الجامع للابواب جماعۃ فی العصر ذواقتراب

کابن جریج و ھشیم مالک ومعمرو ولد المبارک

واول الجامع باقتصار علی الصحیح فقط البخاری

طبقہ خامسہ طبقہ متاخرین……: اس طبقہ میں متاخرین محدثین نے اپنی سندوں سے خود روایت نہیں کی بلکہ جو متقدمین نے اپنی سندوں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اسی کو بحذف الاسانید صحابی کے نام سے یا حضور ﷺ کی ذات گرامی سے ذکر کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں قال النبی ﷺ یا عن ابی ہریرۃ۔ چنانچہ علامہ محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی نے کتاب المصابیح اور صاحب مشکوٰۃ ولی الدین ابوعبداللہ خطیب تبریزیؒ نے مشکوٰۃ المصابیح مرتب فرمائی۔

البحث الثامن فی ذکر آداب طالب الحدیث

بنیادی آداب دس ہیں (١)…… تصحیح نیت واخلاص یعنی علم حدیث میں محنت صرف اس لئے کرے کہ حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے اور احکام اسلامیہ کا علم ہو جائے کیونکہ حضرت ابوہریرۃؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے من تعلم علمًا ممایبتغی بہ وجہ اللہ لا یتعلمہ الا لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیامۃ (ای ریحھا) رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ (مشکوٰۃ صفحہ ٣٤، ٣٥)

(۲)..... اخلاق حمیدہ کا اہتمام کرے۔ حضرت ابو عاصم نبیل فرماتے ہیں من طلب هذا الحديث طلب اعلیٰ امور الدین فیجب ان یکون هو خیر الناس

(۳)..... پوری محنت سے کام لے اور اس موقع کو غنیمت سمجھے محدث یحییٰ بن ابی کثیر فرماتے ہیں لا یستطاع العلم براحة الجسم۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں لا یفلح من طلب هذا العلم بالتملل (رنجیدگی ناگواری سستی) و غنی النفس (لاپرواہی، بے نیازی) ولکن من طلبه بذلة النفس و ضیق العیش و خدمة العلم افلح، اور مشہور شعر ہے۔

من طلب العلیٰ سهر اللیالی بقدر الکد تکتسب المعالی

اور شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

پے علم چوں شمع باید گداخت کہ بے علم نتواں خدارا شناخت

غرضیکہ اپنی تمام قوتیں تحصیل حدیث میں صرف کر دے مثلاً قوت دماغ، قوت فکر، قوت عمل، صحت، عافیت اور فراغت۔

(۴)..... کلمات تعظیم یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کوئی تعظیمی لفظ کہے مثلاً عزّ وجلّ یا عزّ اسمہ یا جلّ مجدہ یا سبحانہ وتعالیٰ وغیرھا اور آنحضور ﷺ کے نام پر صلوٰۃ بھیجے اور صحابہؓ کے نام پر رضی اللہ عنہم اور آئمہ کا نام پر رحمھم اللہ کہے۔

(۵)..... عبادات، اخلاق، آداب کی جو حدیث پڑھے اس پر عمل کرے کیونکہ اس سے حدیث محفوظ بھی ہو جاتی ہے اور ثواب بھی ملتا ہے۔ حضرت وکیعؒ فرماتے ہیں اذا اردت ان تحفظ الحديث فاعمل به اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں ما کتبت حديثا الا و قد عملت به حتی مر بی ان النبی ﷺ احتجم و اعطی ابا طيبة الحجام دينارا فاحتجمت و اعطيت الحجام دينارا لیکن طالب علم کو نوافل کی اتنی کثرت نہ کرنی چاہیئے کہ پڑھنے میں تکرار و مطالعے میں حرج واقع ہو۔

(۶) اپنے شیخ اور استاذ کی تعظیم کرے حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے تو اضعوا لمن تعلمون منه اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں انا عبد من علمنی حرفا ان شاء باع وان شاء اعتق اور استاذ کی تعظیم کا معیار یہ ہے کہ پس پشت بھی کوئی ایسا قول وفعل نہ ہونے دے جو استاذ تک پہنچنے کی صورت میں اس کے لئے باعث اذیت ہو اور یہ بھی ادب ہے کہ طلبیت میں استاذ کی ترجیح کا اعتقاد رکھے ورنہ علم سے انتفاع نہ ہوگا۔

(۷) عدم بخل یعنی دوسرے طالب علم کو علمی فائدہ پہنچانے میں بخل نہ کرے۔حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ من بخل بالعلم ابتلی بثلاث اما ان یموت فیذهب علمه او ینسی او یتبع السلطان ۔البتہ نااہل سے کتمان علم ضروری ہے اور نااہل وہ شخص ہے ہو جو علم کو سمجھ نہ سکے یا علم کی تحصیل دنیوی غرض کے لئے کرے یا ریاکار ہو یا بےادب ہو۔

(۸)...... عدم حیا یعنی تحصیل علم میں اور سوال کرنے میں حیا اور تکبر سے قطعاً پرہیز رکھے اور عمر وغیرہ میں اپنے سے چھوٹے سے استفادہ کرنے میں عار نہ کرے۔امام بخاریؒ حضرت مجاہد سے نقل فرماتے ہیں لاینال العلم مستحی ولا مستکبر۔

(۹)...... خواندہ تعلیم کا ساتھیوں سے خوب تکرار کرئے۔علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں ولیذاکر بمحفوظه ولیباحث اهل المعرفة فان المذاكرة تعين علىٰ دوامه اور حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے مذاكرة العلم ساعة خير من احياء ليلة۔

(۱۰)...... شامی وغیرہ میں ہے کہ حدیث اور فقہ کی کتابوں اور دوسری دینی کتب کو بغیر طہارت کے ہاتھ نہ لگائے کیونکہ یہ مکروہ ہے (پوری تقریر مقدمہ اوجز المسالک الی شرح مؤطا مالک صفحہ ۸۲ تا ۸۴،مؤلفہ حضرت شیخ الحدیث وامیر التبلیغ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے ماخوذ اور ملخص ہے)

البحث التاسع فی بیان اقسام الحدیث

جاننا چاہیئے کہ حدیث اولاً دو قسم پر ہے (۱) خبر متواتر (۲) خبر واحد۔

خبر متواتر ......۔وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنے والے ہر زمانے میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل سلیم محال سمجھے اور انتہائی راوی اپنے امر دیدہ یا شنیدہ کو بیان کرے۔

خبر واحد ......:وہ حدیث ہے کہ جس کے راوی اس قدر کثیر نہ ہوں پھر یاد رکھو کہ خبر واحد کی پانچ مختلف حیثیات سے پانچ تقسیمات ہیں۔

تقسیم اول:خبر واحد اپنے منتہی کے اعتبار سے تین قسم پر ہے (۱) مرفوع (۲) موقوف (۳) مقطوع۔

مرفوع ......۔وہ حدیث ہے جس میں حضور ﷺ کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو اور **موقوف** ......:وہ حدیث ہے جس میں صحابی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو اور **مقطوع** ......:وہ حدیث ہے جس میں تابعی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

تقسیم ثانی: ۔خبر واحد عدد رواۃ کے اعتبار سے بھی تین قسم پر ہے۔

(۱)مشہور(۲)عزیز(۳)غریب۔پس مشہور......:وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں تین سے کم کہیں نہ ہوں اس کو مستفیض بھی کہتے ہیں اور عزیز......:وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں دو سے کم کہیں نہ ہوں۔اور غریب......:وہ حدیث ہے جس کا راوی کہیں نہ کہیں ایک ہو اس کو فرد بھی کہتے ہیں پھر غریب یا فرد کی دو قسمیں ہیں (۱) فرد مطلق (۲) فردِ نسبی ۔اگر غرابت اول سند یعنی صحابی کی جانب میں واقع ہو کہ صحابی سے فقط ایک راوی تابعی روایت کرے تو اس کو فرد مطلق کہتے ہیں اور اگر سند کے کسی دوسرے مقام میں غرابت ہو تو اس کو فرد نسبی کہتے ہیں۔

تقسیم ثالث: ۔خبر واحد اپنے رواۃ کی صفات کے اعتبار سے سولہ قسم پر ہے (۱) صحیح لذاتہ (۲) حسن لذاتہ (۳)ضعیف (۴)صحیح لغیرہ (۵)حسن لغیرہ (۶)موضوع (۷)متروک (۸)شاذ (۹)محفوظ (۱۰)منکر (۱۱)معروف (۱۲)معلل (۱۳)مضطرب (۱۴)مقلوب (۱۵)مصحف (۱۶)مدرج ۔ان کی تعریفات یہ ہیں

(۱)صحیح لذاتہ...... وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل اور کامل الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو اور معلل ،شاذ ،منکر ہونے سے محفوظ ہو اور عادل وہ ہے جو کذب ،اتہام کذب ،فسق ،جہالت ،بدعت سے پاک ہو۔اور ضابط وہ ہے جو فحش غلط ،غفلت ،وہم ،مخالفت ثقات ،سوئے حفظ سے محفوظ ہو۔

(۲)حسن لذاتہ......:وہ حدیث ہے جس کے راوی کا صرف ضبط ناقص ہو اور باقی سب شرائط صحیح لذاتہ کے اس میں موجود ہوں۔

(۳)ضعیف......:وہ حدیث ہے جس کے راوی میں حدیث صحیح اور حدیث حسن کے شرائط نہ پائی جائیں مثلاً راوی کاذب ہو یا فاسق ہو یا سیئی الحفظ ہو یا اس کی سند منقطع ہو۔

(۴) صحیح لغیرہ......:اس حدیث حسن لذاتہ کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔

(۵)حسن لغیرہ......:اس حدیث ضعیف کو کہا جاتا ہے جسکی سندیں متعدد ہوں۔

(۶)موضوع......:وہ مصنوعی حدیث ہے جس کے راوی پر حدیث نبوی میں جھوٹ بولنے کا طعن موجود ہو۔

(۷)متروک......:وہ حدیث ہے جس کا راوی متہم بالکذب ہو یعنی راوی کے متعلق حدیث کے علاوہ دوسرے معاملات میں جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے یا وہ روایت قواعد معلومہ فی الدین کے خلاف ہو۔

(۸)شاذ......:وہ حدیث ہے جس کا راوی خود ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعت کثیرہ کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے

زیادہ ثقہ ہے۔

(۹) محفوظ ...... وہ حدیث ہے جو شاذ کے مقابل ہو یعنی اوثق راوی کی حدیث۔

(۱۰) منکر ...... وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعت ثقات کے مخالف روایت کرے اور وہ حدیث بھی منکر ہے جس کا راوی فاحش الغلط یا کثیر الغفلت یا ظاہر الفسق والبدعۃ ہو۔

(۱۱) معروف ...... وہ حدیث ہے جو منکر کے مقابل ہو یعنی ثقہ اور قوی راوی کی حدیث۔

(۱۲) معلل یا معلول ...... وہ حدیث ہے جس میں کوئی ایسی علت خفیہ اور پوشیدہ خرابی ہو جو صحت حدیث کے لئے باعث نقصان ہو۔ مثلاً حدیث کا راوی ضبط میں کمی آجانے کی وجہ سے وہمی ہو گیا ہو یا وہ موقوف کو مرفوع بیان کر رہا ہو وغیرہ وغیرہ اس علت کو معلوم کرنا ماہر فن ہی کا کام ہے ہر شخص کا کام نہیں

(۱۳) مضطرب: وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔

(۱۴) مقلوب ...... وہ حدیث ہے جس میں نسیاناً سند یا متن میں تقدیم وتاخیر واقع ہو جائے یعنی لفظ مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا جائے مثلاً مرہ بن کعب کی جگہ کعب بن مرہ کہہ دیا جائے یا بھول کر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھ دیا جائے۔

(۱۵) مصحف ...... وہ حدیث ہے جس میں باوجود صورت خطی کے باقی رہنے کہ نقطوں اور حرکات وسکنات کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو گئی ہو مثلاً مراجم کی بجائے مزاحم اور اُبی کی بجائے اَبی اور اگر لفظ کے ساتھ صورت خطی بھی بدل جائے تو وہ حدیث محرف ہے مثلاً حفص کی جگہ جعفر۔

(۱۶) مدرج ...... وہ حدیث ہے جس میں کسی جگہ راوی تشریح کی غرض سے اپنا یا کسی راوی یا تابعی کا کلام درج کر دے یا دو حدیثوں کے دو متون الگ الگ اسناد سے مروی ہوں اور انہیں ایک ہی سند سے روایت کر دے۔

تقسیم رابع ...... خبر واحد سقوط اور عدم سقوط راوی کے اعتبار سے سات قسم پر ہے

(۱) متصل (۲) مسند (۳) منقطع (۴) معلق (۵) معضل (۶) مرسل (۷) مدلس۔ انکی تعریفات یہ ہیں:۔

(۱) متصل ...... وہ حدیث ہے کہ اسکی سند میں پورے راوی مذکور ہوں کوئی راوی ساقط نہ ہو۔

(۲) مسند ...... وہ حدیث ہے کہ اس کی سند حضور ﷺ تک متصل ہو۔

(۳) منقطع ...... وہ حدیث ہے کہ اس کی سند متصل نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں سے کوئی راوی گرا ہوا ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر راوی کا سقوط اختصار یا شہرت یا عدم نشاط وغیرہ کی وجہ سے ہو تو یہ مقبول ہے ورنہ مردود ہے۔

(۴) معلق ...... وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں ایک یا کثیر راوی ہوئے گرے ہوئے ہوں اور تعلیق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ سند کے تمام راوی حذف کر کے حدیث کو بلاواسطہ حضور ﷺ کی طرف یا صحابی کا نام لے کر حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیں۔ جیسا کہ احادیث مشکوۃ میں ہے۔

(۵) معضل ...... وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں سے کوئی راوی گرا ہو یا اس کی سند میں ایک سے زائد راوی پے در پے یعنی علی التوالی گرے ہوئے ہوں اور اگر دو راوی دو مختلف مقامات پر لاعلی التوالی گرے ہوئے ہوں تو وہ حدیث منقطع ہے معضل نہیں۔

(۶) مرسل ...... وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی گرا ہوا ہو یعنی تابعی کے بعد کوئی راوی صحابی یا تابعی ساقط ہو یا تبع تابعی کے بعد کوئی راوی تابعی ساقط ہو یہ حدیث عندالاحناف مقبول ہے کیونکہ صحابہؓ تمام کے تمام عدول ہیں و نیز یہ کلام مرسل ثقہ میں ہے اور ظاہر ہے کہ ثقہ آدمی اسی راوی کو ساقط کر سکتا ہے جو معتمد اور ثقہ ہو کیونکہ غیر ثقہ کو ساقط کرنا شانِ ثقہ کے خلاف ہے۔ تو گویا تبع تابعی نے کمال وثوق واعتماد کی وجہ سے اس تابعی کو ساقط کر دیا ہے۔

(۷) مدلس ...... وہ حدیث ہے جس کے راوی کی عادت یہ ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ الشیخ کا نام چھپا لیتا ہو اور وہ راوی جس شخص سے روایت کرتا ہے اس سے اس نے ملاقات کی ہو یا وہ اس کا ہمعصر ہو مگر اس نے اس روایت کو اس سے سنا نہ ہو اور پھر بھی ایسے الفاظ میں بیان کرتا ہو جن سے سماع کا ایہام ہوتا ہے مثلاً عن فلان یا قال فلان پس اگر راوی اور مروی عنہ میں سرے سے معاصرۃ اور ملاقات ہی نہیں مثلاً حضرت امام مالک حضرت عمرؓ سے روایت کریں تو ایسی حدیث باتفاق المحدثین منقطع جلی ہوگی نہ کہ مدلس کیونکہ اس صورت میں ایہام سماع نہیں پایا جاتا۔ تدلیس عیب ہے اور مدلس کی حدیث عندالجمہور مقبول ہے بشرطیکہ وہ ثقہ سے تدلیس کرتا ہو والا فمردود۔ مگر یہ کہ وہ مدلس ایسے لفظ سے روایت کرے جو صراحۃً سماع پر دال ہو مثلاً حدثنی واخبرنی

تقسیم خامس:۔ خبر واحد صیغ ادا کے اعتبار سے دو قسم پر ہے۔ (معنعن) (۲) مسلسل۔

(۱) معنعن ...... وہ حدیث ہے جس کی سند میں لفظ عن ہو اس کو حدیث عنعن بھی کہا جاتا ہے۔

(۲) مسلسل ...... وہ حدیث ہے جس کی سند میں صیغ ادا یا راویوں کے اوصاف اور حالات ایک طرح کے ہوں مثلاً ہر راوی یوں کہتا ہے سمعت فلاناً یقول یا کسی سند کے تمام راوی فقیہ ہوں یا مثلاً دمشقی ہوں اور مثلاً حدیث اللھم اعنی علی ذکرک و شکرک و حسن عبادتک مسلسل باخذ الید ہے کہ اس

میں ہر راوی اخذ یہ کا ذکر کرتا ہے۔

البحث العاشر فی بیان اقسام التواتر

تواتر کی چار قسمیں ہیں ۔(۱) تواتر اسناد (۲) تواتر طبقہ (۳) تواتر تعامل (۴) تواتر قدر مشترک ۔یہ تمام اقسام علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں لہٰذا ان کا جحود کفر ہے انکی تعریفات یہ ہیں ۔

(۱) تواتر اسناد یا تواتر حدیث...... یہ ہے کہ ابتدائے سند سے انتہائے سند تک ہر دور میں حدیث کے رواۃ اس قدر کثیر ہوں کہ عقل سلیم ان کے توافق علی الکذب کو محال سمجھے جیسا کہ نویں بحث کی ابتداء میں گذرا مثلاً حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار اس کے متعلق ابوعمرو بن صلاح فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو باسٹھ (۶۲) صحابہ کرامؓ نے روایت کیا ہے جس میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں اور عشرہ مبشرہ کا اس کے ماسوا اور کسی حدیث پر روایۃً ونقلاً اتفاق نہیں ۔امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی تقریباً دو صد (۲۰۰) صحابہ کرامؓ ہیں ۔علامہ عراقی کہتے ہیں کہ خاص اس متن کے راوی ستر (۷۰) سے کچھ اوپر صحابہؓ ہیں البتہ مطلق مضمون کذب والی احادیث کے کل راوی تقریباً دو صد (۲۰۰) صحابہ کرامؓ ہیں ۔اس سے ابن صلاح اور نووی دونوں کے اقوال میں تطبیق ہوگئی ۔علی ھذا ختم نبوت کی احادیث ڈیڑھ صد (۱۵۰) سے زائد ہیں جن میں سے تقریباً تیس (۳۰) احادیث صحاح ستہ میں ہیں ۔

(۲) تواتر طبقہ یا تواتر قرآن...... یہ کہ کوئی سند معین تو بیان نہ کی جائے مگر طبقۃً بعد طبقۃ اور قرناً بعد قرن ہر زمانے میں کسی چیز کو پورا طبقہ طبقے سے اور پوری جماعت جماعت سے اور پورا قرن قرن سے اس طرح نقل کرتا چلا آرہا ہو کہ کوئی آدمی ان کے متعلق ذرا برابر بھی جھوٹ کا گمان نہ کرتا ہو مثلاً قرآن کریم کی روایت ونقل.

(۳) تواتر تعامل یا تواتر توارث...... یہ کہ حضورﷺ کے زمانے سے لے کر اب تک ہر دور میں عمل کرنے والوں کی ایک کثیر تعداد کسی چیز کو اپنے تعامل سے اس طرح محفوظ کرتی چلی آتی ہو کہ ان کو دیکھ کر طبع سلیم یہ فیصلہ کرے کہ یہ عمل اتنے کثیر لوگوں میں آنحضورﷺ کی تعلیم ہی سے آیا ہے مثلاً صلوات خمسہ بایں ہیئت مخصوصہ اور سنیت مسواک اور طریقہ اذان اور فرض نمازوں کی تعداد رکعات ۔

(۴) تواتر قدر مشترک یا تواتر معنوی...... یہ کہ کسی چیز کے متعدد واقعات کو خبر واحد کے درجے میں نقل کیا جائے لیکن ان متعدد واقعات وروایات سے جو قدر مشترک سمجھ میں آتا ہو وہ متواتر ویقینی ہو مثلاً معجزات کی احادیث میں بہت سے واقعات مذکور ہیں جن میں سے ہر ہر واقعہ تو حد تواتر کو پہنچا ہوا نہیں ہے لیکن

ان تمام واقعات سے بطور قدر مشترک یہ بات ضرور ثابت و معلوم ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے خرق عادت کا صدور ہوا ہے تو یہ چیز متواتر و یقینی ہے تواتر کی ان چار اقسام کو اس نہج پر سب سے پہلے حضرت العلامہ مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے بیان فرمایا ہے۔

البحث الحادی عشر فی بیان اقسام کتب الحدیث

حدیث کی کتابیں وضع و ترتیب مسائل کے اعتبار سے گیارہ قسم پر ہیں۔
(۱)جامع (۲)سنن (۳)مسند (۴)معجم (۵)جزء (۶)مفرد (۷)غریب (۸)مستخرج (۹)مستدرک (۱۰) رسالہ (۱۱)اربعین۔ ان کی تعریفات یہ ہیں۔

(۱) جامع ......: وہ کتاب ہے جو درج ذیل آٹھ قسم کی احادیث پر مشتمل ہو ......
سیر آداب تفسیر و عقائد فتن و احکام و اشراط و مناقب مثلاً جامع البخاری، جامع الترمذی

(۲) سنن ......: وہ کتاب ہے جس میں احکام کی احادیث ابواب فقہیہ کی ترتیب کے مطابق بیان ہوں مثلاً سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، سنن ترمذی

(۳) مسند ......: وہ کتاب ہے جس میں صحابہ کرامؓ کی ترتیب شرافت اسلامی یا ترتیب حروف ھجاء یا ترتیب تقدم و تاخر اسلامی کے لحاظ سے احادیث مذکور ہوں، مثلاً مسند احمد و مسند دارمی

(۴) معجم ......: وہ کتاب ہے جس کے اندر وضع احادیث میں ترتیب اساتذہ کا لحاظ ہو مثلاً معجم طبرانی

(۵) جزء ......: وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک ہی مسئلے کی احادیث یکجا جمع ہوں مثلاً جزء القرآۃ و جزء رفع الیدین للامام البخاری اور جزء القرآۃ للبیہقی

(۶) مفرد ......: وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک ہی شخص کی کل مرویات مذکور ہوں مثلاً ابو ہریرۃؓ یا انسؓ یا حذیفہؓ۔

(۷) غریب ......: وہ کتاب ہے جس میں ایک محدث کے متفردات جو اس کے شیخ سے ہوں وہ مذکور ہوں۔ مثلاً کتاب الافراد للدارقطنی

(۸) مستخرج ......: وہ کتاب ہے جس میں دوسری کتاب کی حدیثوں کی ان زائد سندوں کا استخراج کیا گیا ہو جو مصنف کی ذاتی ہوں حتی کہ وہ مصنف اس دوسری کتاب کے مصنف کے ساتھ اوپر جا کر سند میں شریک ہو جائے مثلاً مستخرج ابی عوانہ علیٰ صحیح مسلم اس کا فائدہ یہ ہے کہ دوسری کتاب کی روایات پر مزید وثوق اور اعتماد

حاصل ہو جاتا ہے

(۹) مستدرک ...... وہ کتاب ہے جس میں دوسری کتاب کی شروط کے موافق اس کی رہی ہوئی احادیث کو پورا کر دیا گیا ہو۔ مثلاً مستدرک حاکم علی الصحیحین

(۱۰) رسالہ ...... وہ مجموعہ ہے جس میں خاص کسی ایک مقصد کی احادیث جمع کی جائیں مثلاً کتاب الادب المفرد للبخاری

(۱۱) اربعین ...... وہ مجموعہ ہے جس میں صرف چالیس احادیث اس لئے جمع کی جائیں کہ درج ذیل حدیث کی فضیلت وسعادت حاصل ہو جائے۔ من حفظ علیٰ امتی اربعین حدیثا فی امر دینها بعثه الله فقیها و کنت له یوم القیامة شافعا و شهیدا رواه البیهقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ صفحہ ۳۶ مثلاً اربعین للنووی والبیہقی۔

البحث الثانی عشر فی بیان اقسام المشتغلین بالحدیث

حدیث کے پڑھنے پڑھانے والے پانچ قسم پر ہیں (۱) طالب (۲) محدث (۳) حافظ (۴) حجت (۵) حاکم فی الحدیث۔ ان کی تعریفات یہ ہیں۔

(۱) طالب الحدیث ...... وہ مبتدی ہے جو تحصیل علم حدیث میں مشغول ہو۔

(۲) محدث ...... وہ شیخ واستاذ جو درس حدیث دیتا ہو۔

(۳) حافظ الحدیث ...... وہ محدث ہے جس کو ایک لاکھ احادیث سنداً ومتناً ومعنیً یاد اور ازبر ہوں۔ امام ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں .... کہ حافظ الحدیث ہر چالیس سال میں پیدا ہوتا ہے۔

(۴) حجت فی الحدیث ...... وہ محدث ہے جس کو تین لاکھ احادیث سنداً ومتناً ومعنیً یاد ہوں۔ مثلاً امام بخاریؒ، علی بن مدینیؒ، یحییٰ بن معینؒ، عبداللہ ابن مبارک وغیرھم اور امام ابو یوسفؒ کو صرف موضوع احادیث تین لاکھ یاد تھیں اس سے اندازہ لگایئے کہ ان کو صحیح احادیث کتنی یاد ہوں گی اور پھر ان کے شیخ امام اعظمؒ کو کس قدر احادیث محفوظ ہوں گی۔

(۵) حاکم فی الحدیث ...... وہ محدث ہے جس کو تمام احادیث موجودہ ممکنۃ الحصول سنداً ومتناً ومعنیً وجرحاً وتعدیلاً یاد ہوں بلکہ مزید برآں یہ کہ اس کو رواۃ کی تاریخ یعنی سن ولادت ووفات اور زمان ومکان تعلیم وغیرہ بھی یاد ہو۔ مثلاً امام احمد بن حنبل کہ آپ کو سات لاکھ سے زائد احادیث یاد تھیں علی ھذا امام ابو زرعہ رازی کو

سات لاکھ احادیث یاد تھیں۔

البحث الثالث عشر فی بیان تعارف کتاب المصابیح

پانچویں طبقے میں ایک محدث محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی شافعی التوفی ۵۰۶ ھ گذرے ہیں یہ کتاب ان کی تصنیف ہے۔محی السنہ نے اس کتاب سے پہلے ایک کتاب شرح السنہ لکھی جب اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تو خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی آپ نے خواب میں فرمایا !احیاک اللہ کما احییت سنتی۔اسی وجہ سے محی السنہ آپ کا لقب ہوا جب خواب سے بیدار ہوئے تو اللہ کا شکر ادا کیا اور اسی نعمت کے تشکر میں کتاب المصابیح لکھی۔یہ کتاب تمام کتب احادیث سے زیادہ جامع ہے جو احادیث دوسری کتب میں متفرق تھیں ان کو مصابیح میں یکجاء جمع کر دیا گیا ہے۔امام محی السنہ نے راوی کو اول حدیث سے اور حوالے کو آخر حدیث سے حذف کر دیا تھا اور قصداً واصالۃً صرف مرفوع احادیث نقل فرمائی تھیں نیز محی السنہ نے اپنی کتاب کی احادیث کو دو اقسام پر تقسیم کیا ہے قسم اول میں بخاری اور مسلم کی احادیث کو نقل فرمایا اور اس قسم کا نام الصحاح رکھا اور قسم ثانی میں سنن خمسہ یعنی ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی کی احادیث جمع فرمائی ہیں اور اس کا نام الحسان رکھا ہے۔مشکوٰۃ میں جہاں بھی کتب اصول کا لفظ آیا ہے اس سے مراد یہی کتب سبعہ ہیں۔مصابیح میں کل چار ہزار چار صد چونتیس (۴۴۳۴) احادیث ہیں جن میں سے دو ہزار چار صد چونتیس (۲۴۳۴) صحاح ہیں اور باقی دو ہزار (۲۰۰۰) حسان ہیں۔

البحث الرابع عشر

تعارف کتاب المشکوٰۃ......:اس کے مؤلف ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی التوفی ۷۴۳ھ ہیں آپ نے اپنے استاذ شیخ علامہ طیبیؒ کے حکم پر کتاب المصابیح میں اضافات وتغیرات کر کے اور پندرہ صد گیارہ (۱۵۱۱) احادیث اضافہ فرما کر مشکوٰۃ مرتب فرمائی آپ نے مشکوٰۃ کی احادیث کو تین فصلوں پر تقسیم کیا ہے۔فصل اول میں مصابیح کی صحاح احادیث نقل فرمائی ہیں اور فصل ثانی میں اس کی حسان احادیث ذکر کی ہیں اور فصل ثالث میں وہ احادیث ہیں جو انہوں نے زائد کی ہیں آپ مشکوٰۃ کی تالیف سے ۷۳۷ھ میں فارغ ہوئے اور پھر فراغت سے چھ سال بعد ۷۴۳ھ میں وفات پائی۔

سبب تصنیف مشکوٰۃ......: مصابیح میں حدیث کا ماخذ اور راوی مذکور نہیں تھا اس طرز پر بعض اہل علم کلام تھا کیونکہ حوالۂ کتاب نہ ہونے کی وجہ سے تلاش ماخذ میں بہت دقت ہوتی ہے اور ذکر سند کے بغیر صحت

حدیث پر پورا اعتماد بھی نہیں ہوتا اس لئے علامہ طیبیؒ اور مؤلف نے اس کا احساس کر کے باہم مشورہ کیا اور بالآخر مصابیح کی تکمیل کا کام مؤلف کے سپرد ہوا۔ چنانچہ آپ نے راوی اور ماخذ کے ساتھ ساتھ فصل ثالث کا بھی اضافہ فرمایا اور بہت تتبع اور تلاش کے بعد کئی سال میں نہایت محنت کے ساتھ مشکوٰۃ المصابیح مرتب فرمائی اور جن احادیث کا حوالۂ نہ مل سکا وہاں بیاض چھوڑ دیا، اس کے بعد محشین اور شارحین نے اس کو پورا کیا لیکن بعض جگہ اب بھی بیاض باقی ہے۔ سوال: صاحب مصابیح پر علماء کا اعتراض بسبب ترک ذکر اسناد کے تھا وہ بات تو اب بھی باقی رہی کیونکہ صاحب مشکوٰۃ نے فقط صحابی اور کتاب کا نام ذکر کیا ہے اور تمام سند ذکر نہیں کی: جواب: جب کتاب کا نام ذکر کر دیا تو گویا پوری سند حضور ﷺ تک بیان کر دی کیونکہ خود اس صاحب کتاب نے پوری سند ذکر کی ہے۔

وجہ تسمیہ مشکوٰۃ المصابیح......: مشکوٰۃ کے لغوی معنیٰ ہیں دیوار کے اندر کا وہ طاقچہ جس میں چراغ رکھا ہو تو مصنف کا مطلب یہ ہے کہ محی السنہ کی کتاب المصابیح مثل چراغ کے ہے اور میری کتاب معمولی درجے کی مثل طاقچے کے ہے جو چراغ سے کم درجہ رکھتا ہے تو اس میں مصنف نے نہایت درجے کا ادب اختیار کیا ہے یا مصابیح سے مراد احادیث رسول ہیں۔ تو احادیث رسول ہیں۔ تو احادیث رسول مظروف ہیں اور میری کتاب ظرف کے درجے میں ہے جو مظروف سے کم مرتبہ رکھتی ہے۔

عدد احادیث مشکوٰۃ......: مصابیح میں کل چار ہزار چار صد چونتیس (۴۴۳۴) احادیث تھیں۔ صاحب مشکوٰۃ نے ان پر پندرہ صد گیارہ (۱۵۱۱) احادیث کا اضافہ فرمایا تو اس طرح مشکوٰۃ میں احادیث کی کل تعداد پانچ ہزار نو صد پینتالیس (۵۹۴۵) ہوئی، مشکوٰۃ میں کل فصول کی تعداد ایک ہزار اڑتیس (۱۰۳۸) ہے اور کل ابواب کی تعداد تین صد ستائیس (۳۲۷) اور کل کتب کی تعداد (۲۹) ہے۔

شروح وحواشی مشکوٰۃ......: (۱) الکاشف عن حقائق السنن جو شرح طیبی کے نام سے معروف ہے۔ مصنفہ علامہ حسین بن عبداللہ بن محمد طیبی شافعی استاذ صاحب مشکوٰۃ۔ یہ سب سے پہلی شرح ہے۔ (۲) علامہ میر سید شریف جرجانی کا حاشیہ مشکوٰۃ۔ (۳) المیسّر "مصنفہ علامہ شیخ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی۔ (۴) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح پانچ ضخیم جلدوں میں مصنفہ علامہ نور الدین ملا علی بن سلطان محمد قاری حنفی یہ سب سے اہم اور قابل اعتماد ومطول شرح ہے۔ (۵) اللمعات باللغۃ العربیۃ (۶) اشعۃ اللمعات باللغۃ الفارسیہ دونوں محدث الہند شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیفات ہیں۔ پہلے لمعات لکھی پھر حضور ﷺ نے

خواب میں فرمایا کو اس کو آسان زبان میں لکھو تو اس پر بزبان فارسی اشعۃ اللمعات لکھی۔ شیخ عبدالحقؒ نے عربی شرح کے شروع میں اصول حدیث کے متعلق ایک مقدمہ لکھا جو بہت مختصر مگر جامع اور پرمغز ہے یہ مقدمہ مشکوٰۃ کے شروع میں مطبوع ہے۔ (۷) مظاہر حق بزبان اردو مصنفہ علامہ نواب قطب الدین خانصاحب شاہجہان آبادی تلمیذ شاہ محمد اسحٰقؒ سب سے پہلے خود شاہ صاحبؒ نے شروع فرمائی تھی پھر آپ کے ایماء پر نواب صاحبؒ نے تکمیل کی (۸) التعلیق الصبیح مصنفہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ (۹) المرآت مصنفہ حضرت مولنا محمد عبداللہؒ (۱۰) منہاج المشکوٰۃ مصنفہ شیخ عبدالعزیز ابہریؒ (۱۱) التعلیق الفصیح علیٰ مشکوٰۃ المصابیح مصنفہ قاضی ابوعبیداللہ شمس الدین بن شیخ شیر محمد (۱۲) مرآۃ المفاتیح لمشکوٰۃ المصابیح مصنفہ قاضی ابوالفضل عبیداللہ علوی حنفی اور ان کے علاوہ بہت سے حواشی و شروح ہیں۔

البحث الخامس عشر فی بیان وجوہ الفرق بین المشکوٰۃ والمصابیح

مؤلف مشکوٰۃ نے دیباچہ کتاب میں چودہ وجوہ فرق بین کئے ہیں جن کی اجمالی فہرست علی الترتیب یہ ہے (۱) صحابی (۲) ماخذ (۳) عنوان (۴) فصل ثالث (۵) حدیث مرفوع (۶) حذف تکرار (۷) اختصار حدیث (۸) تکمیل حدیث (۹) تبدیلی حوالہ (۱۰) اختلاف متن (۱۱) عدم وجدان فی کتب الاصول (۱۲) وجہ نکارت (۱۳) بیان ضعف و نکارت (۱۴) بیاض، اور ان وجوہ کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) **صحابی**......: یعنی مصابیح میں متن حدیث سے پہلے صحابی کا نام مذکور نہیں اور مشکوٰۃ میں مذکور ہے۔

(۲) **ماخذ**......: یعنی مصابیح میں ماخذ کا حوال نہیں اور مشکوٰۃ میں ہے الا نادراً

(۳) **عنوان**......: یعنی مصابیح میں صحیحین کی احادیث کا عنوان من الصحاح ہے اور مشکوٰۃ میں الفصل الاول کا عنوان ہے، علیٰ ھذا مصابیح میں غیر صحیحین کی احادیث کا عنوان من الحسان ہے اور مشکوٰۃ میں الفصل الثانی کا عنوان ہے۔

(۴) **فصل ثالث**......: یعنی مصابیح کے ہر باب میں صرف دو عنوانات ہیں لیکن مشکوٰۃ کے اکثر ابواب میں تین فصول ہیں اور فصل ثالث میں مضمون باب کے مناسب ہر نوع کی احادیث صحیح حسن ضعیف جمع کی ہیں اور اسی اضافے کی وجہ سے مشکوٰۃ میں پندرہ صد گیارہ (۱۵۱۱) احادیث مصابیح سے زائد ہیں۔

(۵) **حدیث مرفوع**......: یعنی مصابیح میں قصداً و اصالۃً صرف مرفوع احادیث ہیں لیکن مشکوٰۃ کی فصل ثالث میں موقوف اور مقطوع احادیث بھی مذکور ہیں۔

(۶) حذف تکرار..... یعنی مصابیح میں بعض احادیث مکرر مذکور تھیں لیکن مشکوٰۃ میں اس تکرار کر حذف کر دیا گیا ہے اور ان احادیث مکررہ کو مشکوٰۃ کے صرف اس باب میں رکھا گیا ہے جس کے ساتھ ان احادیث کی مناسبت زیادہ تھی مثلاً کتاب الایمان میں فصل اول کا آخر صفحہ۱۴پر۔

(۷) اختصار حدیث.....: یعنی مصابیح میں بعض احادیث مفصل اور پوری مذکور تھیں اور مشکوٰۃ میں کسی مصلحت کی بناء پر ان کو مختصراً ذکر کیا گیا ہے اور وہ مصلحت یہ ہے کہ متروک حصہ باب کے مناسب نہیں تھا۔

(۸) تکمیل حدیث .....یعنی کہیں (نمبر ۷ کے برعکس) مصابیح میں بعض احادیث مختصر تھیں لیکن صاحب مشکوٰۃ نے بعض مصلحتوں کی وجہ سے ان کی تکمیل کردی ہے اور وہ مصلحت یا تو یہ ہے کہ بقیہ حدیث بھی اس باب کے مناسب ہے یا یہ کہ بقیہ حدیث کے ذکر کئے بغیر حدیث کے معنیٰ میں خلل واقع ہو جاتا ہے یا یہ کہ بقیہ حصہ کثیر الفوائد ہوتا ہے۔

(۹) تبدیلی حوالہ.....: یعنی مشکوٰۃ میں بعض جگہ فصل اول کی احادیث میں غیر صحیحین کا حوالہ ہوتا ہے اور فصل ثانی کی احادیث میں صحیحین کا حوالہ ہوتا ہے اسکی وجہ صاحب مشکوٰۃ کی اپنی تحقیق وتفتیش ہے کہ فصل اول کی حدیث صحیحین میں نہیں ملی یا فصل ثانی کی حدیث صحیحین میں مل گئی۔

(۱۰) اختلاف متن.....: یعنی بعض جگہ صاحب مشکوٰۃ کو کتب اصول میں صاحب مصابیح کے نقل کردہ الفاظ نہیں ملے تو وہاں ان الفاظ کو ترک کر کے کتب اصول ہی میں اس روایت کے کسی دوسرے طریق سند میں جو الفاظ قدرے اختلاف متن کے ساتھ ملے وہ لکھ دیئے ہیں اور اس قسم کے بعض مقامات میں یہ عبارات بھی لکھ دی ہے وجدت خلاف ہذہ الروایۃ فی کتب الاصول۔

(۱۱) عدم وجدان فی کتب الاصول......: یعنی مصابیح کی بعض احادیث جو صاحب مشکوٰۃ کو کتب اصول میں نہیں مل سکی ہیں لیکن بعض دوسری کتب حدیث میں مل گئی ہیں وہاں بعض مقامات میں یہ عبارات لکھ دی ہے۔ ماوجدت ہذہ الروایۃ فی کتب الاصول ولا فی کتاب الحمیدی صفحہ ۳۹۷۔

(۱۲) وجہ نکارت......: یعنی مصابیح میں بعض احادیث پر غریب یا ضعیف وغیرہ ہونے کا حکم لگایا ہے مگر وجہ ضعف اور وجہ نکارت بیان نہیں کی۔ صاحب مشکوٰۃ نے وہاں اکثر جگہ وجہ نکارت بھی بیان کردی ہے یعنی مستند آئمہ محدثین سے اس کی تائید نقل کردی ہے مثلاً قال الترمذی ہذا حدیث غریب یہ مطلب نہیں کہ ضعف و غرابت کی اصل علت و وجہ یہی بیان کی ہے کیونکہ صاحب مشکوٰۃ نے ایسا نہیں کیا۔

(۱۳) بیان ضعف ونکارت ......یعنی بعض احادیث میں ضعف وغرابت ہونے کے باوجود مصابیح میں ان کی غرابت اور ضعف بیان نہیں کیا لیکن صاحب مشکوٰۃ نے بعض مقامات میں کسی غرض کی وجہ سے احادیث کے ضعف اور غرابت وغیرہ کو بیان کر دیا اور وہ غرض مثلاً یہ ہوتی ہے کہ بعض لوگوں نے ان احادیث کو موضوع سمجھ لیا تھا تو صاحب مشکوٰۃ نے ان پر ضعیف وغیرہ کا حکم لگا کر یہ بتا دیا کہ ان احادیث کو موضوع سمجھنا تو غلط ہے البتہ ان میں ضعف ضرور ہے۔ نیز محی السنہ نے یہ التزام کیا ہے کہ مصابیح میں منکر احادیث نہیں لائے اور جہاں لائے ہیں وہاں ان کی نکارت کو بیان کر دیا ہے پس جہاں صاحب مصابیح نے نکارت کی صراحت نہیں کی وہاں صاحب مشکوٰۃ نے صراحت کر دی ہے۔

(۱۴) بیاض......یعنی صاحب مشکوٰۃ کو جن احادیث کا حوالہ نہ مل سکا، نہ کتب اصول میں نہ دیگر کتب حدیث میں وہاں بیاض چھوڑ دیا ہے۔

البحث السادس عشر فی بیان حالات صاحب المصابیح

آپ ۴۳۵ھ میں پیدا ہوئے اور شوال ۵۱۶ھ میں بمقام شہر مرو بعمر ۸۰ سال انتقال ہوا۔ اور اپنے استاذ فقیہ خراسان قاضی حسین مروزی کے پاس دفن کئے گئے، آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب محی السنہ اور اسم گرامی حسین بن مسعود ہے۔ پورا نام ونسب یہ ہے محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی۔

محی السنۃ: ان کا لقب محی السنہ اس لئے ہے کہ انہوں نے مصابیح سے پہلے ایک کتاب شرح السنہ لکھی جب اس سے فارغ ہوئے تو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی آپ ﷺ نے خواب میں فرمایا احیاک اللہ کما احییت سنتی۔ اس وجہ سے آپ کا لقب محی السنہ ہوا۔ **الفراء** یہ آپ کی والد ماجد کی صفت ہے اور آپ کے والد ماجد کو فراء اس لئے کہتے ہیں کہ وہ فرو یعنی پوستین بناتے تھے یا بیچتے تھے باقی یحییٰ بن زیاد فراء نحوی دوسرے عالم ہیں۔ **البغوی**: یہ بغ یا بغشور کی طرف نسبت ہے جو خراسان کی حدود میں ھرات اور مرو کے درمیان ایک شہر تھا۔ مرکب امتزاجی میں بسا اوقات نسبت پہلے جز کی طرف ہوتی ہے مثلاً معد یکرب سے معدی اور بعلبک سے بعلی اس لیے شور کو حذف کر کے بغ کی طرف نسبت کی تو بغوی ہو گیا اور بغوی میں واؤ کا اضافہ اس لئے ہوا کہ بغی بمعنی زانیہ کے ساتھ ملتبس نہ ہو یا واؤ کی زیادتی خلاف قیاس ہے (مرقات صفحہ ۱۱، جلد ۱)۔

محی السنہ کے خاص حالات...... :آپ کو خصوصاً تین فنون میں مہارت تامہ حاصل تھی (۱) تفسیر (۲) حدیث (۳) فقہ۔ شافعی مذہب رکھتے تھے تمام عمر تصنیف اور حدیث تفسیر فقہ کے درس میں

مشغول رہے ہمیشہ باوضو درس دیتے تھے۔ فقہ میں قاضی حسین بن محمد مروزی کے اور حدیث میں ابو الحسن داؤدی کے شاگرد ہیں۔ یعقوب بن احمد صیرفی اور علی بن یوسف جوینی اور دیگر محدثین سے بے شمار فوائد حاصل کیے۔ قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ نہایت سادہ غذا استعمال کرتے تھے۔ حتی کہ بلا سالن صرف روٹی پر گذارہ فرماتے تھے۔ بڑھاپے میں لوگوں کے کہنے پر روٹی کے ساتھ زیتون کا تیل استعمال فرمانے لگ گئے تھے (مرقات صفحہ ص ۱۰، الطبقات الشافعیہ جلد ۴، صفحہ ۲۱۴، اشعۃ اللمعات جلد ۱، صفحہ ۲۹)

تصنیفات: تفسیر میں معالم التنزیل اور حدیث میں شرح السنہ اور مصابیح اور فقہ میں کتاب التہذیب لکھی۔

البحث السابع عشر فی ذکر احوال مؤلف المشکوٰۃ

آپ کا لقب ولی الدین اور نام محمد اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ کے والد ماجد کا مشہور نام تو عبد اللہ ہے مگر خود مؤلف نے اپنے رسالے الاکمال فی اسماء الرجال کے آخر میں اپنے والد کا نام عبید اللہ ذکر کیا ہے۔ پورا نام و نسب یہ ہے ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبید اللہ العمری الخطیب التبریزی الشافعی العمری: یہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی طرف نسبت ہے اور اگر حضرت عمر بن الخطاب ؓ کی طرف نسبت کی جائے تو فاروقی کہا جاتا ہے۔ الخطیب التبریزی: آپ تبریز شہر میں خطیب تھے اس لئے آپ کو خطیب تبریزی کہتے ہیں۔

آپ آٹھویں صدی کے ممتاز اور جید علماء میں سے تھے نہایت عابد و زاہد اور اپنے وقت کے بے نظیر عالم تھے۔ آپ نے اپنے استاذ و شیخ علامہ طیبی کے حکم پر مصابیح میں اضافات و تغیرات کر کے اور پندرہ صد گیارہ احادیث کا اضافہ فرما کر مشکوۃ المصابیح مرتب فرمائی۔ استاذ کی خدمت میں پیش کی تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ آپ مشکوۃ کی تالیف سے ۷۳۷ھ میں رمضان المبارک کے جمعۃ الوداع کو عید کا چاند نظر آنے سے کچھ دیر قبل فارغ ہوئے اور پھر فراغت سے چھ سال بعد ۷۴۳ھ میں وفات پائی۔ پھر جن صحابہ ؓ تابعین محدثین ؒ کا ذکر مشکوۃ میں آیا ان کے احوال میں ایک رسالہ الاکمال فی اسماء الرجال لکھا جو مشکوۃ کے آخر میں ملحق ہے۔ آپ اس رسالے کی تصنیف سے بروز جمعۃ ۲۰ رجب ۷۴۰ھ میں فارغ ہوئے۔

البحث الثامن عشر فی ذکر سند المشکوٰۃ از احقر العباد تا مؤلف مشکوٰہ

میرے اور صاحب مشکوۃ کے درمیان بیس واسطے ہیں اور اکیسواں نام مؤلف کا ہے اور پوری سند یہ ہے قاری محمد طاہر الرحیمی از استاذ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہ از شیخ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب ؒ از شیخ مولانا محمد یسین ؒ ساکن بریلی (انڈیا) از شیخ الہند، اسیر مالٹا از مولانا محمود حسن ؒ دیوبندی از شیخ

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ از شیخ مولانا شاہ عبدالغنی مہاجر مدنیؒ از شیخ مولانا شاہ محمد اسحٰقؒ دھلوی از شیخ مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی از شیخ مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی از شیخ ابو طاہر مدنیؒ از شیخ محمد ابراہیم کردی مدنی از شیخ احمد قشاشیؒ از شیخ احمد بن عبدالقدوس شناویؒ از سید غضنفر بن سید جعفر نہروانی از شیخ محمد سعید عرف میرکاں شیخ مکہ از سید نسیم الدین میرک شاہ از سید جمال الدینؒ عطاء اللہ بن سید غیاث الدین فضل اللہ بن سید عبدالرحمٰنؒ از سید اصیل الدین عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عبداللطیف بن جلال الدین یحییٰ شیرازی حسنی از شیخ شرف الدین عبدالرحیم بن عبدالکریم حمرہی الصدیقی از الشیخ امام الدین علی ابن مبارک شاہ سادجی صدیقی از مؤلف مشکوۃ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ العمری الخطیب التبریزی الشافعی المتوفی ۷۴۳ھ۔۔۔۔۔۔

بحمدہ تعالیٰ و بعونہ سبحانہ یہاں مقدمۂ کتاب اختتام پذیر ہوا۔اب اصل مقصد شروع ہوتا ہے۔ومن اللہ التوفیق و الاتمام و علیہ نتوکل و بہ نستعین۔

کتاب مشکوٰۃ المصابیح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنف نے اپنی کتاب کو بسم اللہ اور الحمدللہ سے شروع کر کے اتباع کی ہے قرآن وحدیث اور ائمہ دین کی پھر ابتداء کے بارے میں تین طرح کی احادیث آئی ہیں (۱) خطیب بغدادی کی کتاب الجامع میں کل امر ذی بال لم یبدأ ببسم اللہ فھو ابتر ۔(۲) ترمذی اور ابوداؤد میں کل کلام لم یبدأ بحمد اللہ فھو اجذم ۔(۳) ابن ماجہ میں کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد اللہ فھو اقطع ۔ان احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ تمام روایات متحد ہیں اور مقصود ذکر اللہ ہے خواہ بسم اللہ سے ہو یا الحمدللہ سے ہو ۔چنانچہ حافظ عبدالقادر رھاوی کی اربعین میں یہ الفاظ آئے ہیں کل امر ذی بال لا یبدأ بذکر اللہ فھو اقطع پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا تفریحی کتب اشعار ونیز کتب منطق وفلسفہ کی ابتداء میں بسم اللہ لکھنی جائز ہے یا نہیں؟ تو امام شعبیؒ اور ابن شہاب زہریؒ نے کتب اشعار کی ابتداء میں کتابت بسملہ ناجائز قرار دی ہے اور سعید بن مسیب نے جائز بتائی ہے لیکن اس میں یہ تفصیل عمدہ ہے کہ حسنہ حسن وقبیحہ قبیح علیٰ ھذا اگر کتب منطق و فلسفہ سے مقصود رد معترضین ومضلین ہو تو کتابت بسملہ جائز ہے اور اگر تحسین اور تشہیر کی نیت ہو تو ناجائز ہے۔

قولہ الحمد للہ نحمدہ ۔سوال......: اس کی وجہ کیا ہے کہ مصنف اپنی کتاب کے شروع میں حمد باری کے لئے دو قسم کے جملے لائے ہیں ایک جملہ اسمیہ الحمدللہ اور دوسرا جملہ فعلیہ نحمدہ۔

جواب نمبر ا......: چونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا سلسلہ عمر بھر باقی رہتا ہے، اس لحاظ سے جملہ اسمیہ لائے جو دوام پر دلالت کرتا ہے اور اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں نوع بنوع ہر گھڑی میں متجدد ہوتی رہتی ہیں جملہ فعلیہ لائے جو تجدد اور حدوث پر دال ہے۔

جواب نمبر ۲......: جملہ الحمد للہ اول پیدائش اور ابتدائے خلق سے انتہائے خلق تک تمام حامدین کی مطلق حمد کو شامل ہے اور جملہ نحمدہ میں خاص اپنی طرف سے اظہار حمد ہے۔

قوله نحمده......: اس کو صیغہ جمع سے تعبیر کرنے میں اشارہ ہے عظمت شانِ باری کی طرف کہ میں اکیلا ایسی بڑی ذات کی تعریف بیان نہیں کرسکتا البتہ ہم سب مل کر کچھ تعریف کر سکتے ہیں۔

قوله و نستعينه و نستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا الخ......: چونکہ نحمده سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ ہم حمد پر قادر ہیں۔ حالانکہ اللہ کی مدد شامل حال نہ ہو تو بندہ ہیچ محض ہے اس لئے اس وہم کے دفعیہ کے لئے و نستعینه لائے پھر کما حقہ اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرنا اور حق تعریف ادا کرنا ناممکن ہے اس لئے و نستغفره فرمایا پھر آدمی میں گناہ دو قسم کے ہیں (۱) ظاہری (۲) باطنی۔ اور دونوں میں خواہش نفسانی کا دخل ہے جو طاعت واستغفار سے مانع اور ریا اور سمعہ کا باعث ہے اس لئے آگے فرمایا ونعوذ بالله الخ پھر چونکہ انفسنا اور اعمالنا کی ضمیر متکلم سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ ہمیں بھی کچھ اختیار واستقلال حاصل ہے اس لئے آگے فرمایا من يهده الله الخ تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ جملہ امور اللہ کی جانب سے ہیں اور بندہ کو تو صرف کسب حاصل ہے۔

قوله من يهده الله الخ...... اس جملے میں اور علیٰ ھذا دوسرے جملہ میں مَن موصولہ ہے اور نحو کے قاعدے کے لحاظ سے صلہ کی ضمیر کا ذکر اور حذف دونوں امور جائز ہیں تو دونوں جملوں میں اس قاعدے کی طرف اشارہ ہے کہ اول جملے میں ضمیر مذکور ہے اور ثانی میں اکثر نسخوں کے لحاظ سے محذوف ہے۔

قوله و اشهد...... یہاں واحد کا صیغہ اس لئے لائے کہ شہادت ایک ایسا فعل ہے جو قلب سے متعلق ہے اور اپنے ماسوا کے دل پر اطلاع پانا ممکن نہیں اس لئے واحد کا صیغہ لائے بخلاف مذکورۂ بالا افعال کے کہ وہ ظاہری تھے اس لئے ان میں سب کو شامل کر لیا۔

قوله و طرق الايمان...... اس سے مراد انبیاء اور علماء ہیں جو آنحضرت ﷺ سے قبل گذرے ہیں۔ **قوله و خبت انوارها......:** انوار سے مراد انبیا اور علماء کی تعلیمات و ہدایات ہیں۔

قوله و هنت ارکانها...... ارکان سے مراد توحید و رسالت اور بعث و قیامت ہے۔

قوله و جهل مکانها...... : اس سے مراد علم کے مقامات ہیں یعنی مدارس اور خانقاہیں۔

قوله من معالمها...... یہ شَیّد کے مفعول مؤخر ما عفا کا بیان مقدم ہے۔

قوله من العليل...... یہ شفیٰ کے مفعول مؤخر من کان علیٰ شفا کا بیان مقدم ہے اور فی تائید کا ئی شفی کے متعلق ہے اور یہ فی اجلیہ اور سببیہ ہے اور پہلا شفی ماضی اور دوسرا اشفاء اسم ہے بمعنیٰ کنارہ اور اس میں صنعت اجناس ہے کہ دو لفظ متشابہ التلفظ اور متغایر المعنیٰ مذکور ہیں۔

قوله و اضبط لشوارد الاحاديث و اوابدها...... : شوارد رجمع ہے شاردۃ کی بمعنی بھاگنے والا اونٹ اور اوابد جمع ہے آبدۃ کی بمعنیٰ وحشی چوپایہ جو انسان سے نفرت کرتا ہے۔ سید جمال الدین فرماتے ہیں کہ شوارد رسے مراد وہ احادیث ہیں جو کتب اصول حدیث میں موجود ہیں لیکن طالب حدیث کو ان کا علم نہ تھا یعنی غیر مانوس وغیر معلوم اور متفرق و منتشر احادیث اور اوابد سے مراد وہ احادیث ہیں جن کی دلالت معنیٰ مقصودی پر طالب کے لئے مخفی تھی یعنی مشکل و دشوار احادیث۔ ان احادیث کو محی السنہ نے مناسب مقام و باب میں لاکر دلالت کو واضح کر دیا اور توحش کو دور فرما دیا (اشعۃ اللمعات) یا یہ اضافت بیانیہ ہے کہ احادیث کو جلدی بھول جانیکی وجہ سے وحشیات کیساتھ تشبیہ دی ہے اس وجہ سے کہا گیا ہے العلم صيد و الكتابة قيد۔

قوله اعلام...... یہ علم کی جمع ہے بمعنیٰ علامت و نشانی۔

قوله كالاغفال ...... یہ غفل کی جمع ہے بمعنیٰ بے نشان و بے عمارت زمین۔

قوله وابی عبد الله محمد بن يزيد ابن ماجه...... : ابن ماجہ میں ہمزہ وصلی کو رسم خطی میں باقی رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ یزید کی صفت نہیں بلکہ یا تو یہ ابن یزید سے بدل ہے اس صورت میں ماجہ یزید کا لقب ہے کمافی القاموس یا ابن ماجہ محمد کی صفت ثانیہ ہے اس صورت میں ماجہ محمد کی والدہ اور یزید کی زوجہ کا نام ہے اور یہی احتمال راجح ہے۔ کمافی شرح الاربعین بہر حال ابن ماجہ یزید کی صفت نہیں ہے ورنہ معنیٰ فاسد ہوگا اور اس کے نظائر اور بھی ہیں مثلاً عبداللہ بن عمرو ابن ام مکتوم میں ام مکتوم عبداللہ کی والدہ اور عمرو کی بیوی ہیں اور عبداللہ بن مالک ابن بُحَینَہ میں بحسینہ عبداللہ کی والدہ اور مالک کی بیوی ہیں اسی طرح عبداللہ بن ابی بن سلول اور محمد بن علی ابن الحنفیہ کو تصور کریں۔

قوله و غيرهم...... مثلاً ابن حبان، ابن عبدالبر، امام نووی، علامہ ابن جوزی وغیرہم۔

عن عمر بن الخطاب رضؓ قال قال رسول الله ﷺ انما الاعمال بالنیات الخ

اس حدیث کے متعلق دس مباحث قابل ذکر ہیں۔(۱) حدیث کی مختصر تشریح (۲) حالات حضرت عمرؓ فاروق ؓ (۳) وجہ تقدیم حدیث ہذا (۴) فضیلت حدیث ھذا (۵) شانِ ورود حدیث ھذا (۶) الفاظ حدیث کی لفظی و معنوی تحقیق (۷) بیان اقسام اعمال (۸) اس حدیث کے تحت ایک مسئلہ خلافیہ کا بیان (۹) جملہ اولیٰ کے متعلق اختلاف روایات (۱۰) نوعیت حدیث ھذا۔

البحث الاول فی ذکر شرح هذا الحدیث مختصراً

اللہ کے نزدیک عمل بغیر نیت واخلاص کے معتبر اور مقبول نہیں بلکہ اعمال کی اچھائی برائی کا اعتبار اور حصول ثواب کا مدار نیت پر ہے مثلاً ادائے صلوٰۃ میں رضائے الٰہی کی نیت ہو تو ثواب ہے اور ریا کی نیت ہو تو ثواب نہیں پھر ایک عمل میں جتنی نیتیں ہوں گی اتنے ہی ثواب پائے گا مثلاً محتاج قرابتی کے دینے میں اگر نیت فقط لوجہ اللہ دینے کی ہو تو صرف ایک ثواب پائے گا اور اگر صلۂ رحمی کی نیت بھی کرے گا تو دہرا ثواب پائے گا علی ھذا اگر دخول مسجد میں فقط ادائے صلوٰۃ کی نیت ہوگی تو صرف ایک ثواب پائے گا اور اگر انتظار صلوٰۃ اور اعتکاف کی نیت بھی ہوگی تو تین گنا ثواب پائے گا بلکہ خواہش نفسانی کی چیزوں میں بھی اچھی نیت کرنے سے ثواب ہوتا ہے مثلاً خوشبو لگانے میں اتباع سنت، تعظیم مسجد، فرحت دماغ کا قصد ہو تو ہر نیت کا جداگانہ ثواب ہوگا لیکن یاد رکھو کہ کار حرام اور معاصی میں نیت کا اثر نہیں ہوتا باقی امر مباح میں اگر عبادت کی نیت ہوگی تو یہ بھی موجب ثواب ہے بہر حال اعمال کی اچھائی برائی اور حسن وقبح کا مدار دل کے اچھے برے ارادوں پر ہے حتیٰ کہ ہجرت جیسی بڑی سعادت وعبادت بھی بری نیت کے سبب اکارت ہو جاتی ہے۔ مصنف مشکوٰۃ نے اس حدیث کو اپنی کتاب کی ابتداء میں لا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ تحصیل علم سے قبل تصحیح نیت ضروری ہے۔

البحث الثانی فی ذکر احوال عمر الفاروق رضؓ

آپ کا نام عمر اور کنیت ابوحفص اور لقب فاروق ہے والد کا نام خطاب ہے، فاروق مبالغہ کا صیغہ ہے فرق سے، جس کا معنیٰ ہے حق وباطل میں بہت فرق کر دینے والا۔ چونکہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے کفر و شرک کے مقابلے میں اسلام کو نمایاں ظہور اور غلبہ اور اعزاز حاصل ہوا۔ اس لئے آپ کو فاروق کہا جاتا ہے بعض علماء نے یہ توجیہ بتائی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایک منافق اور یہودی کا باہم نزاع ہو گیا اور حضرت عمرؓ نے صرف اس وجہ سے اس منافق کا سر قلم کر دیا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کا فیصلہ ماننے سے انکار

کردیا تھا جیسا کہ اس کا واقعہ مشہور ہے۔آپ اصحاب فیل کے واقعہ سے ۱۳ سال بعد میں پیدا ہوئے۔آپ چالیس مردوں اور دس عورتوں کے بعد نبوت کے چھٹے سال میں مشرف باسلام ہوئے اور بعض اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ تینتیس (۳۳) مردوں اور چھ عورتوں کے بعد اسلام لائے۔ ۱۳ ؁ھ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی، ساڑھے دس سال خلافت کی جس میں بہت سی فتوحات ہوئیں۔تیرہ اسلامی شہروں کی بنیاد اور آبادی آپ ہی کے زمانۂ خلافت میں ہوئی جن میں کوفہ اور بصرہ بھی شامل ہیں۔آپ کی مہر پر یہ جملہ نقش تھا۔ کفی بالموت و اعظا یا عمر ۔حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے غلام ابولؤلؤ فیروز نے مدینہ میں ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ ہجری کو بروز بدھ نماز صبح میں آپ کو نیزہ مارا اور بروز اتوار یکم محرم الحرام ۲۴ ھجری کو آپؓ انتقال فرما کر مدفون ہوئے۔اصح قول کے مطابق آپ کی کل عمر ۶۳ سال ہے آپ سے کل ۵۳۷ مرفوع احادیث مروی ہیں جن میں سے ۸۱ احادیث صحیحین میں موجود ہیں پھر ان ۸۱ احادیث میں سے ۳۴ احادیث بخاری میں اور ۲۱ احادیث مسلم میں اور باقی ۲۶ دونوں میں ہیں۔

البحث الثالث فی ذکر وجه تقديم هذا الحديث

صاحب مشکوٰۃ اور صاحب مصابیح نے اپنی اپنی کتاب کے مقاصد سے پیشتر مقدمے میں اس حدیث کو ذکر فرمایا۔اس میں تین اشارات ہیں۔

(۱)...... اس طرف اشارہ کردیا کہ تعلیم وتعلم سے پہلے نیت درست کرلینی چاہیئے ورنہ تمام محنت ضائع ہو جائیگی۔یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین اس حدیث کو اپنی تصنیفات کے شروع میں لانا پسند کرتے تھے تا کہ طالب ومعلم دونوں اپنی نیت صحیح کرلیں چنانچہ امام عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں من اراد ان يصنف كتابا فليبدأ بهذا الحديث اور علامہ خطابی فرماتے ہیں كان المتقدمون من شيوخنا يستحبون تقديم حديث الاعمال امام كل شئ ينشاء و يبدأ من امور الدين۔

(۲)...... اس طرف اشارہ فرمادیا کہ طلب علم کے لئے ہجرت ظاہریہ کرنی ہوگی اور اپنا وطن چھوڑنا ہوگا اور طلب علم میں جو تکالیف پیش آئیں گی انہیں برداشت کرنا ہوگا۔

(۳)...... اس طرف اشارہ ہے کہ ہجرت باطنیہ حقیقیہ یعنی ترک معاصی بھی کرنا پڑے گا۔جیسا کہ حدیث بخاری میں ہے المهاجر من هجر ما نهى الله عنه (مشکوٰۃ صفحہ ۱۲)

البحث الرابع فی ذکر فضيلة هذا الحديث

امام احمدؒ سے روایت ہے کہ یہ حدیث ثلث علم ہے امام بیہقیؒ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اعمال تین قسم پر ہیں۔(۱) متعلقہ بالجنان (۲) متعلقہ باللسان (۳) متعلقہ بالارکان۔ تو یہ حدیث اعمال متعلقہ بالجنان کے بارے میں ہے اس لئے ثلث علم ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں انه يدخل فيه نصف العلم وجہ اس کی یہ ہے کہ نیت قلبی عبادت ہے اور عمل بدنی عبادت ہے۔ اگر نیت صحیح ہوگی تو اعمال بھی درست ہوں گے۔ بلکہ نیت من وجہ عمل سے زیادہ اہم ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں وارد ہے۔ نية المؤمن خير من عمله اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل صالح بلا نیت حسنہ کے مقابلے میں نیت حسنہ بلا عمل بہتر ہے یہ مطلب نہیں کہ عمل مع نیت حسنہ سے بھی نیت حسنہ بلا عمل کا درجہ زیادہ ہے مثلاً ایک آدمی نے سوتے وقت یہ نیت کی کہ تہجد کے لئے اٹھوں گا لیکن پھر آنکھ نے کھلنے کی وجہ سے تہجد نہ پڑھ سکا تو اس کو اس عمل کے بغیر ہی نیت تہجد کا ثواب مل جائے گا اور اگر تہجد والا عمل کسی نے کیا مگر رضائے الٰہی کی نیت نہیں کی تو یہ عمل طاعت نہیں بنے گا لیکن اگر کسی نے رضائے الٰہی کی نیت سے تہجد والا عمل کیا تو اس کا درجہ ان دونوں سے ......زیادہ ہے۔ الغرض اخلاص اور تصحیح نیت بہت ضروری ہے۔ قرآن مجید میں بھی بہت تاکید آئی ہے مثلاً ارشاد خداوندی ہے قل انی امرت ان اعبد الله مخلصا له الدين (پارہ ۲۳) اور انما يتقبل الله من المتقين (پارہ ۶) اور یہی مطلب ہے اس فارسی مصرع کا ع دل بدست آور كه حج اكبر است

البحث الخامس في ذكر شان الورود لهٰذا الحديث

اس حدیث کا شان ورود ایک عورت کا قصہ ہے۔ چنانچہ علامہ طبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم میں سے ایک مرد نے ایک عورت سے خطبہ کیا۔ اس عورت کی کنیت ام قیس اور نام اس کا قیلہ تھا پھر وہ عورت مدینہ کی طرف ہجرت کر گئی اس مرد نے مدینہ میں دوبارہ پیغام نکاح بھیجا اس پر ام قیس نے ہجرت کی شرط لگائی تو اس مرد نے ہجرت کی اور نکاح کر لیا۔ اسی لئے صحابہ کرام اس شخص کو مہاجر ام قیس کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اس موقعہ پر حضور ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تا کہ نیات کی اصلاح ہو جائے اس واقعہ پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی شان سے اس قسم کی نیت بعید ہے تو جواب یہ ہے کہ ان کی نیت مخلوط تھی جو محض خلاف اولیٰ ہے نہ کہ حقیقی گناہ لیکن آنحضرت ﷺ نے اس پر بھی نکیر فرمائی۔ تو یہ واقعہ الٹا صحابہ کرامؓ کے کمال ایمان اور علو شان کی دلیل ہے کہ خلاف اولیٰ کو بھی حضور ﷺ نے ان کے حق میں برداشت نہ کیا اور اس پر نکیر بھی فرمائی

البحث السادس فی ذکر تحقیق الفاظ الحدیث لفظاً و معنیً

قوله عن عمر بن الخطاب (صفحہ ۱۱)...... اس سے پہلے رُوِیَ کا لفظ محذوف ہے۔

قولہ انما...... جمہور اہل لغت کے نزدیک یہ کلمہ حصر کے لئے آتا ہے فارسی میں اس کا ترجمہ جزایں نیست اور اردو میں اس کا ترجمہ "سوائے اس کے نہیں" ہوتا ہے۔ مگر امام ابن عطیہؒ اس کو حصر کے لئے قرار نہیں دیتے البتہ کہیں دیگر قرائن سے حصر پیدا ہو جائے تو اور بات ہے۔

قوله الاعمال...... یہ عمل بمعنیٰ ساختن کی جمع ہے صاحب قاموس عمل اور فعل کو مترادف قرار دیتے ہیں لیکن امام راغبؒ نے مفردات القرآن میں عمل اور فعل میں دو فرق بتائے ہیں

(۱)...... یہ کہ عمل کہتے ہیں اس اختیاری فعل کو جو مکلف اور ذی عقل سے صادر ہو اور فعل عام ہے خواہ اختیاری ہو خواہ غیر اختیاری، اسی لئے عمل البہائم نہیں کہا جاتا بلکہ فعل البہائم کہا جاتا ہے۔

(۲)...... یہ کہ عمل دوام واستمرار کا پتہ دیتا ہے لیکن فعل کا مفہوم اس سے خالی ہے اس لئے قرآن مجید میں و اعملوا صالحا اور وعملوا الصالحات آتا ہے افعلوا اور فعلوا نہیں آتا۔

قوله بالنيات (صفحہ ۱۱)......: اس میں باء یا تو استعانت کے لئے ہے کہ نیات کی معاونت سے ہی اعمال عنداللہ... مقبول اور معتبر ہوتے ہیں یہی احتمال راجح ہے یا مصاحبت کے لئے ہے یعنی عمل کے ساتھ نیت کا ہونا ضروری ہے پھر مصاحبت عام ہے خواہ حقیقتاً ہو خواہ حکماً ہو کہ شروع عمل میں نیت کی مصاحبت حقیقۃً ہوتی ہے اور اس کے بعد عمل کے باقی حصے میں محض حکماً نیت کی مصاحبت سمجھی جائیگی پھر حرف باء کا متعلق عندالشوافع لفظ تَصِحُّ ہے اور عندالاحناف لفظ تعتبر و تثاب ہے یا الاعمال کا مضاف محذوف ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے حکم الاعمال یا ثواب الاعمال بالنیات یعنی حق تعالیٰ کے نزدیک اعمال کا اعتبار اور ان پر ثواب کا ترتب نیت پر موقوف ہے۔ **قوله نيّات** ......نیۃ کی جمع ہے۔ نیت کے لغوی معنیٰ قصد و ارادے کے ہیں اور شرعی معنیٰ ہیں توجه القلب نحو الفعل ابتغاء لوجه الله تعالىٰ پھر نیت و ارادے میں فرق ہے۔ ارادے کے معنیٰ ہیں شی مراد کے صادر کرنے کا قصد کرنا اس میں مرید کی غرض کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا بخلاف نیت کے اس میں ناوی کی غرض کا ہی تصور و اعتبار ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ پر نیت کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ افعال باری تعالیٰ معلل بالاغراض نہیں۔

قوله وانما لامرئ مانوى......: بعض علماء نے کہا کہ یہ جملہ صرف ماقبل کی تاکید کے لئے ہے

لیکن محققین کے نزدیک پہلے جملے میں اور اس جملے میں کی تین وجوہ سے فرق ہے۔

(۱)...... یہ کہ علامہ ابوالحسن سندھی مدنی حنفیؒ فرماتے ہیں کہ پہلا جملہ عرفیہ عقلیہ ہے جو بطور تمہید کے ہے اور دوسرا جملہ شرعیہ ہے جو اصل مقصود ہے یعنی پہلے جملے میں وہ بات بتائی جس کو اہل عرف بھی اپنی عقل سے جان سکتے ہیں اور دوسرے جملے میں یہ ارشاد فرمایا کہ شریعت کا بھی یہی ضابطہ ہے اس کے نظائر اور بھی ہیں مثلاً ایک حدیث میں ہے لکل شیء زینة و زینة القرآن آخر سورة البقرة اور دوسری حدیث میں ہے لکل امة امین و امین هذه الامة ابو عبیدة ابن الجراح۔

(۲)...... یہ کہ جملہ اولیٰ میں ضرورت نیت کا بیان ہے اور جملہ ثانیہ میں کیفیت اور کمیت نیت کا بیان ہے۔ مقصد یہ کہ نیت میں جتنا اخلاص زیادہ ہوگا اتنا ہی اس پر ثواب بھی زیادہ مرتب ہوگا علیٰ ھٰذا ایک عمل میں جس قدر نیتیں ہوں گی اسی قدر اعمال کا ثواب ہوگا۔

(۳)...... میرے ناقص خیال میں پہلے جملے میں نیات کے اعتبار سے حسن و قبح اعمال کا بیان ہے کہ اعمال کی اچھائی برائی کا اعتبار نیتوں کے ساتھ ہے اور دوسرے جملے میں ثواب و عقاب اخروی کا بیان ہے کہ آخرت میں اعمال پر نیتوں کے مطابق ثواب و عقاب مرتب ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ پہلا جملہ شرعیہ اور دوسرا جملہ اخرویہ ہے

قوله فمن كانت هجرته......: یہ ماقبل کے اجمال کی تفصیل و تمثیل ہے۔ ہجرت کے لغوی معنیٰ ترک کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ہجرت دو قسم پر ہے۔ (۱) باطنی (۲) ظاہری۔ ہجرت باطنیہ ترک معاصی کو کہتے ہیں کما قال علیه السلام المهاجر من هجر ما نهى الله عنه (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۱۲) اس کو ہجرت حقیقیہ بھی کہتے ہیں اور ہجرت ظاہر میں یہ مجاز کی تین قسمیں ہیں (۱) انتقال من دار الکفر الیٰ دار الاسلام مثلاً من الهند الى الباکستان (۲) انتقال من دار الفساد الیٰ دار الامان مثلاً من الباکستان الیٰ السعودیه (۳) انتقال من مکہ الیٰ مدینہ۔ یہ تیسری قسم ۸ ھ میں فتح مکہ کے بعد منسوخ ہو چکی ہے چنانچہ حدیث میں ہے لا هجرة بعد الفتح۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد مکہ دارالاسلام بن گیا تھا اور پہلی قسم یعنی من دار الکفر الیٰ دار الاسلام قیامت تک جاری رہے گی جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے لا تنقطع الهجرة حتى تنقطع التوبة ہجرت کا حکم یہ ہے کہ دارالحرب میں اگر دین پر عمل کرنا دشوار ہو تو ہجرت واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔

قولہ الی اللہ و رسولہ (صفحہ ۱۱)......: اس میں لفظ اللہ کے ذکر کرنے سے مقصود اخلاص کی تعلیم ہے کہ

محض لوجه الله ہجرت ہو یا اس طرف اشارہ ہے کہ هجرت الی الرسول گویا عین هجرت الی الله ہے جیسا کہ من یطع الرسول فقد اطاع الله میں اطاعت رسول کو عین اطاعت خداوندی قرار دیا گیا ہے۔

قوله فهجرته الی الله و رسوله...... :۔سوال: شرط و جزا میں تغایر ضروری ہے اس جملہ شرطیہ میں شرط و جزاء کا اتحاد ہے تغایر نہیں۔

جواب نمبر(۱)...... غرض کے اعتبار سے دونوں میں تغایر ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے فمن کانت هجرته الی الله و رسوله قصدا و نیة فهجرته الی الله و رسوله ثمرة و نتیجة حاصل یہ کہ قصد و نیت اگر درست ہے تو آخرت میں بھی ثمرہ اور عہدہ ملے گا اور اگر نیت فاسد ہے تو ثمرہ بھی ضرور فاسد ہو گا تو یہاں تین چیزیں ہوئیں۔(۱) عمل (۲) نیت (۳) غایت۔ پس ہجرت تو عمل ہے اور الی الله و رسوله نیت ہے فهجرته الی الله و رسوله غایت و ثمرہ ہے اور اسی قیاس پر اگلے جملے کو سمجھیں۔

جواب نمبر۲......:۔ جزاء میں خبر محذوف ہے اور اصل عبارت یوں ہے فهجرته الی الله و رسوله مقبولة و صحیحة تو معنیٰ کے لحاظ سے دونوں میں تغایر ہو گیا۔**قوله و من کانت هجرته الی دنیا......** یہ دُنُوٌّ سے مشتق ہے آخرت سے پہلے کل کائنات کا نام دنیا ہے چونکہ کائنات بہ نسبت آخرت کے ہمارے قریب ہے اس لئے اس کو دنیا کہتے ہیں۔

قوله او امرأة یتزوجها...... :سوال عورت کو علیحدہ کیوں ذکر کیا گیا۔ حالانکہ وہ دنیا کے ضمن میں آ جاتی ہے۔جواب نمبر ا:۔اس حدیث کا شان ورود ہی ایک عورت کا قصہ ہے جیسا کہ بحث خامس میں گذرا ۔جواب نمبر۲:۔عورت دنیا کا عظیم ترین فتنہ اور امتحان ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے زین للناس حب الشهوات من النساء و البنین الآیة (پارہ۳)۔اس میں شہوت نساء کی تقدیم شدت فتنہ پر دال ہے اور حدیث میں ہے ما ترکت بعدی فتنة اضر علی الرجال من النساء (مشکوۃ صفحہ ۲۶۷ جلد۲) البتہ نیک عورت اس سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے الدنیا کلها متاع و خیر متاع الدنیا المرءة الصالحة بحوالہ مذکورہ۔

قوله فهجرته الی ماهاجر الیه(صفحہ۱۱)...... : اس پر یہ اشکال ہے کہ جملہ اولیٰ میں فهجرته الی الله و رسوله کا اعادہ کیا گیا ہے تو اسی طرح اس جملہ ثانیہ میں فهجرته الی دنیا یصیبها او امرءة یتزوجها ہونا چاہیئے تھا۔اس کی بجائے اجمالاً فهجرته الی ما هاجر الیه کیوں فرمایا؟

جواب......: دنیا اور عورت اس قابل نہیں کہ بلاضرورت ان کا نام لیا جائے بخلاف اللہ اور رسول ﷺ کے کہ ان کا نام محبوب اور لذیذ ہے اس لئے استلذاذ کے لئے اس کا تکرار کیا گیا ہے اور دنیا اور عورت کا تکرار نہیں کیا گیا تا کہ ان کی حقارت اور مذمت ظاہر ہو۔

البحث السابع فی ذکر اقسام الاعمال

امام غزالیؒ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ اعمال کی تین قسمیں ہیں۔

نمبر (۱)......معاصی (۲)......طاعات (۳)......مباحات۔ ان تینوں کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) معاصی......: ان کے اندر نیت مؤثر نہیں ہوتی۔ یعنی حسن نیت سے معصیت، معصیت ہونے سے نہیں نکلتی بلکہ دھری معصیت بن جاتی ہے۔ مثلاً مال حرام سے صدقہ کرنا یا مسجد بنانا یا کسی کی دل جوئی کے لئے اس کے مخالف کی اس کے سامنے غیبت کرنا۔ یہ امور ہرگز موجب ثواب نہیں۔

(۲) طاعات......: ان کا اصل ثواب اور ثواب کی زیادتی دونوں نیت پر موقوف ہیں۔ مثلاً نماز میں نیت صحیح نہ ہو بلکہ بطور ریا کے ہو تو ثواب نہیں۔ علیٰ ھذا ایک عمل میں متعدد عبادتوں کی نیت سے کئی نیکیاں بن جاتی ہیں مثلاً دخول مسجد ایک عمل ہے جس میں کئی نیتیں کی جاسکتی ہیں مثلاً اللہ کے گھر کی زیارت کرنا ذکر و فکر کے لئے، تنہائی حاصل کرنا، نماز پڑھنا، تلاوت قرآن کرنا، صلحاء کی زیارت کرنا، جماعت مسلمین سے ملاقات کرنا نفلی اعتکاف کا قصد کرنا، اعضاء کو ناشائستہ حرکات و معاصی سے بچانا علمی افادہ و استفادہ، جماعت کا انتظار کرنا و غیر ذلک ان تمام امور پر نصوص میں ثواب وارد ہوا ہے۔

(۳) مباحات......: ان کے اندر اچھی نیت کرنے سے ثواب ملتا ہے مثلاً خوشبو لگانا فی حد ذاتہ امر مباح ہے۔ اب اگر اس میں تفاخر و ریا اور عورتوں کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہو تو معصیت ہے اور اگر اتباع سنت تعظیم مسجد فرحت دماغ اور ساتھیوں کی راحت کا قصد ہو تو عبادت ہے اور اگر محض جی خوش کرنے کے لئے ہو تو مباح محض ہے نہ ثواب ہے اور نہ عذاب ہے حتیٰ کہ حسن نیت سے طبعی امور بھی عبادت بن جاتے ہیں مثلاً کھانا، پینا تقوی علی العبادۃ کے لئے اور قضائے حاجت کرنا صفائی کی نیت اور اطمینان سے دینی کام کرنے کے لئے اور اپنی بیوی سے صحبت کرنا اپنی اور اس کی عزت کی حفاظت اور قلبی یکسوئی حاصل کرنے کے لئے اور اولاد صالح کے حصول کے لئے یہ سب عبادت ہی عبادت ہے۔ الغرض حسن نیت سے مسلمان کا ہر مباح کام بلکہ پوری زندگی کا ہر لمحہ عبادت بن سکتا ہے۔

البحث الثامن فی ذکر مسئلة خلافية تحت هذا الحديث

آیا وضو میں نیت شرط ہے یا نہیں ؟ تو امام ابوحنیفہؒ، صاحبینؒ، زفرؒ، سفیان ثوریؒ، اوزاعیؒ، حسن بن زیادؒ کے نزدیک نیت وضو کی صحت کے لئے شرط نہیں۔ امام مالکؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک شرط ہے۔

دلیل ائمہ ثلاثہ...... حدیث باب ہے کیونکہ وہ بالنیات کا متعلق (تصح) مقدر مانتے ہیں معلوم ہوا کہ اعمال کی صحت کا مدار نیت پر ہے اور وضو بھی ایک عمل ہے لہٰذا نیت کے بغیر وہ بھی صحیح نہیں ہوتا۔

دلیل احناف...... باب صفۃ الوضوء کی وہ تمام احادیث ہیں جن میں کیفیت وضو کے ضمن میں نیت کا ذکر موجود نہیں معلوم ہوا کہ نیت صحت وضو کے لئے شرط نہیں ورنہ اس کا بھی ذکر ہوتا۔

جواب حدیث باب...... اس حدیث کی تقدیر عبارت یہ ہے **انما الاعمال تعتبر بالنیات یا انما الاعمال تثاب علیها بالنیات**۔ پس نیت کے بغیر اعمال عنداللہ معتبر نہیں یا نیت کے بغیر اعمال کا ثواب نہیں ہوتا تو اس حدیث میں نیت کے بغیر عمل کے ثواب کی نفی کرنا مقصود ہے۔ صحت کی نفی کرنا مطلوب نہیں ہے اور وضو اگر بغیر نیت کے کیا جائے تو ہمارے نزدیک بھی اس کا ثواب نہیں ملتا مگر وہ وضو صحیح ضرور ہو جاتا ہے اور اس وضو سے نماز بلاشبہ پڑھی جاسکتی ہے باقی ہم نے جو تصح کی بجائے **تعتبر تثاب** مقدر مانا ہے اس پر دو زبردست قرائن ہیں **قرینہ اولیٰ:** یہ حدیث مہاجر ام قیس کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے ان کی ہجرت پر بطلان اور عدم صحت کا حکم نہیں لگایا معلوم ہوا کہ اس حدیث میں ثواب و عدم ثواب کا ذکر ہے صحت و عدم صحت کا ذکر نہیں۔ **قرینہ ثانیہ:** دین اسلام کی ترکیب پانچ چیزوں سے ہے۔ (۱) عقائد (۲) اخلاق (۳) عبادات (۴) معاملات (۵) عقوبات۔ ان میں سے پہلی دو چیزیں تو اعمال ظاہریہ میں داخل ہی نہیں اور عبادات مقصودہ میں بالاتفاق نیت شرط صحت نہیں ہے مثلاً نماز وغیرہ باقی معاملات اور عقوبات میں کسی کے نزدیک بھی نیت شرط صحت نہیں۔ مثلاً بیع و شراء، اجراء قصاص وحد سرقہ وغیر ذلک۔ علیٰ ھذا غسل ثوب، غسل بدن، استقبال قبلہ، ستر عورت میں بھی بالاتفاق نیت شرط صحت نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بالنیات کا متعلق (تصح) نہیں ورنہ یہ حدیث تمام اعمال کو شامل نہ ہوگی اور اگر باء کا متعلق تثاب مقدر مانیں تو یہ حدیث تمام اعمال شرعیہ کو شامل ہو جائے گی کہ اچھی نیت سے ہر عمل قابل ثواب بن جاتا ہے اور بری نیت سے ہر عمل قابل عذاب ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا مقدر ماننا ضروری ہے۔

شوافع کی جانب سے احناف پر ایک اعتراض تیمم میں آپ کے نزدیک بھی نیت شرط ہے تو اس فرق کی

وجہ کیا ہے؟اس کے دو جوابات ہیں۔

جواب نمبرا……:۔وضو اور تیمم میں وجہ فرق یہ ہے کہ آلۂ وضو یعنی پانی میں تو بالذات اور خلقۃً اور فطرۃً پاک کرنے کا وصف موجود ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری ہے و انزلنا من السماء ماء طھورًا (پارہ ۱۹) لہٰذا اس میں تو نیت کے شرط قرار دینے کی ضرورت نہیں جیسا کہ ثوب اور بدن سے ازالۂ نجاست میں نیت شرط نہیں لیکن آلۂ تیمم یعنی مٹی اور زمین میں یہ وصف ذاتی نہیں بلکہ حق تعالیٰ شانہ نے محض امت محمدیہ کے حصول اکرام و نیز دفع حرج کے لئے پانی نہ ملنے کے وقت میں مٹی کو پاک کرنے کا وصف عطا فرمادیا ہے۔لہٰذا اس میں نیت کی ضرورت ہوگی۔

جواب نمبر۲……:قصد وارادہ تیمم کی حقیقت و ماہیت میں داخل ہے کیونکہ لغت کے اعتبار سے تیمم کے معنیٰ ہی قصد وارادے کے ہیں اس لئے بھی تیمم میں نیت شرط ہوگی۔

البحث التاسع فی ذکر اختلاف الروایات فی الجملة الاولیٰ

یہ جملہ پانچ طرح سے مروی ہے……(۱) انما الاعمال بالنیات (۲) انما الاعمال بالنیة (۳) الاعمال بالنیة (۴) العمل بالنیة (۵) الاعمال بالنیات ۔علامہ نووی بستان العارفین میں بحوالہ حافظ ابوموسیٰ اصفہانی اس پانچویں طریقے کے متعلق فرماتے ہیں لایصح اسنادہ لیکن صحیح ابن حبان اور اربعین حاکم اور مسند ابی حنیفہ میں یہ پانچواں طریقہ بھی مروی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے (مرقات جلد۱،صفحہ۴۲)

البحث العاشر فی بیان نوعیةھذا الحدیث

یہ حدیث شروع کے دو، تین ادوار میں فرد رہی ہے کیونکہ اس حدیث کو آنحضرت ﷺ سے صرف حضرت عمرؓ نے اور حضرت عمرؓ سے صرف علقمہؒ اور علقمہؒ سے صرف محمد بن ابراہیم تیمیؒ نے اور محمد بن ابراہیم تیمیؒ سے صرف یحییٰ بن سعید انصاریؒ نے روایت کیا ہے لیکن بعد میں حد تواتر کو پہنچ گئی ہے بعض علماء نے لکھا ہے کہ مشہور محدثین میں سے تین صد (۳۰۰) سے زائد محدثین اس کے راوی ہیں بعض علماء نے سات صد (۷۰۰) بتائے ہیں بہر حال جمہور محدثین کے نزدیک یہ حدیث مشہور ہے۔(اشعۃ اللمعات جلد۱،صفحہ۳۶)

کتاب الایمان

اس عنوان کے ذیل میں آٹھ مباحث قابل ذکر ہیں۔(۱) کتاب، باب، فصل کی تعریفات (۲) کتب وابواب مشکوٰۃ کی ترتیب ذکری (۳) تعریف ایمان (۴) حقیقت ایمان میں اختلاف مذاہب (۵) دلائل اہل حق (۶) زیادۃ ونقصان ایمان (۷) ایمان اور اسلام کے درمیان نسبت (۸) قول الرجل انا مؤمن انشاء اللہ

البحث الاول فی ذکر تعاریف الکتاب و الباب و الفصل

کتاب ان مسائل کے مجموعے کا نام ہے جو جنس میں متحد ہوں اور اس کے نیچے مختلف انواع ہوں مثلاً کتاب الصلوٰۃ اور باب ان مسائل کے مجموعے کا نام ہے جو نوع میں متحد ہوں اور اس کے نیچے مختلف اصناف ہوں مثلاً باب مواقیت الصلوٰۃ اور فصل ان مسائل کے مجموعے کا نام ہے جو صنف میں متحد ہوں اور اس کے نیچے افراد وجزئیات ہوں مثلاً فصل فی تعجیل الصلوٰۃ خلاصہ یہ کہ کتاب بمنزلہ جنس کے ہے اور باب بمنزلہ نوع کے اور فصل بمنزلہ صنف کے ہے۔

البحث الثانی فی بیان الترتیب الذکری للکتب و ابواب المشکوٰۃ

ایمان تمام احکام شرعیہ کی بنیاد ہے اس لئے اس کو سب سے مقدم کیا گیا پھر احکام تین قسم پر ہیں ۔(۱) عبادات محضہ مثلاً نماز وغیرہ (۲) معاملات محضہ مثلاً بیع وشراء وغیرہ (۳) مرکبات مثلاً نکاح ۔ان تینوں کو اسی ترتیب سے لائے ہیں اور ان کے بعد معاشرت یعنی کتاب الآداب لائے ہیں اور بالکل آخر میں کتاب الفتن اور قیامت وقرب قیامت کے حالات اور مناقب پر کتاب کو ختم کیا ہے کیونکہ مناقب صحابہ اور مناقب امت تکملہ ہیں حضور ﷺ کے مناقب کا۔ اس لئے تبعاً وضمناً ابواب مناقب بھی ساتھ ذکر کئے گئے دوسری توجیہ یہ ہے کہ کتاب الفتن باب بدء الخلق پر ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد ابواب متفرقہ مسائل شتی کے طور پر ذکر کئے گئے ہیں پھر عبادات تین قسم پر ہیں ۔(۱) بدنیہ محضہ یعنی نماز ،روزہ (۲) مالیہ محضہ یعنی زکوٰۃ (۳) مرکبہ یعنی حج ۔تو کثرت وقوع اور افضلیت کی وجہ سے نماز کو مقدم کیا پھر نماز کے لئے طہارت شرط ہے اس لئے کتاب الطہارت کو مقدم کیا گیا پھر قرآن وحدیث میں اکثر جگہ زکوٰۃ کا ذکر نماز کے ساتھ ہوا ہے اس لئے نماز کے بعد زکوٰۃ کو لائے پھر روزہ حج سے کثیر الوقوع تھا اس لئے اس کو حج سے مقدم لائے اور قلت وقوع کی وجہ سے آخر میں حج کو لائے۔

البحث الثالث فی ذکر تعریف الایمان

ایمان امن سے ماخوذ ہے اس کے لغوی معنیٰ ہیں مامون ہونا، مامون کرنا اور اگر متعدی بالباء ہو تو بمعنیٰ تصدیق ہوتا ہے مثلاً کل اٰمَنَ باللّٰہ وَمَلٰئکتِہٖ الخ اور جب متعدی باللام ہو تو بمعنیٰ اذعان وانقیاد ہوتا ہے مثلاً وما انت بمؤمن لنا اور انؤمن لک و اتبعک الارذلون اور شرعی معنیٰ ہیں ھو التصدیق بجمیع ما علم مجیہ عن رسول ﷺ ضرورۃ یعنی تمام ضروریات دین کو سچا جاننا اور ماننا اور ضروریات دین وہ احکام ہیں جن کا ثبوت حضور ﷺ سے قطعاً اور بداھۃ ہو مثلاً پنجگانہ نماز اور حرمت خمر وغیرہ لغوی معنیٰ سے مناسبت یہ ہے کہ مومن ایمان لا کر عذاب الٰہی سے مامون ہو جاتا ہے اور شارع کو اپنی تکذیب سے مامون کر دیتا ہے۔

شبہ: کئی آدمیوں کو حضور ﷺ کی تصدیق قلبی حاصل ہے حالانکہ ان کو کافر کہا جاتا ہے مثلاً ایک ابو طالب کہتا ہے

ودعوتنی وزعمت انک صادق و صدقت فیہ و کنت ثم امینا
ولقد علمت بان دین محمد من خیر ادیان البریۃ دینا
لولا الملامۃ او حذار مَسَبَّۃٍ لوجدتنی سمحاً بذاک مبینا

اور یہود کے متعلق قرآن میں ارشاد ہے یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم (پارہ۲، ۷) اور ھرقل (شاہ روم) کہتا ہے لو کنت عندہ لغسلت عن قدمیہ (مشکوۃ جلد۲، صفحہ۵۲۶) اور بعض تاریخی روایات میں آتا ہے کہ اس نے کہا واللہ لاعلم انہ نبی مرسل و لکنی اخاف الروم علی نفسی لو لا ذلک لاتبعتہ۔

جواب نمبر ا......۔ثبوت ایمان کے لئے تصدیق قلبی کے ساتھ ساتھ تمام غیر اسلامی ادیان اور شعائر و علامات کفر سے برائت بھی ضروری ہے مثلاً سجدۂ اصنام، توہین قرآن اور زنار باندھنا وغیرہ اور ان لوگوں میں یہ شرط مفقود تھی لہٰذا وہ کافر ہیں۔

جواب نمبر ۲......۔حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ حضور ﷺ کی صداقت کو جانتے تھے لیکن مانتے نہیں تھے حالانکہ ایمان نام ہے ماننے کا۔ جواب نمبر۳:۔صدر الشریعہ اور علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ ایمان تصدیق اختیاری کا نام ہے اور ان لوگوں کو محض علم اضطراری حاصل تھا لہٰذا وہ مسلمان نہیں۔

البحث الرابع فی ذکر اختلاف المذاھب فی حقیقۃ الایمان

حقیقت ایمان میں مشہور مذاہب چھ ہیں۔

مذہب اول...... جہمیہ کے نزدیک ایمان فقط معرفت قلب کا نام ہے۔

مذہب دوم......: معتزلہ اور خوارج کے نزدیک ایمان امور ثلثہ کے مجموعے کا نام ہے۔(۱) تصدیق قلبی (۲) اقرار لسانی (۳) عمل بالجوارح۔تو ان کے نزدیک اعمال صالحہ حقیقت ایمان کا جز ہیں اور مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج اور مخلد فی النار ہے لیکن معتزلہ اس پر کافر کا اطلاق نہیں کرتے بلکہ اسکو مومن اور کافر کے مابین ایک درجہ قرار دیتے ہیں لیکن خوارج اس کو بھی کافر کہتے ہیں یہ مذہب افراط پر مبنی ہے۔

مذہب سوم......: مرجئہ کے نزدیک ایمان فقط تصدیق قلبی کا نام ہے۔

مذہب چہارم......: کرامیہ کے نزدیک ایمان فقط اقرار ظاہری کو کہتے ہیں تو مرجیہ اور کرامیہ دونوں اعمال صالحہ کو قطعاً غیر ضروری اور ایمان سے بالکلیہ خارج اور لاتعلق جانتے ہیں یہ دونوں مذاہب تفریط پر مبنی ہیں۔

مذہب پنجم......: امام ابو حنیفہؒ اور جمہور فقہاء و متکلمین امام غزالی اور امام الحرمین کے نزدیک ایمان فقط تصدیق قلبی کا نام ہے لیکن ترک عمل سے کمال ایمان فوت ہو کر فسق ان کے نزدیک بھی لازم آ جاتا ہے باقی اقرار لسانی اجراء احکام دنیویہ مثلاً دفن فی مقابر المسلمین، نماز جنازہ، حفاظت دم، حفاظت اموال وغیرہ کے لئے شرط ہے لیکن نفس ایمان کی ماہیت کے لئے شطر اور جز نہیں جبکہ مطالبہ نہ ہو وگرنہ قدرت کے باوجود اقرار سے انکار کرنا کفر ہے فخر الاسلام فرماتے ہیں کہ فقہاء کے نزدیک اقرار رکن زائد للایمان ہے جو بوقت اکراہ و عجز ساقط ہو جاتا ہے۔اور متکلمین ابو حنیفہؒ، ابو منصورؒ، ابوالحسن اشعریؒ کے نزدیک اقرار شرط ہے

مذہب ششم......: ائمہ ثلاثہ اور اکثر محدثین کے نزدیک ایمان تصدیق قلبی اور عمل جوارح دونوں کے مجموعے کا نام ہے لیکن ترک عمل سے ارتداد اور خروج عن الاسلام ان کے نزدیک بھی لازم نہیں آتا جیسا کہ معتزلہ اور خوارج کا مذہب ہے اور اقرار لسانی میں تفصیل سابق ہے یہ دونوں مذاہب توسط اور اعتدال پر مبنی ہیں حقیقت یہ ہے کہ اہل حق کا یہ اختلاف محض نزاع لفظی و تعبیری ہے کیونکہ تمام اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نفس ایمان کی حقیقت فقط تصدیق قلبی ہے اور اعمال صالحہ ایمان کا جزء اصلی نہیں جیسا کہ معتزلہ اور خوارج کا مذہب ہے اسی لئے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی مرتکب گناہ کبیرہ ایمان سے خارج اور مخلد فی النار نہیں۔علی ہذا اس پر بھی سب متفق ہیں کہ کمال ایمان کے لئے اعمال صالحہ از حد ضروری ہیں اور وہ ایمان کا جزء زائد ہیں جن سے ایمان میں کمال پیدا ہو جاتا ہے غیر ضروری ہرگز نہیں جیسا کہ مرجیہ اور کرامیہ کا مذہب ہے یہی وجہ ہے کہ

امام اعظمؒ بھی مرتکب کبیرہ کو فاسق قرار دیتے ہیں پھر ان دو حقائق پر اہل حق کے اتفاق کے باوجود ایمان کی تعبیر وتعریف میں ان کا آپس میں اختلاف ہے کہا ائمہ ثلاثہؒ نے ایمان کی تعریف میں اعمال کو داخل کر دیا اور امام اعظمؒ نے اعمال کو تعریف وتعبیر میں داخل نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ اختلاف فقط تعبیر وطرز بیان اور عنوان کا ہے نہ کہ حقیقی اختلاف۔ پھر حقیقت ایمان کی تعبیر میں اہل حق کا باہم یہ اختلاف کیوں ہوا؟ تو اس فرق تعبیر کی وجہ، اختلاف احوال زمانہ ہے حقیقت یہ ہے کہ ہر گروہ نے اپنے زمانے کے باطل فرقوں کے مقابلے میں دینی مصلحت کی خاطر مناسب عنوان اختیار کیا۔ امام اعظمؒ کو زیادہ واسطہ معتزلہ اور خوارج سے پڑا۔ جن کے نزدیک اعمال صالحہ حقیقت ایمان کا جزء ہیں اور مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج اور مخلد فی النار ہے اس لئے امام صاحب نے ان کے افراط کے مقابلے میں مذکورہ بالا تعبیر اختیار فرمائی لیکن دوسرے ائمہ کو زیادہ واسطہ مرجۂ اور کرامیہ سے پڑا۔ جو اعمال صالحہ کو قطعاً غیر ضروری اور ایمان سے بالکل خارج اور لاتعلق سمجھتے تھے اس لئے ان کی تفریط کی اصلاح کے لئے انہوں نے دوسری تعبیر اختیار کی بہر حال تمام اہل سنت کے نزدیک اعمال صالحہ ایمان کا جزء ہیں۔ لیکن زائد کہ ان کے فوت ہونے سے کمال ایمان تو فوت ہو جاتا ہے لیکن نفس ایمان معدوم نہیں ہوتا۔

البحث الخامس فی ذکر ادلة اهل الحق علیٰ خلاف المعتزلة و الخوارج و المرجئة والكرامية

اس بات پر کہ اعمال صالحہ ایمان کا جزء زائد ہیں نہ کہ جزء اصلی۔ جیسا کہ معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں اور اس بات پر کہ اعمال صالحہ قطعاً غیر ضروری بھی ہرگز نہیں جیسا کہ مرجۂ اور کرامیہ کا مذہب ہے۔

دلیل نمبر......۱:۔ قرآن کریم میں ایمان کا محل قلب کو قرار دیا ہے اور قلب میں صرف تصدیق ہوتی ہے۔ مثلاً ارشاد فرمایا وقلبه مطمئن بالایمان (پارہ۱۴) ولما یدخل الایمان فی قلوبکم (پارہ۲۶) اولئک کتب فی قلوبهم الایمان (پارہ۲۸) أفمن شرح الله صدره للاسلام (پارہ۲۳)

دلیل نمبر۲......:۔ قرآن کریم میں اکثر جگہ عمل صالح کا ایمان پر عطف کیا گیا ہے اور عطف مغایرة کا تقاضا کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں۔ مثلاً ارشاد خداوندی ہے والذین امنوا و عملوا الصلحت و غیر ذلک بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ عطف مغایرت کے لئے نہیں بلکہ تخصیص بعد التعمیم کے لئے ہے لیکن یہ جواب اس لئے صحیح نہیں کہ تخصیص بعد التعمیم .... میں معطوف

معطوف علیہ سے زیادہ مہتم بالشان ہوتا ہے حالانکہ اعمال ایمان سے افضل نہیں بلکہ ادنیٰ ہیں۔

دلیل نمبر۳......:۔قرآن مجید کی کئی آیات میں وصف ایمان کو معصیت کے ساتھ مقرون کیا گیا ہے مثلاً ارشاد فرمایا کہ وان طائفتن من المومنین اقتتلو (پارہ۲۱) معلوم ہوا کہ باوجود ارتکاب کبیرہ کے بھی مؤمن رہتا ہے

دلیل نمبر۴......:۔قولہ و من یعمل من الصلحت و ھو مؤمن (پارہ۱۶) اس میں ایمان کو اعمال صالحہ کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے اور شرط و مشروط میں تغایر ضروری ہے۔

دلیل نمبر۵......:۔کتاب الایمان کی سب سے پہلی حدیث یعنی حدیث جبرئیل میں ایمان کی تعریف صرف تصدیق قلبی کے ساتھ کی گئی ہے اس میں اعمال کا کوئی ذکر نہیں۔

دلیل نمبر۶......:۔مشکوٰۃ صفحہ۱۴ پر حضرت ابوذرؓ کی روایت ہے کہ کلمہ توحید پڑھنے والا جنت میں جائیگا حضرت ابوذرؓ نے پوچھا و ان زنی وان سرق۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وان زنی و ان سرق اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا اور سرقہ جیسے کبائر سے بھی ایمان ختم نہیں ہوتا اگرچہ ناقص ضرور ہو جاتا ہے۔

دلیل نمبر۷......:۔مشکوٰۃ صفحہ۱۲ پر حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے الایمان بضع و سبعون شعبة (متفق علیہ) اس سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ غیر ضروری ہرگز نہیں بلکہ وہ ایمان کا جزو زائد ہیں اس کے علاوہ کتاب الایمان کی دیگر اکثر احادیث سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے۔

البحث السادس فی بیان زیادۃ الایمان و نقصانہ

اس میں دو مذاہب ہیں (۱) جمہور محدثین فرماتے ہیں الایمان یزید وُ ینقص ۔(۲) امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ الایمان لا یزید و لاینقص۔تطبیق بین القولین درحقیقت یہ اختلاف پہلے اختلاف پر مبنی ہے چونکہ امام اعظمؒ کے نزدیک ایمان بسیط ہے یعنی صرف تصدیق قلبی کا نام ہے اس لئے اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔کیونکہ تصدیق نام ہے جمیع احکام الٰہیہ کے قبول کرنے اور ان پر پختہ یقین رکھنے کا اور ظاہر ہے کہ اس میں کمی زیادتی کا کوئی احتمال نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر کسی نے ایک حکم بھی نہ مانا تو کفر لازم آجائے گا۔علیٰ ھذا الیقین میں ذرا بھی کمی ہوئی تو وہ ظن، وہم، یا شک ہو جائے گا اور ایمان ختم ہو جائے گا اور محدثین کے نزدیک ایمان مرکب ہے یعنی ایمان کی تعبیر میں اعمال بھی داخل ہیں اس لئے کہ اعمال کی کمی بیشی سے ایمان میں کمی بیشی ہو سکتی ہے حاصل یہ کہ یہ اختلاف بھی لفظی ہے نہ کہ حقیقی پس امام اعظمؒ نے جو فرمایا الایمان لا یزید ولا ینقص تو ان کی مراد نفس ایمان ہے اور جمہور محدثین نے جو فرمایا الایمان یزید و ینقص۔تو ان کی مراد کمال

ایمان ہے الغرض باتفاق اہل سنت نفس ایمان بسیط ہے لا یزید ولا ینقص ۔اس میں عوام وخواص سب مومن شریک ہیں لیکن پھر اعمال صالحہ کے تفاوت سے مراتب کمال ایمان میں فرق ہے جیسا کہ تمام انبیاء اور رسل نفس نبوت ورسالت میں شریک ہیں لیکن پھر مراتب نبوت اور کمالات رسالت میں مختلف ہیں یا جیسے تمام انسان نفس انسانیت میں برابر ہیں مگر پھر مراتب وکمالات انسانیت میں متفاوت ہیں۔

البحث السابع فی ذکر النسبة بین الاسلام و الایمان

اس میں چار اقوال ہیں قول اول...... ملاعلی قاری کے نزدیک دونوں میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے کہ ایمان عام مطلق ہے جو تصدیق قلبی کا نام ہے خواہ اس کے ساتھ تسلیم ظاہری ہو یا نہ ہو اور اسلام خاص مطلق ہے جو تصدیق وتسلیم دونوں کے مجموعے پر بولا جاتا ہے فکل اسلام ایمان و لا عکس (مرقات جلد ا،صفحہ۵۱) اس قول کی دلیل یہ آیت ہے کہ ان الدین عند الله الاسلام (پارہ۳) اس آیت میں لفظ اسلام دین پر بولا گیا ہے اور دین تصدیق وعمل دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔

قول دوم......: آئمہ ثلاثہ اور اکثر محدثین نیز معتزلہ وخوارج کے نزدیک ایمان واسلام میں ترادف وتساوی کی نسبت ہے اس قول کے دو دلائل ہیں۔

دلیل نمبر۱:۔قوله تعالیٰ و قال موسیٰ یقوم ان کنتم امنتم بالله فعلیه توکلوا ان کنتم مسلمین (پارہ۱۱)

دلیل نمبر۲......:۔فاخرجنا من کان فیها من المؤمنین ٠ فما وجدنا فیها غیر بیت من المسلمین ٠ (پارہ۲۷) کیونکہ قوم لوط کی بستی میں بالاتفاق صرف ایک گھرانہ مسلمانوں کا تھا۔

قول سوم...... احناف اور متکلمین کے نزدیک دونوں میں مفہوماً تغایر اور وجوداً عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ ایمان نام ہے صرف تسلیم باطنی کا۔اور اسلام نام ہے صرف تسلیم ظاہری کا تو ان دونوں چیزوں کے لحاظ سے تینوں مادے نکلیں گے تسلیم ظاہری اور باطنی کے اجتماع کی صورت میں مادہ اجتماعی اور فقط ایک ایک کے وجود کیوقت مادہ افتراقی پایا جائیگا یہی قول زیادہ مشہور ہے اور اس کے بھی دو دلائل ہیں۔

دلیل نمبر۱......:۔قوله تعالیٰ قالت الاعراب امنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا (پارہ۲۶)۔

دلیل نمبر۲......:۔حدیث جبرئیل ہے کیونکہ اس میں آنحضرت ﷺ نے ایمان کی تفسیر صرف تصدیق قلبی کے ساتھ کی ہے اور اسلام کی تفسیر ادائے شہادتین کے ساتھ اور اعمال صالحہ کے ساتھ فرمائی۔

قول چہارم......:۔سید مرتضیٰ زبیدی شارح احیاء العلوم کے نزدیک ایمان واسلام میں تغایر فی المفهوم اور

تلازم فی الوجود ہے یعنی دونوں کا مفہوم تو جدا جدا ہے جیسا کہ اوپر گذرا لیکن ان میں سے ہر ایک کا تحقق دوسرے کو مستلزم ہے کیونکہ ہر ایک دوسرے کے لئے شرط ہے تو ایمان نام ہے انقیاد باطنی بشرط تسلیم ظاہری کا اور اسلام نام ہے تسلیم ظاہری بشرط انقیاد باطنی کا پس ایمان وہ معتبر ہے جو رچ رچ کر ایمان بنتا چلا جائے بنتا چلا جائے۔اور اسلام وہ معتبر ہے جو رچ رچ کر ایمان بنتا چلا جائے۔حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کی رائے بھی تقریبا یہی ہے اور یہی قول مختار ہے۔

البحث الثامن فی ذکر قول الرجل انا مومن انشاء اللہ تعالیٰ

یہ قول جائز ہے یا نہیں؟اس میں تین مذاہب ہیں۔

مذہب اول وجوب...... اکثر متکلمین کے نزدیک بدون تعلیق کے مطلقا انا مؤمن کہنا ناجائز ہے بلکہ اس کے ساتھ انشاء اللہ کہنا واجب ہے ابن مسعودؓ،ابراہیم النخعیؒ،علقمہؒ،سفیان ثوریؒ،امام مالکؒ،امام احمدؒ وغیرہم کا مسلک بھی یہی ہے اور شافعیہ محض استحباب کے قائل ہیں اور اس مذہب پر دو دلائل ہیں۔

دلیل نمبرا......۔قولہ تعالیٰ ولا تقولن لشیء انی فاعل ذالک غدا الا ان یشاء اللہ (پارہ نمبر ۱۵)اور شوافع اس آیت کو استحباب پر محمول کرتے ہیں۔

دلیل نمبر۲......۔ابن تیمیہ حنبلیؒ کہتے ہیں کہ ایمان مطلق نام ہے جمیع ماموراۃ کے فعل اور جمیع ممنوعات کے ترک کا۔تو مطلق انا مؤمن میں تزکیہ نفس اور تقدس کا دعوی ہے اس لئے استثناء ضروری ہے۔

مذہب دوم...... عدم جواز،محققین کے نزدیک بدوں استثناء کے انـا مـؤمـن کہنا ضروری ہے اور اس کے ساتھ انشاء اللہ ملانا ناجائز ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ اور محققین علماء کا یہی مذہب ہے اور یہی مختار ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ تعلیق موجب شک ہے جو یقین اور تصدیق کے منافی ہے اس لئے تعلیق ناجائز ہے بعض نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ تعلیق ایمان حالی میں نہیں بلکہ مآلی میں ہے یا یہ استثناء تعلیق کے لئے ہے ہی نہیں بلکہ محض تبرک کے طور پر ہے مگر علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ استقبال اور تبرک دونوں مجاز ہیں اور متبادر الی الذہن حقیقی معنی یعنی تعلیق حالی ہے اس لئے استثناء کا تلفظ مجازا بھی جائز نہیں کیونکہ وہ وقوع فی الفتنہ کا سبب بن سکتا ہے

مذہب سوم تخییر......:بعض حضرات امام عبدالرحمٰن اوزاعیؒ وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ مختلف حیثیات سے اطلاق اور تعلیق دونوں وجوہ جائز ہیں یعنی حال کے اعتبار سے تو مطلقا انـا مـؤمـن کہنا چاہیئے۔لیکن انجام اور خاتمے کے اعتبار سے ان شاء اللہ ساتھ ملانا چاہیئے۔

الفصل الاول ...... **عن عمر بن الخطاب قال** یہ حدیث جبرئیل ہے تشریح حدیث سے قبل دو بحثوں کا جاننا ضروری ہے۔

البحث الاول فی ذکر فضیلة هذا الحدیث

علامہ ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عظیم الشان ہے اس کو حدیث جبرئیل اور ام الاحادیث اور ام الجوامع کہتے ہیں کیونکہ اس میں اجمالی طور پر شریعت، طریقت، حقیقت تمام مضامین کا بیان ہے۔ دین کا مدار فقہ، عقائد، تصوف پر ہے تو اس حدیث میں اسلام سے فقہ کی طرف اور ایمان سے عقائد کی طرف اور احسان سے تصوف کی طرف اشارہ ہوتا ہے کیونکہ تصوف کی حقیقت توجہ الی اللہ ہے اور باقی سب احادیث اس حدیث کی شرح ہیں تو گویا اس حدیث کا درجہ احادیث میں وہی ہے جو سورۃ فاتحہ کا قرآنی سورتوں میں ہے تو حدث **انما الاعمال بالنیات** بمنزلہ تسمیہ کے اور حدیث جبرئیل بمنزلہ فاتحہ کے ہوئی اس لئے ان احادیث کو شروع کتاب میں لائے ہیں (مرقات جلد ا، صفحہ ۶۵)

البحث الثانی فی ذکر شان الورود لهٰذا الحدیث

حضور ﷺ سے لوگ کثرت سے سوال کرتے تھے صحابہ کرامؓ تو اصلاح کے لئے سوالات کرتے تھے لیکن منافقین تضیع اوقات کے لئے استفسارات کرتے تھے اس رویے سے قرآن نے منع کیا چنانچہ ارشاد ہے **لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم** (پارہ ۷) یعنی غیر ضروری لاحاصل سوالات مت کیا کرو اس کے بعد صحابۂ کرام غایت درجے احتیاط کی وجہ سے دین کی ضروری باتیں بھی نہ پوچھتے تھے اور دل میں یہ خواہش ہوتی کہ کاش کوئی دیہاتی اکھڑ مزاج آ کر سوال کرے اور آپ بیان فرمائیں اور ہمیں سننا نصیب ہو جائے تو صحابہ کرامؓ کی اسی خواہش کی تکمیل کے لئے اس وقت جبرئیل علیہ السلام ایسی صورت میں آئے جس میں اس سے قبل کبھی نہ آئے تھے کیونکہ اس سے پہلے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ کی صورت میں آتے تھے باقی یہ واقعہ کب ہوا؟ تو اس کے متعلق مشکوٰۃ کے شارح علامہ تورپشتی لکھتے ہیں کہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع سے کچھ پہلے یہ قصہ پیش آیا اور اس کے بعد ۱۱ھ میں آپ کا وصال ہوگیا۔ چنانچہ ایک روایت میں یہ آیا ہے **بینما نحن عند رسول الله** ﷺ **فی آخر عمره** (مرقاۃ جلد ا، صفحہ ۴۹) اب حدیث کی شرح شروع ہوتی ہے۔

قوله بینما نحن عند رسول الله ﷺ ذات یوم اذ طلع ...... اس کا ترجمہ یہ ہے کہ دوران اس زمانے کے کہ ہم حاضر تھے رسول خدا کے پاس ایک روز کہ ناگاہ رونما اور ظاہر ہوا.. الخ اس

عبارت کی ترکیب نحوی یہ ہے کہ بین ظرف زمان ہے اور ما زائدہ ہے اور اس ظرف کا عامل مفاجات کا معنی ہے جو اذ طلع کے اذ مفاجاتیہ سے مفہوم ہوتا ہے پھر بین مضاف ہے جملہ نحن عند رسول الله الخ کی طرف اور اس جملے کی ترکیب یہ ہے کہ نحن مبتدا ہے اور عند رسول الله ﷺ ظرف مکان ہے حاضرون مقدر کا جو نحن کی خبر ہے اور ذات یوم اسی حاضرون مقدر کا ظرف زمان ہے اور لفظ ذات وہم مجاز کے دفعیے کے لئے ہے کہ یوم سے حقیقی معنیٰ دن کے مراد ہیں مجازی معنی مطلق وقت مراد نہیں اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ذات کا لفظ زائد ہے جو تحسین کلام کے لئے لایا جاتا ہے اس پورے جملے کی تقدیر عبارت یہ ہے فَاجَانَا وقت طلوع رجل وقت حضور نافی مجلس رسول الله ﷺ ذات یوم ...... **قوله طلع** ...... چونکہ ملائکہ نورانی جسم رکھتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں بروایت حضرت عائشہؓ مروی ہے خلقت الملائکة من نور۔ اس لئے جبرئیل کی آمد کو طلوع سے تعبیر فرمایا (التعلیق الصبیح)

قوله رجل ...... : ای ملک فی صورۃ رجل۔ **قوله شدید بیاض الثیاب** ۔ یعنی کپڑوں کی انتہائی سفیدی والا آدمی۔ اس عبارت میں شدید صیغہ صفت کی اضافت اس کے معمول کی طرف ہے لہٰذا یہ اضافت لفظی ہے جو تعریف کا فائدہ نہیں دیتی اس لئے اس کا رجل کی صفت واقع ہونا درست ہے و ھکذا ما بعدہ شدید سواد الشعر پھر الثیاب کا الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور اصل عبارت یہ ہے شدید بیاض ثیابہ اس سے معلوم ہوا کہ کپڑوں کا سفید اور صاف ہونا مستحب ہے خصوصاً بزرگوں کی مجلس میں۔

قوله شدید سواد الشعر (صفحہ ۱۱) ...... یعنی بالوں کی سخت سیاہی والا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تحصیل علم کا اصل زمانہ تو جوانی کا زمانہ ہے تاکہ محنت خوب ہو سکے اور تکالیف برداشت ہو سکیں۔

قوله فاسند رکبتیه الی رکبتیه (صفحہ ۱۱) ...... یعنی اس نے ٹکا دیئے، لگا دیئے، ملا دیئے اپنے دونوں زانو حضرت کے دو زانو مبارک کی طرف یعنی نہایت قریب بیٹھا۔ دو زانو بیٹھنا ادب اور تواضع سے زیادہ قریب ہے اور قریب بیٹھنا اُنسیت و الفت اور سرعت جواب اور مسئول کی خاص توجہ کا موجب ہے۔

قوله ووضع کفیه علی فخذیه ...... : نسائی وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فخذیہ کی ضمیر کا مرجع نبی کریم ﷺ ہیں اور وہ روایت یہ ہے ثم وضع یدیه علی رکبتی النبی ﷺ اور فرشتہ نے یہ ہیئت تین وجوہ سے اختیار کی اول ...... : کمال توجہ کے لئے تاکہ حضور ﷺ بھی خوب متوجہ ہوں اور حاضرین بھی۔ دوم ...... لوگوں سے اپنی حالت کا اخفاء کرنے کے لئے تاکہ وہ یہ سمجھیں کہ یہ کوئی دیہاتی آدمی ہے جو

آداب رسالت سے بھی واقف نہیں۔سوم..... تعلیم تحمل کے لئے کہ اگر سائل سے خلاف ادب کوئی امر صادر ہو جائے تو مسئول کو تحمل اور تسامح سے کام لینا چاہئے یہاں دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ اس آدمی نے اپنی رانوں پر ہاتھ رکھے ہوں جیسا کہ متعلم کے لئے یہی مناسب ہے لیکن یہ احتمال نسائی وغیرہ کی مذکورہ روایت کے خلاف ہے۔دونوں احتمالات میں تطبیق یہ ہے کہ اولاً اس نے اپنی رانوں پر اور پھر آنحضرت ﷺ کی رانوں پر ہاتھ رکھے جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ میں بروایت سلیمان مروی ہے فتخطی حتی برک بین یدی .... النبی ﷺ کما یجلس احدنا فی الصلوٰۃ ثم وضع یدہ علی رکبتی النبی ﷺ۔

قولہ فقال یا محمد ۔شبہ.....: آنحضور ﷺ کو نام سے پکارنا منع ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا (پارہ ۱۸) لہٰذا فرشتے کو یارسول اللہ یا یا نبی اللہ کہہ کر پکارنا چاہئے تھا۔

جواب نمبر ۱......: یہ حکم مذکورہ امت محمدیہ کے جن وانس کے لئے ہے ملائکہ اس میں داخل نہیں جب تک کہ کوئی مستقل دلیل اس پر قائم نہ ہو کیونکہ ملائکہ مکلف نہیں۔

جواب نمبر ۲......: زیادہ اخفاء کے لئے نام سے پکارا کیونکہ یہ طریقہ گنواروں کا تھا۔

جواب نمبر ۳......: فرشتے نے نئے انداز سے کلام کیا تا کہ وہ موجب تعجب ہو اور تعجب سے توجہ تام ہوتی ہے تو اس سے صحابہ کرامؓ کو علم مفید حاصل ہوا باقی بعض روایات میں جو صحابہ کرامؓ سے یا محمد کہنا مروی ہے وہ تحریم اور ممانعت سے قبل کا واقعہ ہے۔

قولہ اخبرنی عن الاسلام ...... مصابیح میں ایمان کا ذکر پہلے ہے لیکن صحیح مسلم و جامع الاصول اور کتاب الحمیدی وغیرہ میں مشکوٰۃ کے مطابق اسلام کا ذکر پہلے ہے البتہ صحیح بخاری میں مصابیح کے مطابق ایمان کا ذکر مقدم ہے لیکن وہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے ہے اور یہ حضرت عمرؓ کی روایت سے ہے تو صاحب مشکوٰۃ نے صاحب مصابیح پر عملی اعتراض کیا کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کی روایت میں بھی ایمان کو مقدم کر دیا جو صحیح نہیں۔

قولہ ان استطعت الیہ سبیلا ...... ۔سوال: استطاعت تو تمام احکام میں شرط ہے تو پھر حج کی تخصیص کیوں ہے؟ جواب: یہاں مطلق استطاعت مراد نہیں جو ہر حکم کے لئے ضروری ہے بلکہ خاص استطاعت مراد ہے جو صرف حج کے لئے ضروری ہے اور اس کی تفسیر حدیث صحیح میں زاد و راحلہ کے ساتھ آئی

ہے(مرقات جلد ا،صفحہ ۵۳)

قوله صدقت فعجبنا له يسأله و يصدقه ...... : ۔تعجب کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ سوال کرنا جہل کی اور تصدیق کرنا علم کی علامت ہے دوسرے یہ مسائل بجز آنحضرت ﷺ کے واسطے کے معلوم نہیں ہوسکتے حالانکہ آنحضرت ﷺ سے اس آدمی کی ملاقات ہی معلوم نہیں تھی چہ جائیکہ احکام کا سماع (مرقات جلد ا،صفحہ ۵۵)

قوله ان تؤمن بالله (صفحه ۱۱)......سوال: یہ تعریف الشی بنفسہ ہے جو صحیح نہیں۔

جواب......: علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ معرّف میں ایمان شرعی اور تعریف میں ایمان لغوی مراد ہے ای تعتقد و تصدق فلا دور پھر ایمان باللہ سے مراد توحید ہے یعنی حق تعالیٰ شانہ کے وجود کو تسلیم کرنا اور پھر اس کو اپنی ذات وصفات مخصوصہ میں وحدہ لاشریک لہ تسلیم کرنا اور ان تمام صفات ثبوتیہ وسلبیہ کا اعتقاد رکھنا اور ان پر پختہ یقین کرنا جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔

دلائل وجود باری تعالیٰ......۔ دلیل نمبر ۱:۔ وہ صانع جس نے محیر العقول کارخانہ بنایا اور ان گنت کمالات انسان کو دیئے وہ کون ہے؟ ملحد اور دھریہ کہتا ہے کہ وہ ہیولیٰ و مادے کی استعداد اور صورت نوعیہ و طبیعت کا اقتضاء ہے لیکن ظاہر ہے کہ وہ مادہ خود اندھا بہرا گونگا اور تمام کمالات سے عاری اور قصد وعلم، شعور و ارادہ اور حیات سے خالی ہے تو وہ دوسرے کو کمالات کیسے دے سکتا ہے۔ لہٰذا لامحالہ موجد میں دائمی حیات اور غایت درجے کی قوت وعلم، ارادہ، شعور اور دیگر کمالات تسلیم کرنا پڑیں گے تو انہی کمالات وصفات کے موصوف کو اہل اسلام خدا کہتے ہیں قرآن کی متعدد آیات میں بھی مصنوعات سے صانع پر استدلال کو دہرایا گیا ہے مثلاً ارشاد ہے ان فی خلق السموت والارض و اختلاف الليل و النهار لايت لاولی الالباب (پارہ ۴) ومن ايته الليل و النهار والشمس و القمر (پارہ ۲۴) اور وفی الارض ايات للموقنين (پارہ ۲۶) ومن ايته ان خلقكم من تراب الآيات (پارہ ۲۱)۔ دلیل نمبر ۲:۔ ایک اعرابی نے وجود باری تعالیٰ پر یہ دلیل بیان کی ان البعر ليدل على البعير وان اثار الاقدام لتدل على المسير فسماء ذات ابراج و ارض ذات فجاج و بحار ذات امواج الايدل ذلك على وجود اللطيف الخبير (فتح الملہم جلد ا،صفحہ ۱۶۳)

دلائل توحید باری تعالیٰ......: دلیل نمبر ۱:۔ اگر معاذ اللہ متعدد مثلاً دو خدا فرض کر لئے جائیں تو ان میں سے کسی کا عاجز ہونا ممکن ہے یا دونوں کا قادر ہونا ضروری ہے شق اول تو محال ہے کیونکہ عجز منافی ہے

جوب وجود کے اور شق ثانی پر اگر ان میں سے ایک نے کسی امر کا مثلاً ایجاد زید کا ارادہ کیا تو دوسرے کا اس کے خلاف ارادہ کرنا ممکن ہے یا نہیں اگر ممکن نہیں تو اس کا عجز لازم آئے گا جو منافی ہے وجوب وجود کے اور اگر دوسرا پہلے کے خلاف کا ارادہ کرسکتا ہے تو مراد کا ترتب اس کے ارادے پر ضروری ہے یا نہیں اگر ضروری نہیں تو مراد کا تخلف ارادۂ قادر مطلق سے لازم آئے گا جو کہ محال ہے اور اگر ترتب ضروری ہے تو پھر دو مختلف مرادوں کا اجتماع لازم آئے گا کیونکہ ایک واجب کے ارادے سے ایک مراد اور دوسرے واجب کے ارادے سے دوسری مراد اول کی ضد پیدا ہوئی تو اجتماع ضدین لازم آ گیا جو محال ہے اور مستلزم محال خود محال ہے تو معلوم ہوا کہ واجب کا تعدد محال ہے اور وحدت واجب ثابت ہوگئی وھو المطلوب۔

دلیل نمبر۲...... تعدد واجب کی صورت میں شی موجود میں دو خداؤں کی زور آزمائی ہوتی جس کی وجہ سے وہ چیز ٹوٹ پھوٹ کر تباہ ہو جاتی اسی کی طرف قران نے اشارہ کیا ہے لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا (پارہ۱۷)

دلیل نمبر۳...... ایک خدا تدبیر عالم کے لئے کافی ہے یا نہیں اگر کافی ہے تو دوسرا بیکار اور اگر کافی نہیں تو پہلا محتاج ہے۔

دلیل نمبر۴...... سورج چاند سے لے کر انسان، حیوان، گھاس، پات تک یہ سب ایک مقرر نظام اور متعین اصول کے پابند نظر آتے ہیں تو نظام کی یہ وحدت و یکسانی منتظم کی وحدت کی کھلی دلیل ہے یہ بالکل واقعاتی استدلال ہے جو نظام فطرت پر مبنی ہے قرآن نے بھی اس طرف اشارہ کیا چنانچہ فرمایا ما تری فی خلق الرحمن من تفوت (پارہ۲۹) اور وما کان معہ من الہ اذا لذھب کل الہ بما خلق و لعلا بعضھم علی بعض (پارہ۱۸) اور قل لو کان معہ الھۃ کما یقولون اذا لابتغوا الی ذی العرش سبیلاً (پارہ۱۵)۔قولہ وملائکتہ (صفحہ۱۱)...... یہ ملک کی جمع ہے جو ملئک سے مخفف ہے اور ملئک اصل میں مألک تھا ألک یا لوک از کہ باب ضرب بمعنی پیغام رسانی سے پھر مألک میں قلب مکانی کر کے لام کو ہمزہ پر مقدم کر دیا ملئک ہو گیا پھر تخفیف کے لئے ہمزہ کی حرکت لام کی طرف نقل کر کے ھمزہ کو حذف کیا ملک ہو گیا اور پھر جمع میں وہ ہمزہ لوٹا دیا گیا ہے۔ملائکہ کی معنوی تحقیق ملائکہ کے لغوی معنی قاصد اور پیغام رساں کے ہیں اور شرعاً وہ جواہر مجردہ نورانیہ (فلاسفہ) یا اجسام لطیفہ نورانیہ (متکلمین) ہیں جو خدا تعالیٰ کی قدرت سے مختلف اشکال اختیار کر سکتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے خلقت الملئکۃ من نور و

خلقت الجان من نار اور قرآن مجید میں ہے فتمثل لها بشرا سویا (پارہ۱۶)ایمان بالملئکہ کا مطلب یہ ہے کہ ملائکہ کی ان تمام صفات پر ایمان لائے جو قرآن اور صحیح احادیث سے ثابت ہیں مثلاً یہ کہ ان کا خارجی وجود ثابت ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے مکرم وفرمانبردار بندے ہیں اور معصیت سے پاک ہیں اور وہ خدا تعالیٰ اور انبیاء کے درمیان پیغام رسانی کا کام کرتے ہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے بل عباد مکرمون (پارہ۱۷)لا یعصون الله ما امرهم و یفعلون مایؤمرون (پارہ۲۸)الله یصطفی من الملئکة رسلا و من الناس (پارہ۱۷)

قولہ و کتبہ (صفحہ۱۱)......ایمان بالکتب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو جو کتابیں اور صحف عطا فرمائے ہیں وہ سب برحق ہیں اور ان کے مضامین بھی برحق ہیں قرآن مجید میں جن کتب کا نام ذکر کیا گیا ہے ان پر تفصیلا اور جن کا نام ذکر نہیں کیا گیا ان پر اجمالا ایمان لانا ضروری ہے تفصیل کے ساتھ چار کتب کا ذکر ہے قرآن ،زبور،تورات ،انجیل اور باقی ایک سو صحیفے ہیں جن میں سے دس حضرت آدم علیہ الاسلام پر اور پچاس حضرت شیث علیہ السلام پر اور تیس حضرت ادریس علیہ السلام اور دس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئے اور ان سب کا نزول رمضان المبارک میں ہوا۔

قولہ و رسلہ...... :ایمان بالرسل کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا پختہ یقین رکھا جائے کہ تمام انبیاء اور رسل خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اور معصوم ہیں اور انہوں نے اپنا فرض منصبی پورا کیا ہے اور جو کچھ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کو دیا ہے وہ سب برحق ہے اور ہر نبی کی امت پر اس کی اطاعت غیر مشروط طور پر واجب تھی مشہور یہ ہے کہ انبیاء اور رسل کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰) یا کم وبیش ہے ان میں سے رسول تین سو پندرہ (۳۱۵) ہیں حوالے کے لئے دیکھو حدیث ابی ذر مشکوۃ جلد۲، صفحہ۵۱۱پر) پھر رسول اور نبی میں فرق یہ ہے کہ رسول وہ ہے جو مخاطبین کو جدید شریعت پہنچائے خواہ وہ اس کے اعتبار سے جدید ہو خواہ مرسل الیہم کے اعتبار سے جدید ہو اور نبی وہ ہے جو صاحب وحی ہو شریعت جدیدہ ہو خواہ قدیمہ ہو تو ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے فکل رسول نبی ولا عکس۔مگر اس وجہ فرق پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام صاحب شریعت مستقلہ نہ تھے لیکن اس کے باوجود قرآن میں ان کے بارے میں و کان رسولا نبیا وارد ہوا ہے اس لئے بہترین فرق وہ ہے جو علامہ حافظ ابن تیمیہ نے کتاب النبوات میں ذکر کیا ہے کہ نبی وہ ہے جس کو اصلاح ناس کے لئے بھیجا گیا ہو اور رسول وہ ہے (جو بالذات مخالفین کی اصلاح کے

ے بھیجا گیا ہو) اور جس کو دشمنوں کے ساتھ مقابلے کا حکم بھی ہو خواہ صاحب کتاب ہو یا نہ ہو کذا فی ارشاد
اری صفحہ ۲۶) قولہ و الیوم الآخر ...... :۔روز قیامت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے وقوع پر
اس میں واقع ہونے والے امور پر پختہ یقین رکھا جائے مثلاً عالم برزخ قبر کی زندگی اور بعث جسمانی
حساب و کتاب اور جنت و نار وغیرہ پھر ان پانچ ایمانیات یعنی ایمان کے مذکورہ بالا ارکان خمسہ کا ذکر قرآن میں
ددجگہ آیا ہے مثلاً ارشاد خداوندی ہے ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر و الملئکۃ و الکتب
بیین (پارہ۲) اور ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضلالاً بعیدا (پارہ۵)
لہ و تومن بالقدر خیرہ و شرہ...... : ایمان بالقدر کا مطلب یہ ہے کہ راحت ونعمت اور
ت ومصیبت میں سے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے حق میں مقدر ہے اس کے برحق ہونے
یان لائے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا (پارہ۱۰) اور یہ اعتقاد رکھا
ئے کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے خیر ہو یا شر یہ سب حق تعالیٰ کے علم محیط اور قدرت کاملہ کے تحت ہے تو تقدیر
رہے مجبر نہیں اور اس مسئلے کی پوری تفصیل باب الایمان بالقدر میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔
ل......و تؤمن بالقدر میں دوسری ایمانیات کے برخلاف عامل اور متعلق کا اعادہ کیوں کیا گیا۔
ب نمبر۱......:۔چونکہ یہ مسئلہ محیر العقول تھا اس لئے اہتمام شان کے لئے ایسا کیا گیا ہے کذا فی التعلیق الصبیح
ب نمبر۲......:۔ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ فرق اس طرف اشارہ ہے کہ پہلی چیزوں میں سے کسی چیز کا
کرنا کفر کو مستلزم ہے لیکن تقدیر کا انکار کفر کو مستلزم نہیں۔
لہ فاخبرنی عن الاحسان...... :احسان کے لغوی معنیٰ......اخلاص اور عمل کی مضبوطی اور
طریقے سے عبادت و نیکی کرنے کے ہیں اور شرعی معنیٰ...... ہیں مرتبہ حال میں صدق توجہ الی اللہ خواہ
ت مشاہدہ ہو خواہ بصورت مراقبہ ہو جیسا کہ آگے جواب میں مذکور ہے۔
ہ ان تعبد اللہ کانک تراہ......:اس عبارت میں کانک تراہ مفعول مطلق محذوف کی
ہے اور اصل عبارت یوں ہے ان تعبد اللہ عبادۃ شبیھۃ بعبادتک حین تراہ مطلب یہ ہے کہ
لام آقا کے سامنے کھڑا ہو اور آقا کو دیکھ رہا ہو تو وہ پوری توجہ اور اخلاص سے کام کرتا ہے اسی کیفیت سے
خشوع و خضوع کمال ہیبت و تعظیم اور ذوق و محبت کے ساتھ حق تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہئے اس کو
اح صوفیہ میں مقام مشاہدہ کہتے ہیں اور یہ کوئی تصور نہیں بلکہ ایک ایسا مقام ہے جس میں سالک و متصوف

کا قلب اور روح مجلی اور مصفی ہو جاتے ہیں اور اسے ایسا انکشاف حاصل ہو جاتا ہے کو گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا
ہے الغرض یہاں رؤیۃ حقیقیہ مراد نہیں کیونکہ حدیث میں ہے واعلموا انکم لن تروا ربکم حتی تموتوا
رواہ مسلم عن ابی امامۃ بلکہ مقصد یہ ہے کہ کثرت عبادت سے جب قلب مجلی اور مصفی ہو جاتا ہے تو اس
ایک خاص تجلی اور ایسے انوار محسوس کرتا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اسی وجہ سے حدیث میں کانک تراہ
فرمایا وانت تراہ نہیں فرمایا۔

قولہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (صفحہ ۱۱)...... اس کی تقدیر عبارت یوں ہے فان لم
تعامل معاملتک حین تراہ فعامل معاملتک حین یراک فانہ یراک مطلب یہ ہے کہ اگر پہلی
کیفیت یعنی مقام مشاہدہ واستغراق تمہیں حاصل نہیں تو پھر دوسری کیفیت یعنی مقام مراقبہ واستحضار حاصل کرو
اور یہ تصور کرلو کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور وہ حاضر و ناظر ہے اس کیفیت سے بھی خوف وخشیت پیدا ہوگی اور
حرکات وسکنات میں احتیاط حاصل ہوگی کیونکہ اگر غلام خود آقا کو نہ دیکھے لیکن اسے یہ معلوم ہو کہ آقا مجھے دیکھ
رہے ہیں تب بھی وہ پوری توجہ سے ٹھیک ٹھیک کام کرتا ہے اس کیفیت کو اصطلاح صوفیہ میں مقام مراقبہ کہتے
ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا ایسا استحضار کہ وہ علم کے درجے سے متجاوز ہو کر حال بن جائے اور اسی استحضار
نسبت کو صوفیہ کرام نسبت کی تحصیل کہتے ہیں جو بیعت سے مقصود ہے اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ فانہ
یراک شرط مذکور کی جزا نہیں بلکہ جزاء مقدر فعامل کی علت ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی رؤیت تو دائمی ہے بندے کی
عدم رؤیت کے ساتھ معلق نہیں پھر بہت سی روایات میں یہاں بھی حضرت جبرئیل کا صدقت فرمانا مذکور ہے
لیکن بعض راویوں نے نسیان یا اختصار یا اعتماد علی المذکور کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔

قولہ فاخبرنی عن الساعۃ...... :یہ قیامت کے وقت معین کا سوال تھا نہ کہ مطلق وقوع کا کیونکہ
تو قطعی ہے ساعۃ کے لغوی معنیٰ ایک گھڑی کے ہیں اور قیامت کو ساعۃ چار وجوہ سے کہتے ہیں۔

(۱)......اس لئے کہ قیامت کا وقوع صرف ایک گھڑی میں اچانک ہو جائیگا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے
لاتاتیکم الا بغتۃً (پارہ ۹)

نمبر ۲......:۔سرعت حساب کی وجہ سے چنانچہ حضرت علیؓ سے یہی معنیٰ منقول ہیں۔

نمبر ۳......:۔اس وجہ سے کہ قیامت کا پورا زمانہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہے جیسا کہ مخلوق کے نزدیک ایک
گھڑی ہے۔

نمبر۴......نیک فالی کی وجہ سے کہ قیامت کا دن ایک گھڑی میں گذر جائیگا (مرقات جلد۱ صفحہ۶۱)

قوله ما المسئول عنها باعلم من السائل ......: مطلب یہ ہے کہ جس طرح تمہیں تعین قیامت کا علم نہیں اسی طرح مجھے بھی قیامت کے وقت مخصوص کا علم نہیں غرضیکہ سائل و مسئول دونوں قیامت کا وقت مخصوص نہ جاننے میں برابر ہیں چنانچہ علامہ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھیؒ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں۔

قوله ما المسئول عنها باعلم من السائل......: کناية عن تساويهما في عدم العلم لا عن تساويهما مطلقا (بحوالہ التعلیق الصبیح جلد۱ صفحہ۴۲) اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں یعنی من و تو ہر دو برابریم در نادانستن آں بلکه ہر سائل و مسئول ہمیں حال دارد و آں را جز خدا تعالیٰ کس نه داند و رب تعالیٰ ہیچ کس را از ملائکه و رسل بر آں اطلاع نه داده (اشعۃ اللمعات جلد۱ صفحہ۴۰) آنحضرت ﷺ کے اس جواب سے مبتدعین کا رد ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو جملہ ما کان و ما یکون کا علم دیا گیا ہے کیونکہ علم قیامت بھی ایک علم ہے تو اس کی نفی سے علم کلی تفصیلی کی نفی ہو گئی بہر حال علم غیب کلی خداوند تعالیٰ کا خاصہ ہے مخلوق کو صرف قدر ما یعطی حاصل ہوا ہے مگر آنحضرت ﷺ کا علم عطائی پوری مخلوق کے علم عطائی سے زیادہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے علمت علم الاولین والاخرین۔ یہی اہل حق کا مسلک ہے اور حدیث منسوخ بھی نہیں ہے کیونکہ علامہ تورپشتی نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ قرب وفات کا ہے جو ۱۰ھ میں حجۃ الوداع سے کچھ پہلے پیش آیا اور اس کے بعد ۱۱ھ میں آپ ﷺ کا وصال ہو گیا جیسا کہ بحث ثانی کے آخر میں گذرا۔

سوال......: جبرئیل علیہ السلام کو جب معلوم تھا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم آنحضرت ﷺ کو نہیں تو پھر سوال کیوں کیا؟ جواب نمبر۱......: اس لئے پوچھا کہ لوگوں کے سامنے یہ مسئلہ ظاہر ہو جائے اور آئندہ کے لئے سوال کا دروازہ بند ہو جائے۔

جواب نمبر۲......: اس بات پر تنبیہ کی کہ جس چیز کا علم نہ ہو اس کے متعلق لاادری کہنے میں عار نہ کرنی چاہئے۔

قوله فاخبرني عن اماراتها ...... اس سے مراد علامات صغریٰ ہیں جو علامات کبریٰ مثلاً نزول عیسیٰ خروج دجال وغیرہ سے قبل ہوں گی۔

قوله ان تلد الامة ربتها ربة...... بمعنیٰ آقا سردار مالک ہے اور اس کو نفس اور نسمہ یعنی ذی روح کی تاویل سے مؤنث لائے ہیں تو یہ مذکر اور مؤنث دونوں کو شامل ہے یا اس میں مؤنث کے نقصان عقل کی

طرف اشارہ ہے اس جملے کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں جن میں سے تین یہ ہیں۔
(۱)......عقوق الام یعنی اخیر زمانے میں والدہ کی نافرمانی ایسی کثرت سے ہوگی کہ اولاد اپنی والدہ کے ساتھ اس قسم کا معاملہ کرے گی جیسا کہ آقا و مالک اپنی مملوکہ باندی سے کرتا ہے یہی مطلب راجح و اولی ہے
(۲)......کثرت فتوحات: یعنی قرب قیامت میں مسلمانوں کو فتوحات بہت ہونگی اور کثرت سے لونڈیاں ہاتھ آئیں گی پھر ان باندیوں کی اولاد ہوگی جو بمنزلہ ان کے آقا کے ہوگی کیونکہ ملک اب ملک اولاد بھی جانی گی۔(۳)......فساد احوال: یعنی اخیر زمانے میں فساد اس قدر پھیل جائے گا کہ امہات الاولاد کو کثرت سے بیچا جائے گا حالانکہ شرعاً ان کی بیع حرام ہے اور پھر بسا اوقات بے خبری کی حالت میں ان کی اولاد ہی ان کو خرید کر حق ملک بنالے گی۔
قوله وان ترى الحفاة: یہ حاف کی جمع ہے بمعنی ننگے۔ قوله العراة یہ عار کی جمع ہے بمعنی ننگے بدن قوله العالة......: یہ عائل کی جمع ہے بمعنی تنگدست، مفلس، فقیر محتاج۔ قوله رعاء ......: یہ راعی کی جمع ہے بمعنی چرواہا۔ قوله الشاء. : یہ شاۃ کی جمع ہے بمعنی بکری اور اظہر یہ ہے کہ یہ اسم جنس......
اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ زمانے کے حالات بدل جائیں گے اور رذیل لوگ معزز بن جائیں گے اور معزز شرفاء باکمال لوگ رذیل ہو جائینگے اور نااہل لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار آجائے گا اور بھوکے ننگے تنگدست دیہاتی جاہل لوگ دولت کی کثرت کے سبب شہروں میں آکر آباد ہونگے اور اونچے اونچے محلات بنا کر باہم فخر کریں گے۔ قوله فلبثت مليا : اس پر یہ شبہ ہے کہ ملیا کے معنی زمانہ دراز کے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ کچھ عرصے کے بعد آپ نے بتایا جس کی مدت تین دن بتائی گئی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد، نسائی اور ترمذی کی ایک روایت میں فلبثت ثلاثا اور بعض روایات میں بعد ثلاثة ايام ہے حالانکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اسی وقت بتا دیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے انه عليه الصلوٰة والسلام ذکره في المجلس تو یہ تعارض ہوا۔ جواب......: علامہ نوویؒ نے یہ تطبیق دی ہے کہ فرشتے کے چلے جانے کے بعد بعض صحابہ کرامؓ کسی ضرورت کے سبب فوراً کھڑے ہو گئے انہیں میں حضرت فاروق اعظمؓ بھی شامل تھے اور بعض دوسرے صحابہ کرامؓ بیٹھے رہے تو حضور ﷺ نے حاضرین مجلس کو تو اسی وقت بتلا دیا تھا اور جو اٹھ گئے تھے ان کو بعد میں بتایا فلا تعارض۔
قوله الله ورسوله اعلم ......: اس پر یہ شبہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے جواب سے معلوم ہوا کہ علم نبی

اور علم رسول دونوں مساوی ہیں تو اس سے آنحضرت ﷺ کا علم غیب کلی ثابت ہوا جو اہل بدعت کا عقیدہ ہے ۔جواب: آنحضرتؐ کا استفسار حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت کے متعلق تھا فلہذا حضرت عمرؓ کا جواب بھی جبرئیل علیہ السلام کی معرفت ہی کے متعلق ہے تو اس سے حضور ﷺ کے لئے علم جزئی ثابت ہوا نہ کہ علم کلی۔

قوله يعلمكم دينكم ...... :اس سے دین کے قواعد کلیہ مراد ہیں پھر چونکہ جبرئیل علیہ السلام کا سوال تعلیم نبوی کا سبب تھا اس لئے مجازاً تعلیم کی نسبت سبب کی طرف کردی ہے و نیز حسن سوال نصفِ علم اور نصف تعلیم ہے جیسا کہ مشہور ہے السوال نصف العلم ۔**قوله في خمس** ...... اس کا مبتدا محذوف ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے علم قيام الساعة داخل في خمس الخ۔

وعن ابن عمرؓ ۔حالات عبداللہ بن عمرؓ ...... آپ آنحضرتؐ کی نبوت سے ایک سال قبل پیدا ہوئے اور ۷۳ھ میں بعمر ۸۴ سال وفات پائی ۔آپ نے بچپن ہی میں اپنے والد کے ساتھ اسلام قبول کرلیا تھا جنگ بدر میں صغر سنی کی وجہ سے شریک نہ ہوئے اور جنگ احد کی شرکت میں اختلاف ہے باقی غزوۂ خندق اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں بالاتفاق شریک ہوئے نہایت متقی عالم زاہد تھے چنانچہ آپ نے ایک ہزار لونڈیاں اور غلام آزاد کئے اور آپ کو آنحضرت ﷺ کی سنت کے ساتھ درجہ عشق میں محبت حاصل تھی ابن عمرؓ سے کل ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) احادیث مروی ہیں ۔آپ سے بے شمار مخلوق نے روایت حدیث کی ہے مثلاً آپ کے صاحبزادے حضرت سالم اور آپ کے آزاد کردہ غلام نافع وغیرہما۔

قوله بني الاسلام على خمس اى خمس خصال او دعائم اس حدیث میں سلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کا درمیانی ستون ادائے شہادتین ہے کہ اس کے بدوں خیمہ قائم ہیں رہ سکتا اور باقی چار اصول اعمال بمنزلہ چار طنابوں اور رسیوں کے ہیں جن کے بغیر خیمہ کھڑا تو ہوسکتا ہے مگر قص اور آئندہ حدیث میں جو ایمان کے شعبے مذکور ہیں وہ بمنزلہ میخوں کے ہیں۔

قوله و اقام الصلوٰة :۔اقام باب افعال کا مصدر ہے اس میں واو محذوف کے عوض آخر میں تاء لائی اتی ہے مگر یہاں طول عبارت کی وجہ سے اس کو حذف کردیا کیونکہ مضاف الیہ واؤ محذوفہ کے عوض بننے کے لئے کافی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ تاء کا حذف تخفیف کی بناء پر ہو۔

عن ابي هريرةؓ ۔حالات حضرت ابو ہریرہؓ ...... :آپ نبوت سے گیارہ سال قبل پیدا ہوئے سن ۷ھ میں فتح خیبر کے سال میں اسلام لائے ۔سن ۵۷ھ میں بعمر ۷۸ سال وفات پائی آپؓ نے

حضور ﷺ کے ساتھ صرف چار سال صحبت اٹھائی لیکن اس کے باوجود صحابہ کرامؓ میں کثیر الروایہ ہیں چنانچہ آپ کی کل مرویات پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) ہیں امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابو ہریرۃؓ سے آٹھ سو سے زائد صحابہ اور تابعین روایت حدیث کرتے ہیں قبیلے کے لحاظ سے دَوسی ہیں۔ آپ کے نام میں بہت اقوال ہیں۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اصح قول یہ ہے کہ آپؓ کا اسلامی نام عبدالرحمٰن بن صخر ہے لیکن پھر ان کی کنیت کے نام پر غالب آ گئی اور جاہلی نام عبد شمس یا عبد عمرو تھا کنیت کی وجہ علامہ ابن عبدالبر نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرۃؓ نے خود فرمایا **ما كنت احمل يوما هرة في كمي فرأني رسول الله ﷺ فقال ما هذه فقلت هرة فقال يا ابا هريرة ......** بعض علماء نے کہا کہ آپ بچپن میں بلی سے کھیلا کرتے اور بعض نے کہا کہ آپ بلی کی تربیت اور دیکھ بھال کرتے تھے (مرقات جلد ا، صفحہ ۶۹)

لفظ ابو ہریرۃ کی نحوی تحقیق ......: قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہریرۃ کی ''تاء'' پر اضافت کی وجہ سے جر پڑھا جائے چنانچہ ایک جماعت نے اسی کو صواب (درست) بتایا ہے لیکن جمہور محدثین وغیرہم کے نزدیک مشہور مذہب منع صرف کا ہے کیونکہ اس میں علمیت اور ترکیب ہے اور اب یہ بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہے، پس ''ابو ہریرۃ'' میں دو مختلف حیثیات سے اصل حالت اور موجودہ حالت دونوں کی رعایت ہے کہ اصل حالت کے اعتبار سے ''ابو'' کا اعراب بدلتا رہتا ہے اور موجودہ حالت کے لحاظ سے ''ہریرۃ'' کی تاء پر ''جر'' نہیں آتا۔

قوله الايمان بضع و سبعون شعبة...... :۔ بضع کے اصلی معنی ٹکڑے کے ہیں پھر اس کا اطلاق تین سے نو تک کے عدد پر کیا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی عدد کا ایک ٹکڑا ہے۔ شعبہ کے اصلی معنی شاخ کے ہیں۔ اور یہاں اس سے مراد عمدہ خصلت ہے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ کمال ایمان کے کچھ اوپر (۷۰) شعبے ہیں۔ مثلاً اعمال قلب میں ایمانیات ستہ اور اعمال لسان میں تلاوت ذکر دعا اور ظاہریہ اعمال ارکان اربعہ صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج اور اصلاح بین الناس اور صلہ رحمی وغیر ذلک۔

سوال ......: بخاری کی ایک روایت میں بضع و ستون آیا ہے تو یہ تعارض ہوا۔

جواب نمبر ۱......:۔ آنحضرت ﷺ کو پہلے اقل اور پھر اکثر کا علم دیا گیا ہے۔

جواب نمبر ۲......:۔ یہاں عدد سے مراد تحدید نہیں بلکہ تکثیر ہے جو ساٹھ اور ستر دونوں کو شامل ہے۔

جواب نمبر ۳......:۔ ایمان کے بعض اعمال بعض کے ساتھ مشابہ ہیں تو جن کو صحابہؓ نے متشابہات کو الگ شمار کیا۔ انہوں نے زیادہ شمار بتایا اور جنہوں نے ایسا نہیں کیا انہوں نے کم تعداد بتائی۔

جواب نمبر۴......۔علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کے عدد قلیل عدد کثیر کے منافی نہیں کیونکہ وہ کثیر کے ضمن میں آجاتا ہے پھر قلیل کی خصوصیت ذکری مقتضی حال کی وجہ سے ہے۔

قولہ فافضلھا ......یہ فاء تفریعیہ ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے اذا کان کمال الایمان ذا خصال متعددۃ فافضلھا الخ۔

قولہ اماطۃ الاذی ......:اماطہ کے معنی ازالہ کے ہیں اور اذی یا تو مصدر بمعنی اسم فاعل ہے یا مبالغۃ وصف مصدر کا ذات پر حمل کیا گیا ہے اور اس سے مراد موذی چیز ہے مثلاً کانٹا، پتھر، نجاست، چھلکا وغیرہ۔

قولہ والحیاء شعبۃ من الایمان ......۔حیاء کی تخصیص کیوجہ یہ ہے کہ وہ تمام اخلاق حسنہ اور کل شعب ایمانیہ کے لئے باعث و محرک اور داعی و منبع ہے کیونکہ حیادار آدمی دنیا اور آخرت کی رسوائی سے بچنے کے لئے تمام معاصی سے اجتناب کرتا ہے اور تمام نیکیوں کو بجالاتا ہے۔

سوال......:بعض اوقات کافر میں بھی حیاء ہوتی ہے۔جواب......:حیاء دو قسم پر ہے۔(۱) حیاء نفسانی یعنی طبعی (۲) حیاء ایمانی یعنی حقیقی۔تو حیاء نفسانی طبعی وہ احساس ندامت ہے جو کسی قابل ملامت یا قابل عیب چیز کے اندیشہ سے پیدا ہو مثلاً کشف عورۃ اور جماع بین الناس سے حیاء ھو تغیر یعرض الانسان من خوف مایلام علیہ او یعاب بہ اور حیاء ایمانی حقیقی کی تعریف یہ ہے ھو ملکۃ تمنع الانسان من ترک الطاعات و ارتکاب المعاصی و الفواحش بسبب الایمان تو یہاں حیاء ایمانی حقیقی مراد ہے جو صرف مؤمن میں پائی جاتی ہے۔نہ کہ کافر میں بھی۔

وعن عبداللہ بن عمروؓ......حالات عبداللہ بن عمروؓ بن عاصؓ......۔آپ اپنے والد عمرو بن العاص سے پہلے اسلام لائے اور آپؓ کے والد ۸ ھج میں مشرف باسلام ہوئے آپ اپنے والد سے صرف بارہ سال عمر میں چھوٹے تھے یہ دونوں حضرات بہت بہادر اور اسلام کے قابل فخر جرنیل تھے آپ نے مکہ یا طائف یا مصر میں ۶۵ ھج یا ۷۳ ھج میں وفات پائی۔آپ رات کو چراغ بجھا کر قیام لیل کرتے اور بہت زیادہ روتے تھے حتی کہ آخر عمر میں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی چونکہ آپ احادیث کو لکھ لیتے تھے اس لئے آپ کے پاس احادیث حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی زیادہ تھیں لیکن کتب احادیث میں صرف سات سو (۷۰۰) مذکور ہیں۔

قولہ المسلم......: یہاں کامل مسلمان مراد ہے اسکی نظیر الناس العرب، المال الابل ہے۔

قولہ من سلم المسلمون (صفحہ۱۲)......مسلمات کا بھی یہی حکم ہے اور دوسری نصوص کی وجہ سے اہل

ذمہ کے بھی یہی احکام ہیں اور مسلمین کی تخصیص بطور تغلیب کے ہے چنانچہ ابن حبان کی روایت میں من سلم الناس آیا ہے۔

قوله من لسانه......: مثلاً سب وشتم، غیبت، بہتان، استہزاء، چغل خوری، جھوٹی گواہی، لعن طعن وغیرہ۔

قوله و یده...... : مثلاً ضرب ناحق، قتل ناحق، غلط تحریر، دھکا دینا، زخمی کرنا، گرانا، لوٹ مار کرنا۔ غرضیکہ کسی طرح بھی تکلیف نہ پہنچائی جائے لیکن حدود، قصاص، تعزیر، تادیب اطفال، دفاع وغیرہ شرعاً اس سے مستثنٰی ہیں پھر زبان اور ہاتھ کے ذکر سے مراد پوری ذات انسان ہے باقی ان دو کی تخصیص اسلئے ہے کہ غالب واکثر ایذاء رسانی انہی دو چیزوں سے ہوتی ہے یا اس لئے یہ کہ ایذاء دو قسم پر ہے۔(۱) قولی (۲) فعلی تو حدیث میں ان دو اقسام کی نفی مراد ہے۔**قوله والمهاجر من هجر الخ**......اس کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ آنحضرت کے زمانے میں ہجرت مدینہ کمال ایمان کی علامت تھی پھر اس حدیث میں حقوق العباد کی خصوصیت کی وجہ اہتمام شان ہے کیونکہ حقوق العباد قابل عفو نہیں۔

وعن انسؓ ......: ۔حالات حضرت انسؓ......: آپؓ کی کنیت ابوحمزہ اور والد کا نام مالک بن نضر ہے۔ قبیلے کے لحاظ سے خزرجی ہیں آپؓ کی والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان ہے۔ حضور ﷺ کے خادم خاص تھے جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت انسؓ کی عمر دس سال کی تھی۔ اسی وقت سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور دس سال تک خدمت کی۔ آپؓ ہمیشہ مدینہ طیبہ میں رہے۔ لیکن خلافت عمر فاروقؓ میں تعلیم فقہ کے لئے بصرہ میں منتقل ہو گئے اور وہیں ۹۱ھ کو بعمر ۹۹ سال وفات پائی۔ آپؓ کثیر الاولاد تھے حتی کہ عند البعض پوری سو اور عند البعض ۸۰ اولاد تھی جن میں سے ۷۸ ذکور اور صرف دو اناث تھیں آپؓ سے بہت سی مخلوق نے روایت کی ہے آپؓ کی کل مرویات ۱۲۸۶ ہیں۔

قوله لا یؤمن...... :اس میں ایمان کامل کی نفی مراد ہے۔**قوله احب** :محبت دو قسم پر ہے۔(۱) طبعی غیر اختیاری جیسا کہ طبعاً اپنی اولاد اور بیوی سے محبت ہوتی ہے۔(۲) عقلی اختیاری اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے مقتضیٰ عقلی کو طبعی خواہشات پر ترجیح دے جیسا کہ مریض کو کڑوی دوا باوجود خلاف طبیعت ہونے کے عقلاً پسند ہوتی ہے تو یہاں حب عقلی اختیاری مراد ہے کیونکہ طبعی غیر اختیاری محبت تو اکثر اولاد وغیرہ سے زیادہ ہوتی ہے یا یہاں حب ایمانی مراد ہے جس کا مطلب یہ ہو ہے کہ محبوب کی خواہش کو تمام ماسوا کی خواہشات واغراض پر ترجیح دے اور اس کا اندازہ بوقت مقابلہ ہو سکتا ہے مثلاً جب قول والدین، قول رسول کے مقابل ہو

جائے تو کامل مومن قول رسول ﷺ کو ترجیح دیتا ہے۔

قوله من والده وولده ...... : والد کی تخصیص اصل ہونے کی وجہ سے ہے یا والد سے مراد ذی ولد ہے جو ماں اور باپ دونوں کو شامل ہے یا والد سے مراد اصول ہیں اور ولد سے مراد فروع ہیں۔

قوله والناس اجمعین ......: اس میں مومن کا اپنا نفس بھی شامل ہے۔

وعنه ای وعن انسؓ ......**قوله ثلاث** ......: ای ثلاث خصال اور وہ تین چیزیں یہ ہیں (۱) حب اللہ ورسولہ (۲) الحب فی اللہ (۳) مبغوضیت کفر۔ **قوله حلاوة الایمان** ...... اس حدیث میں ایمان کو ایک شیریں چیز کیساتھ تشبیہ دی ہے اور پھر اس کے لئے حلاوت کو ثابت کیا ہے اور حلاوت ایمان سے مراد طاعات کی رغبت ولذت اور اتباع دین میں تکالیف کا برداشت کرنا ہے۔

قوله مما سواهما ...... :شبہ۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک خطیب نے یوں خطبہ پڑھا من یطع اللہ و رسولہ فقد رشد و من یعصھما فقد ضل و غوی تو اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کے بئس خطیب القوم انت کیونکہ اس نے یعصھما میں اللہ اور رسول کو جمع کر دیا تھا جو صحیح نہیں ہے تو پھر اس حدیث میں آپ ﷺ نے دونوں کو کیوں جمع فرمایا؟ جواب نمبر۱......:۔ مقام ایمان اور مقام عصیان میں فرق ہے کیونکہ کمال ایمان کے لئے تو دونوں ہی کی محبت ضروری ہے اس لئے آپ نے جمع فرمایا لیکن عصیان کے لئے صرف ایک کی نافرمانی بھی کافی ہے اسلئے آپ نے خطیب کو منع فرمایا۔

جواب نمبر۲......:۔ دراصل اس خطیب نے وقف کی غلطی کی تھی کہ و یعصھما پر ٹھہر گیا جسکی وجہ سے معنیٰ میں قباحت اور خرابی پیدا ہوگئی اس لئے آپ نے خطیب کو منع فرمایا۔

جواب نمبر۳......:۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ جمع کرنے میں شرک کا ایہام تھا اس لئے آپ نے خطیب کو منع فرمایا اور آنحضرت ﷺ کے کلام میں شرک کا ذرا بھی احتمال نہ تھا اس لئے آپ نے جمع فرمایا۔ یہ بہترین جواب ہے۔

قوله ومن یکره ان یعود فی الکفر (صفحہ۱۲)......شبہ:۔ عود فی الکفر تو نومسلم میں متحقق ہوسکتا ہے لیکن جو جدی پیدائشی مسلمان ہے اسمیں عود فی الکفر کیسے متحقق ہوسکتا ہے۔

جواب نمبر۱:۔ یہاں عود کے معنیٰ انتقال ورجوع کے نہیں بلکہ مطلق صیرورۃ اور اختیار کے معنیٰ مراد ہیں جو جدی مسلمان کو بھی شامل ہیں جیسا کہ قرآن میں انبیاء کے متعلق ارشاد ہے اولتعودن فی ملتنا (پارہ۱۳)

جواب نمبر۲......:۔ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہاں نومسلم مراد ہے لیکن یہاں سے پیدائشی مسلمان کا حکم بطریق قیاس یا بطریق اولیٰ سمجھا جائیگا۔

جواب نمبر۳......:۔کفر دو قسم پر ہے (۱) بالفعل (۲) بالقوۃ اور یہاں عام معنیٰ مراد ہے کیونکہ ہر انسان میں کفر و شرک کی استعداد تو موجود ہے اور یہی کفر بالقوہ ہے۔

وعن العباسؓ بن عبد المطلب...... حالات حضرت عباسؓ:۔آپ حضورﷺ کے چچا ہیں واقعۂ فیل سے ایک سال قبل پیدا ہوئے آپؓ آنحضرتﷺ سے دو سال بڑے تھے حضرت عباسؓ سے کسی نے پوچھا آپ بڑے ہیں یا حضورﷺ؟ تو حضرت عباسؓ نے جواب دیا **انا اکبر وهو اعظم** آپ نے ۱۲ رجب المرجب ۳۲ ھ میں بعمر ۸۸ برس وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے آپؓ کی کل مرویات ۳۵ ہیں آپؓ سے آپؓ کے صاحبزادوں حضرت عبد اللہ اور کثیر اور عبید اللہ نیز عامر بن سعد نے روایت کی ہے۔

وعن ابی ھریرۃؓ......: اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرتﷺ کی بعثت سب لوگوں کے لئے عام ہے۔**قوله والذی نفس محمد بیده ......:** اس سے مختار کل کے معروف مسلکے کی تردید ہو گئی اور اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لئے ید ثابت کرنا یہ متشابہات میں سے ہے اور متشابہات کے بارے میں علماء کے دو مسلک ہیں (۱) متقدمین کے نزدیک تفویض الی اللہ یعنی ان کی حقیقت و کیفیت کو علم الٰہی کے حوالے کرنا چاہئے کہ **له ید علی ما یلیق بشانه لا کید المخلوقین**۔(۲) متاخرین کے نزدیک مناسب تاویل کرنی چاہئے مثلاً ید سے مراد قدرت ہے کیونکہ اکثر قدرت کا مظہر اور ظاہری سبب ہاتھ ہوتے ہیں تو یہاں ذکر سبب...اور ارادۂ مسبب ہے۔متقدمین کا مذہب غلطی سے اسلم (زیادہ سالم) ہے اور متاخرین کا مسلک ضعفاء العقول کے لئے زیادہ محکم ہے دراصل یہ اختلاف زمانے کے اختلاف کی وجہ سے ہے کیونکہ متقدمین کے زمانے میں لوگ سلیم الطبع تھے اور بدعت سے دور تھے اور وہ ان الفاظ سے غلط مطلب نہیں لیتے تھے اس لئے تاویل کی ضرورت نہ پڑی لیکن متاخرین کے زمانے میں اہل ہوا پیدا ہوئے جنہوں نے ان الفاظ سے اللہ کی جسمانیت وغیرہ ثابت کی اس لئے ضعفاء العقول کے تحمل و دفع تشویش کے لئے مناسب تاویل کی ضرورت ہوئی تاکہ ان کی تردید ہو جائے۔

قوله لا یسمع بی احد......: اصل عبارت یوں ہے **لیس احد یسمع بخبر رسالتی ثم یموت الخ**

قوله یهودی ولا نصرانی ...... : یہود ونصاریٰ کی تخصیص مزید تقبیح کے لئے ہے کہ باوجود علم کے انکار کرنا نہایت برا ہے یا اس طرف اشارہ ہے کہ جب اہل کتاب مکلف ہیں تو غیر اہل کتاب بطریق اولیٰ مکلف ہیں۔

وعن ابی موسیٰ الاشعری ...... : حالات ابی موسیٰؓ ......: آپؓ کا نام عبداللہ بن قیس اشعری ہے اور اشعری بنواشعر قبیلہ کی طرف منسوب ہے آپؓ مکہ میں ایمان لائے اور پھر ارض حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ۲۰ھ میں حضرت عمر فاروقؓ نے آپؓ کو بصرہ کا والی و حاکم بنایا۔ آپؓ نے "اھواز" فتح کیا۔ ۵۲ھ میں وفات پائی۔

قولہ' ثلاثة ...... : ای ثلاثة اشخاص۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں ازواج مطہرات کا بھی یہی مذکور حکم ہے چنانچہ ارشاد ہے **ومن یقنت منکن لله و رسوله و تعمل صالحا نؤتها اجرها مرتین** (پارہ ۲۲) تو یہ کل چار اشخاص ہو گئے اور بعض علماء نے استقراء سے چار سے بھی زائد نقل کئے ہیں پھر اس حدیث میں تین کی تخصیص کیوں ہے؟ جواب نمبر۱ ......: یہاں تحدید مقصود نہیں بلکہ مخاطبین کے خصوصیت اور مقتضیٰ حال کے مناسب تین کے عدد کو ذکر کیا۔ جواب نمبر۲ ......: چونکہ یہ تین قسم کے لوگ تقریباً ہر زمانے میں پائے گئے ہیں۔ بخلاف ازواج مطہرات وغیرھن کے اس لئے ان تین کو خاص کیا ہے **قوله والعبد المملوک** ...... : مملوک کی قید اس لئے لگائی کہ آزاد نکل جائے ورنہ عباداللہ میں تو وہ بھی داخل ہے۔ **قوله و حق موالیه** ...... : جمع کا صیغہ اس لئے لائے کہ العبد پر الف لام جنس کا ہے تو ہر عبد کے لئے ایک مولیٰ ہوگا یا اس لئے کہ ایک غلام عادۃً مختلف ہاتھوں میں فروخت ہوتا رہتا ہے۔ یا اس لئے کہ یہاں عبد مشترک مراد ہے۔ **قولہ' فادبها** ...... : اس سے آداب خدمت، آداب نشست و برخاست اور حسن اخلاق کی تادیب مراد ہے۔ **قوله فاحسن تادیبها** ...... : یعنی کما حقہ اور بغیر ناحق سختی کے تادیب کی۔ **قوله وعلمها** اس سے احکام شرعیہ اور مسائل دینیہ کی تعلیم مراد ہے۔

قوله فله اجران ...... : اجرین کی توجیہ میں تین اقوال ہیں۔ **قول اول** ...... یہ کہ کتابی عبد مولیٰ ان تین میں سے ہر ایک کے دو دو عمل ہیں لہٰذا ثواب بھی دو دو ملیں گے اس قول پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ ہر دو عمل کرنے والے شخص کو دو ثواب ہوتے ہیں مثلاً نماز پڑھنا، روزہ رکھنا۔ تو پھر ان تین کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان تین کی تخصیص مزید ترغیب اور اہتمام شان کے لئے ہے نیز اس وہم کے دفعیہ

کے لئے ہے کہ شاید اس وجہ سے ان کے لئے دو ثواب نہ ہوں کہ حضور ﷺ پر ایمان لانے کے بعد پہلا ایمان غیر معتبر ہوا اور مولیٰ کا حق ادا کرنا تو غلام کی اپنی ڈیوٹی ہے اور لونڈی سے نکاح کرنا تو مولیٰ کی ذاتی منفعت ہے لہٰذا اس وہم کو رفع کر دیا۔ **قول ثانی** ...... یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ان تین کے دو مذکورہ اعمال میں سے ہر عمل پر دو ثواب دیتے ہیں یہی قول راجح ہے۔ **قول ثالث** ......: یہ ہے کہ ان تین اشخاص کے لئے ہر عمل میں مطلقاً دو ثواب ہوتے ہیں۔

وعن ابن عمرؓ ...... اس حدیث کا اور آئندہ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اجراء احکام اسلامیہ اور حفاظت مسلم کے لئے صرف اقرار لسانی اور اسلام کی ظاہری علامات مثلاً اقامت صلوٰۃ وغیرہ کافی ہیں باقی دل کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ **قوله حتى يشهد و ان لا اله الا الله الخ** ...... اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہاں قبول جزیہ وغیرہ کی صورتیں مذکور نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ **حتى يشهدوا** سے مراد اعلاء کلمۃ اللہ ہے جس کی بہت سی صورتیں ہیں مثلاً قبول جزیہ، اقرار توحید ورسالت، طلب امن، طلب صلح، ذمیت وغیرہ تو یہاں اعلاء کلمۃ اللہ کی ایک بڑی صورت اور فرد کامل ذکر کر کے مطلق اعلاء مراد ہے یعنی ذکر خاص اور ارادہ عام ہے **قوله ويقمو الصلوٰة و يؤتوا الزكوٰة** ......: یہاں دو شبہات ہیں۔

شبہ اولیٰ ...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امور اربعہ مذکورہ یعنی توحید، رسالت، نماز، زکوٰۃ کا عامل محقون الدم ہے اگرچہ باقی احکام کا منکر ہو۔

جواب نمبر ۱ ......: شہادت بالرسالت مستلزم ہے **تصديق بجميع ما جاء به النبى** ﷺ کو چنانچہ صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں **حتى يشهدوا و يؤمنوا بى وبما جئت به**۔

جواب نمبر ۲ ......: **الا بحق الاسلام** باقی تمام احکام کو شامل ہے۔

شبہ ثانیہ ......: اس حدیث میں صوم حج کا ذکر نہیں۔

جواب نمبر ۱ ......: اس وقت تک یہ دونوں فرض نہیں ہوئے تھے۔

جواب نمبر ۲ ......: نماز بدنی عبادت کی اور زکوٰۃ مالی عبادت کی اصل ہے اس لئے ان دونوں کو خاص کیا ہے۔

وعن انسؓ ...... **قوله من صلىٰ صلوتنا** (صفحہ ۱۲) ...... مطلب یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کے موافق نماز پڑھے یعنی رکوع بھی کرے کیونکہ یہود کی نماز میں رکوع نہیں تھا اور پنج وقتہ نماز پڑھے کیونکہ پہلی امتوں میں صرف دو یا ایک نماز تھی اور ایسی نماز اقرار توحید اور اعتراف نبوت پر موقوف ہے اور اعتراف نبوت

تمام احکام شرعیہ کو مستلزم ہے اس لئے نماز اسلام کی علامت ہے۔

قولہ واستقبل قبلتنا......: یعنی اہل کتاب والا قبلہ نہ ہو بلکہ وہ مسلمانوں کے قبلے کی طرف متوجہ ہو اور اگر چہ نماز کا ذکر استقبال قبلہ کو مستلزم ہے مگر چونکہ نماز کے بعض افعال مثلاً قیام وغیرہ امت محمدیہ کے ساتھ مخصوص نہیں تھے اور قبلہ بیت اللہ امت محمدیہ کے ساتھ مخصوص تھا اس لئے اس کو علیحدہ ذکر کیا گیا۔

قولہ واکل ذبیحتنا...... اکل ذبیحہ عبادت اور عادت دونوں کو شامل ہے تو آپ نے ایسا ممیز ذکر فرمایا جو عادت میں بھی تمیز کردے کہ وہ مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہو کیونکہ بعض کفار اہل اسلام کا ذبیحہ نہ کھاتے تھے اور اس سے پہلے دو ممیزات صرف عبادتی ہیں بہرحال یہاں حصر مقصود نہیں بلکہ علامات کفر کا فقدان اور علامات اسلام کا وجود مراد ہے اور ان تین علامات کی خصوصیت مقتضائے زمانہ کی وجہ سے ہے۔

قولہ فلا تخفر واللہ فی ذمتہ......: یعنی تم مت خیانت کرو اللہ سے اللہ کے عہد امان میں یا تم مت عہد شکنی کرو اللہ سے اسکے اہل ذمہ کے حق میں۔

وعن ابی ھریرۃ؄ ...... **قولہ اتی اعرابی**...... اس اعرابی کا نام لقیط بن صبرہ ہے۔

قولہ دخلت الجنۃ...... یہاں جنت کا دخول اولی مراد ہے جو بغیر عذاب کے ہو۔

قولہ تعبد اللہ...... یہ خبر بمعنی امر ہے ای اعبد اللہ یا لفظ ان مقدر ہے جس کی وجہ سے بتاویل مصدر مبتداء محذوف کی خبر ہے ای ھو ان تعبد اللہ۔

قولہ و تصوم رمضان ...... **سوال**......: اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں؟

جواب......: یہ واقعہ ۸ ہجری کا ہے اور حج کی فرضیت مشہور قول کے مطابق ۹ ہجری میں ہوئی۔

قولہ لا ازید علی ھذا شیئا ولا انقص......: اس کے دو مطلب ہیں۔ اول یہ کہ میں اپنی طرف سے ان احکام میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل نہیں کروں گا مثلاً نماز چار رکعت کی بجائے پانچ یا تین نہ پڑھوں گا یہ مطلب نہیں کہ باقی احکام کے معلوم ہو جانے کے بعد بھی ان پر عمل نہیں کروں گا دوم یہ شخص اپنی قوم کا نمائندہ تھا تو مطلب یہ ہے کہ ان احکام کی تبلیغ میں کمی و بیشی نہیں کروں گا یہی مطلب راجح تر ہے۔

قولہ ان ینظر الی رجل من اھل الجنۃ......: **سوال**......: جنت کے دخول اولی کے لئے تمام واجبات کی پابندی اور تمام محرمات سے اجتناب ضروری ہے حالانکہ یہاں ان کا ذکر نہیں۔

جواب......عبادت کا مفہوم سب واجبات کو شامل ہے اور نماز کی صفت قرآن کریم میں یہ آئی ہے ان

الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر (پارہ۲۱) لہٰذا نماز اور عبادت کے ہوتے ہوئے دیگر محرمات اور واجبات کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

وعن سفیان بن عبد اللہ الثقفی...... : حالات:۔ آپ کی کنیت ابوعمرو ثقفی ہے ان کا شمار اہل طائف میں ہوتا ہے حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں آپ طائف کے عامل رہے۔ آپ کی صحبت بھی آنحضرتؐ سے ثابت ہے آپ کی کل مرویات صرف پانچ احادیث ہیں۔

قولہ لا اسئل عنہ احدا بعدک...... یعنی ایسا جامع اور مفید کلام ارشاد فرما دیجئے کہ آپ کے سوا کسی سے ایسے جامع کلام کے مزید سوال کی ضرورت نہ رہے۔

قولہ قل امنت باللہ ثم استقم (صفحہ۱۲)...... یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے کیونکہ یہ تمام ایمانیات اور تمام طاعات کو شامل ہے ایمانیات کا ذکر امنت باللہ میں ہے اور طاعات کا ذکر ثم استقم میں ہے کیونکہ استقامت نام ہے ہر مامور کی ادائیگی اور ہر منکر سے پرہیز کرنے کا تو دین کے کسی حکم سے ادنیٰ انحراف اور معمولی کج بھی استقامت کی ضد ہے لہٰذا استقامت مراد ہے شریعت کی پوری پابندی سے اور یہ بہت بڑی چیز ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم و لا ھم یحزنون (پارہ۲۶) اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سورۂ ھود نے بوڑھا کر دیا کیونکہ اس میں یہ حکم ہے فاستقم کما امرت۔ اور حضرات صوفیائے کرام فرماتے ہیں الاستقامۃ خیر من الف کرامۃ (مرقات جلد۱، صفحہ۸۴)

وعن طلحۃ بن عبید اللہؓ ...... حالات......: آپ کی کنیت ابومحمد قریشی ہے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے جنگ احد میں چوبیس زخم نیزوں اور تلواروں کے آنحضرت ﷺ کی حفاظت میں اپنے جسم پر برداشت کئے جنگ جمل میں بروز جمعرات ۲۰ جمادی الاخری ۳۶ھ میں بعمر ۶۴ برس شہید ہوئے۔

قولہ جاء رجل ...... : یہ شخص ضمام بن ثعلبہ تھا جو قبیلہ بنی سعد بن بکر کا نمائندہ بن کر آیا تھا۔ اور اہل نجد میں سے تھا۔ **قولہ من اھل نجد......** : ملک عرب کے دو حصے ہیں ایک پستی والا جس کو تہامہ کہتے ہیں اور دوسرا بلندی والا جس کو نجد کہتے ہیں اور تہامہ مکہ اور عراق کے مابین ہے۔

قولہ ثائر الراس ...... : یعنی سر کے پراگندہ اور بکھرے ہوئے بالوں والا اور یہ یا تو مرفوع ہے اور رجل

کی صفت ہے اور یا منصوب ہے اور رجل سے حال ہے پھر اس سے مراد مجازاً بال ہیں تو ذکر محل کا ارادہ حال کا ہے یا مضاف محذوف ہے ای ثائر شعر الراس۔

قولہ دوی صوتہ (صفحہ ۱۲)......یعنی گنگنی آواز۔ دراصل دوی شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد وہ پوشیدہ اور گنگنی آواز ہے جس کا مطلب نہ سمجھا جائے۔ اس سے اس شخص کی رغبت فی الطلب معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب آدمی دوڑتا ہے تو اس کے منہ سے ایک آواز مسموع ہوتی ہے یا مقصد یہ ہے کہ وہ شخص جو پیغام اپنی قوم کی طرف سے لایا تھا اس کو دہرا رہا تھا۔

قولہ فاذا ھو یسئل عن الاسلام ......: ای عن فرائض الاسلام و احکامہ چنانچہ صحیح بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے اخبرنی ماذا فرض اللہ علیّ (مرقات جلد ۱، صفحہ ۸۶)

قولہ فقال لا الا ان تطوع...... سوال......: اس حدیث میں آپ نے وتر کا ذکر نہیں کیا جس سے شوافع کا مذہب ثابت ہوا کہ وتر واجب نہیں بلکہ نفل ہیں۔ جواب نمبر ۱: یہاں فرض نماز مراد ہے۔ اور وتر واجب ہے نہ کہ فرض۔ جواب نمبر ۲:۔ وتر عشاء کے تابع ہے۔ جواب نمبر ۳:۔ یہ وتر کے وجوب سے پہلے کا واقعہ ہے **قولہ قال و ذکر لہ رسول اللہ ﷺ الخ**...... قال کا فاعل طلحہ ہے۔ طلحہ راوی کو آنحضرت ﷺ کے الفاظ بھول گئے اس لئے لفظ ذکر بولا۔ اس سے معلوم ہوا کہ روایت باللفظ اصل ہے اور اگر لفظ بھول جائیں تو ان کی طرف اجمالی اشارہ کر دیا جائے۔

سوال ......: اس حدیث میں شہادتین اور حج کا ذکر نہیں؟ جواب یہ ہے کہ سائل مسلمان تھا اور سوال بھی فرائض اسلام کا تھا نہ کہ حقیقت اسلام کا۔ اس لئے شہادتین کے ذکر کی تو حاجت نہیں تھی اور حج ابھی تک فرض نہیں کیا گیا تھا۔

قولہ افلح الرجل ان صدق (صفحہ ۱۳)......سوال......: اس حدیث میں اور اوپر والی حدیث ابی ہریرۃؓ میں ایک ہی شخص کا واقعہ مذکور ہے حالانکہ وہاں خوشخبری مطلق تھی اور یہاں مقید ہے جواب نمبر ۱......: علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ دونوں احادیث کا سیاق اور طرز بیان مختلف ہے لہٰذا اتحاد واقعہ کا دعوی درست نہیں۔ جواب نمبر ۲......:۔ بصورت تسلیم اتحاد واقعہ اس سائل کے سامنے مقید اور اس کے چلے جانے کے بعد مطلق خوشخبری دی تا کہ سائل مغرور نہ ہو۔

جواب نمبر ۳......:۔ فلاح سے مراد جنت کا دخول اولی ہے جو مقید ہے اور نفس دخول جنت مطلق و عام ہے۔

حدیث وفد عبدالقیس ۔وعن ابن عباسؓ ...... حالات عبداللہ بن عباسؓ......

حضورﷺ کے چچازاد بھائی ہیں ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے جب حضورﷺ کا وصال ہوا تو آپ کی عمر ۱۳ سال تھی حضورﷺ نے ان کے لئے حکمت وفقہ اور تفسیر قرآن کی دعا فرمائی تھی اسی لئے ان کو رئیس المفسرین کہا جاتا ہے۔ آپؓ نے حضرت جبرئیل علیہم السلام کو دو دفعہ ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے اسی لئے آخر عمر میں آپ نابینا ہو گئے تھے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانے میں بمقام طائف ۶۸ ھ میں بعمر ۷۱ سال وفات پائی۔

قوله ان وفد عبد القيس......: وفد جمع ہے وافد کی یعنی وہ منتخب جماعت جو کسی مشترک اور اہم غرض کے لئے بادشاہ یا حاکم کے پاس جائے اور عبدالقیس قبیلے کے باپ کا نام ہے جو ربیعہ بن نزار پر منتہی ہوتا ہے۔

قوله لما اتوا النبی ﷺ: اس وفد کے آنے کا قصہ یہ ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کا ایک شخص منقذ ابن حیان بحرین سے مدینہ طیبہ بغرض تجارت آیا۔ وہ بازار میں بیٹھا تھا کہ وہاں سے حضورﷺ کا گزر ہوا وہ آپﷺ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ حضورﷺ اس کا اور اس کی قوم کا حال پوچھا اور فرمایا "امنقذ انت" وہ شخص آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ آنحضرتﷺ نے اس کو سورۃ فاتحہ اور سورۃ اقرأ سکھائی اور اس کے قبیلے کے رئیس کے نام ایک والا نامہ بغرض دعوت اسلام لکھوایا۔ اس وقت قبیلہ عبدالقیس کے رئیس منذر بن عائذ تھے جن کا لقب آپ نے بعد میں اشج رکھا کیونکہ ان کے چہرے پر زخم کے کچھ نشان وغیرہ تھے منذر نے قبیلے کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور حضورﷺ کا مکتوب گرامی پڑھ کر سنایا۔ ساری قوم اسی وقت مسلمان ہو گئی اور پھر ایک وفد تیار کر کے آنحضرتﷺ کی خدمت میں بھیجا یہ وہی وفد ہے جس کا ذکر حدیث ہذا میں ہے اس وفد کے افراد کی تعداد بعض روایات میں چودہ اور بعض روایات میں چالیس آئی ہے۔ علماء نے دو طرح تطبیق دی ہے (۱) بعض علماء نے کہا کہ وفد عبدالقیس دو مرتبہ آیا ہے ایک مرتبہ چودہ آدمی تھے سن ۵ ھ میں اور دوسری بار میں چالیس آدمی تھے سن ۸ ھ میں (۲) بعض نے فرمایا کہ کل چالیس تھے جن میں سے چودہ شرفاء اور معززین تھے۔

قوله او من الوفد......: او شک راوی کے لئے ہے اور ایسے مقامات میں لفظ او کے بعد قال پڑھنا چاہئے۔

قوله مرحبا بالقوم......: ای اتی القوم موضعا واسعا او زمانا واسعا یعنی کشادہ مکانی اور خوش وقتی میں آئی ہمارے محاورے میں خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ **قوله غير خزايا** ...... یہ خزیان کی جمع

ہے بمعنی رسوا۔ **قولہ و لاندامیٰ**..... یہ یا تو ندمان کی جمع ہے یا علیٰ خلاف القیاس نادم کی جمع ہے بمعنی شرمسار و پشیمان مطلب یہ ہے کہ تم لوگ رغبت و خوشی سے مسلمان ہوئے ہو اور ضرب و حرب، قید و بند کی ذلت و رسوائی اور ندامت تمہیں نہیں اٹھانی پڑی۔

قولہ الا فی الشھر الحرام...... :۔ یا تو جنس مراد ہے تو چاروں مہینوں کو شامل ہے یعنی رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم الحرام یا اس سے مراد جنس نہیں بلکہ صرف رجب کا مہینہ ہے کیونکہ کفار مضر ماہ رجب کا زیادہ احترام کرتے تھے اسی لئے رجب کو رجب مضر کہا جاتا ہے۔

قولہ بامر فصل : یہ یا تو بمعنی فاصل ہے ای فاصل بین الحق والباطل یعنی اٹل اور فیصلہ کن بات یا یہ بمعنی مفصول ہے یعنی ظاہر اور واضح امر۔ **قولہ و سألوہ عن الاشربۃ**...... وفد عبد القیس کو خمر کی حرمت تو پہلے سے معلوم تھی اس لئے یہاں ظروف اشربہ مراد ہیں اور انھیں کے متعلق سوال تھا۔

قولہ فامرھم باربع...... :۔ **سوال** ......: آگے تفصیلات میں پانچ مامورات کا ذکر ہے۔(۱) ایمان باللہ (۲) نماز (۳) زکوٰۃ (۴) روزہ (۵) خمس غنیمت۔ تو اجمال اور تفصیل میں مطابقت نہیں؟

جواب نمبر۱ ......:۔ علامہ قرطبیؒ اور علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں چونکہ وہ لوگ مسلمان تھے و نیز ایمان تمام اعمال کی اساس و بنیاد بھی ہے اس لئے بطور جملہ معترضہ تبرک و تمہید کے لئے اولا ایمان اور شہادتین کا ذکر فرمایا اس کے بعد اصل مقصود یعنی مامورات اربعہ کا ذکر ہے۔ اس توجیہ کی تائید مزید صحیح بخاری جلد۲، صفحہ ۹۱۲ کی روایت سے ہوتی ہے **فامرھم باربع و نھاھم عن اربع اقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ و صوموا رمضان و اعطوا خمس ما غنمتم**۔

جواب نمبر۲ ......:۔ ابن بطالؒ اور قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ اصل مقصود پہلے چار احکام ہیں۔ باقی خمس غنیمت کا ذکر علیٰ اسلوب الحکیم خاص ان کی ضرورت کے لئے زائد فرمایا ہے کیونکہ ان کو کفار مضر سے جہاد کرنا پڑتا تھا اور وہاں سے غنائم حاصل ہوتے تھے۔

جواب نمبر۳ ......:۔ علامہ ابوعمرو بن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ **وان تعطوا** کا عطف **فامرھم باربع** کے اربع پر ہے تو یہ مامورات اربعہ کے علاوہ ایک مستقل مامور بہ ہے اربع میں داخل نہیں ولا تخالف۔

جواب نمبر۴ ......:۔ قاضی ابوبکر بن العربیؒ کہتے ہیں کہ صلوٰۃ و زکوٰۃ دونوں ایک چیز کے حکم میں ہیں کیونکہ ان کو قرآن کریم میں اکٹھا اور متصل ذکر کیا گیا ہے۔

جواب نمبر ۵....... ابن العربی ہی کہتے ہیں کہ ادائے خمس زکوٰۃ کے حکم میں ہے کیوں کہ دونوں کا تعلق مال سے ہے لہٰذا چار ہیں چیزیں مذکور ہوئیں نہ کہ پانچ۔ **قولہ عن الحنتم** ...... سبز رنگ کا روغن کیا ہوا چھوٹا گھڑا، مرتبان، صراحی۔ **قولہ الدباء** ...... خشک کدو کا برتن۔ **قولہ والنقیر** ...... کھجور کے تنے کو یا اور کسی لکڑی کو کرید کر بنایا ہوا برتن، پیالہ۔ **قولہ والمزفت** ...... تارکول اور رال سے طلاء شدہ سیاہ برتن۔ فائدہ۔ ظروف اربعہ کے استعمال سے ممانعت کی وجوہ....... دراصل لوگ ان برتنوں میں نبیذ رکھتے تھے تو اس کی ممانعت مقصود تھی اور مطلقاً ان برتنوں کے استعمال کی ممانعت مقصود نہیں تھی پھر نبیذ رکھنے کی ممانعت منسوخ ہوگئی جیسا کے مسلم کی روایت میں ہے **کنت نہیتکم عن الانتباذ الا فی الاسقیا فانتبذوا فی کل وعاء ولا تشربوا مسکرا** پھر ابتداءً ان برتنوں میں نبیذ رکھنے ممانعت کی وجوہ تین ہیں۔

(۱) تشدید...... یعنی لوگ ان برتنوں کو خمر میں استعمال کرتے تھے جب خمر حرام ہوئی تو ان برتنوں سے کلی مکمل انقطاع اور ممانعت ہوگئی تا کہ خمر سے بالکلیہ اجتناب ہو جائے پھر جب خمر سے لوگ بالکل متنفر اور دور ہو گئے تو یہ تشدید بھی اٹھا دی گئی۔

(۲) تشبہ...... بشرب الخمر یعنی ان برتنوں کے استعمال سے اور ان کے ذریعے نبیذ پینے میں شرب خمر سے تشبہ ہوتا تھا۔ (۳) بقائے اثر...... یعنی ابتداء ان برتنوں میں شراب کا اثر موجود تھا کچھ مدت کے بعد وہ اثر زائل ہو گیا تو اجازت دے دی گئی۔

وعن عبادۃ بن الصامت (صفحہ ۱۳)...... **حالات**...... آپؓ کی کنیت ابو الولید ہے قبل الہجرۃ مدینہ منورہ سے دو دفعہ بیعت کے لئے حاضر خدمت ہوئے ایک دفعہ عقبۂ اولیٰ میں جس میں بارہ آدمی شریک ہوئے اور دوسری دفعہ عقبۂ ثانیہ میں جس میں ستر آدمی شریک تھے۔ آپؓ جنگ بدر وغیرہ میں بھی حاضر ہوئے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں حمص کے قاضی مقرر ہوئے۔ حضور ﷺ نے آپؓ کو مدینہ منورہ کا سردار بنا کر بھیجا عقبہ اولیٰ کے بارہ نقباء میں سے ایک نقیب آپؓ بھی ہیں ۳۴ ہجری میں بعمر ۷۲ سال وفات پائی آپؓ کی کل مرویات ۱۸۱ ہیں۔

قولہ عصابۃ ...... ای جماعۃ۔ یہ بکسر العین اسم جمع ہے جو دس سے چالیس تک کی جماعت پر بولا جاتا ہے۔ **قولہ بایعونی** ...... بیعت کے معنیٰ معاہدہ و طاعت کے ہیں۔ بیعت میں بیع کے ساتھ تشبیہ

ہے کیونکہ بیع میں ثمن مبیع کا عوض ہوتا ہے اور بیعت میں ثواب وطاعت کا عوض ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے ان اللہ اشتری من المؤ منین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ (پارہ۱۱)۔

فائدہ......**بیعت چار قسم پر ہے** ۔(۱) بیعت اسلام (۲) بیعت جہاد (۳) بیعت خلافت (۴) بیعت طریقت۔ تو بیعت اسلام تمام صحابہ کرامؓ نے کی اور بیعت جہاد حدیبیہ کے موقع پر ڈیڑھ ہزار (۱۵۰۰) صحابہ کرامؓ نے کی اور بیعت خلافت حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر صحابہؓ نے کی اور بیعت طریقت حدیث باب سے نیز اس آیت قرآنیہ سے ثابت ہے یایھا النبی اذا جاء ک المؤمنت یبایعنک علیٰ ان لا یشر کن باللہ شیئا و لا یسرقن و لا یزنین (الایہ، پارہ۲۸) بیعت طریقت دراصل نام ہے کسی بزرگ کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کرنیکا اور پابندی شریعت کا معاہدہ کرنے کا تو ظاہر ہے کہ اس کے استحسان میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہوسکتا لہٰذا غیر مقلدین کا اس کو بدعت کہنا غلط ہے البتہ بیعت بمعنیٰ دوکانداری بلا شبہ بدعت ہے۔

قولہ و لاتاتوا ببھتان......: بہتان وہ جھوٹ ہے جس کو سن کر سامع مبہوت اور حیران ہوجائے۔

قولہ تفترونہ بین ایدیکم و ارجلکم ......: ان سے مراد من عند انفسکم ہے اور ذات کی تعبیر ید اور رجل سے اس لئے کی جاتی ہے کہ اکثر افعال انہی سے صادر ہوتے ہیں یا اس سے مراد دل ہے یا مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے پر اس کے سامنے بالخصوص بہتان مت لگاؤ۔ کیونکہ اس سے زیادہ اشتعال پیدا ہوتا ہے اور زیادہ فساد کا باعث ہوتا ہے۔

قولہ فعوقب بہ فی الدنیا فھو کفارۃ لہ...... : مسئلہ خلافیہ......: احناف کے نزدیک حدود مکفرات ذنوب نہیں بلکہ فقط زواجر ہیں۔ اور مکفر توبہ ہے نہ کہ حد۔ لہٰذا توبہ کے بغیر اگر صرف حد ہوگی تو آخرت میں سزا ملے گی لیکن دوسرے اکثر ائمہ کے نزدیک حدود کفارۂ ذنوب اور سواتر ذنوب ہیں۔

دلائل احناف......: دلیل نمبر ا:۔ قطاع طریق کی حد بیان کرنے کے بعد قرآن میں فرمایا ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا (پارہ ۶) اس سے معلوم ہوا کہ حد کفارہ نہیں بلکہ توبہ کفارہ ہے۔

دلیل نمبر ۲:۔ حد قذف کے بارے میں فرمایا فاجلدوھم ثمنین جلدۃ و لا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا و اولٰئک ھم الفسقون .الا الذین تابوا من بعد ذلک الخ (پارہ ۱۸) اس سے معلوم ہوا کہ اجراء

حد قذف کے باوجود قاذف فاسق ہے۔
دلیل نمبر۳......:۔حد سرقہ بیان کرنے کے بعد فرمایا فمن تاب من بعد ظلمه و اصلح فان الله یتوب علیه ان الله غفور رحیم (پارہ٦)اس سے معلوم ہوا کہ حد فی نفسہ مکفر نہیں بلکہ توبہ کی حاجت ہے۔دلیل نمبر۴:۔کافر ذمی پر بھی حد جاری کی جاتی ہے حالانکہ اس میں کفارۂ ذنوب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا
دلیل فریق ثانی......:حدیث باب ہے۔
جواب نمبر۱......:۔مذکورہ بالا قطعیات کے مقابلے میں یہ حدیث خبر واحد ظنی ہے اور مؤول ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حد بشرط توبہ ہو تو تب کفارہ ہے اور توبہ کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ اکثر سزا ہونے کے بعد توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے تو حد سبب بعید بنی کفارے کا اور سبب قریب توبہ ہے۔
جواب نمبر۲......:۔فعوقب به سے مراد حدود نہیں بلکہ مصائب و آفات ہیں اور مصائب کے کفارہ ذنوب ہونے کے ہم بھی قائل ہیں اس کا قرینہ یہ ہے کہ واقعہ قبل الہجرۃ کا ہے حالانکہ حدود کی فرضیت بعد الہجرۃ مدینہ میں ہوئی ہے۔
وعن ابی سعیدالخدری رضی اللہ عنہ (صفحہ۱۳)......حالات......:آپ کا نام سعد بن مالک بن سنان خدری انصاری ہے کثیر الروایہ صحابی ہیں حفاظ حدیث علماء، فضلاء و عقلاء صحابہ میں سے ہیں آپ کنیت سے زیادہ مشہور ہیں آپ سے صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے ۷۴ ھ میں بعمر ۸۴ سال وفات پائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔
قوله اُرِیتُکُنَّ...... :یہ اراءت شب معراج میں ہوئی یا کسی دوسرے موقع پر خواب میں ہوئی اور ممکن ہے کہ یہ کشف یا وحی پر محمول ہو۔قوله تکثرن اللعن :لعن کے لغوی معنیٰ ہیں رحمت سے دور کرنا اور انسان کی طرف سے لعن کے معنیٰ ہیں رحمت الٰہیہ سے دوری اور غضب کی بد دعا کرنا چونکہ حق تعالیٰ کی رحمت غضب سے بہت وسیع ہے اس لئے کسی پر بھی لعن کرنا درست نہیں۔الا وہ کافر جس کی موت کفر پر یقینی ہو اور وحی سے معلوم ہو مثلاً ابلیس اور ابوجہل وغیرہ ورنہ کافر پر بھی جائز نہیں نہ زندہ پر نہ مردہ پر کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا خاتمہ اچھا ہو یا اچھا ہوا ہو ہاں بطور برے وصف کے غیر معین آدمی پر اور قاعدہ کلیہ کے طور پر لعن کرنا درست ہے مثلاً لعنة الله على الكفرين یا على الكاذبين اور حدیث میں ہے لعن الله الواصلة و المستوصلة الخ مشکوٰۃ جلد۲،صفحہ۳۸۱)قوله و تکفرن العشیر......:کفر کے لغوی معنیٰ

ہیں شریعت نبوت وحدانیت اور دین کا انکار کرنا یہ بڑا کفر ہے اور کفران نعمت نام ہے ناشکری کا یہ چھوٹا کفر ہے اور یہاں یہی مراد ہے اور اسی سے مناسبت سے حدیث ھذا کو کتاب الایمان میں لایا گیا ہے العشیر یہ بمعنی معاشر ورفیق زندگی ہے یعنی زوج۔ **قوله ما رأيت......** ای احدا ۔ **قوله من ناقصات عقل و دين......** یہ من احدٌ کن کے کن کا بیان مقدم ہے۔ **قوله للب ......** پہلا لام جارہ ہے اور دوسرا نفس کلمے کا ہے اور لب نام ہے شائبہ ہوا سے خالص عقل کا اور عقل اس قوت کو کہتے ہیں جس سے معانی کا ادراک ہوا اور وہ برے کاموں سے روکے تو لب خاص ہے اور عقل عام ہے۔ **قوله ما نقصان ديننا و عقلنا......** :۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو متعلم دوبارہ استاذ سے پوچھ لے اور ان عورتوں نے ترتیب بدل دی کہ دین کو عقل پر مقدم کر دیا یا تو دین کی اہمیت کی وجہ سے یا پھر یہ نقصان عقلی کا ثبوت ہے۔ **قوله فذلک من نقصان دينها......** اگر چہ اس نقصان دین کا سبب یعنی حیض غیر اختیاری ہے اسی لئے اس پر الزام نہیں دیا گیا مگر اس کے باوجود فرق مراتب اجر ضرور پیدا ہو گیا۔

؛ عن ابی هريرة ؓ...... **قوله قال الله تعالیٰ** (صفحہ ۱۳)...... یہ حدیث قدسی ہے اس میں درقرآن وحدیث نبوی میں فرق یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ ومعانی دونوں بواسطہ جبرئیل منزل من اللہ ہیں اور عدیث نبوی میں صرف مضمون الہام یا منام کے ذریعے من جانب اللہ ہوتا ہے۔ باقی عبارات والفاظ حضور ﷺ کے ہوتے ہیں اور حدیث قدسی وہ ہے جو بواسطۂ جبرئیل بالمعنیٰ نازل ہوئی ہو نیز اس کے الفاظ بھی اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں لیکن وہ الفاظ معین قطعی معجز متواتر اور متلو نہیں ہوتے بلکہ ان میں تبدیلی کا احتمال بھی ہوتا ہے بخلاف قرآن مجید کے کہ وہ جبرئیل کے واسطے سے معین وقطعی الفاظ کے ساتھ نازل ہوا ہے نیز قرآن کے الفاظ متواتر معجز متلو بھی ہیں جن کی تلاوت پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔

حدیث قدسی کے احکام دو ہیں۔

۱)...... یہ کہ اس کے الفاظ میں تبدیلی اور روایت بالمعنیٰ جائز نہیں۔ بخلاف حدیث نبوی کے۔

۲)...... یہ کہ حدیث قدسی کے الفاظ کا انکار موجب کفر نہیں بخلاف الفاظ قرآن کے۔

قوله فاما تكذيبه اياى فقوله لن يعيدنى كما بدأنى ...... :۔ انکار حشر سے تکذیب الٰہی دو وجوہ سے لازم آتی ہے۔ (۱)...... یہ کہ قرآن میں کئی جگہ حشر اور بعث کا ذکر وثبوت موجود ہے اور قرآن کلام الٰہی ہے جو صفت الٰہیہ ہے تو صفت الٰہیہ کی تکذیب خود ذات باری کی تکذیب ہے۔

(۲)...... یہ کہ حشر نہ ہو تو یہ سب کارخانہ ہستی عبث اور بے حکمت ہو جائیگا حالانکہ قرآن میں عبث اور لعب کی نفی کیگئی ہے جیسا کہ ارشاد ہے وما خلقنا السماء و الارض وما بینهما لٰعبین (پارہ ۱۷) تو منکر حشر گویا اللہ کے اس قول کی تکذیب کرتا ہے۔ **قولہ اما شتمہ ایای فقولہ اتخذ اللہ ولدا:......** اتخاذ ولد کی نسبت اس لئے شتم باری ہے کہ شتم کے معنیٰ ہیں کسی چیز کی موجب تحقیر اور موجب نقص وصف وعیب بیان کرنا اگر اللہ کے لئے ولد ہو تو وہ اس کا مماثل ہوگا یا نہیں اگر نہ ہو تو اولاد کا ناجنس ہونا عیب ہے۔ تو یہ شتم ہوا اور اگر مماثل ہو تو ولد حادث و ممکن ہے لہٰذا اس سے ذات واجب میں بھی حدوث و امکان لازم آئے گا جو واجب کے لئے عیب ہے تو یہ بھی شتم ہوا دوسری وجہ یہ ہے کہ عموماً اولاد کی ضرورت تعاون یا ابقائے نسل کے لئے ہوتی ہے۔ اگر اللہ کا ولد ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ وہ محتاج ہو اور فانی ہو جس کا عیب ہونا ظاہر ہے۔

قولہ وانا الاحد الصمد...... :احد اس کو کہتے ہیں جو ذات وصفات میں یکتا ہو اگر اللہ کے لئے ولد ہو تو والد کے ساتھ صفات میں شریک ہوگا حالانکہ ذات باری احد ہے لہٰذا احدیت سے والدیت کی نفی ہوگئی اور صمد وہ ذات ہے جو کسی کی محتاج نہ ہو اور باقی سب اس کے محتاج ہوں اور والد تعاون یا ابقائے نسل کے لئے اولاد کا محتاج ہوتا ہے حالانکہ ذات باری صمد ہے لہٰذا صمدیت سے بھی والدیت کی نفی ہوگئی۔

وعن ابی ھریرۃؓ...... :اگرچہ پہلی حدیث کا عنوان بھی یہی تھا اس بنا پر وعنہ کہنا چاہئے تھا لیکن فی روایۃ ابن عباس کی وجہ سے احتمال تھا کہ قرب کی وجہ سے ضمیر کا مرجع ابن عباس کو بنالیا جائے اس لئے اسم ظاہر لائے

قولہ یؤذینی ابن آدم...... :بعض علماء نے کہا کہ یہ متشابہات میں سے ہے کیونکہ ایذاء کے متعارف معنیٰ اللہ کی ذات میں ممکن نہیں اور بعض نے کہا کہ ایذاء کے اصل معنیٰ ہیں اپنے قول وفعل سے کسی دوسرے کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ کرنا جو اس کو ناپسند ہو خواہ وہ اس معاملہ سے متاثر ہو خواہ نہ ہو اور یہ معنیٰ شان الٰہی سے بعید نہیں تو ایذاء الٰہی کے معنیٰ ہیں کوئی ایسی حرکت کرنا جو خدا کو ناپسند ہو۔

قولہ وانا الدھر...... :مضاف محذوف ہے ای مقلب الدھر قرینہ اگلا جملہ ہے اقلب اللیل و النہار یا دھر کے مجازی معنیٰ متصرف کے مراد ہیں مطلب یہ ہے کہ لوگ ناگوار امور میں زمانے کو متصرف سمجھ کر گالی دیتے ہیں تو گویا ان کے نزدیک زمانہ نام ہے متصرف کا اور فی الواقع متصرف تو میں ہوں لہٰذا وہ گالی میری طرف لوٹتی ہے اور میری طرف منسوب ہوتی ہے۔

وعن ابی موسی الاشعری"......قولہ اصبر :۔صبر کے معنیٰ ہیں حبس النفس علی ما تکرھہ یعنی نفس کو ناگوار چیز پر روکنا اور پابند کرنا اور ذات باری کی صفت میں اس سے مراد ہے مستحق عذاب سے عذاب کو موٴخر کرنا **قولہ علی اذی**......۔یہ مصدر ہے بمعنیٰ اسم فاعل ہے اور اس کا موصوف محذوف ہے ای علیٰ کلام موذ۔

قولہ ثم یعافیھم و یرزقھم...... :اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ بندے کو بھی تحمل اور ترک انتقام کی صفت پیدا کرنی چاہئے۔

وعن معاذ" (صفحہ ۱۳)......حالات...... :آپؓ کی کنیت ابوعبداللہ انصاری خزرجی ہے۔مدینہ طیبہ کے باشندے ہیں۔قدیم الاسلام ہیں۔چنانچہ آپ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل تھے جبکہ آپ کی عمر ۱۸ سال تھی۔آپ تمام غزوات میں شریک ہوئے حضور ﷺ نے آپ کو یمن کا قاضی و معلم بنا کر بھیجا تھا۔پھر حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے بعد ملک شام کے عامل بنائے گئے۔۱۸ ھ میں طاعون عمواس کے زمانے میں بعمر ۳۸ سال وفات پائی۔آپؓ سے حضرت عمرؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور بہت سی مخلوق نے روایت حدیث کی ہے۔**قولہ ردف النبی** ﷺ...... :۔یعنی پیچھے سوار ہونیوالا۔**قولہ علیٰ حمار**:چونکہ ہمارے عرف میں حمار کی سواری معیوب ہے اس لئے حمار کا ترجمہ دراز گوش سے کرنا چاہیئے۔

قولہ الا مؤخرۃ الرحل...... :یعنی کجاوے کی اور زین کی پچھلی لکڑی اس سے کمال قرب کی طرف اشارہ ہے کہ یہ حدیث میں نے بہت قریب سے سنی ہے۔

قولہ وما حق العباد علی اللہ...... :۔حق بمعنیٰ واجب لازم ثابت، لائق وغیرہ کے آتا ہے لیکن اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں جیسا کہ ارشاد ہے **لا یسئل عما یفعل** اور **ان اللہ یفعل ما یشاء** (پارہ ۱۷) اور معتزلہ کے نزدیک اصلح للعباد یعنی مطیع کو جنت میں اور عاصی کو جہنم میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے تو اہل سنت کے نزدیک **حدیث باب کی تین توجیہات ہیں**۔

(۱)...... حق بمعنیٰ لائق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی حکمت کے لائق و مناسب ہے کہ موحد کو عذاب نہ دیا جائے اور نوازا جائے۔(۲)...... علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حق کا اطلاق مشاکلۃ کیا گیا ہے۔

(۳)...... حق سے مراد حق تفضلی و احسانی ہے نہ کہ استحقاقی۔

قولہ ان لا یعذب من لا یشرک بہ شیئا...... سوال:۔دوسری متواتر روایات نے

ثابت ہوتا ہے کہ فساق کی ایک جماعت جہنم میں جائے گی اور سزا بھگتے گی تو یہ تعارض ہوا۔

جواب نمبر ا......:۔ یہاں عذاب مخلد و مؤبد کی نفی مراد ہے نہ کہ عذاب مؤقت کی بھی۔

جواب نمبر ۲......:۔ فساق کو دوزخ میں داخل کرنا بغرض تطہیر ہوگا نہ کہ بغرض تعذیب۔

قوله لا تبشرهم فيتكلو ...... سوال:۔ حضرت معاذؓ نے نہی کے باوجود یہ حدیث کیوں بتائی؟

جواب نمبر ا......:۔ آپؐ یہ سمجھے کہ یہ ممانعت خاص حالات کی وجہ سے ہے کہ لوگ نو مسلم ہیں اور ابھی دین میں رسوخ حاصل نہیں ہوا تو اس وقت بتا دینے سے لوگ ظاہری معنیٰ کے اعتبار سے اعمال چھوڑ دیں گے جیسا کہ فیتکلوا سے معلوم ہوتا ہے پھر جب لوگوں کو عملی استقامت نصیب ہوگئی اور اتکال کا اندیشہ دور ہوگیا تو آپ نے یہ حدیث بتادی۔ جواب نمبر ۲......اس ممانعت کے بعد جب وجوب تبلیغ اور حرمت کتمان علم کا حکم نازل ہوا تو حضرت معاذؓ نے موت کے وقت کے قریب گناہ سے بچنے کے لئے یہ حدیث بتادی جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔ فاخبر بها معاذ عند موته تاثما (مشکوۃ جلد ا، صفحہ ۱۴)

جواب نمبر ۳......حضور علیہ السلام نے لوگوں کو بعد میں خود یہ تبشیر فرمادی تھی لہذا بعد میں حضرت معاذؓ کا بتانا اخبار تھا نہ کہ تبشیر، حالانکہ ممانعت تبشیر سے تھی۔

قوله وعن انسؓ قوله لبيك......:۔ یہ تثنیہ مضاف ہے اور لب بمعنیٰ اجاب سے ہے ای اجبت لک اجابة بعد اجابة ۔**قوله و سعديك**...... :اس کی تقدیر عبارت یہ ہے ساعدت طاعتک مساعدة بعد مساعدة ...... **قوله ثلثا**...... :ای وقع هذا النداء والجواب ثلاث مرات. **قوله صدقا من قلبه**......:۔ یہ یا تو یشهد کی ضمیر سے تمیز ہے یا مفعول مطلق محذوف کی صفت ہے ای شهادةً صادقةً من قلبه ۔**قوله الا حرمه الله على النار**...... :۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤمن کے لئے خلود نار حرام ہے نہ کہ مطلقاً دخول نار بھی۔

وعن ابی ذرؓ......حالات:۔ آپؓ کا نام جندب بن جنادہ غفاریؓ ہے جو بنو غفار قبیلے کی طرف منسوب ہے آپؓ قدیم الاسلام ہیں پانچویں نمبر پر اسلام لائے۔ تارک الدنیا تھے کہ دوسرے دن کا سامان رکھنا جائز نہ سمجھتے تھے۔ ۳۲ھ میں بزمانہ خلافت عثمان مقام ربذہ میں وفات پائی۔ آپ سے صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت کثیر نے روایت کی ہے۔

قوله و عليه ثوب ابيض...... :اس سے اشارہ ہے کہ اس وقت کی پوری کیفیت میرے ذہن میں

حاضر ہے تاکہ سامع مسموع پر پورا اعتماد کرلے۔**قولہ قال لا الہ الا اللہ**: یہاں دو شبہات کا ذکر ہیں۔
شبہ اولیٰ......:اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دخول جنت کے لئے اقرار رسالت کی ضرورت نہیں۔
جواب:۔یہاں جز بول کر کل مراد ہے اور ظہور کی وجہ سے دوسرا حصہ ذکر نہیں کیا جیسا کہ کہا کرتے ہیں **قل ھو اللہ** پڑھو یعنی پوری سورت پڑھو اس جواب کا قرینہ آئندہ حدیث ہے جس میں رسالت کا بھی ذکر ہے۔
شبہ ثانیہ......:دوسری احادیث اور نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ دخول جنت کے لئے دیگر احکام واعمال کا بجا لانا بھی ضروری ہے۔
جواب نمبر۱......:۔یہاں مطلق دخول جنت مراد ہے خواہ بالآخر ہی ہو اور اس کے لئے اعمال کی ضرورت نہیں
جواب نمبر۲......:۔سعید بن مسیب کے نزدیک یہ دوسرے احکام کے نزول سے قبل کا ارشاد ہے۔
جواب نمبر۳......:۔حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ کہا اور اس کا حق بھی ادا کیا اور ادائیگی حق اعمال سے ہوتی ہے۔
جواب نمبر۴......:۔امام بخاری کے نزدیک یہ حدیث اس شخص کے بارے میں ہے جو توبہ کے وقت یہ کلمہ کہہ کر فوراً انتقال کر گیا ہو۔**قولہ وان زنیٰ و ان سرق** ...... ای ادخل الجنۃ وان زنیٰ وان سرق پھر زنا سے حقوق اللہ کی طرف اور سرقہ سے حقوق العباد کی طرف اشارہ ہے۔
قولہ ان رغم انف ابی ذرؓ ......: رغم ماخوذ ہے۔رغام بمعنیٰ تراب سے تو رغم کے معنیٰ ہیں گرد آلود ہو خاک آلود ہو۔یہاں اس سے مراد کراہیت ذلت ناگواری ہے چونکہ ابوذرؓ نے یہ الفاظ اپنے محبوب سے سنے تھے اس لئے وہ حدیث بیان کرتے وقت بطور استلذاذ وافتخار کے یہ الفاظ استعمال کرتے تھے۔
وعن عبادۃ بن الصامتؓ...... حدیث کا حاصل یہ ہے کہ عقیدہ اسلام میں داخلہ کے لئے مخاطب کا اپنے تمام عقائد باطلہ سے براءت ظاہر کرنا ضروری ہے مثلاً عقیدہ شرک اور عقیدہ تسلسل نبوت وغیرہ سے براءت کرے۔**قولہ وان عیسیٰ عبد اللہ**......:نصاریٰ پر تعریض ہے کہ عیسیٰ اللہ کے بندے ہیں نہ کہ خود اللہ یا ابن اللہ۔**قولہ و رسولہ** ......:یہ یہود پر تعریض ہے کیونکہ وہ عیسیٰ کو معاذ اللہ ولد الزنا سمجھتے تھے۔**قولہ وابن امتہ** ...... ۔یہ اضافت تشریفی ہے اور اس میں بھی دونوں فرقوں پر رد ہے۔نصاریٰ پر اس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہم السلام اللہ کی ایک خاص بندی کے صاحبزادے ہیں نہ کہ خود خدا اور یہود پر اس طرح کہ مریم علیہا السلام خدا کی نیک بندی ہیں اور غلط تہمت سے پاک ہیں۔

قولـه و كلمتـه......: یہ اضافت بھی تشریفی ہے مطلب یہ ہے کہ آپ بلا واسطہ مادہ معتادہ کے اور بلا واسطہ اب کے محض اللہ کے کلمہ کن سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس میں بھی دونوں فرقوں پر تعریض ہے۔

قوله و روح منه......: اس کا مضاف محذوف ہے ای ذو روح کائن منه یا آپ کو روح اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کی کا پھونک سے مردہ آدمی زندہ ہو جاتا تھا جیسا کہ روح سے زندگی آجاتی ہے چنانچہ ارشاد باری ہے واحی الموتی باذن الله (پارہ۳) اور منه سے آپ کے مخلوق اور مقرب ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہ بھی دونوں فرقوں پر رد ہے بہر حال من تبعیضیہ نہیں کہ جزویت باری کا شبہ ہو جیسا کہ وسخر لکم ما فی السموت و ما فی الارض جمیعا منه (پارہ۲۵) میں من تبعیضیہ نہیں۔

وعن عمرو بن العاصؓ...... **حالات**......: عاص میں یاء کا حذف اصح ہے جو تخفیف کی بناء پر ہے آپ ۵ھ یا ۸ھ میں مشرف باسلام ہوئے آنحضرت ﷺ نے آپ کو عمان کا والی بنایا پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں آپؓ اکثر لشکروں کے افسر اعلیٰ رہے۔ مصر آپؓ کی جرنیلی میں فتح ہوا اسلئے ان کو فاتح مصر کہتے ہیں ۔۴۳ھ کو بعمر ۹۰ سال وفات پائی۔ آپؓ سے آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمروؓ نے نیز ابن عمرؓ اور قیس بن ابی حازمؒ وغیرھم نے روایت کی ہے۔ **قولـه ان الاسلام یهدم ما كان قبلـه**......: صغائر وکبائر جو زمانہ کفر میں کیے ہیں نیز حقوق العباد غیر مالیہ مثلاً غیبت بہتان وغیرہ یہ سب اسلام لانے سے منہدم ہو جاتے ہیں لیکن حقوق العباد مالیہ جو دین او شراء وغیرہ سے واجب ہوئے ہو وہ باقی رہتے ہیں اور اگر ذمی مسلمان ہو تو حقوق العباد مطلقا نہیں گرتے خواہ مالیہ ہوں یا غیر مالیہ۔

قولـه وان الهجرة تهدم ما كان قبلها......: ماقبل سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ اسلام تو کجا اس کے تو بعض اعمال بھی ھادم اور مسقط ذنوب ہیں پھر جمہور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ حج اور ہجرت سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں۔ نہ کہ کبائر اور حقوق العباد بھی بلکہ کبائر تو بہ سے اور حقوق العباد توبہ اور ادائے حقوق یا عفو حقوق سے معاف ہوتے ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ کبائر بھی معاف ہو جاتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ حقوق العباد بھی معاف ہو جاتے ہیں۔

الفصل الثاني...... **عن معاذ**۔ **قوله الا ادلك علىٰ ابواب الخير**......: خیر کو ایک مکان کے ساتھ تشبیہ دے کر اس کے لئے دروازے کو ثابت کیا ہے تو یہ استعارہ مکنیہ اور تخییلیہ ہوا۔ پھر ابواب خیر سے مراد نوافل ہیں جن سے فرائض کی تکمیل اور اعمال خیر کی تسہیل ہو جاتی ہے اس پر قرینہ

وصلوٰۃ الرجل فی جوف اللیل ہے نیز یہ کہ فرائض کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

قولہ الصوم جنة ...... : ۔روزہ دنیا میں غلبۂ شہوت سے اور آخرت میں دوزخ سے وقایہ اور ڈھال ہے نیز روزہ گناہ سے بھی ڈھال ہے کیونکہ بھوک سے قلت شہوت کی وجہ سے شیطان کے راستے تنگ ہو جاتے ہیں ۔لہٰذا عصیان اور گناہ سے بھی بچاؤ ہو جاتا ہے۔**قولہ راس الامر الاسلام** (صفحہ۱۴)...... اسلام سے مراد شہادتین ہیں اور ان کے بدوں اعمال کا اعتبار و بقا نہیں ہوتا جیسا کہ سر کے بغیر دوسرے اعضاء کا بقا نہیں ہوتا۔**قولہ وعمودہ الصلوٰۃ** : ۔عمود بفتح العین بمعنی ستون اور کھمبہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح مکان کی مضبوطی ستون سے ہے اسیطرح دین کی مضبوطی نماز سے ہے۔

قولہ وذروۃ سنامہ الجہاد (صفحہ۱۴)......ذروۃ بکسر الذال مشہور ہے ویسے ضمہ اور فتحہ بھی درست ہے اس کے معنی ہیں چیز کی بلندی اور بلند جگہ اور سنام بفتح السین بمعنی کوھان شتر ہے مطلب یہ ہے کہ نماز سے دین کی مضبوطی تو حاصل ہو جاتی ہے لیکن دین کی بلندی و سرفرازی جہاد پر موقوف ہے۔

قولہ بملاک...... : یہ میم کے کسرے یا فتح سے ہے لیکن روایت میں کسرہ ہی ہے اس کے معنی ہیں سہارا ،ذریعہ، بقاء، استحکام ۔**قولہ ذلک کلہ**...... : یہ تمام مذکورہ بالا عبارات کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ مندرجہ بالا تمام امور و عبادات کی پختگی کا ذریعہ زبان کو لایعنی امور سے بچانا ہے کیونکہ کفر و شرک، غیبت ،بہتان، سب و شتم، کذب، شہادت الزور وغیرہ اکثر گناہ زبان سے ہی صادر ہوتے ہیں لہٰذا زبان کو لایعنی باتوں سے بچانا تمام عبادات کی جڑ ہے اور سیمنٹ ہے۔**قولہ فاخذ بلسانہ** ...... : زبان کو پکڑ کر سمجھانا اہتمام کے لئے تھا اور مراد یہ ہے کہ لایعنی بات نہ ہو۔**قولہ ثکلتک امک**...... : اس سے مقصود بددعا نہیں بلکہ تنبیہ، عتاب اور تعجب مراد ہے۔**قولہ او علیٰ مناخرھم**...... : یہ منخر کی جمع ہے جو میم کے فتح اور خاء کے کسرہ یا فتح سے ہے بمعنی نتھنا مراد ناک ہے۔

قولہ الا حصائد السنتھم......: حصائد جمع ہے حصیدۃ کی بمعنی کٹی ہوئی کھیتی اس میں تشبیہ ہے کہ زبان کہ بمنزلہ درانتی کے ہے تو یہ استعارہ مکنیہ ہے اور کلام بمنزلہ کھیتی کے ہے تو یہ استعارہ تصریحیہ ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح درانتی رطب و یابس کا فرق نہیں کرتی اس طرح اکثر زبان بھی صحیح وغلط کا امتیاز نہیں کرتی لہٰذا لایعنی باتوں سے زبان کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے۔

وعن ابی امامۃ...... : **حالات**......: آپ کا نام صدی بن عجلان باہلی ہے آپ کنیت سے مشہور ہیں پہلے مصر میں مقیم تھے پھر حمص چلے گئے اور وہیں ۸۶ھ کو بعمر ۹۱ سال وفات پائی آپ کثیر الروایۃ

صحابی ہیں آپؓ کی اکثر احادیث اہل شام کے پاس تھیں آپؓ سے خلق کثیر نے روایت حدیث کی ہے شام میں سب سے آخری فوت ہونے والے صحابی آپؓ ہی ہیں۔

قوله من احب لله الخ :۔اس سے مراد تمام اعمال میں اخلاص پیدا کرنا ہے اوران چار اعمال کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ یہ حظوظ نفسانیہ ہیں جن میں اخلاص پیدا کرنا بہت مشکل ہے پس جب ان چار اعمال میں اخلاص ہوگا تو باقی اعمال میں بطریق اولی اخلاص ہوگا۔

وعن ابی ذرؓ ......قوله افضل الاعمال الحب فی الله الخ......:

سوال ......:۔آنحضرت ﷺ نے مختلف اعمال کے متعلق افضل ہونا ارشاد فرمایا ہے مثلاً ایمان باللہ، اطعام الطعام، نماز، الحب فی اللہ وغیر ذلک تو یہ تعارض ہوا۔

جواب نمبر ۱ ......:۔حضور ﷺ نے اپنے ارشادات میں مخاطبین کے احوال کی رعایت فرمائی ہے کیوں کہ آپ طبیب روحانی تھے تو جیسا مریض دیکھتے ویسا ہی نسخہ تجویز فرما دیتے تھے۔

جواب نمبر ۲ ......:۔افضل اعمال ایک نوع ہے جس کے بہت سے افراد ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمام اعمال اس نوع کے تحت داخل ہیں۔ **جواب نمبر ۳** ......:۔اعمال کی افضلیت کی حیثیات مختلف ہیں مثلاً ایمان باللہ اس حیثیت سے افضل ہے کہ وہ تمام اعمال کی بنیاد ہے اور اطعام الطعام اس حیثیت سے کہ اس کو مومن و کافر، نیک و بد سب ہی پسند کرتے ہیں۔ اور نماز اس حیثیت سے کہ اس میں معبود برحق کے سامنے غایت درجے کا انکسار اور تذلل پایا جاتا ہے اور الحب فی اللہ اس حیثیت سے کہ وہ اعمال باطنیہ میں سے ہے۔

وعن انسؓ. قوله قلما ......:۔یہ ما نافیہ کے معنیٰ میں ہے کیونکہ غایت قلت کا حاصل عدم اور نفی ہے۔

قوله لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له......:

سوال ......:۔اس حدیث سے معتزلہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ اعمال صالحہ حقیقت ایمان میں داخل ہیں۔

جواب نمبر ۱ ......:۔اس حدیث میں لا نفی کمال کے لئے ہے جیسا کہ لاصلوٰة لجار المسجد الا فی المسجد اور لا عیش الا عیش الاخرة میں ہے اور اس پر قرینہ حضرت ابوذرؓ کی یہ حدیث ہے وان زنی وان سرق اور احادیث میں نفی کمال والا "لا" اٹھائیس (۲۸) جگہ مذکور ہے۔

جواب نمبر ۲ ......:۔اس حدیث سے زجر و وعید اور تشدید و تغلیظ مقصود ہے اور حقیقی معنیٰ مراد نہیں۔ **جواب نمبر ۳** ......:۔اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خیانت اور نقض عہد یہ دونوں انجام کار کے طور پر کفر تک پہنچا دیتے ہیں۔

الفصل الثالث......وعن عثمانؓ ۔حالات حضرت عثمانؓ ......:۔آپؓ کی کنیت ابو

عبداللہ یا ابوعمرو ہے واقعۂ اصحاب فیل سے چھ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپؓ شروع زمانے ہی میں اسلام لے آئے تھے۔ ذوہجرتین ہیں۔ اولاً حبشہ کی طرف ثانیاً مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ حکماً بدری ہیں کیونکہ غزوۂ بدر کے وقت آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ جو حضرت عثمانؓ کے عقد نکاح میں تھیں وہ بیمار تھیں تو حضور ﷺ نے حکماً آپؓ کو تیمارداری کے لئے چھوڑ دیا اور پھر آپ کو ثواب سے نیز مال غنیمت سے حصہ ملا۔ ذوالنورین آپؓ کا لقب ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی دو صاحبزادیاں رقیہؓ وام کلثومؓ یکے بعد دیگرے آپؓ کے حق زوجیت میں آئیں اور آنحضرت ﷺ نے دوسری صاحبزادی کی وفات کے بعد فرمایا کہ اگر میری تیسری لڑکی ہوتی تو میں وہ بھی عثمانؓ کے نکاح میں دے دیتا۔ آپؓ صائم الدھر، قائم اللیل تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ محرم ۲۴ ھ میں خلیفہ بنے اور ۱۷ یا ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ھ میں بروز جمعۃ المبارک بعمر ۸۲ سال شہید ہوئے اور ہفتہ کی رات کو جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی کل مدت خلافت ۱۲ دن کم ۱۲ سال ہے۔ آپؓ سے کل ۱۴۶ احادیث مروی ہیں۔

وعن جابرؓ ۔حالات:۔ آپؓ کی کنیت ابوعبداللہ انصاری ہے والد کا نام بھی عبداللہ ہے۔ مدینہ طیبہ کے باشندے ہیں مشاہیر صحابہ اور کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ غزوۂ بدر وغیرہ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے اخیر عمر میں نابینا ہوگئے۔ ۷۴ ھ میں بزمانہ عبدالملک بن مروان بعمر ۹۴ سال وفات پائی۔ آپؓ سے خلق کثیر نے روایت حدیث کی ہے۔

وعن ابی ھریرۃؓ ...... قولہ فی نفر :۔ ای مع جماعۃ۔ **قولہ من بین اظھرنا......** :۔ اظہر کا لفظ زائد ہے جس سے مقصود تحسین کلام ہے اور مراد من بیننا ہے۔

قولہ حائطا...... :۔ اصل میں حائط دیوار کو کہتے ہیں اور یہاں وہ باغ مراد ہے جس کے گرد دیوار ہو۔

قولہ فاحتفزت...... :۔ یعنی میں سٹ گیا، سکڑ گیا۔ **قولہ اذھب بنعلی ھاتین** :۔ حضور علیہ السلام کا پاپوش مبارک دینا بطور نشانی کے تھا تا کہ صحابہؓ کو خوب یقین حاصل ہو جائے کہ ابو ہریرہ حضور ﷺ ہی کے پاس سے آرہے ہیں پھر پاپوش کی تخصیص کی وجوہ تین ہیں۔ (۱) کوئی اور نشانی آپؓ کے پاس نہیں ہوگی۔ (۲) اس طرف اشارہ تھا کہ دخول جنت کے لئے میرے نقش قدم پر چلو۔ (۳) اس طرف اشارہ تھا کہ دین کے بارے میں ثابت قدم رہنا۔ **قولہ فبشرہ بالجنۃ......** :۔ آپ کا خوشخبری دے کر ابو ہریرہؓ کو روانہ فرمانا اس بنا پر تھا کہ صحابہ کے غم کا تدارک ہو جائے جو نہایت رحمت وعنایت اور شفقت پر مبنی ہے۔

قولہ فضرب عمر بین ثدیی فخررت لاستی......

سوال ......: حضرت عمرؓ نے اتنا زور سے کیوں مارا کہ ابو ہریرۃؓ گر گئے؟ جواب ......: ان کا مقصود یہ تھا کہ واپس جاؤ اور انہوں نے آہستگی سے واپس کیا تھا۔ بہرحال آپؓ نہایت قوی اور زور آور تھے اور حضرت ابو ہریرۃؓ نہایت کمزور تھے اس لئے وہ گر گئے مگر گرانا مقصود نہیں تھا بلکہ واپس کرنا مقصود تھا لیکن وہ اتفاقاً گر گئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں قصہ موسیٰ میں ہے۔ فوكزه موسى فقضى عليه (پارہ ۲۰)

قوله فقال ارجع يا ابا هريرة ......: سوال ......: حضرت ابو ہریرۃؓ تو آنحضرت ﷺ کے قاصد تھے اور قاصد کا قول اصل کا قول ہوتا ہے تو حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کی مخالفت کی۔

جواب ......: یہ امر وجوب کے لئے نہیں تھا بلکہ محض صحابہ کرامؓ کی خوشنودی کے لئے تھا اس کا قرینہ یہ ہے کہ حضرت معاذؓ کی حدیث میں حضور ﷺ نے خود فرمایا ہے لاتبشرهم فيتكلوا لیکن یہاں غلبہ شفقت ورحمت نیز غلبہ استغراق کی وجہ سے ادھر توجہ نہ رہی۔ حضرت عمرؓ کے یاد دلانے سے آپ کو وہ مصلحت مستحضر ہوگئی اور آپؐ کو حضرت عمرؓ کی رائے پسند آگئی۔ اس لئے رجوع فرمالیا ورنہ اگر امر وجوب کے لئے ہوتا تو کیا مجال تھی کہ حضرت عمرؓ حضرت ابو ہریرۃؓ کو واپس کرتے یا آنحضرت حضرت عمرؓ کی رائے کو پسند فرماتے۔

وعن معاذ بن جبل قوله مفاتيح الجنة شهادة ان لا اله الا الله (صفحہ ۱۵) ......: سوال: یہاں مبتداء اور خبر میں جمع اور افراد کا اختلاف ہے۔ جواب ......: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ شہادت سے جنس شہادت مراد ہے جو قلیل اور کثیر دونوں کو شامل ہے تو ہر شخص کی شہادت ایک مفتاح ہے۔

وعن عثمانؓ ...... قوله يوسوس (صفحہ ۱۶) ...... یہ فعل لازمی ہے یعنی وسوسے میں پڑنا اور مراد دین اسلام کے مٹنے کا وسوسہ ہے۔ قوله عن نجاة هٰذا الامر ...... امر سے مراد دین اسلام ہے یا اسباب گمراہی مراد ہیں مثلاً شیطانی وسوسہ حب دنیا، غرور، تکبر وغیرہ ذلک۔ قوله انت احق بها ...... اى انت اليق بهٰذه المسئلة لانكَ الى كل خير اسبق والىٰ حصول العلم اشوق۔

قوله من قبل منى الكلمة التى عرضت عمى فردها فهى له نجاة ......: اس سے مراد کلمہ توحید ہے مطلب یہ ہے کہ جب ابو طالب ستر بہتر سالہ کفر سے اس کلمہ کی برکت سے نجات پاسکتے تھے بشرطیکہ وہ اس کو پڑھ لیتے تو پھر وہ مسلمان جس کے رگ وریشے میں یہ کلمہ سرایت کر چکا ہو اس کی نجات کیونکر نہ ہوگی۔ بطریق اولیٰ ہوگی۔

وعن المقدادؓ ...... حالات ......: آپ ذو الہجرتین ہیں۔ مقام جُرف میں جو مدینہ طیبہ سے تین میل پر ہے۔ ۳۳ھ میں بعمر ۷۰ سال وفات پائی۔ حضرت عثمان غنیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کی نسبت

کندی ہے کیونکہ آپؓ کے والد اسود نے بنو کندہ کے ساتھ معاہدہ اور حلف وفاداری کیا تھا۔آپ قدیم الاسلام ہیں حتیٰ کے بعض نے کہا کہ آپؓ چھٹے نمبر پر اسلام لائے۔آپؓ سے حضرت علیؓ اور طارق بن شہابؓ وغیرھما نے روایت حدیث کی ہے۔**قوله علىٰ ظهر الارض** (صفحہ۱۶)......اس سے مراد جزیرہ عرب اور اس کا گردونواح ہے جو قریب قریب حضورﷺ کے زمانے میں اور ماںبقی حضرت عمرؓ کے زمانے میں بالکل مغلوب اور مفتوح ہو چکا تھا۔**قولـه بيت مدر**......:۔یہ مدرۃ کی جمع ہے بمعنیٰ خام اینٹ اور مٹی کا ڈھیلا۔اس سے مراد شہر اور دیہات کے مکانات ہیں۔

قوله ولا وبر:۔یعنی اونٹ وغیرہ کی پشم اس سے مراد صحرا اور جنگل کے خیمے ہیں۔

وعـن وهب بن منبه...... :**حالات**......:۔آپ تابعی ہیں کنیت ابوعبداللہ صنعانی ہے فارس کے باشندے ہیں۔آپ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ سے زیادہ روایات نقل کی ہیں۔۱۱۴ھ میں وفات پائی۔

وعن ابی امامةؓ......**قوله ما الايمان**......:یعنی ایمان کی درستی کی کیا نشانی ہے۔

قوله اذاحاک فی نفسک شیء فدعه......:۔یعنی جب کوئی چیز تیرے دل میں کھٹکے اور چبھے اور تردد وانقباض پیدا کرے تو اس کو چھوڑ دے لیکن یہ معیار ان لوگوں کے لئے ہے جن کے دل پاک و صاف وسلیم ہوں ونیز یہ درجہ اس معاملے میں معتبر ہے جس کے گناہ ہونے کی شریعت میں تصریح نہ ہو بلکہ وہ مشتبہ ہو یا قرآن وحدیث اور اجماع سے معلوم نہ ہو بلکہ مختلف فیہ ہو۔

وعـن عمرو بن عبسةؓ......**حالات**:۔آپ کی کنیت ابونجیح سلمی ہے قدیم الاسلام ہیں۔ان سے آنحضرتﷺ نے فرمایا تھا کہ جب تم میرا خروج وظہور علی الاعلان سننا تو میرے پاس آ جانا لہٰذا آپ اپنی قوم میں مقیم رہے حتی کہ خیبر فتح ہوا تو آپؓ اس وقت آنحضرتﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور مدینے ہی میں رہنے لگے ویسے آپؓ کا شمار اہل شام میں ہوتا ہے آپ سے ایک جماعت نے روایت حدیث کی ہے حضرت علیؓ کے زمانۂ خلافت میں وفات پائی۔**قولـه حر و عبد**...... :۔مطلب یہ ہے کہ ہر آزاد اور غلام دین اسلام کا مکلف اور مامور ہے اور میری بعثت عام ہے یا حر سے مراد حضرت صدیق اکبرؓ اور عبد سے مراد حضرت بلالؓ یا زید بن حارثہؓ ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے ومعه' يومئذ ابو بكر و بلال اور حضرت علیؓ کو بچپن کی وجہ سے اور حضرت خدیجہؓ کو ستر اور اخفا کی وجہ سے ذکر نہیں فرمایا۔

قولـه و اهـريق دمه......:۔اراق یریق میں بعض اوقات ہمزہ کو ھاء سے بدل دیتے ہیں اور ہراق

یہریق پڑھتے ہیں اور بعض اوقات ہمزہ کیساتھ ہائے زائدہ بڑھا دیتے ہیں اور اھراق پڑھتے ہیں تو یہاں بھی ھاءزائدہ ہے۔

وعن معاذ بن جبلؓ......قوله و یصوم رمضان......:حج اور زکوۃ کا ذکر نہیں یا تو اس لئے کہ وہ مالداروں کے ساتھ خاص ہیں۔یا وہ دونوں ابھی تک فرض نہ ہوئے تھے۔

باب الکبائر و علامات النفاق (صفحہ۱۶)

یہاں پانچ مباحث ہیں ۔(۱)......تقسم ذنوب (۲)......تعریف صغیرہ و کبیرہ (۳)...... عدد کبائر (۴)......تعریف وتقسیم نفاق (۵)...... علامات نفاق۔

البحث الاول تقسیم الذنوب...... :۔قاضی عیاض نے بعض محققین کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ ہر گناہ کبیرہ ہے۔ابو اسحٰق اسفرائنی کا مختار مذہب بھی یہی ہے۔اور حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی یہی ہے۔اس قول کے دو دلائل ہیں۔**دلیل نمبر۱**......۔گناہ نام ہے حق تعالیٰ کی نافرمانی کا اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی شان،عظمت و کبریائی کے اعتبار سے انکی معمولی نافرمانی بھی سخت قبیح چیز ہے۔

دلیل نمبر۲......:۔حضرت ابن عباسؓ سے کبیرہ کی تعریف یہ منقول ہے کل شیٔ نهی الله عنه فهو کبیرة لیکن جمہور سلف و خلف کے نزدیک گناہ دو قسم پر ہے(۱) صغیرہ (۲) کبیرہ۔اس قول کے دلائل تین ہیں **دلیل نمبر۱**......:۔ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اگر چہ بے شک اللہ تعالیٰ کی شان عالی کے اعتبار سے تو ہر گناہ کبیرہ ہے مگر ان میں باہمی فرق ضرور ہے چنانچہ نصوص واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض گناہ تو ایسے ہیں ۔جو پنجگانہ نماز،روزہ،حج،عمرہ،وضوء وغیرہ سے معاف ہو جاتے ہیں ان کو اصطلاح میں صغیرہ کہتے ہیں اور بعض گناہ وہ ہیں جو حسنات سے معاف نہیں ہوتے ان کو کبیر کہتے ہیں۔**دلیل نمبر۲**......:۔قرآن کریم مجید کی آیات سے بھی تقسیم ذنوب کی تائید مزید ہوتی ہے چنانچہ پانچ آیات یہ ہیں۔(۱)......ویقولون یٰویلتنا مال هذا الکتٰب لا یغادر صغیرة ولا کبیرة الا احصٰها (پارہ۱۵،رکوع۱۸)(۲)......الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم (پارہ۲۷،رکوع۶)(۳)......ان تجتنبوا کبائر ما تنهون عنه نکفر عنکم سیاتکم (پارہ۵،رکوع۲)(۴)......انه کان حوبا کبیرا (پارہ۴،رکوع۱۲)(۵)......ان قتلهم کان خطا کبیرا (پارہ۱۵،رکوع۴) **دلیل نمبر۳**......:۔امام غزالی کتاب البسیط فی المذہب میں فرماتے ہیں انکار الفرق بین الصغیرة و الکبیرة لا یلیق بالفقه۔

البحث الثانی ...... **تعریف صغیرہ وکبیرہ**۔ ان کی تعریفات مختلف کی گئی ہیں جن میں سے چار یہ ہیں۔ اول ...... کبیرہ وہ گناہ ہے کہ طاعات اس کا کفارہ نہ بن سکیں اور اس کے برعکس صغیرہ ہے کما مر سابقا۔
دوم ...... حافظ ابن قیمؒ حضرت نانوتویؒ اور حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ جن معاصی میں مفسدہ لذاتہ ہے وہ کبائر ہیں مثلاً زنا وغیرہ اور جن میں مفسدہ لغیرہ ہے وہ صغائر ہیں مثلاً کسی غیر محرم عورت کی طرف زنا کے لئے چل کر جانا۔
سوم ...... یہ کہ صغیرہ اور کبیرہ امور اضافیہ میں سے ہیں یعنی ہر گناہ اپنے مافوق کے اعتبار سے چھوٹا ہے اور اپنے ماتحت کے اعتبار سے بڑا ہے یا یہ تفاوت فاعلین اور اشخاص کے اعتبار سے ہے جیسا کہ کہا گیا ہے
حسنات الابرار سیئات المقربین۔
چہارم ...... جامع تر قول شیخ الاسلام بارزی کا ہے جو تفسیر روح المعانی میں منقول ہے وہ یہ کہ جس گناہ پر وعید یا حد یا لعنت آئی ہو یا اس گناہ میں مفسدہ کسی ایسے ہی گناہ کے مفسدے کے برابر یا زیادہ ہو یا وہ گناہ براہ خفت و حقارت فی الدین یعنی بے خوف ہو کر اور لا ابالی پن سے کیا جائے وہ کبیرہ ہے اور اس کے بالمقابل صغیرہ ہے لیکن اصرار اور مداومت سے صغیرہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے۔
البحث الثالث ...... **عدد کبائر** ...... محدثین کے نزدیک احادیث میں جو کبیرہ گناہوں کا عدد خاص مذکور ہے اس سے مقصود حصر نہیں بلکہ مناسبت مقام اور رعایت احوال مخاطبین اور خصوصیت وحی کی وجہ سے کسی عدد کو خاص کیا گیا ہے، احادیث کی مختلف روایات سے بڑے بڑے کبائر کی تعداد بیس معلوم ہوتی ہے۔ جن میں چار کا **تعلق قلب** سے ہے (۱) ...... شرک باللہ (۲) ...... اصرار علی المعصیۃ (۳) ...... اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا۔ (۴) ...... اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا۔ اور چار کا **تعلق زبان** سے ہے۔
(۱) ...... شہادۃ الزور (۲) ...... قذف محصنات (۳) ...... حلف کاذب (۴) ...... سحر اور تین کا **تعلق بطن** سے ہے۔ (۱) ...... شرب خمر (۲) ...... اکل مال الیتیم (۳) ...... اکل مال الربوا۔ اور دو کا **تعلق فرج** سے ہے۔
(۱) ...... زنا (۲) ...... لواطت۔ اور پانچ کا **تعلق ہاتھ** سے ہے۔ (۱) ...... قتل ناحق (۲) ...... سرقہ (۳) ...... قتل اولاد (۴) ...... قطع الطریق (۵) ...... خیانت در مال امانت وغنیمت اور ایک کا **تعلق پاؤں** سے ہے یعنی فرار من الحرب اور ایک کا **تعلق پورے بدن** سے ہے یعنی عقوق الوالدین اور علامہ جلال الدین دوانیؒ نے شرح عقائد عضدیہ میں اور علامہ ابن نجیمؒ نے بحر الرائق میں اور بھی بہت سے کبائر بتائے ہیں جو مظاہر حق جلد ۱، صفحہ ۳۹، ۴۰ میں مذکور ہیں اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کبائر ستر (۷۰) کے قریب ہیں اور حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ کبائر تقریباً سات سو (۷۰۰) ہیں (مرقات جلد ۱، صفحہ ۱۲۱)

البحث الرابع...... تعریف وتقسیم نفاق......:۔نفاق نفق باب نصر اور باب سمع سے ماخوذ ہے اس کے لغوی معنیٰ ہیں چوہے کا سوراخ میں کبھی داخل ہونا اور کبھی خارج ہونا اور نفاق کے شرعی معنیٰ ہیں ظاہر کا باطن کے خلاف ہونا اور مناسبت ظاہر ہے کیوں کہ چوہا بھی ایسے وقت میں متحیر وپریشان ہوتا ہے اور منافق کی بھی یہی حالت ہوتی ہے پھر نفاق دو قسم پر ہے۔(۱) اعتقادی حقیقی (۲) عملی مجازی۔تو نفاق اعتقادی حقیقی یہ ہے کہ ظاہر میں اسلام ہو اور باطن میں کفر ہو۔یہ نفاق خالص کفر ہے بلکہ اشد اقسام الکفر ہے اسی لئے اعتقادی منافق کا ٹھکانہ جہنم کے طبقۂ سفلی میں ہوگا اور عملی نفاق یہ ہے کہ دل میں اعتقاد وتصدیق بھی ہو اور زبان سے عمل کا اقرار بھی مگر ظاہر میں ترک عمل ہو یعنی عملی طور پر اس میں منافقین والی خصلتیں پائی جائیں یہ نفاق کفر تو نہیں لیکن فسق ضرور ہے اور احادیث باب میں نفاق سے مراد عملی نفاق ہی ہے۔

البحث الخامس...... علامات النفاق......:۔احادیث کی مختلف روایات سے منافق عملی کی چار نشانیاں معلوم ہوتی ہیں۔(۱)......کذب یعنی بات کرتے وقت جھوٹ بولنا۔(۲)......اخلاف یعنی وعدہ خلافی کرنا۔(۳)......خیانت یعنی مال امانت وغنیمت میں خیانت کرنا۔(۴)......فجور یعنی لڑائی جھگڑے میں برا بھلا کہنا اور گالی گلوچ دینا۔

الفصل الاول...... عن عبد الله بن مسعودؓ......:حالات......:۔آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہذلی ہے قدیم الاسلام ہیں ذوہجرتین ہیں نیز ذوقبلتین ہیں کیونکہ ہجرت سے قبل ونیز سولہ سترہ ماہ بعد الہجرت بھی مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا۔آپؓ غزوۂ بدر اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔حضور ﷺ کے رازدار ومقرب صحابی ہیں۔سفر میں آنحضرت ﷺ کی مسواک پاپوش مبارک اور وضو کا پانی آپؓ ہی اٹھاتے تھے۔

عادات وخصائل میں حضور ﷺ کے مشابہ تھے آنحضرت نے آپ کے لئے چار چیزوں کے متعلق دعا فرمائی تھی۔(۱) قرآن (۲) حدیث (۳) فقہ (۴) سیادت وامارت۔اور آپؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم یہ چار علوم ان سے حاصل کرو آپؓ مذہب حنفی کے اصل الاصول ہیں۔مدینہ طیبہ میں بعمر ۶۳ سال ۳۲ھ میں وفات پائی۔حضرت عثمان غنیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔ابن مسعودؓ کی کل مرویات ۸۴۸ ہیں۔آپؓ سے خلفائے اربعہ نیز دیگر صحابہ وتابعین نے روایت حدیث کی ہے۔

قوله ان تقتل ولدک خشية ان يطعم معک...... (صفحہ ۱۶) بے گناہ کا قتل مطلقاً کبیرہ ہے خصوصاً اولاد کا۔کیونکہ اس میں قطع رحمی اور قساوت قلبی بھی ہے اور پھر فقر وفاقہ کے اندیشے سے کیونکہ

ں میں رزاقیت باری پر عدم اعتماد بھی ہے تو خشیۃ ان یطعم معک کی قید احترازی نہیں بلکہ مزید تقبیح کے لئے ہے۔**قوله ان تزنی حليلة جارک**...... :زنا مطلقاً کبیرہ ہے خصوصاً ہمسائے کی بیوی سے کیونکہ اس میں حق جوار کا ضیاع بھی ہے تو یہ اقبح زنا ہوا۔

عن عبدالله بن عمروؓ قوله و عقوق الولدين (صفحہ ۱۷) ......عقوق مشتق ہے عق باب نصر سے اسکے لغوی معنی ہیں قطع کرنا اور پھاڑنا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ غیر معصیت میں والدین یا ان سے کسی ایک کے حکم کی مخالفت کرے یا ان کو کوئی ایسی تکلیف پہنچائے جو عرفاً اور عادۃً والدین اپنی اولاد سے گوارا نہ کرتے ہوں لیکن کفر سے نکالنے کے لئے ایذاء پہنچانا جائز ہے۔

فائدہ نمبر۱......:۔اجداد اور جدات بھی والدین کے حکم میں ہیں۔**فائدہ نمبر۲**......:۔والدین کو تکلیف نہ پہنچانا واجب ہے اور اسی طرح ان کی مالی اور جانی خدمت کرنا جبکہ والدین خدمت کے محتاج ہوں نیز اولاد خدمت گزاری پر قادر بھی ہو یہ بھی واجب ہے لیکن والدین کے کہنے پر فرائض وواجبات کا ترک کرنا جائز نہیں البتہ مستحبات کا ترک جائز ہے اور سنن مؤکدہ مثلاً جماعت اور صوم عرفہ وغیرہ کا ایک آدھ دفعہ چھوڑ دینا بھی جائز ہے۔

قوله واليمين الغموس...... :یمین غموس یہ ہے کہ کسی گذشتہ جھوٹی بات پر عمداً قسم اٹھائے مثلاً واللہ میں نے یہ کام نہیں کیا اور واقع میں وہ کام کیا تھا۔بعض نے کہا کہ یمین غموس کے معنی ہیں کسی دوسرے سے مال لینے کے لئے جھوٹی قسم اٹھانا۔احناف کے نزدیک اس میں فقط گناہ ہے اور شوافع کے نزدیک کفارہ بھی ہے غموس کے لغوی معنی ہیں غوطہ دینے والی تو یہ قسم بھی اپنے فاعل کو اول گناہ میں اور پھر دوزخ میں غوطہ دے دیتی ہے۔

عن ابی هريرة ......قوله والسحر :۔جادو کرنا، سیکھنا، سکھانا سب فسق وکبیرہ گناہ ہے بلکہ اگر اس میں غیر اللہ کی عبادت یا نذرونیاز ہو یا اس سے استمداد ہو یا اس کی ایسی تعظیم ہو جیسا کہ اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے یا کلمات کفریہ اور افعال شرکیہ ہوں یا جادو کو مؤثر بالذات سمجھتا ہو تو یہ ساتوں صورتیں کفر وشرک ہیں البتہ حدود شریعت میں رہتے ہوئے ضرر سے بچنے کے لئے جادو کا سیکھنا جائز ہے۔

قوله والتولی يوم الزحف ...... :۔زحف کے لغوی معنی ہیں وہ بڑا لشکر جو دشمن کی طرف چلے اور اصل اس کے معنی ہیں بچے کا سرین کے بل گھسٹنا چونکہ بڑا لشکر بھی بہت آہستہ آہستہ گویا گھسٹتا ہوا چلتا ہے اس لئے مبالغۃً اس پر مصدر کا اطلاق کیا گیا ہے یہاں اس سے مراد جنگ ہے مطلب یہ ہے کہ اگر ہر فوجی مسلمان کے مقابلے میں صرف دو یا دو سے کم کافر ہوں تو وہاں بھاگنا گناہ کبیرہ ہے لیکن اگر ہر فوجی مسلمان کے مقابلے

میں دو سے زیادہ کافر ہوں تو پھر تولی کی رخصت ہے مگر اس کے باوجود استقامت عزیمت ہے۔ قولہ قذف المحصنات:۔ محصن مرد کا بھی یہی حکم ہے اور عورت کی تخصیص عادت اور آیت کی وجہ سے ہے۔

وعنه...... قوله لا يزني الزاني حين يزني وهو مؤمن......:۔ سوال:۔ بظاہر اس حدیث سے معتزلہ کی تائید ہوتی ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج ہے۔ جواب نمبر۱......:۔ اس حدیث سے عین ارتکاب کبیرہ کے وقت خروج ایمان ثابت ہو رہا ہے حالانکہ معتزلہ خروج دائمی کے قائل ہیں۔ فلاحجة لهم فيه۔ جواب نمبر۲......:۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کمال ایمان اور نور ایمان کی نفی ہے نہ کہ نفس ایمان کی۔ چنانچہ مؤلف مشکوٰۃ فرماتے ہیں وقال ابو عبد الله لا يكون هذا مؤمنا تاما ولا يكون له نور الايمان ۔ (مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۱۷) جواب نمبر۳......:۔ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت زنا میں ایمان نکل کر ظلہ اور سائبان کی طرح چھا جاتا ہے جیسا کہ اسی باب میں صفحہ ۱۸ جلد ا پر ابو ہریرہؓ کی روایت مذکور ہے۔

جواب نمبر۴......:۔ یہاں ایمان کے بڑے شعبے یعنی حیاء کی نفی مراد ہے۔

جواب نمبر۵......:۔ یہ حدیث تشدید اور تغلیظ اور زجر و عید پر محمول ہے۔

جواب نمبر۶......:۔ یہ حدیث مستحل پر محمول ہے۔

وعن ابی هريرة......قوله اية المنافق ثلاث (صفحہ۱۷):۔ یہاں آیت سے جنس آیت مراد ہے اسی لئے ثلث کا اس پر حمل درست ہے اور دوسری روایت میں چار علامتیں بتائی گئی ہیں پہلے آپ کو تین کا پھر چار کا علم دیا گیا ہے۔

سوال......:۔ بعض اوقات یہ علامتیں مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہیں تو اس سے معتزلہ کا مذہب ثابت ہوا۔ جواب نمبر۱......:۔ یہاں منافق عملی کا بیان ہے جو مسلمان بھی ہو سکتا ہے نہ کہ منافق اعتقادی کا جو کافر مخلد فی النار ہے۔ جواب نمبر۲......:۔ یہاں منافق سے مراد وہ شخص ہے جس میں یہ عادتیں کامل اور پورے طور پر راسخ ہو چکی ہوں۔ جیسا کہ لفظ اذا سے تکرار مفہوم ہوتا ہے اور تینوں کے مجموعے پر مداومت کرنے والا منافق حقیقی ہی ہو سکتا ہے کیونکہ فاسق مسلمان میں کبھی یہ صفتیں ہوتی ہیں اور کبھی نہیں ہوتیں۔

جواب نمبر۳......:۔ المنافق پر الف لام عہد کا ہے اور اس سے آنحضرت ﷺ کے زمانے کے عام منافقین مراد ہیں یا کوئی خاص منافق مراد ہے تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اس منافق کی صفتیں بتا دیں تا کہ وہ اس سے پرہیز کریں اور نام کی تصریح نہ فرمائی کہ شاید وہ خالص مسلمان ہو جائے اور پھر شرمسار و رسوا ہو۔

وعن ابن عمرؓ ...... قوله كالشاة العائرة بين الغنمين ......:۔ عائرہ عار یعیر عیرا سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں جانا، دور ہونا، پھرنا، چکر لگانا، دوڑنا اور عائرہ اکثر اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو جنسی خواہش پوری کرنے کے لئے کبھی ایک اونٹ کے پاس جائے اور کبھی دوسرے اونٹ کے پاس جائے تو اسی طرح منافقین بھی اپنی اغراض نفسانی کی تکمیل کے لئے کبھی مسلمانوں کی طرف آتے ہیں اور کبھی کفار کے پاس جاتے ہیں۔

الفصل الثاني ...... عن صفوان بن عسالؓ ...... حالات:۔ آپ قبیلہ بنی مراد میں سے ہیں کوفہ میں مقیم رہے آپؓ کی احادیث اہل کوفہ نے حاصل کی ہیں۔ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔

قوله لكان له اربع اعين ......:۔ یہ کنایہ ہے نہایت خوشی سے کیونکہ خوشی سے نگاہ میں اضافہ ہو جاتا ہے اور آنکھیں چمک اٹھتی ہیں جیسا کہ غم سے عالم تاریک نظر آتا ہے۔

قوله فسالاه عن تسع آيات بينات ......:۔ اس کی تفسیر میں دو اقوال ہیں۔ **قول اول** ......: یہ کہ ان یہودیوں کا سوال ان نو احکام کے متعلق تھا جو ہر ملت میں مشروع ہیں اور آپ نے ان نو کے ساتھ علیٰ سبیل الحکمت دسواں حکم بھی ارشاد فرمایا جو یہودیوں کے ساتھ خاص تھا تو اس یہودی کے دل میں غیر اختیاری طور پر تصدیق پیدا ہو گئی اور وہ حضور ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگ گئے آپ ﷺ نے اس پر نکیر نہ فرمائی کیونکہ اس میں غلبۂ اسلام تھا۔

قول ثانی ......:۔ یہ کہ یہود کا سوال موسیٰ علیہ السلام کے ان نو معجزات کے بارے میں تھا جن کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ اعراف میں پوری تفصیل کے ساتھ اور سورۂ بنی اسرائیل میں اور سورۂ نمل میں اجمالاً آیا ہے اور وہ یہ ہیں۔ (۱)......عصاء (۲)......ید بیضا (۳)......قحط سالی (۴)......نقص ثمرات (۵)......طوفان بارش (۶)......جراد (ٹڈی) (۸)......قمل (گھن کا کیڑا)، چچڑی) (۸)......ضفادع (مینڈک) (۹)......دم۔

اس قول ثانی پر یہ اشکال ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جواب ان کے سوال کے مطابق نہیں اس کے دو جوابات ہیں۔ **جواب نمبر ۱** ......:۔ آنحضرت ﷺ کا جواب علیٰ سبیل الحکیم ہے اور مطلب یہ ہے کہ تمہیں معجزات سے زیادہ احکام کی ضرورت ہے۔

جواب نمبر ۲ ......:۔ آپ ﷺ نے معجزات اور احکام دونوں بتائے تھے مگر چونکہ معجزات مشہور اور قرآن میں مذکور تھے اس لئے راوی نے اختصاراً ان کو ذکر نہیں کیا چنانچہ ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ احکام بیان فرما کر استشہاد کے لئے یہ آیت پڑھی ولقد اتینا موسیٰ تسع ایٰت بینات (پارہ ۱۵، رکوع ۱۲)

قوله قالا ان داؤد دعا ربه ان لا يزال من ذريته نبي الخ (صفحہ ۱۷)......:۔ اس

سے ان یہودیوں کا مطلب یہ تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جو بنی اسرائیل کے نبی تھے یہ دعا فرمائی تھی کہ نبوت میری نسل سے منقطع نہ ہو اور نبی کی دعا قبول ہوتی ہے لہذا جب کبھی بنی اسرائیل میں کوئی نبی مبعوث ہوگا اور یہود کا غلبہ ہوگا۔ اگر ہم مسلمان ہو جائیں تو یہود غلبے کے وقت ہمیں مار ڈالیں گے اسی لئے ہم مسلمان ہونے سے قاصر ہیں لیکن یہ محض ان کا افتراء اور جھوٹ تھا کیونکہ تورات اور زبور۔ یہ حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اور آپ ﷺ کے دین کا تمام ادیان سابقہ کے لئے ناسخ ہونا حضرت داؤد علیہ السلام کو معلوم تھا تو پھر وہ اس کے برخلاف کیونکر دعا فرما سکتے تھے اور بر سبیل تسلیم ہم کہتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام کی مراد الیٰ یوم القیامۃ نہ تھی بلکہ الیٰ بعثۃ نبی آخر الزمان تھی۔ فلا اشکال۔

وعن انسؓ ......قوله الىٰ ان يقاتل آخر هذه الامة الدجال......: آخر امت سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی اور ان دونوں کے متبعین ہیں، جو دجال کو قتل کریں گے اور دجال کے قتل کے بعد جہاد کا سلسلہ نہیں رہے گا کیونکہ یاجوج و ماجوج کے قتل پر تو قدرت ہی نہیں ہوگی اور ان کی ہلاکت کے بعد جب تک عیسیٰ علیہ السلام زندہ رہیں گے سب مسلمان ہونگے۔ اور آپ کی وفات کے بعد سب مسلمان بھی عنقریب ایک عمدہ اور خوشگوار ہوا کے ساتھ فنا ہو جائیں گے اور پھر صرف کافر باقی رہ جائیں گے۔ **قوله لا يبطله جور جائر ولا عدل عادل......:** اس کے دو مطلب ہیں (۱)...... یہ کہ نفی بمعنی نہی ہے اور مقصد یہ ہے کہ امام کا عادل یا ظالم ہونا مانع جہاد نہ ہو، چاہیئے بلکہ ہر قسم کے امام کے ساتھ مل کر جہاد کرنا چاہیئے تو امیر کا ظلم اور فسق شرکت جہاد سے مانع نہ ہو نیز عدالت کی صورت میں یہ خیال نہ ہو کہ ملک میں امن و سکون ہے اور غنیمت کی ہمیں حاجت نہیں لہذا جہاد کی بھی ضرورت نہیں بلکہ اس وقت بھی اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد جاری رکھنا چاہیئے۔ (۲)...... یہ کہ نفی اپنے ظاہر پر ہے اور مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی امام اور کوئی بادشاہ بھی جہاد کو ختم اور باطل نہیں کرے گا اس سے مسیلمہ قادیان کا دجل بھی ظاہر ہوگیا جو یہ کہتا ہے کہ میرے آنے کے بعد جہاد کی فرضیت منسوخ ہوگئی ہے۔

وعن ابی ہریرۃؓ ......قوله اذا زنى العبد خرج منه الايمان......

سوال......: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے تو یہ معتزلہ کی دلیل ہوئی

جواب نمبر ۱......: یہ خروج عارضی ہوتا ہے نہ کہ دائمی۔ **جواب نمبر ۲......:** مراد یہ ہے کہ کمال ایمانی اور حیائے ایمانی خارج ہو جاتی ہے اس کا قرینہ گذشتہ حدیث ہے **لا تكفره بذنب الخ**۔

جواب نمبر ۳......: یہ حدیث زجر و تشدید فی الوعید پر محمول ہے۔

الفصل الثالث ...... عن معاذ ...... اس حدیث کے چار احکام عزیمت اور اولویت پر مبنی ہیں کیونکہ مکرہ کے لئے ظاہری کفر کی رخصت ہے بلکہ اگر اس کی موت سے اسلام کا نقصان زیادہ ہو تو پھر رخصت پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور علیٰ ہذا والدین کا حکم کے باوجود بیوی کو نہ چھوڑنے کی اور مال ہبہ نہ کرنے کی بھی اجازت ہے علیٰ ہذا اگر ہر مسلمان کے مقابلے میں دو سے زیادہ کافر ہوں تو فرار کی رخصت ہے نیز محل وبا سے ضرورۃ یا احتیاطاً خروج کی اجازت ہے لیکن استقامت اور عزیمت پر عمل کرنا اولیٰ ہے کیونکہ خروج میں بیماروں کے ضیاع کا خطرہ ہے۔ **قولہ فقد برئت منہ ذمۃ اللہ**......۔ یعنی تارک الصلوٰۃ عمداً اللہ کے عہد امان میں نہیں رہتا بلکہ وہ دنیا میں تعزیر کا اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے چنانچہ جو شخص ایک نماز عمداً ترک کردے اس کو امام مالک، امام شافعیؒ کے نزدیک حداً اور امام احمد کے نزدیک ارتداداً قتل کیا جائے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک مدۃ العمر قید کیا جائے گا الا یہ کہ وہ ادائے صلوٰۃ کا عہد کرلے تو پھر چھوڑ دیا جائے گا۔

وعن حذیفۃؓ ...... حالات ......۔ آپؓ کے والد کا نام حسیل اور لقب یمان ہے آپؓ کی کنیت ابو عبداللہ عبسی ہے۔ حضور ﷺ کے راز دار صحابیؓ ہیں زیادہ تر فتن اور حوادثات کی خبر آپؓ انہی کو دیا کرتے تھے۔ آپؓ کی وفات شہر مدائن میں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت سے چالیس راتوں کے بعد ۳۵ ہجری میں ہوئی۔ آپ ﷺ سے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو درداءؓ نے نیز دیگر صحابہ و تابعین نے روایت حدیث کی ہے۔

قولہ انما النفاق کان علیٰ عھد رسول اللہ ﷺ (صفحہ ۱۸)......۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں منافقین پر باوجود علم کے چند مصالح اور حکم کی وجہ سے اہل اسلام کے احکام جاری کئے جاتے تھے۔ منجملہ ان کے تین حکمتیں یہ تھیں۔ (۱)...... یہ کہ اکثر لوگ منافقین کو مسلمان سمجھتے تھے اگر ان کو قتل کیا جاتا تو مشہور یہ ہو جاتا ہے مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ (۲)...... یہ کہ مسلمانوں کی کثرت مقصود تھی تاکہ کفار پر رعب زیادہ ہو۔ (۳)...... یہ کہ جب کوئی منافق اپنے ساتھ حضور ﷺ کی طرف سے حسن اخلاق کا برتاؤ دیکھتا تو وہ آپ کا گرویدہ اور نادم ہو کر مخلص مسلمان ہو جاتا لیکن آنحضرت ﷺ کے زمانے کے بعد اب صرف اسلام یا کفر کا اعتبار ہے اب اگر بالفرض معلوم ہو جائے کہ فلاں آدمی واقع میں کافر ہے اور از راہ نفاق محض ظاہر میں مسلمان ہے تو اس پر اہل اسلام کے احکام جاری نہ ہوں گے بلکہ وہ مباح الدم اور مباح المال ہوگا۔

باب فی الوسوسۃ (صفحہ ۱۸) یہاں تین مباحث ہیں۔ (۱)...... تعریف و حکم وسوسہ (۲)...... اقسام خیالات قلبیہ مع بیان حکم (۳)...... طریقہ و علاج دفع وساوس

البحث الاول فی ذکر التعریف و حکم الوسوسة...... :۔وسوسہ کے لغوی معنیٰ صوت خفی اور نرم آواز کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں برے فکر وخیال کو وسوسہ کہتے ہیں اور اچھے خیال اور فکر کو الہام کہتے ہیں پھر وسوسہ نفس امارہ کی جانب سے بھی ہوتا ہے اور شیطان ملعون کی جانب سے بھی۔ اگر ایک ہی گناہ کا وسوسہ بار بار آئے تو نفسانی ہے کیونکہ اس میں حظ نفس مطلوب ہے اور اگر نئے نئے مختلف گناہوں کے خیالات تبدیل ہو ہو کر آئیں تو وساوس شیطانیہ ہیں۔

حکم وسوسہ...... یہ ہے کہ جو برے خیالات از خود یعنی غیر اختیاری طور پر آجائیں ان پر مواخذہ نہیں لیکن انسان جو برے خیالات اپنے قصد واختیار سے لائے یا غیر اختیاری وساوس میں غور وخوض شروع کردے تو ان دونوں پر مواخذہ ہوگا۔

الہام کا حکم......:۔یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا الہام ایک قسم کی وحی ہے جو قطعی حجت وصحیح ہے لیکن غیر نبی کا الہام قطعی حجت وصحیح نہیں بلکہ اس میں غلطی کا احتمال بھی ہے۔

البحث الثانی در ذکر اقسام خیالات قلبیہ مع بیان الحکم: ۔دل میں جو خیالات آتے ہیں ان کی پانچ قسمیں ہیں ۔نمبر ۱۔ھاجس۔۲۔خاطر۔۳۔حدیث النفس۔۴۔ھم۔۵۔عزم بالجزم۔

اگر دل میں یکا یک کسی خیال کا گزر ہو اور وہ ٹھہرے نہیں بلکہ فوراً نکل جائے تو ھاجس ہے جو ھجس باب نصر ضرب بمعنیٰ گزرنا سے ماخوذ ہے اور اگر خیال پیدا ہونے کے بعد کچھ وقوف وقرار بھی ہو اور پھر وہ دور ہو جائے یعنی تردد کی حد تک نہ پہنچے تو خاطر ہے جو خطور باب نصر ضرب بمعنیٰ پیدا ہونا اور پیش آنا سے ماخوذ ہے اور اگر قرار کے بعد کچھ تردد بھی ہو لیکن کسی جانب کو ترجیح نہ ہو تو یہ حدیث النفس ہے یہ تینوں اقسام اس امت کے لئے معاف ہیں ان میں نہ مؤاخذہ ہے نہ ثواب ہے اور پہلی امتوں کے لئے صرف ھاجس معاف تھا اور خاطر وحدیث النفس ان دونوں پر مؤاخذہ تھا اور اگر خلجان اور تردد کے بعد فعل ووجود کی جانب کو ضعیف اور ادنیٰ سی ترجیح ہو جائے تو اس کو ھم کہتے ہیں اس میں ثواب تو ہے لیکن عذاب نہیں یعنی نیکی کا ھم ہو تو ثواب ہے اور بدی کا ھم ہو تو عذاب نہیں جیسا کہ حدیث قصۂ معراج (مشکوۃ جلد ۲، صفحہ ۵۲۸) میں مذکور ہے اور پہلی امتوں پر ھم سیئہ میں مؤاخذہ تھا اور اگر جانب فعل کو قوی ترجیح ہو جائے اور نہایت پختہ ارادہ کرنے کا ہو جائے تو یہ عزم بالجزم ہے اس میں عذاب بھی ہے اور ثواب بھی ہے یعنی اگر عزم نیکی کا ہے تو ثواب ہے اور اگر عزم بدی کا ہے تو عذاب ہے ان پانچوں اقسام کو کسی شاعر نے ان دو ابیات میں منظوم کیا ہے......

مراتب القصد خمس هاجس ذكروا ☆ فخاطر فحديث النفس فاستمعا

يليه هم فعزم كلها رفعت ☆ سوى الاخير ففيه الاخذ قد وقعا

حاشیہ جلالین مجتبائی صفحہ ۲۲۷۔ یہ جمہور محدثین وفقہاء کا مذہب ہے لیکن بعض علماء کے نزدیک عزم سیئہ میں بھی مؤاخذہ نہیں۔ دلیل جمہور......۔ایک حدیث صحیح میں ہے اذاا لتقى المسلمان بسيفهما فالقاتل وا لمقتول فی النار ۔صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! قاتل نے تو قتل کیا لیکن مقتول کا کیا گناہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا انه کا حريصا علیٰ قتل صاحبه یعنی مقتول کے جہنمی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا بھی قتل کرنے کا پختہ ارادہ تھا۔(رواہ البخاری ومسلم بحوالہ مشکوۃ جلد ۲ صفحہ ۳۰۷)۔

دلیل فریق ثانی......حدیث باب ان اللہ تجاوز عن امتی ما وسوست به صدورها مالم تعمل به اوتتكلم ۔(متفق علیہ بحوالہ مشکوۃ جلد ا صفحہ ۱۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک وسوسہ عمل اور قول مثلاً قتل اور غیبت کی حد تک نہ پہنچے معاف ہے تو ثابت ہوا کہ محض بدی کے عزم پر بھی مؤاخذہ نہیں بلکہ وہ بھی معاف ہے

جمہور کی طرف سے جواب نمبرا......۔حدیث مذکور کے قرینے سے یہاں وسوست سے مراد ھم کا درجہ ہے نہ کہ عزم بالجزم کا اور ھم سیئہ میں عدم مؤاخذہ کے ہم بھی قائل ہیں۔

جواب نمبر۲......۔تجاوز سے مراد یہ ہے کہ عزم سیئہ میں فعل سیئہ جیسا مؤاخذہ نہ ہوگا بلکہ اس سے کم گناہ ہوگا بخلاف پہلی امتوں کے کہ ان کے لئے عزم معصیت پر بھی فعل معصیت کا مؤاخذہ وعذاب تھا۔

البحث الثالث ذكر طريق و علاج لدفع الوساوس......۔مشائخ صوفیاء نے دفع وساوس کے لئے کئی طریقے بیان کئے ہیں ان میں سے دو عمدہ اور آسان طریقے یہ ہیں۔

(۱)عدم التفات......۔یعنی وساوس کی طرف دھیان اور توجہ ہی نہ کرے بلکہ اپنے کام میں لگا رہے اور ان کے دفع کرنے کا اہتمام ہی نہ کرے۔

(۲)عدم مؤاخذہ وامید اجر......۔یعنی یہ تصور کرے کہ جب شریعت نے غیر اختیاری وساوس میں مؤاخذہ نہیں رکھا تو پھر غم کرنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ ان وساوس سے طبیعت میں کلفت وتشویش ہوتی ہے تو اس کلفت وتشویش کی برداشت میں اجر وثواب کی امید ہے۔

الفصل الاول ...... عن ابی هريرة قوله مالم تعمل به او تتكلم (صفحہ ۱۸)......۔یہ حکم فقط برے اعمال واقوال مثلاً قتل وغیبت وغیرہ کے وساوس کا ہے کہ ان میں بلا عمل وقول محض قصد وارادے پر مؤاخذہ نہیں باقی عقائد فاسدہ اور اخلاق ذمیمہ جن کا محل صرف قلب ہے مثلاً عقیدۂ

شرک، عقیدۂ انکار ختم نبوت، حسد، بغض، کینہ وغیرہ ان میں بلا قول و عمل محض استقرار کی صورت میں بھی مؤاخذہ اور عذاب ہوگا۔

وعنہ قولہ ما یتعاظم احد منا ان یتکلم بہ......:۔مثلاً خدا کو کس نے پیدا کیا وہ کس چیز کا ہے کس قسم کا ہے اور کتنا بڑا ہے۔ **قولہ اوقد وجدتموہ** اسکی تقدیر عبارت یہ ہے کہ **احصل ذلک الشیٔ وقد وجدتم تعاظمہ**...... **قولہ ذلک صریح الایمان**......:۔ذلک کا اشارہ یا تو تعاظم کی طرف ہے اور مقصد یہ ہے کہ ان وساوس کا بڑا سمجھنا اور قبول نہ کرنا دلیل ایمان ہے ورنہ قبول کر لیتے یا اس کا اشارہ وساوس کی طرف ہے اور مقصد یہ ہے کہ خود وسوسہ ہی علامت ایمان ہے کیونکہ چور خالی گھر میں کبھی نقب نہیں لگاتا۔

وعنہ...... قولہ اذا بلغہ فلیستعذ باللہ و لینتہ......:۔یعنی استدلال میں نہ پڑے کیونکہ وساوس شیطانیہ تو غیر محدود ہیں جن سے وقت ضائع ہوتا ہے و نیز پریشانی ہوتی ہے بلکہ استعاذہ کرے اور غور خوض سے باز آجائے اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جائے اور یا کم از کم مجلس و حالت کو بدل دے ویسے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر خالق کے لئے بھی خالق ہو تو تسلسل لازم آئے گا جو باطل ہے اور مستلزم باطل خود باطل ہوتا ہے لہذا یہ سوال غلط ہے۔

وعنہ...... قولہ فلیقل امنت باللہ و رسلہ......:۔یا تو بطور تسلی و دفع وسوسہ کے یہ الفاظ کہے کہ اللہ اور اس کے رسولوں نے جو کچھ ذات و صفات باری کے متعلق بیان کیا ہے اس پر ایمان لایا وھو انہ قدیم و واحد اور یا بطور ایمان کی تازگی و پختگی کے یہ الفاظ کہے کیونکہ ایسے خیالات سے ایمان کمزور ہو جاتا ہے اور وہ حد کفر تک پہنچا دیتے ہیں۔

وعن ابن مسعودؓ قولہ قرینہ من الجن......:۔اس کا نام اہرمن یا دسواس ہے جو بدی کا حکم کرتا ہے۔ **قولہ و قرینہ من الملئکۃ**......:۔اس کا نام ملہم ہے جو اس کو اچھائی کا حکم دیتا ہے۔ **قولہ و لکن اللہ اعاننی علیہ فاسلم**......:۔اس مقام میں دو روایات ہیں۔(۱)......اسلم (میم کے ضمہ سے مضارع متکلم کا صیغہ) سلامۃ باب سمع سے یعنی میں اس کے شر اور وسوسہ سے سالم اور محفوظ رہتا ہوں یہ علامہ خطابی کا قول ہے اور یہی راجح ہے۔(۲)......اسلم (بفتح المیم ماضی کا صیغہ) اسلام سے یہ قاضی عیاض کا قول ہے اور مرجوح ہے اس قول ثانی پر یہ شبہ ہے کہ شیطان تو وہ ہے جو طبعاً اور فطرتاً کفر پر پیدا ہو تو پھر آنحضرت ﷺ کا شیطان مسلمان کیسے ہو گیا۔

جواب نمبر ا......:۔ یہاں اسلام کے لغوی معنٰی مراد ہیں یعنی مطیع و تابع شدن۔
جواب نمبر ۲......:۔ علامہ توریشتی فرماتے ہیں کہ حضورﷺ کی برکت وکرامت اور خصوصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کے شیطان کو مسلمان بنادیا ہے۔

وعن انس رضی اللہ عنہ قولہ ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم ......:۔اس میں دو احتمال ہیں۔(۱)......مجری مصدر میمی ہے اور کاف حرف تشبیہ محذوف ہے اور وجہ تشبیہ عدم احساس اور کمال قبضہ وتسلط ہے یعنی جس طرح خون انسان کی رگوں میں دوڑتا ہے لیکن اس کا احساس نہیں ہوتا نیز خون کو جسم انسانی پر کامل قبضہ حاصل ہوتا ہے اسی طرح شیطانی وساوس بھی دل میں غیر محسوس طور پر آتے رہتے ہیں نیز شیطان کو اغواء انسانی پر کامل تسلط حاصل ہوتا ہے۔(۲)......مجریٰ ظرف مکان بمعنی جائے جریان ہے مطلب یہ ہے کہ خود شیطان بوجہ لطافت جسم کے محل خون یعنی پورے بدن انسانی میں گھس جاتا ہے اور رگ و ریشے میں سرایت کر کے وساوس کا انجکشن اور تصرف کرتا رہتا ہے۔

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ......قولہ الا یمسہ الشیطان الخ (صفحہ ۱۸) ظاہری الفاظ سے مس حسی مراد ہے اور آئندہ حدیث صیاح المولود الخ بھی اسی پر دال ہے اور بعض علماء کے نزدیک اس سے مراد وسوسہ شیطانیہ ہے لیکن پہلا مسلک راجح ہے۔**قولہ غیر مریم و ابنھا** ......:شبہ......:۔اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتﷺ اس سے مستثنیٰ نہیں بلکہ آپﷺ کو بھی نزغہ شیطانی واقع ہوا ہے حالانکہ یہ آپ کی شان افضلیت کے خلاف ہے۔جواب نمبر ا......:۔ پہلے گزر چکا ہے حضورﷺ کا شیطان مسلمان اور تابع ہو چکا ہے اس لئے یہ نزغہ شیطانی آپ کو بھی واقع نہیں ہوا۔جواب نمبر ۲......:۔شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرتﷺ اس حدیث کے عمومی مضمون میں داخل ہی نہیں بلکہ آپﷺ اپنے سوا دوسرے انسانوں کا حال بتارہے ہیں۔جواب نمبر ۳......:۔ یہ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی فضیلت جزئی ہے جس سے حضورﷺ کی فضیلت کلی پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ آپﷺ کے بے شمار کمالات ومعجزات ایسے ہیں جن میں آپﷺ کا کوئی بھی شریک نہیں۔پھر ان دو حضرات کی وجہ خصوصیت وہ دعا ہے جو حضرت مریم کی والدہ (امراۃ عمران) حضرت حنہ نے مریم علیہا السلام کی ولادت کے وقت کی تھی یعنی وانی اعیذھا بک وذریتھا من الشیطٰن الرجیم (پارہ ۳)

وعن جابر رضی اللہ عنہ ...... قولہ ان ابلیس یضع عرشہ علی الماء:۔اس میں دو احتمال ہیں۔نمبر ا......:۔ حقیقت پر محمول ہے کہ وہ ظاہری طور پر عرش اور تخت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ابتلاء کے لئے

شیطان کو اس بات کی قدرت دی ہے تا کہ وہ یہ سمجھے کہ عرش رحمانی کے مقابلے میں میرا عرش شیطانی بھی ہے چنانچہ قرآن میں عرش رحمانی کے متعلق ارشاد ہے وکان عرشه علی الماء (پارہ۱۲)۔ نمبر۲......۔یہ مجاز ہےاور کنایہ ہے کمال تسلط سے۔**قوله نعم انت**......۔یہ یا تو فعل مدح ہے ای نعم الولد او نعم العون انت یا حرف ایجاب ہے ای نعم انت صنعت شیئا عظیما پھر شیطان تفریق زوجین کو چوری وغیرہ پر ترجیح اس لئے دیتا ہے کہ اس کے مفاسد بہت ہیں چنانچہ عموماً اس سے زنا اور ولد الزنا کی کثرت اور مرد وبیوی کے خاندانوں میں دائمی فساد پیدا ہو جاتا ہے۔

قوله قال الاعمش اراه (صفحہ۱۸)......اس ضمیر کا مرجع ابوسفیان طلحہؒ ہے جو سلیمان اعمشؒ کے شیخ اور حضرت جابرؓ کے شاگرد ہیں یا اس کا مرجع خود آنحضرت ﷺ ہیں۔

وعنه...... قوله ان الشیطان قد ایس من ان یعبده المصلون الخ ......

:۔شبہ......: حضور ﷺ کی وفات کے بعد کئی لوگ مرتد ہو گئے تھے جنہوں نے مسیلمہ کذاب کی پیروی کی تھی یا زکوٰۃ کا انکار کیا تھا تو یہ اس حدیث کے خلاف ہے۔

جواب نمبر۱......ان یعبده سے مراد بت پرستی ہے اور ان مرتدین نے بت پرستی نہیں کی تھی جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کی بت پرستی پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا یا بت لا تعبد الشیطن (پارہ۱۶)

جواب نمبر۲......:۔مایوسی اس بات سے ہے کہ اسلام بالکل نیست و نابود ہو جائے اور پہلے کی طرح کفر کا پھر غلبہ اور زور ہو جائے اور وہ بالکل عام و تام ہو جائے۔

جواب نمبر۳......:۔یہ مایوسی اکثر افراد کے اعتبار سے ہے لہذا بعض کا ارتداد اس کے منافی نہیں۔

قوله المصلون ......:۔اس سے مراد اہل ایمان ہیں چونکہ نماز افضل العبادات اور عماد الدین اور ایمان کی بڑی علامت ہے اس لئے اس کو اختیار کیا گیا ہے۔

قوله فی جزیرة العرب...... امام مالکؒ کے نزدیک جزیرہ عرب نام ہے مکہ مدینہ یمن کا اور قاموس میں ہے جزیرہ عرب کی حدود یہ ہیں عدن سے شام تک طولاً اور جدہ سے عراق تک عرضاً پھر جزیرہ عرب کی خصوصیت اس لئے ہے کہ اس وقت تک اسلام عرب سے باہر نہیں پھیلا تھا یا اس لئے کہ عرب مرکز اسلام ہے تو اس سے مراد تمام عالم اسلام ہے۔

قوله فی التحریش ......تحریش کے معنی ہیں ایک دوسرے کے خلاف اکسانا اور غلانا ابھارنا خانہ جنگی، قتل و غصہ دست، جنگ و جدال میں مبتلا کرنا یہ حدیث مشاجرات صحابہ کی پیشین گوئی ہے۔

الفصل الثانی ......:عن ابن عباس ؓ ....قوله انی احدث نفسی (صفحہ۱۹) یعنی میں دل میں سوچتا ہوں اور خیال کرتا ہوں۔ **قوله بالشئ الخ** ...... یہ لفظاً معرفہ اور معنیً نکرہ ہے اور اس کے بعد والا جملہ اسمیہ اس کی صفت ہے جیسا کہ **ولقد امر علی اللئیم یسبنی** میں جملہ فعلیہ اللئیم کی صفت ہے۔ **قوله حممة** ...... بمعنیٰ کوئلہ۔

قوله رد امره ......۔ضمیر کا مرجع میں دو احتمال ہیں (۱)...... اس کا مرجع شیطان ہے اور شیطان کا ذکر اگرچہ حدیث میں صراحۃً نہیں مگر وہ ضمناً سیاق کلام سے سمجھا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ پہلے شیطان صراحۃً کفرو گناہ کی دعوت دیتا تھا لیکن اب اس کی جگہ صرف وسوسہ ڈالتا ہے۔

(۲)...... اس کا مرجع رجل ہے اور امر بمعنیٰ شان ہے مطلب یہ ہے کہ اس آدمی کا معاملہ صرف وساوس تک پہنچا ہے اور قول وعمل کی حد تک نہیں پہنچا اور ایسا وسوسہ معاف ہے۔

وعن ابن مسعود ؓ ...... قوله لمة ......۔یعنی تصرف والقاء خیال۔

قوله فايعاد بالشر ......۔یعنی تکلیف کے ساتھ ڈرانے کا وسوسہ مثلاً انفاق فی سبیل اللہ میں فقرو افلاس سے اور ایمان وعبادت میں مشقت سے ڈراتا ہے۔

وعن ابی هريرة ؓ ......قوله فقولوا الله احد الخ ......۔یہ فمن خلق اللہ والے قول پر رد ہے اور یہ کل پانچ صفات ہیں جن سے اللہ کے مخلوق ہونے کی نفی ہوتی ہے اور تفصیل یہ ہے۔

صفت نمبر۱ ......۔احد: احد وہ یکتا ذات ہے جس کا ذات وصفات میں کوئی شریک نہ ہو لہٰذا ذات باری مخلوق نہیں ورنہ مخلوقیت کی صفت میں مخلوق کے ساتھ شرکت لازم آئے گی جو احدیت کے منافی ہے۔

صفت نمبر۲ ......۔الصمد: صمد وہ ذات ہے جو کسی کی محتاج نہ ہو اور باقی سب اس کے محتاج ہوں حالانکہ مخلوق اپنے خالق کی محتاج ہوتی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ مخلوق نہیں ورنہ احتیاج لازم آئے گا۔

صفت نمبر۳ ......۔**لم یلد**:۔اس میں اللہ تعالیٰ کے والد ہونے کی نفی ہے جو اعلیٰ صفت ہے تو اعلیٰ کی نفی سے ادنیٰ یعنی مولود ومخلوق ہونے کی نفی بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔

صفت نمبر۴ ......۔**ولم یولد**:۔اس میں صراحۃً اللہ کے مولود ومخلوق ہونے کی نفی ہے۔

صفت نمبر۵۔۔**ولم یكن له كفوا احد**: اس میں مساوی کی نفی ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے کسی اعلیٰ یعنی خالق ووالد کی نفی بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔

قوله ثم لیتفل ......: یہ نصر ضرب دونوں سے ہے۔ تھوکنے سے مقصود اظہار نفرت وکراہیت ہے اگر انسان

نماز میں مشغول ہوتو پھر اگر فرض نماز ہے تو ارکان ہی میں مشغول رہنا چاہیئے اور اگر نفل نماز ہے اور مسجد بھی ہے تو تعوذ تو پڑھ لے لیکن تھوکے نہیں یا اگر تھوکے تو اپنے کپڑے میں لے لے اور اگر مسجد سے باہر ہے تو پھر تھوک بھی سکتا ہے و لکن بعمل قلیل۔

قولہ عن یسارہ ......:دائیں جانب کی فضیلت کی وجہ سے بائیں جانب کو اختیار کیا گیا ہے یا اس لئے کہ شیطانی القاء دل کی بائیں جانب سے ہوتا ہے اور رحمانی القاء دائیں طرف سے ہوتا ہے۔

الفصل الثالث ...... وعن عثمان بن ابی العاصؓ۔حالات:......آپ ثقفی ہیں جو قبیلہ بنی ثقیف کی طرف منسوب ہے آنحضرت ﷺ نے آپؓ کو طائف کا عامل اور حضرت عمرؓ نے عمان و بحرین کا والی بنایا۔آپؓ ۱۰ھ میں وفد بنی ثقیف کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے جبکہ آپؓ کی عمر ۲۹ سال کی تھی بصرے میں بعمر ۷۰ سال ۵۱ھ میں وفات پائی آپ سے تابعین کی ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے مثلاً حسن بصریؒ،سعید بن مسیبؒ،موسیٰ بن طلحہؒ وغیرہم۔

قولہ خنزب ......:۔اس میں تین لغات ہیں۔(۱) بکسرتین (۲) بفتحتین (۳) بکسرۃ ففتحۃ علی وزن درھم۔یہ شیطان کا لقب ہے جس کے معنیٰ ہیں برائی وبدکاری پر دلیر۔

قولہ فتعوذ باللہ منہ...... :۔یعنی نماز سے فارغ ہو کر ایسا کرو۔

وعن القاسم بن محمدؒ ...... حالات:۔آپ قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ ہیں اکابر تابعین میں سے ہیں مدینہ منورہ کے مشہور فقہاء سبعہ میں سے ہیں صحابہؓ کی ایک جماعت سے روایت کی ہے مثلاً حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ وغیرہما آپ سے خلق کثیر نے روایت حدیث کی ہے۔ ۱۰۱ھ میں بعمر ۷۰ سال وفات پائی۔**قولہ امض فی صلوتک** ......:۔یہ حکیمانہ جواب ہے کہ وساوس میں بے جا سوچ و بچار مت کرو اور نماز پوری کرلو لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ یہ ظن غالب ہو کہ میں نماز پوری کر چکا ہوں۔

باب الایمان بالقدر (صفحہ ۱۹)

یہاں سات مباحث ہیں۔(۱)......قدر وقضاء کے معنیٰ ایمان بالقدر کی تشریح مع بیان تمثیل۔(۲)......ازالۂ شبہات (۳)......ثبوت تقدیر از قرآن (۴)......تاریخ انکار تقدیر (۵)......عقیدہ تقدیر اور مسئلہ افعال عباد کے متعلق بیان مذاہب مع دلائل۔(۶)......فوائد عقیدۂ تقدیر (۷)......بیان اقسام تقدیر۔

البحث الاول فی ذکر معنیٰ القدر و القضاء ...... :۔قدر دال کے فتحہ کے

ساتھ یا سکون سے ہے اس کے لغوی معنٰی ہیں اندازہ کرنا اور قضاء کے لغوی معنٰی ہیں فیصلہ کرنا۔
اصطلاح شریعت میں اللہ تعالٰی کے حکم کلی اجمالی ازلی کو قضاء کہتے ہیں اور اس حکم کلی کی جزئیات وتفصیلات کو قدر کہتے ہیں۔ اسی لئے قرآن میں فرمایا انا کل شیء خلقنٰہ بقدر (پارہ ۲۷) اور بعض حضرات قضاء و قدر دونوں الفاظ کو مترادف کہتے ہیں ایمان بالقدر کا مطلب یہ ہے کہ یہ یقین اور پختہ اعتقاد رکھا جائے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے یا ہو چکا ہے یا آئندہ ہوگا یہ سب حق تعالٰی کے علم محیط ذاتی اور قدرت کاملہ کے تحت ہے یعنی عالم کے تمام واقعات کا اللہ تعالٰی کو پہلے سے علم ازلی حاصل ہے اور جو کچھ بڑا یا چھوٹا واقعہ ہونے والا ہے وہ اللہ کی قدرت ومشیت میں ہے اور ان سب واقعات کو اللہ تعالٰی نے اپنے علم ازلی سے پہلے ہی سے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے تو ہر واقعہ اسی کے مطابق ہوتا ہے باری تعالٰی کے علم ازلی اور قدرت کاملہ میں ثابت ہے۔
بیان تمثیل ...... مثال نمبر۱ ......: نقشۂ پنہانی ......: یعنی جس طرح ایک انجینئر یا معمار مکان بنانے سے قبل اس کا ایک نقشہ اپنے ذہن میں اور ایک نقشہ کاغذ پر بناتا ہے اور پھر اسی نقشہ کے مطابق خارج میں مکان تیار کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالٰی نے اس کائنات ہستی کا وجود سے قبل اپنے علم میں اور پھر لوح محفوظ میں ایک نقشہ قائم فرمایا ہے تو تقدیر کی بنیاد علم باری اور قدرت باری پر ہے تقدیر کے انکار سے ان دونوں چیزوں کا انکار لازم آتا ہے یعنی تقدیر کے انکار سے اللہ کی طرف جہل و عجز کی نسبت لازم آتی ہے جیسا کہ معتزلہ کا مذہب ہے۔
مثال نمبر۲ ......: علم مظہر ......: یعنی جس طرح ایک نجوم دان کسی حادثے کے وقوع سے پہلے اسکی خبر دیتا ہے اور پھر وہ حادثہ پیش آجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس نجومی کا وہ علم واخبار اس حادثے کے لئے سبب وموجب نہیں ہوتا بلکہ صرف مظہر اور مخبر ہے اسی طرح اللہ تعالٰی نے اپنے علم ازلی قطعی یقینی سے تمام واقعات عالم کو پہلے ہی سے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے تو تقدیر مظہر ہے مجبر نہیں۔

البحث الثانی فی ذکر ازالۃ الشبہات

شبہ نمبر۱ ......: تقدیر کی صورت میں انسان مجبور محض ہے لہذا جزاء وسزا نہیں ہونی چاہیئے۔
جواب ......: اللہ تعالٰی نے انسان کو قوت وارادہ اور کسب واختیار بھی بخشا ہے جس کے تحت بندے سے افعال تکلیفیہ صادر ہوتے ہیں تو تکلیف اور جزاء وسزا کی بنیاد اسی ارادے اور قوت پر ہے لہذا انسان مجبور محض نہیں کیونکہ حرکت اختیاریہ اور حرکت رعشہ میں فرق نہ کرنا اور انسان کو پتھر کی طرح مجبور محض سمجھنا یہ بداہت کا انکار ہے۔
شبہ نمبر۲ ......: تقدیر سے انسان میں سستی کم ہمتی اور بے عملی پیدا ہو جاتی ہے۔
جواب ......: قرآن وحدیث میں تقدیر کے ساتھ ساتھ اسباب کے اختیار کرنے کی بھی بہت تاکید فرمائی

گئی ہے۔ مثلاً مرض میں علاج، جنگ میں اسلحہ، رزق میں محنت وغیرہ تو پھر تقدیر پر بھروسہ کر کے بے عملی کا سبق لے لینا انسان کی اپنی غلطی ہے ونیز کسب معاش میں تو انسان کبھی بھی تقدیر پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ اس کے لئے رات دن اسباب اختیار کرتا ہے تو پھر اعمال شرعیہ میں تقدیر پر بھروسہ کرنے کے کیا معنیٰ ہیں؟

شبہ نمبر ۳......:۔ جب تمام معاصی تقدیر الٰہی سے واقع ہوتے ہیں اور مسلمانوں پر رضا بالقضا لازم ہے تو اس سے معاصی پر راضی ہونا لازم آتا ہے حالانکہ یہ شریعت کے خلاف ہے۔

جواب......:۔ معاصی خود قضا نہیں بلکہ معاصی میں قضا نام ہے اللہ کے علم معصیت اور تخلیق معصیت کا تو خود معاصی قدر و قضا نہیں بلکہ محل قدر و قضا ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علم معصیت اور تخلیق معصیت پر راضی ہونے سے خود معصیت پر راضی ہونا لازم نہیں آتا اور تخلیق معصیت پر رضا اس لئے ہے کہ وہ باعث کمال ہے کیونکہ خلق و ایجاد کمال قدرت کو مقتضی ہے۔

البحث الثالث...... ثبوت تقدیر از قرآن......:۔ اس مسئلے کو قرآن مجید میں بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے چنانچہ سورج اور چاند کے متعلق فرمایا والشمس تجری لمستقر لها ذلک تقدیر العزیز العلیم. و القمر قدّرنٰه منازل حتّٰی عاد کالعرجون القدیم لا الشمس ینبغی لها ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النهار (پارہ ۲۳) ان آیات سے معلوم ہوا کہ سورج اور چاند کی رفتار اور راستے متعین ہیں نیز رات اور دن کی آمد و رفت حق تعالیٰ کے علم ازلی کے مطابق ہے اور زمین کی غذاؤں کے متعلق فرمایا و قدر فیها اقواتها (پارہ ۲۴) اور موت کے متعلق فرمایا نحن قدرنا بینکم الموت (پارہ ۲۷) اور مصیبت کے متعلق فرمایا ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کِتٰبٍ من قبل ان نبراها (پارہ ۲۷) اور تمام چیزوں کے متعلق فرمایا انا کل شیٔ خَلَقْنٰهُ بقدر (پارہ ۲۷) اور و خلق کل شی فقدره تقدیرا (پارہ ۱۸) اور و ان من شیٔ الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم (پارہ ۱۴) اور وما تسقط من وّرقة الا یعلمها ولا حبة فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین (پارہ ۷) اسی طرح سابقہ آسمانی کتابوں تورات، انجیل، زبور میں بھی تقدیر کا ذکر موجود ہے۔

البحث الرابع...... تاریخ انکار تقدیر......:۔ خلافت راشدہ کے دور کے آخر تک تمام مسلمان عقیدۂ تقدیر پر قائم رہے کسی نے اس میں نزاع نہ کیا پھر خلافت راشدہ کے بعد دور صحابہؓ کے آخر میں بصرہ کے ایک شخص معبد جہنی نے اس کا انکار کیا وہ کہتا تھا الامر انف یعنی پہلے سے ان چیزوں کا کوئی نقشہ

جو یز شدہ نہیں اور وقوع حوادث سے قبل اللہ تعالیٰ کو ان حادثات کا کوئی علم حاصل نہیں۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ معبد نے یہ عقیدہ مجوس کے ایک شخص سیسویہ سے اخذ کیا تھا۔ صحیح مسلم کی کتاب الایمان کے شروع میں یہ مسہ مذکور ہے کہ یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبدالرحمٰن دونوں حج یا عمرے کے لئے گئے مکہ معظمہ میں حضرت عبداللہ ن عمرؓ سے ملاقات ہوئی ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے یہ نظریہ نقل کیا حضرت عبداللہ بن عمرؓ ں شخص پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اس کو بتا دو کہ وہ اگر احد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرے تب بھی وہ قبول نہ ہوگا جب تک کہ وہ عقیدہ تقدیر کا اقرار نہ کرلے پھر ایسا ہوا کہ اس شخص نے تقدیر کی بجائے افعال عباد کے مسئلے میں گفتگو شروع کردی اس لئے اب بحث نمبر ۵ میں مسئلہ افعال عباد کو ذکر کیا جاتا ہے۔

لبحث الخامس...... عقیدۂ تقدیر اور مسئلہ افعال عباد کے متعلق بیان

مذاہب......۔ اس میں تین مذاہب ہیں اول ...... جبریہ، جہمیہ، مرجۂ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال میں مجبور محض ہے اس کے سب افعال اللہ کی طرف سے ہیں اور بندے کو نہ قوت خالقہ حاصل ہے ور نہ قوت کاسبہ۔ ان لوگوں نے مسئلہ تقدیر کے بارے میں غلو اور افراط سے کام لیا اور تقدیر کی بنیاد پر انسان کو مجبور محض بنا دیا۔ دوم...... معتزلہ، قدریہ اور شیعہ کے بعض فرقے کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال اختیاریہ کا خود خالق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اختیار تام اور قوت خالقہ بھی دی ہے تو گویا ان کے نزدیک افعال العباد کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ان لوگوں نے تقدیر کے بارے میں تفریط سے کام لیا اور انسان کو خود خالق اور مختار محض مان کر تقدیر کا بالکل ہی انکار کردیا۔ سوم...... اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک انسان کو اپنے افعال کا اختیار حاصل ہے لیکن یہ اختیار کامل اور مستقل نہیں بلکہ ناقص و غیر مستقل ہے یعنی انسان کو قوت خالقہ تو حاصل نہیں لیکن قوت کاسبہ حاصل ہے باقی قوت خالقہ صرف خدائے ذوالجلال کی صفت ہے یہ مذہب متوسط اور معتدل ہے کہ خلق افعال اللہ کی قدرت و تقدیر کے تابع قرار دیتا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ بندے کے لئے کسب کو ثابت بھی کرتا ہے۔ جبریہ کی تردید اور اختیار عبد کے دلائل......۔

دلیل نمبر۱......۔ آیات قرآنیہ: مثلاً...... نمبر۱۔ فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر (پارہ ۱۵) نمبر۲......۔ فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلا (پارہ۲۹) نمبر۳......۔ ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلهم جمیعا (پارہ۱۱) اس آخری آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان و ہدایت کے بارے میں اللہ نے انسانوں پر جبر نہیں کیا۔

دلیل نمبر۲......۔ بداہت......۔ یعنی ہاتھ کی حرکت اختیاری اور حرکت رعشہ میں نمایاں فرق ہے کہ

حرکت رعشہ میں انسان کو روکنے کا اختیار حاصل نہیں لیکن حرکت اختیاری میں یہ اختیار حاصل ہے۔

دلیل نمبر۳......:۔وجدان......یعنی انسان کو دشمن پر تو غصہ آتا ہے لیکن اگر اس پر لکڑی گر جائے تو اس پر غصہ نہیں آتا۔ معلوم ہوا کہ وہ دشمن کو مختار اور لکڑی کو غیر مختار سمجھتا ہے۔

دلیل نمبر۴......:۔فطرت......یعنی اگر آپ مثلاً اونٹ کو لکڑی ماریں تو وہ آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور لکڑی پر متوجہ نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ وہ بھی لکڑی کو مجبور اور آپ کو مختار جانتا ہے۔

معتزلہ کی تردید اور خلق باری کے دلائل قرآنیہ......:نمبر۱......:۔الا لہ الخلق والامر (پارہ۸) نمبر۲......:۔الا یعلم من خلق (پارہ۲۹) نمبر۳......:۔واللہ خلقکم وما تعملون (پارہ۲۳) نمبر۴......:۔ذلکم اللہ ربکم خالق کل شیٔ (پارہ۲۴)

نمبر۵......:۔وربک یخلق ما یشاء و یختار (پارہ۲۰)

البحث السادس...... فی ذکر فوائد عقیدۃ التقدیر: ۔اس عقیدۂ تقدیر کے بہت سے فوائد ہیں جن میں سے چھ یہ ہیں۔(۱)زیادتی اعتقاد(۲)معرفت مرتبہ(۳)صبر(۴)شکر(۵)شجاعت(۶)تدبیر اور تفصیل یہ ہے۔

نمبر۱......زیادتی اعتقاد......یعنی لوح محفوظ کے نقشہ کے مطابق واقعاً عالم کو دیکھ کر فرشتوں کے اعتقاد و تصدیق میں ترقی واضافہ ہو جاتا ہے۔

نمبر۲:۔معرفت مرتبہ......معرفت مرتبہ یعنی لوح محفوظ کے نقشہ کو دیکھ کر فرشتے قابل مدح اور قابل مذمت انسان کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں اور پھر ہر ایک کے مرتبے کے مطابق اس کے لئے دعائے خیر یا دعائے غیر خیر کرتے ہیں۔

نمبر۳:۔صبر......یعنی انسان اپنی ناکامی اور مصیبت میں مایوس اور شکستہ دل نہیں ہوتا بلکہ اس میں خدا کی حکمت کا تصور کر کے صبر کرتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے لکیلا تاسوا علیٰ ما فاتکم (پارہ۲۷)

نمبر۴:۔شکر......یعنی عقیدۂ تقدیر کی وجہ سے انسان اپنے کسی کمال اور کامیابی پر مغرور نہیں ہوتا بلکہ اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے جان کر اس کا شکر بجالاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ولا تفرحوا بما اتکم (پارہ۲۷)

نمبر۵:۔شجاعت......یعنی عقیدہ تقدیر کی وجہ سے انسان موت سے بے خوف ہو جاتا ہے اور اس میں جوان مردی، ہمت اور جرأت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا مؤجلا (پارہ۴) اور قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا (پارہ۱۰)۔

نمبر۶:۔تدبیر......یعنی تقدیر کا معتقد انسان ظاہری اسباب کی تنگی کو دیکھ کر اپنی تدبیر اور حیلہ جوئی ترک نہیں کرتا اور حوصلہ نہیں ہارتا کیونکہ اس کی نظر صرف ظاہری اسباب پر نہیں بلکہ مسبب الاسباب اور مؤثر حقیقی پر ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله(پارہ۲)

البحث السابع بیان اقسام تقدیر......تقدیر دو قسم پر ہے۔

نمبر۱:۔مبرم......یہ وہ ہے جو قطعی طور پر متعین ہو اور اس میں تغیر و تبدل کا ذرا بھی احتمال نہ ہو۔

نمبر۲:۔معلق......وہ یہ ہے کہ مثلاً لوح محفوظ میں یہ لکھا ہو کہ اگر فلاں نے حج کیا تو بیس سال زندہ رہے گا اور حج نہ کیا تو پندرہ سال زندہ رہے گا فی الحقیقت تقدیر معلق علم الٰہی کے اعتبار سے مبرم ہی ہے اور یہ تعلیق صرف لوح محفوظ کے اعتبار سے ہے۔اور قرآن حمید میں جو یہ ارشاد ہے یمحوا الله ما يشاء و يثبت (پارہ۱۳)تو یہ محو اور اثبات بھی لوح محفوظ کے لحاظ سے ہے نہ کہ علم الٰہی کے لحاظ سے(مرقات جلد۱،صفحہ۴۶)فائدہ:حضرت علیؓ سے کسی نے تقدیر کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا طریق مظلم لاتسلکه دوسری بار سوال کیا تو فرمایا بحر عميق لا تلجه تیسری مرتبہ سوال کیا تو فرمایا ستر الله قد خفي عليك فلا تفتشه(مرقات جلد۱،صفحہ۱۴۵)

الفصل الاول...... عن عبد الله بن عمرؓ وقوله مقادير الخلائق (صفحہ۱۹)......مقادیر جمع ہے مقدار کی بمعنی اندازہ کرنے کا آلہ اور یہاں اس سے خود اندازہ اور تقدیر کے معنیٰ مراد ہیں۔

قوله بخمسين الف سنة.. اس کے معنیٰ ہیں پانچ سو صدیاں اور یہاں اس سے مراد طویل مدت ہے یا یہ حقیقت پر محمول ہے اور ممکن ہے کہ فلک کے وجود سے قبل عرش کی حرکت کا نام زمانہ ہو۔

قوله و كان عرشه على الماء :یعنی عرش اور پانی کے درمیان کوئی حائل و فاصل نہیں تھا جیسا کہ اب ہے اور پھر پانی ہوا پر اور ہوا قدرت پر تھی۔

وعن ابن عمرؓ ......قوله حتى العجز و الكيس...... :عجز کے معنیٰ ضعف کے ہیں جو قوت کے مقابلے میں ہے اور کیس کے معنیٰ سمجھ،دانائی،ذہانت کے ہیں اور اس کے مقابلے میں غباوت وحماقت ہے اور یہاں عجز و کیس کے ساتھ ان کے مقابل قوت و غباوت بھی مراد ہیں یا عجز کے معنیٰ خود غباوت کے ہیں کیونکہ غبی آدمی فہم و شعور اور افہام و تفہیم سے عاجز ہوتا ہے اس حدیث سے معتزلہ پر رد مقصود ہے کہ جب افعال عباد کا منشاء بھی مقدر ہے تو افعال بطریق اولیٰ مقدر ہوں گے۔

وعن ابى هريرةؓ ......قوله احتج آدم و موسىٰ: یہ مباحثہ و مکالمہ کہاں ہوا؟ اس میں دو احتمال ہیں۔(۱)...... عالم ارواح میں روحانی مکالمہ ہوا اور عند ربهما سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

(۲)..... جسمانی مکالمہ ہوا اس طرح کہ آدم علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں زندہ کیا گیا یا موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد دونوں کو زندہ کیا گیا۔

قولہ بخطیئتک (صفحہ ۱۹)..... شبہ:۔ آدم علیہ السلام سے صدور خطیئہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے منافی ہے۔ **جواب** ....:۔ یہاں خطیئہ سے مراد حقیقی گناہ نہیں کیونکہ گناہ کے لئے قصد و ارادہ شرط ہے حالانکہ قرآن کا بیان ہے فنسی ولم نجد له عزما (پارہ ۱۶) دوسرا یہ کہ جنت احکام شرعیہ کا محل نہیں لہٰذا شجرۂ ممنوعہ سے کھانے کی ممانعت تشریعی حکم نہ تھا بلکہ تشفیقی حکم یعنی محض شفقت و مہربانی کے اظہار کے لئے ایک حکم تھا جس کا توڑنا گناہ تو نہیں ہوتا لیکن باعث ضرر ضرور ہوتا ہے جیسا کے مریض کو بد پرہیزی سے ضرر ہوتا ہے لہٰذا یہاں خطیئہ سے مراد خطاء اجتہادی اور پیغمبرانہ اجتہاد کی ایک معمولی سی لغزش ہے کیونکہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس لعین نے قسم کھا کر یہ لالچ دیا کہ اس شجرۂ ممنوعہ سے کھانے میں حیات دائمی یا ملکیت کا اثر ہے تو آپ نے اس مقصد خیر کی تحصیل کے لئے انظر الی ما قال و لا تنظر الی من قال کے پیش نظر یہ اجتہاد کیا کہ شاید پہلے یہ ممانعت ضعف استعداد کی وجہ سے ہو اور اب تو ماشاء اللہ استعداد مکمل ہو چکی ہے و نیز ممکن ہے کہ آپ نے لفظ هذه کے تحت خاص اسی ایک معین درخت کی شخصی بندش کی ہو حالانکہ اس سے مراد الہٰی نوعی بندش تھی اس لئے یہ اجتہادی غلطی تھی حقیقی نہیں اور پھر اس اجتہادی غلطی پر عتاب اس لئے ہوا کہ آپ کے درجۂ کمال قرب کے اعتبار سے اتنی معمولی سی لغزش بھی خطا تھی و نیز اس لئے کہ اس سے اولاد آدم کو گناہ سے نفرت کا سبق ملے کہ جب ظاہری اور اجتہادی غلطی کا یہ حال ہے تو پھر حقیقی گناہ کا انجام تو اس سے زیادہ خطرناک ہوگا۔ **قولہ فحج آدم موسیٰ**..... شبہ.......: معصیت میں تقدیر کا سہارا لینا کیونکر درست ہے اس سے تو جبریہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے۔

جواب ....:۔ موسیٰ علیہ السلام کی ملامت عالم اسباب سے نکل جانے کے بعد عالم ارواح میں تھی اور وہ بھی ایسی لغزش پر جو توبہ سے معاف ہو چکی تھی۔ جس کا انہیں حق نہ تھا اس لئے حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الزام دینے اور محض لا جواب و خاموش کرنے کے لئے تقدیر کا سہارا لیکر ایسا شدید ظاہری مغالطہ دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا ذہن کسب و سعی عبد کی طرف منتقل ہی نہ ہو سکا ورنہ فی نفسہ آدم علیہ السلام کسب و سعی عبد کے بلاشبہ قائل تھے ورنہ وہ ربنا ظلمنا انفسنا کہہ کر اپنے قصور کا اعتراف نہ فرماتے اور معافی کے خواستگار نہ ہوتے۔

وعن ابن مسعود ؓ ...... **قولہ علقة** (صفحہ ۲۰)..... یعنی دم بستہ اور خون کا لوتھڑا۔ **قولہ**

مضغة...... :یعنی گوشت کا ٹکڑا اور بوٹی اور اکثر اس تیسرے چلے میں اعضاء صورت ہڈی اور پوست بنتی ہے

سوال...... :۔اللہ تعالیٰ تو انسان کو بیک لمحہ پیدا کر سکتے تھے تو پھر تدریج پیدائش میں کیا حکمت ہے؟

جواب...... :۔اس میں بہت سی حکمتیں ہیں مثلاً انسانوں کو تدریج کی اور اختیار اسباب کی تعلیم دینا مقصود ہے دوسرا یہ کہ انسان اپنی حقیقت میں غور کرتے ہوئے تکبر نہ کرے۔تیسرا یہ کہ والدہ کو کافی سے زیادہ کلفت اور مشقت نہ ہو اور وہ اس کی وجہ سے زیادہ بیمار نہ ہو جائے۔

قوله ثم يبعث الله اليه ملكا ...... **سوال**...... :۔صحیحین کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ ابتدائے نطفہ ہی سے رحم مادر پر ایک فرشتہ مقرر ہو جاتا ہے تو یہ تعارض ہوا۔

جواب...... :۔حدیث باب کا مطلب یہ ہے کہ تین چلوں یعنی چار ماہ کے بعد فرشتے کو لکھنے کا حکم ہوتا ہے یا یہ دوسرا فرشتہ ہے جو تصرف کے لئے نہیں بلکہ کتابت کے لئے ہوتا ہے۔

قوله فيكتب عمله و اجله الخ ...... **سوال**:۔جب لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے تو پھر دوبارہ لکھنے کے کیا معنیٰ ہیں؟ **جواب نمبر ا**...... :۔مجاہدؒ تابعی فرماتے ہیں کہ ان چاروں چیزوں یعنی عمل ،اجل ،رزق اور شقاوت یا سعادت کو ایک کاغذ پر لکھ کر اس بچے کے گلے میں لٹکا دیتے ہیں لیکن وہ کاغذ انسانوں کو نظر نہیں آتا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے **و كل انسان الزمنه طائره فى عنقه**(پارہ۱۵)

جواب نمبر ۲...... :۔لوح محفوظ میں تمام اشیاء کی کتابت اجمالاً ہے اور اب ان کو تفصیلاً لکھوایا جاتا ہے چنانچہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کتابت تقدیر کے تین ادوار ہیں۔(۱)......لوح محفوظ میں (۲)......رحم مادر میں چار ماہ کے بعد (۳)......شب قدر میں۔**قوله فيعمل بعمل اهل النار**...... :۔اس سے معلوم ہوا کہ یہ فیصلہ صرف تقدیر کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عمل کا بھی دخل ہے۔

وعن سهل بن سعدؓ ...... **قوله انما الاعمال بالخواتيم** :۔اس سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے اعمال صالحہ پر مغرور نہ ہو اور اعمال سیئہ کی وجہ سے مایوس نہ ہو اور کسی زندہ پر قطعی جہنمی یا جنتی ہونیکا حکم بھی نہ لگایا جائے اور کسی برے آدمی کی تحقیر بھی نہ کرے کہ شاید اس کا خاتمہ اچھا ہو۔

وعن عائشهؓ ...... **قوله عصفور** :یعنی جنت کی چڑیا کی طرح بے گناہ ہے اور جہاں چاہے گا چلے پھرے گا۔**شبہ**...... :کیا جنت میں پرندے ہونگے؟ **جواب نمبر ا**...... :۔بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں بعض پرندے ہوں گے مثلاً ایک حدیث میں ہے **ان فى الجنة طير كا مثال البخت** اور دوسری حدیث میں ہے **ان ارواح المؤمنين فى اجواف طير خضر** اور قرآن سے بھی اس کی تائید

ہوتی ہے کما قال تعالیٰ و لحم طیر مما یشتھون (پارہ ۲۷) جواب نمبر ۲ ...... اگر جنت میں عصفور نہ بھی ہو تو پھر بطور تاویل و مجاز کے ... اس کے دو فرد مانے گئے ہیں۔ (۱) ...... متعارف (۲) ...... غیر متعارف اور یہاں بطور پیار کے غیر متعارف فرد یعنی جنت کا چھوٹا سا انسان مراد ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے القلم احد اللسانین۔

قوله او غیر ذلک :۔ اس میں مشہور اور صحیح روایت بفتح الواو ہے ای اتعتقدین ما قلت و الحق غیر ذلک یعنی حق یہ ہے کہ اس بچے پر قطعی جنتی ہونے کا حکم مت لگاؤ۔

فائدہ ...... : علامہ نوویؒ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ جمہور علماء اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمانوں کے نابالغ بچے تبعاللابوین قطعی جنتی ہیں لیکن بعض علماء نے اس میں توقف و سکوت اختیار کیا ہے اور انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا جمہور کی طرف سے **اس حدیث کا جواب نمبر ۱** ...... : یہ ہے کہ ابتداء پر محمول ہے اور بعد میں آپ کو اطفال مسلمین کے قطعی جنتی ہونے کا علم دے دیا گیا چنانچہ ایک حدیث میں ہے والمولود فی الجنۃ (مشکوۃ جلد ۲، صفحہ ۳۳۵) اور دوسری حدیث میں ہے ان المؤمنین و اولادھم فی الجنۃ (مشکوۃ جلد ۱، صفحہ ۲۲)۔ **جواب نمبر ۲** ...... : یہ ہے کہ نابالغ بچہ اپنے مسلمان والدین کے تابع ہو کر جنتی ہوتا ہے تو حضرت عائشہؓ کے قول سے اس بچے کے والدین کا قطعی جنتی ہونا معلوم ہوتا تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے کلام کا ادب سکھانے کے لئے انکار فرمایا۔

وعن علیؓ ...... قوله اعملوا فکل میسر لما خلق له (صفحہ ۲۰) ...... حاصل جواب یہ ہے کہ تقدیر مظہر ہے مجبر نہیں یعنی سعادت و شقاوت کا اصل دارومدار بندے کے کسب و سعی پر ہے کہ وہ قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ میں سے جس قوت کے جذبات اختیار کرتا ہے اسی کے مطابق اس کے لئے اسباب و امور سہل اور پیدا کر دیئے جاتے ہیں لہٰذا تقدیر سے جبر اور تعطل لازم نہیں آتا۔

وعن ابی ھریرۃ ...... قوله ان اللہ کتب الخ :۔ علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں ایسے اعضاء اور قویٰ پیدا کر دیئے ہیں جو زنا کا مقدمہ اور آلہ بنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انسان میں نفسانی خواہش اور قوت شہویہ رکھ دی ہے تو کتب بمعنیٰ اثبت ہے۔

قوله الفرج یصدق ذلک و یکذبه ...... : یعنی فرج سے زنا کا ارتکاب اعضاء کی تصدیق و اطاعت اور گناہ کبیرہ ہے اور عدم ارتکاب زنا اعضاء کی تکذیب اور محض گناہ صغیرہ و زنا مجازی ہے۔

وعن عمران بن حصینؓ ...... قوله او فیما یستقبلون به :۔ یہ معروف و مجہول

دونوں طرح ہے یعنی کیا اعمال پہلے سے ازل میں مقدر ہیں یا لوگ آئندہ زمانے میں ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور خود اپنے اختیار و خلق سے طاعت و معصیت بجالاتے ہیں جیسا کہ معتزلہ وقدریہ کا مذہب ہے۔

قوله مما اتاهم به نبيهم الخ ...... یہ من بیانیہ ہے جو ما یعمل الناس کا بیان ہے۔

قوله فالهمها فجورها و تقوٰها ......:۔ یعنی انسان میں جو نیکی و بدی خیر وشر بدکاری و پرہیزگاری کا میلان اور رجحان پایا جاتا ہے اس کے اصل منشاء اور مبدأ یعنی قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ کا خالق اور اسی طرح ان قوی سے پیدا ہونے والے افعال کا خالق اللہ کی ذات ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ الھم ماضی کا صیغہ ہے معلوم ہوا کہ نیکی و بدی کا بیج پہلے سے بو دیا گیا ہے اور یہی تقدیر ہے۔

وعن ابی ھریرةؓ ...... قوله جف القلم بما انت لا ق ......:۔ اس سے مراد تقدیر کی کتابت ہے کیونکہ کتابت سے فراغت کو قلم کا خشک ہونا لازم ہے تو یہاں ذکر لازم اور ارادہ ملزوم ہے۔

قوله او ذريه ......:۔ یہ اوَ زجر و توبیخ کے لئے ہے نہ کہ تخییر کے لئے۔

وعن عبد الله بن عمرؓ قوله بين اصبعين ......:۔ اس سے مراد صفت جلال اور صفت اکرام ہے یا یہ کنایہ ہے قبضہ وقدرت سے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی میری مٹھی میں ہے۔

قوله كقلب واحد (صفحہ۲۰):۔ یعنی جیسے تم ایک چیز کے بدلنے پر قادر ہو ایسے ہی اللہ تعالیٰ تمام دلوں کو بیک وقت پھیرنے پر قادر ہے کثرت اور تعدد اس کے لئے موجب دشواری نہیں اور اس کی توضیح یہ کہ اللہ تعالیٰ طاعات کی برکت سے دلوں کو نیکی کی طرف اور معاصی کی نحوست سے دلوں کو بدی کی طرف پھیرتے ہیں۔

وعن ابی ھریرةؓ ...... قوله على الفطرة :۔ یہ فطر باب نصر، ضرب بمعنی پھاڑنا سے مشتق ہے اور یہاں اس سے مراد قبول حق کی استعداد اور قابلیت و حالت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں خلقۃً عقل و تمیز پیدا کی ہے جس سے وہ خیر وشر اور حق و باطل میں تمیز کر سکتا ہے لیکن بعض عوارض اور خارجی ماحول کے اثرات سے کبھی وہ اس فطرت کے خلاف چلتا ہے اور یہ استعداد دب جاتی ہے ورنہ اگر انسان کو اس کی اصل فطرت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ حق کو ضرور قبول کرلے بعض حضرات نے فطرت کی تفسیر اسلام سے کی ہے لیکن پہلی تفسیر راجح ہے اور وجوہ ترجیح تین ہیں۔ (۱)...... اسلام کسبی چیز ہے اسی لئے اس پر ثواب مرتب ہوتا ہے اگر اسلام فطری ہو تو اس پر ثواب کے کیا معنیٰ ہیں؟ (۲)...... حدیث کی شرح میں آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اور آیت میں فطرت کو غیر مبدل فرمایا ہے حالانکہ اسلام میں بسا اوقات تبدیلی آجاتی ہے البتہ استعداد میں کبھی تبدیلی نہیں آتی لہٰذا استعداد ہی مراد ہے۔ (۳)...... کافر کا نابالغ بچہ دنیاوی احکام میں اپنے

کافر والدین کے تابع ہوتا ہے اگر وہ فطری مسلمان ہو تو پھر اس تبعیت کے کیا معنی ہیں؟

شبہ......:۔ایک حدیث صحیح میں ہے کہ جس بچے کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا وہ پیدائشی کافر تھا حدیث کے الفاظ یہ ہیں طبع یوم طبع کافرا (مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ ۵۰۷) تو اس سے قبول حق کی استعداد کی نفی ہوتی ہے۔ جواب......:۔حدیث باب کے قرینے سے حدیث خضر علیہ السلام میں پہلا طبع بمعنی قُدِّرَ ہے یعنی اس بچے کی پیدائش کے وقت ہی مقدر ہو چکا تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر کافر ہو گا لہٰذا اس سے قبول حق کی استعداد کی نفی نہیں ہوتی۔

وعن ابی موسیٰؓ قوله....یخفض القسط ویرفعه (صفحہ ۲۱)......قسط سے مراد میزان ہے جو کہ قسط وانصاف کا ذریعہ ہے اور میزان سے مراد رزق وعمل کا ترازو ہے یعنی اللہ تعالیٰ کسی کا میزان معصیت کی وجہ سے پست کر دیتے ہیں اور کسی کا میزان طاعات کی برکت سے بلند کر دیتے ہیں۔

قوله حجابه النور......:۔دراصل حجاب اس چیز کو کہتے ہیں جو رائی اور مرئی کے درمیان حائل ہو اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت وکبریائی کے انوار اس قدر بلند و تیز ہیں کہ ان فانی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا تو یہ حجاب مخلوق کے عجز کے اعتبار سے ہے نہ کہ خالق کے اعتبار سے جیسا کہ چمگادڑ سورج کو نہیں دیکھ سکتا حالانکہ سورج ظاہر ہے۔لہٰذا خدا کو محجوب نہیں کہہ سکتے کیونکہ محجوب مغلوب ہوتا ہے اور اللہ کی شان تو واللہ غالب علیٰ امرہ ہے۔

قوله لا حرقت سبحات وجهه......:۔سبحات جمع ہے سبحۃ بمعنی تسبیح کی اور یہاں اس سے مراد انوار وتجلیات الٰہیہ کی روشنیاں ہیں۔ کیونکہ جب ملائکہ ان انوار الٰہیہ کا مشاہدہ کرتے ہیں تو بے اختیار سبحان اللہ بول اٹھتے ہیں اور وجہ سے مراد حق تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہے مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی عظمت اور صفات کی حقیقت کھول دیں تو ساری کائنات حد نگاہ تک جل کر راکھ اور خاکستر ہو جائے۔

وعن ابی هريرة قوله يد الله......:۔اس سے مراد خزانہ ہے۔**قوله سحاء**......:۔یعنی رواں اور ہمیشہ بہنے والا یہ نفقۃ کی صفت ہے اور یہ سح الماء باب نصر سے مشتق ہے یعنی پانی اوپر سے نیچے گرا اس لفظ میں اشارہ ہے کہ اللہ کا عطیہ فوقیت وبلندی اور سہولت اور کثرت کیساتھ موصوف ہے۔**قوله قال ابن نمير** (صفحہ ۲۱) یہ امام مسلم کے استاذ ہیں۔**قوله ملآن**:۔محدثین فرماتے ہیں کہ صحیح روایت ملأی ہے

وعنه قال سئل رسول الله ﷺ عن ذراری المشركين......:۔اولاد مشرکین دنیوی احکام مثلاً غلامی، نماز جنازہ، دفن وغیرہ میں اپنے والدین کے تابع ہیں اور اخروی حکم میں مشہور

اقوال چار ہیں۔**قول اول**......:اصل فطرت کے اعتبار سے قطعاً جنتی ہیں کیوں کہ حضور ﷺ نے شب معراج میں اولاد مشرکین کو بھی ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جنت میں دیکھا تھا۔(مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ ۳۹۷) جمہور آئمہ کا یہی قول ہے۔**قول ثانی**......:اپنے والدین کے اعتبار سے قطعاً دوزخی ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے من آبائھم باب ہذا مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۲۲ جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں دنیاوی احکام مراد ہیں اور ایک دوسری حدیث میں ہے ان المشرکین و اولادھم فی النار (مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۲۳) فصل ثالث اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ابتداء پر محمول ہے **قول ثالث**......:سکوت اور توقف بمعنی عدم الحکم کیونکہ ادلہ متعارض ہیں لہٰذا سکوت اسلم ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ کا یہی قول ہے۔

قول رابع......:علم باری میں وہ بچہ اگر بڑا ہو کر کافر ہوتا تو دوزخی ہے اور اگر مسلمان ہوتا......تو جنتی ہے حدیث باب کا مقتضیٰ یہی ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں اصح قول یہ ہے کہ اطفال مشرکین بھی جنتی ہیں اور یہ حدیث ابتداء پر محمول ہے چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے والمولود فی الجنۃ (مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ۳۳۵) اور باقی غیر مشہور چار اقوال یہ ہیں:۱......۵،اہل جنت کے خدام ہیں ۲......۶،اعراف میں بغیر عذاب وثواب کے رہیں گے ۳......۷،بہائم کے حکم میں ہیں کہ مٹی ہو جائیں گے ۴......۸،آخرت میں بچوں کا امتحان ہوگا اور نتیجے کے مطابق جزاء ملے گی۔

الفصل الثانی...... عن عبادۃ بن الصامتؓ ......قولہ ان اول ما خلق اللہ القلم......:سب سے پہلی مخلوق کے بارے میں روایات مختلف ہیں تطبیق یہ ہے کہ سب پہلے نور محمدی پھر پانی پھر عرش پھر قلم پھر دوات پھر باقی کائنات پیدا کی تو نور محمدی میں اولیت حقیقیہ اور باقی چیزوں میں اولیت اضافیہ مراد ہے پھر نور محمدی سے مراد روح محمدی ہے کیوں کہ روح ایک نورانی چیز ہے اس لئے اس کو نور سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ ایک روایت میں اول ما خلق اللہ نوری اور دوسری روایت میں اول ما خلق اللہ روحی ہے (مرقات جلد۱، صفحہ۱۶۷)

قولہ فکتب ما کان......سوال:قلم تو سب سے پہلے پیدا ہوا تو پھر اس نے ما کان میں کیا لکھا؟
جواب......:قلم سے پہلے ذات وصفات باری نور محمدی عرش پانی موجود تھا ان کو لکھایا کان آنحضرت ﷺ کے زمانے کے اعتبار سے مراد ہے۔

قولہ وما ھو کائن الی الابد......:سوال......:ابد نام ہے مستقبل غیر متناہی کا تو پھر غیر متناہی کو کیسے ضبط کیا گیا؟ **جواب**......ابد سے مراد یہاں طویل مدت ہے اور وہ اس عالم کے اختتام تک یا فریقین کے

جنت و دوزخ میں استقرار تک ہے۔ چنانچہ در منثور میں حاکم اور بیہقی سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں وما هو كائن الى ان تقوم الساعة اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں الى يوم القيمة وارد ہوا ہے۔

وعن مسلم بن یسارؒ ...... قوله واذاخذ ربک من بنی آدم (مز ۲۱)...... یہ واقعہ عالم ارواح میں ہوا یا وادی نعمان میں عرفات کے قریب ہوا اور یہی راجح قول ہے حوالے کے لئے دیکھیں حدیث ابن عباسؓ جلد ۱، صفحہ ۲۴ باب ہذا فصل ثالث۔ اب یہاں دو شبہات ہیں۔

شبہ اولیٰ......: اس عہد الست کا فائدہ کیا ہے؟ **جواب**......: عقیدۂ ربوبیت کا فطری بنانا۔ چنانچہ دنیا کے تمام مذاہب سماویہ اور عقائد حقہ کا کسی نہ کسی درجہ میں ربوبیت عامہ پر متفق ہونا اس عقیدے کے فطری ہونے کی کھلی دلیل ہے کیونکہ اگر اس عقیدے کو محض عقل پر چھوڑ دیا جاتا تو محض عقل سے بجائے اتفاق کے اختلاف کثیر پیدا ہو جاتا۔ **شبہ ثانیہ**......: یہ عہد یاد نہیں تو پھر اس کو کیونکر تسلیم کرلیں؟

جواب نمبر ۱......: اس عہد کے آثار موجود ہیں چنانچہ معمولی غور کرنے سے یہ عقیدہ سمجھ میں آجاتا ہے یہ اسی عہد کا اثر ہے نیز جس طرح ایک بڑے عالم و فاضل کو یہ یقین ہے کہ ابتدائے عمر میں کسی استاذ نے اس کو ضرور الف باء تاء سکھائی ہے حالانکہ بعض اوقات وہ ماحول اور مقامی خصوصیات یاد نہیں ہوتیں اسی طرح تمام اقوام عالم کا ربوبیت الٰہیہ پر متفق ہونا اسی عہد کا نتیجہ اور اثر ہے۔

جواب نمبر ۲......: پہلے وجود کے فنا ہو جانے اور طول زمانہ کی وجہ سے نسیان کا وقوع باعث تعجب نہیں تاہم بعض اہل دل کو یاد بھی ہے چنانچہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ عہد یاد ہے اور یہ بھی یاد ہے کہ میرے دائیں بائیں کون تھے اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ مجھے بھی وہ عہد یاد ہے اور ذوالنون مصری ایک شخص کے سوال "هل تذكره" کے جواب میں کہتے ہیں "كانه الآن فی اذنی" یعنی بلیٰ کی آواز ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔ روح المعانی۔

قوله ثم مسح ظهره بيمينه...... : یمین سے مراد دست قدرت ہے اور ادب کے لئے لفظ یمین بولا گیا ہے۔ **قوله فاستخرج**...... یہ اخراج پشت کے بالوں کے مسامات سے تھا۔

وعن عبد الله بن عمروؓ ...... قوله وفی یدیه كتابان......: بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابیں حسی تھیں اور صحابہؓ نے بھی ان کو دیکھا لیکن مضمون معلوم نہ تھا بعض علماء کہتے ہیں کہ تمثیلی تھیں یعنی آپ پر جو حقیقت منکشف ہوئی تھی آپ ﷺ نے اس کو سمجھانے کے لئے کتاب کی صورت میں واضح فرما دیا جیسا کہ متکلم بعض اوقات ایک خفی اور دقیق مضمون کو محسوس مثال سے سمجھاتا ہے۔

قولہ ثم اجمل......:۔ یہ اجمال سے ہے یعنی مجموعی میزان ٹوٹل اور جمع بندی کر دینا۔

قولہ سددوا و قاربوا (صفحہ۲۱)......یعنی راہ حق کے مطابق سیدھے چلتے رہو عمل کو خوب مضبوط کرو اور اللہ کا تقرب حاصل کرتے رہو مطلب یہ ہے کہ اپنے اصل مقصد عبادت میں لگے رہو جبر اور قدر کی بحث میں مت پڑو تو یہ حکیمانہ جواب ہوا۔

وعن ابی خزامة...... قولہ رقی......:یہ رقیۃ بمعنی تعویذ و منتر کی جمع ہے اور یہاں اس وہ تعویذات مراد ہیں۔جن کے الفاظ مباح ہوں مثلاً اسماء الٰہیہ وغیرہ اور ان کو مؤثر بالذات نہ سمجھا جائے نیز کسی جائز غرض کے لئے ہوں ورنہ حرام ہیں اس تفصیل سے متعارض روایات میں تطبیق بھی ہوگئی۔

قولہ و تقاة ......بمعنی بچاؤ کی چیز مثلاً زرہ ڈھال وغیرہ

وعن ابی هريرةؓ...... **قولہ فغضب** ......غضب کی وجہ یہ تھی کہ تقدیر راز الٰہی ہے جس میں تنازع کرنا ممنوع ہے دوسرے یہ کہ اس سے انسان بسااوقات قدریہ یا جبریہ کے مسلک تک پہنچ جاتا ہے۔

قولہ وروى ابن ماجة نحوه عن عمرو بن شعيبؒ **عن ابيه عن جده**......

:۔عمرو بن شعیب کا نسب یہ ہے عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عاص بن وائل ۔تو امام احمد اور دوسرے جمہور محدثین اس سند سے حدیث لاتے ہیں لیکن بخاری اور مسلم نہیں لاتے ۔مؤلف مشکوٰۃ اپنے رسالے الاکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۶۱۰ میں اس کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ جدہ کی ضمیر کا مرجع اگر عام قیاس کے مطابق عمرو ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ عمرو نے اپنے والد شعیب سے اور شعیب نے اس عمرو کے دادا یعنی اپنے والد محمد سے روایت کیا ہے کہ حضورﷺ نے یوں فرمایا الخ تو اس صورت میں یہ حدیث مرسل تابعی ہے کیونکہ محمدؒ نے آنحضرتﷺ سے ملاقات نہیں کی اور اگر جدہ کی ضمیر کا مرجع عام قیاس کیخلاف شعیب ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ عمرو نے شعیب سے اور شعیب نے اپنے دادا یعنی عبداللہ سے روایت کی ہے الخ تو اس توجیہ کے اعتبار سے یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ شعیب نے اپنے دادا سے سماع اور لقاء نہیں کیا لیکن حق اور صواب یہ ہے کہ جدہ کی ضمیر کا مرجع عام قیاس کے خلاف شعیب ہے نہ کہ عمرو۔ چنانچہ سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے بہت سے مقامات میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی صراحت ہے باقی انقطاع کا جواب علامہ نووی نے نیز میزان الاعتدال میں علامہ ذہبیؒ نے یہ دیا ہے کہ شعیب کا اپنے دادا سے سماع ولقاء ثابت ہے بلکہ شعیب کے والد محمد حضرت عبداللہ کی زندگی ہی میں فوت ہوگئے تھے اور شعیب کی تعلیم و تربیت ہی ان کے دادا عبداللہ نے کی ہے۔لہذا یہ سند متصل اور قابل حجت ہے۔چنانچہ علامہ نووی کہتے ہیں

لکن الصحیح انه ای شعیبا سمع من جده عبد الله فحدیثه بهذا الطریق متصل (مرقات جلد ۱صفحہ۱۷۳)اور علامہ ذہبی فرماتے ہیں قد ثبت سماعه ای شعیب عن عبد الله و هو الذی نباه (بحوالہ مذکورہ۔ باقی امام بخاری اور امام مسلم کے اس سند سے حدیث نہ لانے کی وجہ..... یہ نہیں بلکہ اور کوئی وجہ ہے چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ عمرو بن شعیب چند احادیث کے علاوہ باقی اکثر احادیث کو ''وجادہ'' کے طریق پر اپنے والد شعیب کے صحیفے سے نقل کیا کرتے تھے اس لئے اس سند کو شیخین نے قبول نہیں کیا اور وجادہ کی تعریف یہ ہے کہ کوئی کتاب کہیں سے حاصل ہو جائے اور پھر اس سے حدیث نقل کر کے یوں کہے یا یوں لکھے وجدت هذا الحدیث فی خط فلان لیکن حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ جب بعض روایات میں حضرت شعیب سے عمرو کا سماع ثابت ہے تو پھر صحیفے والی روایات بھی وجادہ صحیحہ میں داخل ہیں لہٰذا ان کی سند سے احتراز کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ (مرقات جلد ۱صفحہ۱۷۳ و بذل المجهود)

وعن ابی موسیٰؓ الخ (صفحہ۲۲).....اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ صفات باطنیہ اور عادات طبعیہ مثلاً نرم خوئی سخت خوئی شرارت، شرافت وغیرہ تقدیر کے مطابق ہیں اور نا قابل تبدل ہیں اگر چہ ان کا استعمال اپنے اختیار و کسب سے ہوتا ہے قوت غضبیه، قوت شهویه وغیرہ کی طرح۔

وعن عبد الله بن عمروؓ ......قوله ان الله خلق خلقة فی ظلمة الخ

...... سوال :۔ یہ حدیث حدیث فطرت کے خلاف ہے۔ **جواب** ......:۔ خود حدیث فطرت کے قرینے سے یہ حدیث تمثیل اور تشبیہ کے باب سے ہے کہ ظلمت سے ظلمت نفس امارہ ظلمت نفسانی خواہشات اور قوت بہیمیہ مراد ہے اور نور سے نور دلائل و عقل اور قوت ملکیہ مراد ہے حاصل یہ کہ جس نے دلائل میں غور کیا اسنے ہدایت پائی اور جس نے غور نہ کیا وہ گمراہ ہوا۔

وعن ابی موسیٰؓ ......قوله بارض فلاة (صفحہ۲۲).....یعنی میدانی اور جنگلی زمین۔

قوله ظَهرًا لِبَطْنٍ ...... :۔ لام بمعنیٰ الیٰ ہے ای من ظهر الیٰ بطن اور اس کا معطوف محذوف ہے ای وبطنا لظهر

وعن علیؓ ......، قوله و یؤمن بالموت......:۔ یہ دوسری چیز ہے مقصد یہ ہے کہ موت محض اللہ کے حکم سے ہے صرف فساد مزاج کی وجہ سے نہیں جیسا کہ فلاسفہ کہتے ہیں یا موت سے مراد فنائے عالم ہے۔

وعن ابن عباسؓ ...... قوله والمرجئة......:۔ یہ ارجاء بمعنی تاخیر سے مشتق ہے اور اس سے مراد جبریہ ہیں کیوں کہ وہ اختیار عبد کو اور اللہ کے امر و نہی کو مؤخر اور درجۂ اعتبار سے ساقط قرار دیتے ہیں

قوله والقدريه........:۔اس سے مراد منکرین تقدیر ہیں کیوں کہ وہ انکار تقدیر میں بہت بحث کرتے ہیں
فائدہ........:۔بعض علماء اس حدیث کی بناء پر ان دونوں فرقوں یعنی قدریہ اور مرجئہ کی تکفیر کرتے ہیں لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ جمہور علمائے سلف وخلف کے نزدیک اہل بدعت تاویل کی وجہ سے کافر نہیں بلکہ غلط تاویل کے سبب صرف گمراہ اور فاسق ہیں۔ **جمہور کی طرف سے حدیث باب کا جواب نمبر ۱**:۔ نصیب میں نصیب کامل کی نفی مراد ہے جیسا کہ بولتے ہیں لیس للبخیل من ماله نصیب۔
جواب نمبر۲........:۔یہ حدیث زجر وتغلیظ پر محمول ہے۔ **جواب نمبر۳**:۔یہاں کفر سے کفر تاویلی مراد ہے نہ کہ کفر ارتدادی۔ **جواب نمبر۴**:۔بعض علماء کے نزدیک اس حدیث کی صحت میں کلام ہے۔

وعن ابن عمرؓ ......قوله يكون فى امتى خسفٌ و مسخٌ......یہ قرب قیامت میں واقع ہوگا یا یہ بطور شرط و جزاء کے ہے یعنی اگر میری اُمت میں خسف و مسخ ہوتا تو اس فرقہ منکرین تقدیر میں ہوتا۔

وعنه ......قوله' القدرية مجوس هذه الامة......:۔یعنی منکرین تقدیر مجوس کے مشابہ ہیں اس طرح کہ مجوس دو خالق مانتے ہیں۔(۱)......یزدان جو خالق خیر ہے۔(۲)......اہرمن یعنی شیطان جو خالق شر ہے تو اسی طرح منکرین تقدیر بھی تعدد خالق کے قائل ہیں کیونکہ وہ انسان کو اپنے افعال اختیاریہ کا خالق مانتے ہیں۔

وعن عمرؓ ...... قوله ولاتفاتحوهم......:۔اس کے معنیٰ میں تین اقوال ہیں (۱)......یہ فاتحہ (بکسرۃ وبضمۃ) بمعنیٰ حکومت سے مشتق ہے یعنی ان کو فیصل مت بناؤ۔(۲)......یہ افتتاح سے ماخوذ ہے یعنی ان کے ساتھ سلام وکلام میں ابتداء مت کرو۔(۳)......ان کے ساتھ بحث ومناظرے میں ابتداء مت کرو۔ بہر حال اہل بدعت سے حتی الامکان احتراز ہی اچھا ہے۔

وعن عائشةؓ ...... قوله الزائد فى كتاب الله......:۔زیادتی کی تین صورتیں ہیں (۱)......غیر متواتر لفظ زیادہ کر دے یہ کفر ہے۔(۲)......معنیٰ میں ایسی تاویل کرے جس سے لفظ اباء کرتے ہوں یہ بدعت ہے۔(۳)......شاذ قراءتوں کو قرآن ظاہر کرے یہ حرام ہے مثلاً وتكون الجبال كالصوف المنفوش اور سورۂ فاتحہ میں اهدنا صراطا مستقيما اور بجائے وما خلق الذكر و الانثى کے والذكر و الانثى۔ **قوله والمستحل من عترتى ما حرم الله**......:۔عترت سے مراد قریبی رشتہ دار یعنی اولاد فاطمہ اور ان کی اولاد ہے اور اس جملے کے دو مطلب ہیں۔(۱)......سادات کے حقوق واجبہ یعنی تعظیم اور ترک ایذاء وغیرہ کا قائل نہ ہو۔(۲)......من بیانیہ ہے یعنی میری اولاد میں سے اگر

کوئی شریعت کی خلاف ورزی کرے گا تو وہ ڈبل مجرم ہوگا اس پر میری اور خدا کی لعنت ہے۔

قولہ' والتارک لسنتی (صفحہ۲۲)......سنت مؤکدہ کا تارک بالکلیہ.....یا بطور تحقیر کے ہو تو یہ کفر ہے اور اگر بطور تکاسل کے ہو تو صرف معصیت ہے۔

وعن ابن مسعودؓ ...... قولہ والوائدۃ والمؤودۃ فی النار......:۔وائدہ یعنی والدہ اپنے کفر و عمل کی وجہ سے اور مؤودہ یعنی بچی والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے دوزخی ہے۔

شبہ......:۔یہ حدیث تعذیب اطفال مشرکین کی دلیل ہے جو جمہور کے مسلک کے خلاف ہے۔

جواب نمبر۱......:۔یہ حدیث مؤودہ کے بارے میں منسوخ ہے اور ناسخ وہ حدیث ہے جس میں **والوئید فی الجنۃ** آتا ہے (مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ۳۳۵)

جواب نمبر۲......وائدہ سے مراد دائی اور مؤودہ سے مراد مؤودہ لھا یعنی والدہ ہے۔ عرب کی عادت یہ تھی کہ وضع حمل کے وقت ایک گڑھا کھود کر عورت کو اس پر بٹھا دیتے اور دائی اس کے پیچھے ہوتی اگر مولود بچہ ہوتا تو فبھا اور اگر بچی ہوتی تو دائی اس کو فوراً اس گڑھے میں ڈال دیتی تھی اس لئے دائی اور والدہ دوزخی ہیں۔

الفصل الثالث......عن ابی الدرداءؓ ......قولہ و مضجعہ......بمعنی سکون اور قرار۔ **قولہ واثرہ**:۔بمعنی حرکت ونشان قدم اور مراد کل حرکات وسکنات ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ مضجعہ سے مراد لی جائے قبر اور واثرہ سے مراد ثواب وعذاب اور جنت ونار ہو۔

وعن ابن الدیلمیؓ...... :قولہ وھو غیر ظالم لھم ...... :۔کیونکہ وہ مالک ہے اور مالک اپنے ملک میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو جہنم میں اور کفار کو جنت میں داخل کرنا عقلاً ممکن و جائز اور تحت القدرۃ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول **ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم** (پارہ ۷) سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے لیکن شرعاً اس کا وقوع ناممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے خلاف اطلاع و وعدہ دے چکے ہیں اور خلاف وعدہ واخبار ناممکن ہے یہی حاصل ہے مسئلہ امکان کذب کا۔ جو دراصل عموم قدرت کا مسئلہ ہے۔

وعن نافع ......قولہ قد احدث (صفحہ۲۲) اس سے مراد تقدیر کی تکذیب ہے۔

قولہ فلا تقرء ہ منی السلام......۔یہ کنایہ ہے عدم سلام یا عدم قبول سلام سے۔

قولہ قذف:۔یعنی پتھروں کا برسنا۔

وعن علیؓ :قولہ لو رایت مکانھما لابغضتھما ......:یعنی اگر حضرت خدیجہؓ کو بچوں

کا مقام اور عند اللہ ان کا مبغوض ہونا معلوم ہو جائے تو البغض فی اللہ کے تحت وہ بھی ان سے براءت کا اعلان کر دیں۔

وعن ابی هریرةؓ......**قوله کل نسمة** ای ذی روح و قیل ذی نفس. **قوله قال داؤد**......: داؤد کی چمک کا کمال فضیلت جزئی ہے اور ہمارے حضرت ﷺ کا کمال فضیلت کلی ہے پھر داؤد کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام میں خلافت و نبوت دونوں جمع تھیں اور آدم علیہ السلام کے بعد پہلے پیغمبر جو دونوں کے جامع تھے وہ داؤد ہیں اس لئے حضرت داؤد علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے زیادہ مشابہ ہیں۔

قوله اربعين سنة......: سوال......: باب السلام فصل ثالث جلد ۲، صفحہ ۴۰۰ کی حدیث اول سے معلوم ہوتا ہے کہ داؤد کی اپنی عمر ۴۰ سال تھی آدم علیہ السلام نے اپنی عمر میں سے ان کو ۶۰ سال دیئے لیکن یہاں سے اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کی اپنی عمر ۶۰ سال تھی پھر آدم علیہ السلام نے ان کو ۴۰ سال عطا کئے تو یہ تعارض ہوا۔ **جواب**......: آدم علیہ السلام نے اولاً بیس سال اور پھر مزید ۴۰ سال کل ۶۰ سال دیئے فلا تعارض...... **قوله فجحد آدم**......: یہ جحود نسیان کی وجہ سے تھا نہ کہ ضد و عناد کی وجہ سے۔

وعن ابی الدرداءؓ......**قوله كانهم الذر**...... ذال کے فتحہ سے بمعنیٰ چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں یہ تشبیہ جسامت و صغر یعنی چھوٹے ہونے میں ہے کیونکہ ہیئت تو انسانی تھی۔ **قوله الحمم**۔ یہ حممۃ بمعنیٰ کوئلے کی جمع ہے اور یہ تشبیہ رنگت میں ہے۔ **قوله ولا ابالی**......: یعنی مجھے کسی کی پرواہ نہیں کیونکہ اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں اور وہ قادر مطلق ہے کما قال اللہ تعالیٰ لا یسئل عما یفعل اور فعال لما یرید۔

وعن ابی نضرةؓ......**قوله خذ من شاربک**......: اس سے معلوم ہوا کہ لبوں کا کتروانا بھی سنت مؤکدہ ہے اور اتباع سنت پر مداومت جنت کی کنجی ہے۔ **قوله ولكن سمعت رسول الله الخ**......: یعنی غلبۂ خوف اور غلبۂ شان استغناء باری کی وجہ سے بشارت پر نظر نہیں رہتی۔

وعن ابن عباسؓ...... **قوله قبلا**......: یعنی بلا واسطہ ملائکہ مشافہۃ رو در رو ان سے بات چیت کی اور قبلاً بضمتین۔ ہے اور اس میں چار لغات اور بھی ہیں جو بروزن عنب، قفل، صرد، جبل ہیں۔

وعن ابی بن کعبؓ......**قوله فجعلهم ازواجا** (صفحہ ۲۴)......: یعنی غنی فقیر خوبصورت بدصورت وغیر ذلک۔ **قوله انی احببت ان اشکر**......: غنی دولت مندی کی وجہ سے شکر کرے گا اور فقیر فراغت اور غم مال سے نجات پر شکر کرے گا۔ علیٰ حذا خوبصورت اپنے حسن پر اور بدصورت فتنہ حسن سے

نجات پر شکر بجالائیگا۔ **قولہ خصوا بمیثاق آخر**......: یعنی انبیاء علیہم السلام سے مزید اہتمام کے لئے عام میثاق سے پہلے ایک خاص میثاق بھی لیا گیا جو تبلیغ رسالت اور ایک دوسرے کی اعانت وتصدیق کے بارے میں تھا۔ **قولہ فارسلہ الی مریم علیہا السلام**: یعنی خاص میثاق ارواح انبیاء سے لیا گیا پھر باقی ارواح تو پشت آدم علیہ السلام میں واپس لوٹا دی گئیں لیکن روح عیسیٰ کو باقی رکھا گیا۔ حتی کہ جب مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں تو بواسطہ جبرئیل ان کے منہ میں اس روح کو پھونک دیا گیا۔

وعن ابی الدرداءؓ...... قولہ نتذاکر ما یکون......: یعنی حوادثات وواقعات کیف ما اتفق واقع ہوتے ہیں یا تحت القدر واقع ہوتے ہیں۔ **قولہ فلا تصدقوا بہ**......: یعنی ہر چیز مقدر ہے جس میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا جیسا کہ فطری عادت میں تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا مثلاً بہادر، بزدل اور ذکی غبی نہیں بن سکتا۔ **شبہ**......: صوفیائے کرام ریاضت ومجاہدے کے ساتھ اخلاق وعادات میں تبدیلی اور اصلاح کرتے ہیں اور دوسری احادیث سے بھی تبدیلی اخلاق کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے حسنوا اخلاقکم تو یہ چیز اس حدیث کے خلاف ہے۔ **جواب**......: قوت اخلاقیہ میں لذاتہ تبدیلی نہیں ہوسکتی البتہ اس کے استعمال کے مصارف ومقاصد کے اعتبار سے لغیرہ وصفی تبدیلی ممکن ہے مثلاً قوت، شجاعت کو غیر مہذب آدمی لڑائی اور جھگڑے میں صرف کرتا ہے اور مہذب آدمی باطل کے خلاف جہاد کرنے میں اور اشرار الناس کی سرکوبی میں صرف کرتا ہے تو تصوف کا کام ازالۂ اخلاق نہیں بلکہ امالۂ اخلاق اور تہذیب واعتدال اخلاق ہے۔

باب اثبات عذاب القبر (صفحہ۲۴)

یہاں پانچ مباحث ہیں۔ (۱)...... باب کے عنوان پر ایک شبہ اور اس کا جواب۔ (۲)...... اثبات عذاب قبر۔ (۳)...... کیفیت عذاب قبر کے متعلق بیان مذاہب۔ (۴)...... ازالۂ شبہات متعلق عذاب قبر۔ (۵)...... مسئلہ سماع موتی۔

البحث الاول...... عنوان باب پر شبہ......: وہ یہ ہے کہ اس باب میں عذاب کے ساتھ ثواب کی احادیث بھی مذکور ہیں تو پھر باب کے عنوان میں عذاب کی تخصیص کیوں کی؟

جواب نمبر۱......: اس عنوان میں عذاب سے بچنے کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔

جواب نمبر۲......: عذاب سے مراد مطلق برزخ کے حالات ہیں لیکن پھر ان پر عذاب کا اطلاق تغلیبا کیا گیا ہے کیوں کہ فساق وکفار بنسبت صلحاء ومؤمنین کے زیادہ ہیں یا یہ کہ احادیث عذاب زیادہ مذکور ہیں۔

جواب نمبر ۳......:۔قبر بذاتہ مقام ہول اور محل وحشت ہے۔

جواب نمبر ۴:۔منکر نکیر کے ملاقات کے وقت پہلی دفعہ میں مسلمان بھی ڈر جائے گا تو ایک لحاظ سے یہ بھی عذاب ہوا۔

البحث الثانی اثبات عذاب قبر......:۔اہل سنت والجماعت کے نزدیک قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے اس طرح کہ میت کی روح اور جسم دونوں عذاب وثواب سے متاثر ہوتے ہیں۔لیکن خوارج بعض مرجئہ، روافض کی ایک جماعت اور بعض معتزلہ جن میں سے بشر مریسی اور ضرار بن عمر پیش پیش ہیں یہ سب عذاب وثواب قبر کے منکر ہیں۔

دلائل اہلسنت......:آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ہیں نیز یہ اجماع صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔**آیات قرآنیہ**:(۱)......وحاق بآل فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیها غدوا عشیا و یوم تقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذاب (پارہ۲۴)اس آیت سے معلوم ہوا یوم قیامت سے پہلے فرعونیوں پر صبح وشام آگ پیش کی جاتی ہے اور یہی عذاب قبر ہے علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں عذاب قبر کے بارے میں اہل سنت کے مذہب کی اصل کبیر موجود ہے

(۲)......ولوتری اذ الظلمون فی غمرات الموت و الملئکة باسطوا ایدیهم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الهون الخ (پارہ۷)اس آیت میں عذاب قبر مراد ہے کیونکہ قیامت کا عذاب تو کافی مدت کے بعد ہوگا اس لئے موت کے وقت اس کو الیوم سے تعبیر نہیں کر سکتے۔

(۳)......قوم نوح کے متعلق فرمایا مما خطیئتهم اغرقوا فادخلوا نارا (پارہ۲۹)اس سے مراد بھی عذاب قبر ہے کیوں کہ حرف فاء بعدیت بلافصل کے لئے آتا ہے معلوم ہوا کہ قوم نوح کو غرق کرنے کے فوراً بعد آگ میں داخل کر دیا گیا ہے تو یہ نار قبر ہے نہ کہ نار جہنم۔

احادیث نبویہ......:۔علامہ نوویؒ عذاب قبر کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث کے متعلق فرما ہیں والاحادیث فی ذلک لا تحصی کثرة بطور نمونہ ان میں سے صرف دو احادیث یہ ہیں

(۱)......حدیث عبد الله بن عمرؓ مرفوعا ان احدکم اذا مات عرض علیه مقعده بالغد والعشی الخ (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۲۵)(۲)......حدیث عائشةؓ ان یهودیة دخلت علیها فذکرت عذاب القبر فقالت لها اعاذک الله من عذاب القبر فسألت عائشةؓ رسول الله ﷺ عن عذاب القبر فقال نعم عذاب القبر حق (متفق علیہ بحوالہ مذکورہ)

البحث الثالث...... کیفیت عذاب قبر کے متعلق بیان مذاہب:۔اس میں مشہور

مذاہب تین ہیں۔(۱)......ابوالحسن صالحی وغیرہ بعض لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ قبر میں عذاب وثواب صرف جسم کو ہوتا ہے اس طرح کہ روح کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ جسم بے جان محض ہوتا ہے یہ مذہب خلاف دین ہونے کے علاوہ خالص حماقت ہے چنانچہ علامہ خیالی شرح عقائد کے حاشیے میں فرماتے ہیں **ولاشک انہ سفسطۃ** (حماقت)۔(۲)......ابن حزم ظاہری اور علامہ ابن قیم کا مذھب یہ ہے کہ برزخ میں عذاب و ثواب صرف روح کو ہوتا ہے اور جسم کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا ۔(۳)......جمہور اہل سنت کے نزدیک عذاب وثواب قبر روح مع الجسد پر ہوتا ہے یعنی جسد عنصری کے ساتھ روح کا اس درجے میں تعلق و اتصال ہوتا ہے کہ جسم میں نوع من الحیاۃ پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ جسم ثواب وعذاب کا ادراک کرسکتا ہے اس مذہب کی دلیل حدیث براء بن عازبؓ ہے جس میں یہ لفظ آئے ہیں **ثم یعاد فیہ الروح** (مشکوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۶)

البحث الرابع......ازالہ شبہات متعلقہ عذاب قبر......:۔یہاں تین شبہات ہیں۔

شبہ اولیٰ......:کبھی بدن انسانی محفوظ نہیں رہتا مثلاً کوئی جانور نگل جاتا ہے یا مٹی ہو جاتا ہے یا آگ میں جل کر راکھ ہو جاتا ہے یا پانی میں ڈوب جاتا ہے تو اس صورت میں بدن پر عذاب کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب......:علامہ نوویؒ، حافظ ابن حجرؒ، ملا علی قاریؒ، حافظ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ جسد پر عذاب ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ بدن انسانی کا ڈھانچہ اسی ہیئت پر قائم رہے بلکہ اگر اس کی ہیئت تبدیل ہو جائے یا اس کے اجزاء منتشر ہو جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور علم کامل سے یہ بعید نہیں کہ وہ ان بکھرے ہوئے یا بدلے ہوئے کل یا بعض اجزاء انسانیہ کے ساتھ روح کا اس درجے میں تعلق قائم کردیں جس سے وہ اجزاء عذاب و ثواب اور راحت و تکلیف کا احساس کرسکیں۔

شبہ ثانیہ......:۔قبر کو کھول کر دیکھیں تو میت کی زندگی آگ سانپ اور قبر کی وسعت وتنگی محسوس نہیں ہوتی تو پھر خلاف مشاہدہ امور کیسے تسلیم کر لئے جائیں؟

جواب......:۔عوالم تین ہیں (۱) عالم دنیا (۲) عالم برزخ (۳) عالم آخرت۔تو ہر عالم کے حالات دوسرے عالم سے مختلف ہیں جیسا کہ ایک ملک کے قوانین اور حالات دوسرے ملک کے قوانین وحالات سے مختلف ہوتے ہیں اور جیسا کہ جنات اور فرشتوں کو ہم نہیں دیکھ سکتے حالانکہ وہ موجود ہیں تو اسی طرح برزخ کے حالات کا دنیا کے حالات پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔عالم برزخ کے حالات کا ادراک دنیا کی آنکھوں سے نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے لئے برزخی قوی اور حواس کی ضرورت ہے۔عالم برزخ کی مثال نیند کی طرح ہے کہ

نیند میں آدمی کو قسم قسم کے حالات پیش آتے ہیں لیکن پاس والے کو کچھ معلوم نہیں ہو سکتا اور نیند میں روح کیطرح سونے والے کا جسم بھی متاثر ہوتا ہے چنانچہ بعض اوقات خواب میں کوئی چیز کھاتا پیتا ہے اور بیدار ہونے کے بعد بھی اس کا اثر منہ میں باقی ہوتا ہے علیٰ حذا نیند میں کوئی شخص مارتا ہے اور سونے والا چیختا ہے حالانکہ پاس بیٹھنے والا اس کا احساس نہیں کر سکتا تو اسی طرح میت کے حالات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

شبہ ثالثہ......۔قبور کے حالات انسانوں سے کیوں مخفی رکھے گئے؟

جواب......۔اس لئے کہ ایمان بالغیب کی حکمت باقی رہے کیوں کہ اگر انسانوں کو ان حالات کا علم دے دیا جاتا تو پھر ایمان بالغیب نہ رہتا دوسرے یہ کہ لوگ مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دیتے۔تیسرے یہ کہ دنیا کے معاملات کاروبار اور معیشت کا سلسلہ منقطع ہو جاتا البتہ جانوروں اور دوسری مخلوقات کو احوال قبور کا علم دیا گیا ہے کیوں کہ وہ یہ احوال دوسروں کو نہیں بتا سکتے اسی طرح بعض اولیاء پر بھی احوال قبور منکشف ہو جاتے ہیں۔

البحث الخامس...... **مسئلہ سماع موتیٰ**:۔اولاً یہ سمجھیں کہ موتی کی دو قسمیں ہیں (۱)......انبیاء (۲)......غیر انبیاء تو انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں سننا اہل سنت کے تمام ائمہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے اس میں کسی بھی معتد بہ عالم نے اختلاف نہیں کیا البتہ غیر انبیاء کے سماع کا مسئلہ دور صحابہؓ سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔لہٰذا قطعاً وجزماً کوئی شخص اس کا فیصلہ نہیں کر سکتا زیادہ سے زیادہ ایک جانب کا رجحان ہو سکتا ہے تو اس بارے میں تین مذاہب ہیں۔

مذہب اول......۔حضرت قتادہؒ، حضرت عائشہؓ[1] اور ائمہ میں سے ابن ہمام شارح ہدایہ وغیرہ کے نزدیک اصل نفی سماع ہے البتہ جن مواقع میں میت کا سماع نصوص سے ملتا ہے ان کو بلا تاویل تسلیم کیا جائے گا۔

مذہب دوم......۔حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، ابوطلحہؓ، ابن مسعودؓ اور امت میں سے جمہور ائمہ دین اور اکثر اکابر دیوبند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ وغیرہ کا رجحان سماع موتی کے ثبوت کی طرف ہے۔چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں ان احدا من ائمتنا لم یذہب الی انکارھا (بحوالہ فیض الباری جلد۲، صفحہ ۴۶۸)

مذہب سوم......۔علامہ محمود آلوسیؒ اور حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ان تینوں کا نظریہ یہ ہے کہ سماع موتی جزئی اجمالی درجے میں بمشیت الٰہی لازماً ثابت ہے لیکن سماع کلی ثابت نہیں کہ ہر مردہ ہر بات کو سنتا ہو ایسا نہیں۔بلکہ جو بات اللہ تعالیٰ جس مردے کو سنوانا چاہیں سنوا دیتے ہیں چنانچہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں والحق ان الموتیٰ یسمعون فی الجملۃ (فتح الملہم جلد۲، صفحہ ۴۷۹) اور

---

[1] مسند احمد میں نیز مغازی ابن اسحاق میں بروایت انس بن بکیر حضرت عائشہؓ سے ما انتم باسمع لما اقول منھم مروی ہے تو شاید حضرت عائشہؓ نے انکار سماع سے رجوع فرمالیا تھا۔۱۲ (لامع الدراری جلد۲، صفحہ ۱۳۵)

حضرت سید انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں والاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر فالانکار فی غیر محله (فیض الباری جلد۲، صفحہ ۴۶۸) اور علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں والذی تحصل لنا من مجموع الاحادیث والنصوص والله اعلم ان سماع الموتیٰ ثابت فی الجملة بالاحادیث الکثیرة الصحیحة (فتح الملہم جلد۲، صفحہ ۴۷۹) قائلین سماع کے دلائل۔

دلیل نمبر۱...... حدیث قرع نعال کہ مردہ دفن کر کے واپس ہونیوالے آدمیوں کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے جیسا کہ مشکوۃ باب ہذا کی حدیث ثانی میں مذکور ہے (جلد۱، صفحہ۲۴)

دلیل نمبر۲...... حدیث میں ہے کہ مردہ سلام کرنے والے کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچانتا ہے (چنانچہ فیض الباری جلد۲، صفحہ ۴۶۷) میں ہے فی حدیث صححه ابو عمرو ان احدا اذا سلم علی المیت فانه یرد علیه ویعرفه ان کان یعرفه فی الدنیا۔

دلیل نمبر۳...... حدیث قلیب بدر کہ جنگ بدر کے موقع پر حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو کفار مقتولین کے بارے میں فرمایا انتم باسمع لما اقول[1] منهم (مشکوۃ جلد۲، صفحہ ۳۴۵ اور ۵۴۳)

منکرین سماع کے دلائل...... (۱)......انک لا تسمع الموتی (پارہ۲۰) وما انت بمسمع من فی القبور (پارہ۲۲)

جواب...... ان آیات میں موتی اور من فی القبور سے حقیقی مردے مراد نہیں بلکہ بناء بر تشبیہ کے کفار مراد ہیں تو کفار مشبہ اور موتی مشبہ بہ ہیں اور ظاہر ہے کہ مشبہ یعنی کفار میں سماع حسی تو ثابت ہے البتہ سماع ہدایت و قبول اور سماع نافع معدوم ہے تو معلوم ہوا کہ اسی طرح مشبہ بہ یعنی موتی میں بھی سماع حسی ثابت ہے اور سماع ہدایت وقبول اور سماع نافع منفی ہے چنانچہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں وآیة النفیٰ معنا ها سماع هدی اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں ای لا تسمعهم سماعا ینفعهم لیکن عوام الناس کا یہ اعتقاد رکھنا کہ مردہ حاضر وناظر ہے یا متصرف فی الامور ہے یا فریادرسی کرتا ہے یا اس سے مرادیں مانگنا اور غیر مشروع طریق پر اسکو مدد کرنا یہ صریح گمراہی وضلالت ہے اگر عوام کے اس عقیدے کی اصلاح سماع موتی کے انکار کے بغیر نہ ہو سکے تو علیحدہ انکار سماع واجب ہے کیونکہ عوام کا یہ عقیدہ اس کے مقابلے میں اشد ہے۔

الفصل الاول...... عن البراء بن عازبؓ ......:قوله اذا سئل فی القبر (صفحہ۲۴)

شبہ...... یہ سوال تو ہر میت سے ہوگا تو پھر قبر کی تخصیص کیوں کی ہے؟

جواب...... شیخ عبدالحق محدث دھلوی لمعات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں کہ قبر سے مراد خاص گڑھا نہیں

[1] اگرچہ بعض نے اس کو احیاء خصوصیت معجزہ، موعظت احیاء پر محمول کیا ہے مگر یہ خلاف ظاہر ہے۔ (۱۲ ط)

بلکہ عالم برزخ مراد ہے یعنی وہ مقام جہاں میت موجود ہو خواہ جس شکل میں ہو۔

قولہ وفی الآخرۃ ......۔ یہاں بھی آخرت سے مراد عالم برزخ ہے جیسا کہ در منثور میں ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے قال فی الآخرۃ القبر. **قولہ نزلت فی عذاب القبر** ......یہ آیت مدنیہ ہے یا یہ آیت قیامت اور قبر دونوں کو شامل ہے اور آپ کو ایک جز یعنی عذاب قبر کا علم مدینہ میں دیا گیا۔

شبہ ......۔ اس آیت میں عذاب قبر کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ثابت قدمی کا ذکر ہے۔ **جواب** ...... اس آیت کے آخری حصہ میں عذاب قبر کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد ہے ویضل اللہ الظلمین، پھر نزول میں عذاب کی وجہ تخصیص کیا ہے؟ تو اس کے جوابات بعینہ وہی چار ہیں جو بحث اول میں گذر چکے ہیں۔

قولہ و نبیّ محمد ...... :**شبہ** ......:سوال میں تو صرف رب کا ذکر ہے تو پھر جواب میں یہ زیادتی کیوں ہے۔ **جواب نمبر ۱** ......۔ سوال میں اختصار ہے اور دراصل سوال یوں ہے مـن ربک و مـن نبیک **جواب نمبر ۲** ......۔ سرور اور خوشی کی وجہ سے یہ زیادتی ہوگی۔

وعن انسؓ ......**قولہ ملکان** :یہاں دو شبہات ہیں۔ **شبہ نمبر ۱** ......۔ بیک وقت دو فرشتے مختلف مردوں سے مختلف مقامات میں کیسے سوالات کر سکتے ہیں؟

جواب ......۔ ان دو فرشتوں کے ماتحت اور بھی بہت سے فرشتے ہیں[۱]۔

شبہ نمبر ۲ ......:سوال کے لئے دو فرشتے کیوں مقرر کئے گئے؟

جواب ......۔ یہ دو فرشتے بمنزلہ دو گواہوں کے ہیں یا کراماً کاتبین کی جگہ ہیں۔

قولہ فی ھذا الرجل لمحمد ...... محمد راوی کی طرف سے الرجل کا بیان ہے پھر فرشتے کا کسی تعظیمی لفظ کے بغیر آپ کو رجل سے تعبیر کرنا مسئول کے امتحان کے لئے ہے تا کہ وہ سائل فرشتے کے الفاظ سے جواب حاصل نہ کر لے۔ **سوال** ......۔ ھذا اشارہ قریب کے لئے آتا ہے اور دنیا کے مختلف گوشوں میں ایک ہی وقت میں بہت سے اموات دفن ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ ہر قبر میں حاضر ہوتے ہیں لہٰذا اس سے حاضر و ناظر کا مسئلہ ثابت ہوا۔

جواب نمبر ۱ ......:بعض محدثین نے یہ توجیہ کی کہ آنحضرت ﷺ کی صورت مثالیہ قبر میں حاضر کی جاتی ہے۔

جواب نمبر ۲ ......۔ بعض نے یہ توجیہ کی کہ میت اور حضور ﷺ کے درمیان سے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں جس سے میت خود ذات مبارکہ کا مشاہدہ کر لیتی ہے لیکن جمہور محدثین کے نزدیک یہ دونوں توجیہات بے ثبوت اور ضعیف ہیں۔

---

[۱] یا منکر نکیر فرشتوں کے دو گروہوں اور انکی دو نوعوں کا نام ہے جسکے تحت بہت بہت سے افراد آتے ہیں۔ ۱۲ط

جواب نمبر۳...... بسا اوقات ایک چیز مشہور و معروف اور ذہن میں معہود و معلوم ہوتی ہے اور اسی معہود ذہنی کی طرف اشارہ قریب ہوتا ہے اگر چہ وہ غائب ہو چنانچہ مطول صفحہ ۱۳۱ میں ہے و یجوز علی لفظ الحاظر نحو قاتل هذا الرجل وان کان غائبا تو چونکہ حضور ﷺ اپنی شہرت کی وجہ سے معہود ذہنی ہیں اس لئے بقول علامہ قسطلانیؒ اسی معہود ذہنی کی طرف اشارہ قریب کر دیا ہے چنانچہ علامہ سیوطیؒ شرح الصدور میں فرماتے ہیں ولان الاشارة الی الحاضر فی الذهن اور ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں واللام للعهد الذهنی (مرقات جلد۱، صفحہ ۱۹۹) پھر معہود ذہنی کے لئے اسم اشارہ قریب اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مقامات میں استعمال ہوا ہے جن میں سے چار یہ ہیں۔ (۱)...... حضرت ابوذر غفاریؓ اپنے بھائی کو حضور ﷺ کی نبوت کا چرچا اور شہرہ سن کر مکہ مکرمہ بھیجتے ہوئے فرماتے ہیں ارکب الیٰ هذا الوادی (بخاری جلد۱، صفحہ ۵۴۴)

(۲)...... حضرت امیر معاویہؓ علاقہ شام سے مدینہ طیبہ میں حضرت حسنؓ کے پاس قاصد بھیجتے ہوئے فرماتے ہیں اذهبا الی هذا الرجل (بخاری جلد۱، صفحہ ۳۷۳) (۳)...... وفد عبد القیس ۵ ھ میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہے اور اپنے راستے میں کفار مضر کا واقع ہونا ان الفاظ میں بیان کرتا ہے وبیننا وبینک هذا الحی من کفار مضر (بخاری جلد۱، صفحہ ۱۳، اور مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۱۴)

(۴)...... خود احمد رضا خان بریلوی حسام الحرمین صفحہ ۱۰۹ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی حفظ الایمان والی عبارت پر بے جا گرفت کرتے ہوئے کہتا ہے ''میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کا اثر دیکھو یہ شخص کیسی برابری کر رہا ہے رسول اللہ ﷺ میں اور چنیں و چناں میں'' **قوله لادریت**...... یہ درایت سے ہے۔ **قوله ولاتلیت**...... یہ تلو بمعنی پیروی کرنے سے ہے یعنی نہ تو نے خود عقل سے تحقیق کی اور نہ جاننے والوں کی تقلید و پیروی کی۔ **قوله بمطارق**...... یہ مطرقہ کی جمع ہے بمعنی لوہار کا ہتھوڑا اور گرز۔ **قوله یسمعها من یلیه**...... یعنی قریب والے تمام جانور اور فرشتے اس چیخ کو سنتے ہیں اور یہاں مفہوم مخالف مراد نہیں کیونکہ جلد۱، صفحہ ۲۶ پر براء بن عازبؓ کی حدیث میں آ رہا ہے کہ مشرق و مغرب کی تمام کائنات اس چیخ کو سنتی ہے۔ **قوله غیر الثقلین**...... ثقلین سے مراد جن و انس ہیں اور ان کو ثقلین اس لئے کہتے ہیں کہ زمین پر ان کا رعب و دبدبہ ہے یا اس لئے کہ وہ ثقل تکلیف کے حامل ہیں۔ کما قال تعالیٰ وحملها الانسان (پارہ ۲۲) فائدہ...... اس حدیث میں مومن کامل اور کافر و منافق کا حکم مذکور ہے باقی مومن فاسق کا حکم یہ ہے کہ وہ جوابات دینے میں تو مومن کامل کے ساتھ شریک ہے لیکن بہشت کا دروازہ کھلنے میں اور بشارت وغیرہ میں اس کے ساتھ شریک نہیں اور ممکن ہے کہ اس میں بھی شریک ہو...... لیکن اس کا درجہ بمقابلہ مومن کامل کمتر ہوگا اور اس کو اپنے اعمال سیئہ کی کچھ سزا بھی ملے گی الا من شاء ربک لقوله

تعالیٰ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء (پارہ ۵)

وعن عائشۃؓ ...... قولہ الا تعوذ باللہ من عذاب القبر ...... :۔یعنی پہلے آپ عذاب قبر سے اخفاء کے ساتھ تعوذ فرماتے تھے اور اس کے بعد ازالہ تعجب نیز تعلیم امت کے لئے اظہار واعلان کے ساتھ تعوذ فرمانا شروع کردیا۔

شبہ...... :مسلم اور احمد کی روایت میں آتا ہے کہ آپ نے عذاب قبر کا انکار کیا اور فرمایا **کذب الیھود لا عذاب دون عذاب یوم القیمۃ وانما تفتن الیھود** تو دونوں احادیث میں تعارض ہوا

جواب...... :علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ دراصل یہ دو واقعات ہیں پہلے آپ کو عذاب قبر کا علم نہ تھا اس لئے انکار فرمایا اور پھر بذریعہ وحی آپ کو اس کی اطلاع دیدی گئی لیکن حضرت عائشہؓ کو معلوم نہ تھا تو یہ دوسرا واقعہ پیش آیا۔

وعن زید بن ثابتؓ ......قولہ فلولا ان لاتدافنوا...... (صفحہ ۲۵) مطلب یہ ہے کہ مردوں کی چیخ وپکار کی وجہ سے اس قدر خوف طاری ہوتا کہ بدحواسی کے سبب لوگ مردوں کے قریب نہ جاتے اور ان کو دفن کرنا چھوڑ دیتے اس لئے میں دعا نہیں کرتا ہوں۔

الفصل الثانی...... عن ابی ہریرۃؓ ......قولہ المنکر ...... :۔یہ انکار بمعنیٰ نہ جاننا سے اسم مفعول ہے۔**قولہ النکیر ......** :یہ نکور باب سمع بمعنیٰ نہ پہچاننا سے صفت کا صیغہ بمعنیٰ مفعول ہے مطلب یہ ہے کہ دونوں فرشتے میت کے اعتبار سے ناآشنا غیر مانوس اور اجنبی ہوں گے۔بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ کفار کے سوال کنندوں کا نام ہے اور مومنین کے سوال کنندوں کا نام مبشر وبشیر ہے۔

قولہ قد کنا نعلم انک تقول ھذا...... :۔یا تو اللہ تعالیٰ پہلے سے علم عطا فرمادیتے ہونگے یا وہ فرشتے میت کی پیشانی کے آثار سعادت اور نور ایمان سے معلوم کرلیں گے۔

قولہ سبعون ذراعا...... :راجح یہ ہے کہ اس سے کثرت مراد ہے تحدید مراد نہیں کیوں کہ دوسری حدیث میں مد بصر وارد ہوا ہے اور ممکن ہے کہ اختلاف اشخاص سے وسعت میں بھی اختلاف ہوجائے۔

وعن البراء بن عازبؓ......قولہ ربی اللہ...... :۔اگر میت عجمی ہوگی تب بھی جواب عربی میں دے گی۔**قولہ فآمنت بہ** (صفحہ ۲۵)......مطلب یہ ہے کہ قرآن میں توحید نبوت دین اسلام کا ذکر تھا تو میں اس کو پڑھ کر ان حقائق پر ایمان لایا۔**قولہ اعمی اصم......** :یا تو وہ فرشتہ حقیقۃً اندھا بہرا ہوگا یا یہ کنایہ ہے نظر شفقت اور سماع شفقت کی نفی یعنی رحم نہ کرنے سے۔

وعن عثمانؓ ......قولہ وتبکی من ھذا ...... شبہ...... :آنحضرت ﷺ نے حضرت

عثمانؓ کو جنت کی خوشخبری دی تھی تو پھر آپؓ کیوں روتے تھے؟

جواب نمبر۱......غلبۂ خوف الٰہی کی وجہ سے بشارت بھول جاتے تھے۔

جواب نمبر۲......ضغطۂ قبر کی وجہ سے روتے تھے جو انبیاء علیہم السلام کے ماسوا تمام لوگوں کو ہوتا ہے

جواب نمبر۳......اس طرف اشارہ تھا کہ جب میں بشارت کے باوجود اس قدر خائف ہوں تو دوسروں کو بطریق اولیٰ یہ خوف پیدا کرنا چاہیے۔ **قوله من منازل الآخرة**......میدان محشر، حساب کے لئے پیشی، پل صراط، وزن اعمال، جنت و نار یہ سب منازل آخرت میں سے ہیں۔

وعن ابی سعیدؓ ... قوله تسعة وتسعون......ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام معروف ہیں تو ہر نام کے انکار پر ایک سانپ مسلط کیا جائے گا۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ سانپوں کی تعداد اخلاق ذمیمہ کی تعداد کے مطابق ہے تو یہی اخلاق سانپوں کی صورت اختیار کرلیں گے۔

قوله تنينا......سخت زہریلا اژدھا۔ **قوله تنهسه وتلدغه**......یعنی کاٹیں گے اور ڈسیں گے یہ دونوں مترادف ہیں اور مقصود تاکید ہے اور بقول بعض یہ فرق ہے کہ نہس کے معنیٰ ہیں بغیر زہر پہنچانے کے دانت سے کاٹنا اور لدغ کا معنیٰ ہے بغیر کاٹنے کے محض دانت مار کر زہر پہنچانا۔

قوله وقال سبعون ......شبہ......دونوں حدیثوں میں تعارض ہوا۔ **جواب نمبر۱**......علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ سبعون والی روایت ضعیف ہے۔ **جواب نمبر۲**......شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ پہلی حدیث کافر متبوع کے لئے ہے اور دوسری حدیث کافر تابع کے لئے ہے۔

جواب نمبر۳......دونوں احادیث میں کثرت مراد ہے تحدید مراد نہیں۔

الفصل الثالث......عن جابرؓ ...... قوله سبح رسول الله ﷺ......حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ قبر کی تنگی کے مشاہدے کے وقت اللہ کی عظمت اور جلالت شان سامنے آتی ہے اور عظمت و عزت کا مقام تسبیح کا مقام ہے۔ **قوله ثم كبر** (صفحہ ۲۶)......یہ تکبیر ازالۂ ضغطہ کے بعد تھی کیوں کہ تکبیر عموماً خوشی کے مقام پر پڑھی جاتی ہے۔ **قوله على هذا العبد الصالح**......یہ اشارہ تعظیم و تخویف کے لئے ہے کہ جب ایسا نیک بندہ ضغطۂ قبر میں مبتلا ہے تو دوسروں کا کیا حال ہوگا۔

وعن ابن عمرؓ ...... قوله تحرك له العرش......اس کے معنی میں تین اقوال ہیں۔ (۱) عرش نیک روح کے آنے کی وجہ خوشی کے سبب رقص کرنے لگا (۲)......عرش ان کی موت پر رنج و غم کے اظہار کی وجہ سے حرکت کرنے لگا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ممکن ہے کہ آسمان باوجود جماد ہونے کے

خدا کی قدرت سے ادراک واحساس رکھتا ہو لہٰذا اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرنا بہتر ہے (۳)...... بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں مضاف محذوف ہے ای حملة العرش ۔

وعن جابرؓ...... قوله مثلت له الشمس عند غروبها یعنی نزول ملکین کے وقت غروب شمس کا وقت ہوتا ہے اور غروب کی تخصیص میں اشارہ ہے کہ اب وہ غریب اور مسافر بن چکا ہے ۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اظہر یہ ہے کہ غروب دنیا سے کوچ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ دنیا بمنزلہ دن کے اور برزخ بمنزلہ رات کے اور آخرت بمنزلہ دوسرے دن کے ہے تو برزخ دونوں دنوں کے درمیان فاصل رات ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ یہ نماز عصر کی تاکید کی طرف اشارہ ہو کہ مومن اس کا بہت اہتمام کرتا ہے اور منافق کو اس کا اہتمام نہیں ہوتا ۔

باب الاعتصام بالکتاب والسنة

ماقبل سے ربط یہ ہے کہ عذاب قبر اور تقدیر کے لئے صرف دلائل عقلیہ کافی نہیں بلکہ دلائل نقلیہ کی بھی ضرورت ہے اور وہ قرآن وسنت ہیں ۔ **قوله الاعتصام......** : یہ عصمة بمعنی منع سے ہے اور یہاں اس کے معنی ہیں مضبوطی سے پکڑنا ۔ **قوله بالكتاب......** : اس پر الف لام عہد کا ہے اور مراد قرآن ہے ۔ **قوله والسنة......** : سنت کے لغوی معنی طریقے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں حدیث نبوی کا نام سنت ہے ۔ سنت شرعیہ کے مقابلے میں بدعت ہے ۔ بدعت کے لغوی معنی نئی چیز کے ہیں ۔ اچھی ہو یا بری اور اصطلاح شریعت میں ہر وہ نئی چیز بدعت ہے ، جس کو دین اور قابل ثواب سمجھ کر اختیار کیا جائے اور اس کی اصل اور نظیر قرون ثلاثہ مشہود لھا بالخیر اور اجماع امت میں نہ ملے ۔ بدعت شرعیہ مطلقاً مذموم ہے اور وجوہ مذمت یہ ہیں ۔ (۱)...... حضرت انسؓ سے مروی ہے حجبت التوبه عن صاحب كل بدعة کیونکہ بدعتی آدمی اس بدعت کو گناہ نہیں سمجھتا اور توبہ گناہ سے ہوتی ہے ۔ (۲)...... مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں و ہیچ از بدعت بدعت حسنہ نیست ۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی) تو یہاں اصطلاحی بدعت مراد ہے ۔ (۳)...... بدعت میں ایک قسم کا ادعاء نبوت ہے کیونکہ بدعتی آدمی اس کو دین سمجھ کر اختیار کرتا ہے اور دین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے ۔ (۴) بدعتی آدمی اتباع سنت سے محروم رہتا ہے ۔ بدعت لغویہ پانچ قسم پر ہے...... ۔ واجب ، حرام ، مستحب ، مکروہ ، مباح اور تفصیل یہ ہے ۔ ۱ ۔ واجب : مثلاً فرق باطلہ کی تردید کرنا اور مثلاً علم نحو کا اشتغال کیوں کہ شریعت کی حفاظت واجب ہے اور یہ چیزیں اس کا مقدمہ ہیں اور واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے ۲ ۔ حرام...... : مثلاً جبریہ اور معتزلہ کے عقائد ۔ (۳) مستحب : مثلاً مدارس ، مسافر خانوں ، خانقاہوں کی تعمیر اور تصوف کے حقائق میں بحث کرنا اور نماز تراویح باجماعت ادا کرنا چنانچہ حضرت عمرؓ اس کے

متعلق فرماتے ہیں نعمت البدعة هذه تو یہاں بدعۃ لغویہ مراد ہے جو درحقیقت سنت حسنہ ہے
نمبر (۴)......مکروہ......: مثلاً صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا عندالاحناف مکروہ اور عندالشوافع مباح
ہے۔علیٰ ھذا میت کا سوئم اور چہلم بھی بدعۃ مکروھہ ہے۔چنانچہ شامی جلد ا، صفحہ ۶۶۴ (مکتبہ ماجدیہ) میں ہے
ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول و الثالث و بعد الاسبوع .
نمبر (۵) مباح......: مثلاً کھانے پینے اور مکان بنانے میں توسع کرنا جبکہ مال حرام سے نہ ہو اور اسی طرح
مسجدوں اور قرآنوں میں نقش و نگار کرنا عندالاحناف مباح اور عندالشوافع مکروہ ہے۔

الفصل الاول ......عن عائشة رضی اللہ عنہا...... قوله' فی امرنا هذا......اس سے مراد دین
اسلام ہے لہٰذا دنیوی ایجادات اس میں داخل نہیں۔

قوله' فهو رد......ضمیر کا مرجع امرِ مُحْدَث ہے یا شخص مُحْدِث ہے۔

وعن جابر رضی اللہ عنہ ...... قوله' و کل بدعة ضلالة ......اس سے مراد بدعت شرعیہ واصطلاحیہ ہے
جو مطلقاً مذموم ہے۔بدعۃ لغویہ مراد نہیں جس کے بعض افراد واجب اور مستحب بھی ہیں۔

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ......قوله' ابغض الناس ......ابغضیت کی وجہ یہ ہے کہ ان تینوں صورتوں
میں گناہ کے ساتھ زیادتی اور قوت کا سبب بھی موجود ہے مثلاً الحاد و گناہ اور پھر حدودِ حرم میں علیٰ ھذا بدعت اور
پھر بدعت جاہلیت اسی طرح قتل اور پھر قتل ناحق۔

قوله' سنت الجاهلية (صفحہ ۲۷)......سنت کے لغوی معنیٰ طریقے کے مراد ہیں یعنی طریقہ جاہلیت
مثلاً نوحہ کرنا، گریبان چاک کرنا، شگون بد (بری فال) وغیر ذلک۔

وعن ابی هريرة رضی اللہ عنہ ......قوله' کل امتی (صفحہ ۲۷)......امت دعوۃ مراد ہو تو من ابیٰ سے
کافر مراد ہے اور امت اجابت مقصود ہو تو من ابیٰ سے فاسق مراد ہے تو اس صورت میں یہ حدیث تغلیظ پر
محمول ہے یا دخول اوّلی کی نفی مراد ہے۔

وعن جابر رضی اللہ عنہ......اس حدیث کی تشبیہ کا حاصل یہ ہے کہ ذات باری بمنزلہ رجل کریم کے ہے اور جنت
بمنزلہ دار کے ہے اور نعمائے جنت بمنزلہ مَاْدُبَہ کے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ داعی کے ہیں۔

وعن انس رضی اللہ عنہ ...... قوله' ثلثة رهط ......ای جماعۃ ثلثۃ اشخاص اور مراد حضرت علیؓ، عثمان بن
مظعونؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ہیں اور بعض نے عبداللہ کی جگہ مقداد بن اسودؓ لکھا ہے۔

قوله' ،این نحن من النبی صلی اللہ علیہ وسلم......یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں۔ہماری آپ سے کیا نسبت

ہے۔ ہمیں تو سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہے یا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا تعلق مع اللہ قوی ہے لہٰذا آپ ﷺ کی تھوڑی عبادت بھی ہماری زیادہ عبادت سے افضل ہے۔ **قولہ' من ذنبہ**..... ذنب سے مراد خلاف شان امور یا خطاء اجتہادی یا صغائر سہو یہ ہیں یا مغفرت بمعنیٰ عصمت ہے کیونکہ نبی کی مغفرت ان کے اور گناہ کے درمیان پردہ کر دینے کا نام ہے اور غیر نبی کی مغفرت گناہ اور اس کی سزا کے درمیان پردہ کر دینے کا نام ہے۔

قولہ' واللہ انی لاخشاکم للہ واتقاکم لہ ..... یعنی میں باوجود کمال خوف وتقویٰ ومعرفت الٰہیہ کے رخصت پر عمل کرتا ہوں مثلاً افطار، نوم، نکاح کیوں کہ اس میں اظہار عجز وضعف بشریت ہے تو تم کون ہو جو رخصت پر عمل نہیں کرتے ہو۔

وعن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ ..... **قولہ' یُأَبِّرُونَ النخل** ..... تابیر نخل یہ ہے کہ مادہ کھجور کا شگوفہ چیر کر نر کھجور کا شگوفہ اس میں ملا دیں تا کہ پھل زیادہ اور اچھا ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے اجتہاد سے منع فرمایا اور اس کو رسم جاہلیت سمجھا جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بطور سببیت کے اس میں یہ خاصیت وتاثیر رکھی ہے تو سکوت فرمایا۔ **قولہ' فانما انا بشر** ..... یعنی میں انسان ہوں عالم الغیب نہیں ہوں لہٰذا دنیاوی امور میں مجھ سے خطا محتمل ہے کیونکہ دراصل میری توجہ امور آخرت کی طرف ہے جیسا کہ ایک روایت میں ارشاد ہے انتم اعلم بامر دنیاکم (مرقات جلد ۱، صفحہ ۲۲۳) لہٰذا ان امور میں میرا قول واجب التعمیل نہیں۔

وعن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ ..... **قولہ' انی انا النذیر العریان** ..... یہ ایک مشہور مثل ہے جو سخت ناگہانی خطرے کے موقعہ پر بولی جاتی ہے عرب کی عادت تھی جب کوئی آدمی دشمن کو اچانک آتے دیکھتا تو اپنے کپڑے اتار کر سر پر رکھ لیتا اور ان کو گھماتا اور چیخنا شروع کر دیتا تا کہ قوم خبر دار ہو جائے اس کا حاصل ترجمہ یہ ہے کھلم کھلا اور بے غرض ڈرانے والا۔ **قولہ' فالنجاء** (صفحہ ۲۸)..... یہ نجا بمعنیٰ اسرع کا مصدر ہے ای اطلبوا النجاء اور تکرار تاکید کے لئے ہے۔

قولہ' فادلجوا ..... یہ باب افعال سے ہے یعنی رات کے اول حصے میں یا رات بھر چلنا۔

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ..... اس حدیث کی تشبیہ کا حاصل یہ ہے کہ محرمات اور مہلکات بمنزلہ آگ کے ہیں اور حضور ﷺ کا ان کو بیان فرمانا بمنزلہ آگ روشن کرنے کے ہے اور جاہلوں کا بے انجام سوچے ان محرمات کا ارتکاب کرنا بمنزلہ ان پروانوں کے گرنے کے ہے اور آنحضرت ﷺ کا پوری قوت سے روکنا بمنزلہ پکڑنے کے ہے۔ **قولہ' و ھذہ الدواب** ..... یہ عطف تفسیری ہے یا اس سے مراد دوسرے جانور ہیں مثلاً

ٹڈی، مچھر وغیرہ۔

قولہ' بحجزکم ...... بضم الحاء وفتح الجیم۔ جمع ہے حُجزۃ کی بمعنی تہبند باندھنے کا مقام یعنی کمر اور کمر کا پکڑنا روکنے میں زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ **قولہ' ھلمّ عن النار** ...... اس سے پہلے حال کونہ قائلا محذوف ہے اور ھلم عن النار کی تقدیر عبارت یوں ہے اِسْرَعُوا الیَّ وابعدوا انفسکم عن النار۔

وعن ابی موسی ...... اس حدیث میں حضور ﷺ کے سمجھانے کے لئے علم وحی اور علم شریعت کو بارش کے ساتھ اور انسان کو زمین کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ زمین تین قسم پر ہے۔ (۱) طیبہ ...... یعنی وہ زرخیز زمین جس میں بارش کا اثر ہو اور وہ گھاس وغیرہ بھی پیدا کرے یعنی نافع منتفع۔ (۲) اجادب ...... جو اجدب کی جمع ہے یعنی وہ سخت زمین جو بوجہ سخت ہونے کے پانی کو تو روک لے لیکن خود اثر قبول نہ کرے یعنی نافع غیر منتفع۔ (۳) قیعان ...... جس کا واحد قاع ہے یعنی وہ چٹیل میدانی زمین جو نہ خود نفع حاصل کرے اور نہ دوسروں کو نفع پہنچائے یعنی غیر نافع غیر منتفع۔ تو اسی طرح انسان بھی تین قسم پر ہیں۔ (۱) ...... وہ جس نے نفع لیا بھی اور دیا بھی یعنی عالم باعمل معلم یا فقہائے مجتہدین۔ (۲) ...... وہ جس نے خود تو نفع نہ لیا لیکن دوسروں کو نفع پہنچایا یعنی عالم بے عمل معلم یا محدثین غیر مجتہدین۔ (۳) ...... وہ جس نے نہ خود نفع لیا اور نہ دوسرے کو نفع پہنچایا یعنی جاہل محروم کافر مشرک انسان۔

سوال ...... مشبہ بہ اور مشبہ میں مطابقت نہیں کیونکہ اس حدیث میں دوسری قسم کی زمین کا کوئی مشبہ مذکور نہیں۔

جواب نمبرا ...... علامہ مظہر، علامہ طیبی، علامہ خطابی، علامہ عینی، شارح بخاری فرماتے ہیں کہ زمین کی پہلی قسم اور دوسری قسم بمنزلہ ایک کے ہیں اس لحاظ سے کہ دونوں محمود نافع اور قابل انتفاع ہیں تو مشبہ بہ بھی دو چیزیں ہوئیں (۱) ارض محمود (۲) ارض مذموم۔ لیکن محمود کی پھر آگے دو شاخیں بنتی ہیں منتفع، غیر منتفع اور مشبہ بھی دو چیزیں ہوئیں۔ (۱) انسان محمود (۲) انسان مذموم لیکن پھر محمود کی آگے دو شاخیں ہیں۔ (۱) عامل معلم (۲) غیر عامل معلم۔ اور ان میں سے دوسری شاخ کو قیاساً علی المشبہ بہ ذکر نہیں کیا الحاصل یہ تشبیہ ثنائی ہے نہ کہ ثلاثی اور قرینہ یہ ہے کہ حدیث میں لفظ اصاب اور لفظ طائفہ صرف دو جگہ آ رہا ہے نہ کہ تین جگہ۔

جواب نمبر (۲) ...... مشبہ کی جانب میں حضور ﷺ نے دوسری قسم یعنی عالم غیر عامل معلم کو صراحۃً بیان نہ فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ ایسا ہونا عالم کے شایان شان نہیں اور بے عمل عالم، جاہل کے مرتبے میں ہے جو قابل ذکر نہیں۔ قولہٗ الکلاء ...... یعنی گھاس۔ قولہٗ العشب ...... بمعنی سبزہ، تر گھاس۔

قولہ' فذلک مثل من فقه فی دین الله الخ (صفحہ ۲۸) ...... یہ پہلے قطعۂ زمین کا مشبہ اور

ممثل لہ ہے یعنی عالم عامل معلم تو علم مع العمل قبول ماء کے مشابہ ہے اور تعلیم انبات کے مشابہ ہے۔

قولہ' و مثل من لم یرفع بذلک رأسا الخ ...... یہ تیسرے قطعۂ زمین کا مشبہ ہے یعنی کافر جاہل محروم مشرک انسان۔

وعن عائشہؓ ...... قولہ ' آیات محکمات ...... یہ وہ آیات ہیں جو ظاہر المعنیٰ اور واضح المراد ہیں اور متشابہات وہ ہیں جو خفی المراد اور غیر ظاہر المعنیٰ ہوں۔ مثلاً حروف مقطعات استواء علی العرش ید اللہ وغیر ذلک۔

وعن عبد اللہ بن عمروؓ ...... قولہ ' ھجرت: یعنی میں دوپہر کے وقت گیا۔

قولہ' فی آیۃ ...... ای متشابہۃ۔ **قولہ ' باختلافھم فی الکتاب** ...... یعنی علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ مذموم اختلاف وہ ہے جو کفر یا بدعت تک پہنچادے مثلاً قرآن کے لفظ میں اختلاف یا ایسے معنیٰ میں اختلاف جو محل اجتہاد نہ ہو جیسے متشابہات کے قطعی معنیٰ یا ایسا اختلاف جس سے فتنہ وفساد اور شک وشبہ پیدا ہوتا ہے یہاں یہ اختلاف مراد ہے باقی مسائل اجتہادیہ میں آئمہ مجتہدین کا اختلاف مذموم نہیں کیونکہ وہ مسائل محل اجتہاد ہیں بلکہ یہ اختلاف محمود اور دین میں وسعت کا باعث ہے اور حدیث اختلاف امتی رحمۃ میں اسی طرف اشارہ ہے

وعن سعد بن ابی وقاصؓ ...... قولہ من سأل عن شیءِ الخ ...... اس سے مراد فضول اور عبث سوال ہے جو محض ضد وعناد کی بناء پر ہو اور غیر ضروری ہو جیسا کہ بنی اسرائیل نے گائے کے بارے میں غیر ضروری سوالات کیے اور مشقت میں پڑ گئے باقی ضرورت کے تحت سوال کرنا درست بلکہ واجب و مامور بہ ہے جیسا کہ ارشاد ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (پارہ ۱۴)

وعنہ' ...... قولہ' ان یحدث بکل ما سمع ...... یعنی ہر سنی سنائی بات سچی نہیں ہوتی بلکہ بعض باتیں جھوٹی بھی ہوتی ہیں لہٰذا تحقیق کر کے بات کہنی چاہیئے اور حدیث نبوی ﷺ میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور اسی مناسبت سے اس حدیث کو باب ھذا میں لائے ہیں۔

وعن ابن مسعودؓ ...... قولہ' حواریون (صفحہ۲۹) ...... یہ حور بمعنیٰ بیاض خالص سے مشتق ہے اور مخلص دوست اور معاون کو بھی خلوص قلب اور صفائی نیت کی وجہ سے حواری کہتے ہیں اور دھوبی کو بھی حواری کہتے ہیں کیونکہ وہ کپڑے کو صاف کرتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین تھے جو دھوبی ہونے کے ساتھ ساتھ مخلص بھی تھے پھر حواریین کی کثرت اکثر انبیاء علیہم السلام کے اعتبار سے ہے ورنہ از روئے حدیث بعض انبیاء کا صرف ایک حواری ہوا اور بعض کا بالکل نہیں ہوا دیکھو حدیث انسؓ (مشکوۃ جلد۲، صفحہ۵۱۱)

وعن ابی هریرةؓ ......**قوله' ومن دعا الیٰ ضلالة الخ** ......اگر کوئی ضلالت کا داعی تائب ہو جائے لیکن اسکے اضلال کے آثار سے لوگ گناہ کرتے رہیں تو آیا وہ داعی اس اضلال کے گناہ سے بری ہو گا یا نہیں؟ تو ملا علی قاریؒ براءت کو ترجیح دیتے ہیں ورنہ توبہ کی صحت کے کیا معنیٰ ہیں؟ چنانچہ بہت سے صحابہ کرامؓ پہلے ضلالت و گمراہی کے مبلغ تھے اور بعدہٗ وہ مشرف باسلام ہوئے اور وہ اس اضلال کے گناہ سے بری سمجھے گئے۔

وعنه'...... **قوله' بدأ الاسلام غریباً** ...... مطلب یہ ہے کہ ابتداء میں اسلام مسافر کی طرح اجنبی بے یارومددگار اور غریب و قلیل الاتباع تھا اور اس کے ماننے والے لاچاری بے بسی اور قلت کی حالت میں تھے حتیٰ کہ ان کو ظاہراً بھی مسافر و مہاجر بننا پڑا لیکن پھر خلافت راشدہ کے دور میں اسلام اپنی پوری شان و شوکت اور آب و تاب سے مشرق و مغرب میں پھیل گیا اور پھر کچھ عرصے کے بعد اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آیا۔

قوله' فطوبیٰ للغرباء ......اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو غربت اسلام اور رزور گمراہی کے زمانہ میں بھی اسلام کو تھامے ہوئے ہوں اور لوگوں کی اصلاح میں اور سنت کے احیاء میں سرگرم عمل ہوں۔

وعنه' ......**قوله' ،ان الایمان لیأرز الیٰ المدینة**......یعنی اہل ایمان مدینہ کو پناہ گاہ سمجھ کر اس میں آ کر ٹھہریں گے بعض نے کہا کہ یہ ہجرت کے متصل زمانے کے متعلق ہے اور بعض نے کہا کہ یہ دجال کے زمانے کا وقت ہے جیسا کہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے پھر مدینہ مع اپنے حوالی و جوانب کے مراد ہے جیسا کہ دوسری روایت میں لفظ حجاز آیا ہے۔**قوله' کما تأرز الحیة** ......سانپ باقی جانوروں سے فرار میں سبقت لے گیا ہے اس لئے تشبیہ میں اس کو اختیار کیا ہے۔

الفصل الثانی ......**عن ربیعة الجرشیؓ** ...... **قوله' لتنم عینک** ...... یہ کنایہ ہے حضور کامل اور توجہ کامل سے تو آپ نے جواب میں فرمایا فنامت عینی یعنی میں پورا متوجہ ہوں

قوله' مادبةً ......عام دعوت کا کھانا۔**قوله' والدار السلام** ......شبہ......: پہلے ایک حدیث میں گذرا ہے کہ دار سے جنت مراد ہے اور یہاں اس سے اسلام مراد لے رہے ہیں تو یہ تعارض ہوا۔جواب ......: اسلام دخول جنت کا سبب ہے تو اس حدیث میں سبب کو اور پہلی حدیث میں مسبب کو ذکر کیا۔فلا تعارض

وعن ابی رافع ......**قوله' علیٰ اریکته**......بمعنیٰ مزین تخت۔

قوله' لا ادری ......ای غیر القرآن

وعن المقدام بن معد یکربؓ ...... **قوله ومثله' معه** ......یہ مماثلت وحی ہونے میں ہے یا وجوب عمل میں ہے یا مقدار احکام میں ہے۔**قوله' شبعان علیٰ اریکته**

......شبعان کنایہ ہے استغناء اور بدفہمی سے کیونکہ کثرت اکل بھی بدفہمی کا سبب ہوتا ہے اور علیٰ اریکتہ کنایہ ہے تکبر اور غرور، مال وجاہ سے جو طلب علم سے مانع اور انکار حدیث کے باعث ہوتے ہیں۔

قولہ' الا لا یحل لکم الحمار الاھلی الخ (صفحہ۳۰)......یہ بطور تمثیل کے ہے کیونکہ حمار وغیرہ کی حرمت کا ذکر صراحۃً قرآن میں موجود نہیں۔**قولہ' فعلیھم ان یقروہ**......جمہور کے نزدیک مہمانی سنت یا مستحب ہے۔امام احمدؒ، امام لیثؒ کے نزدیک واجب ہے۔

دلائل جمہور......نمبر(۱)......حدیث مشہور **لایحل مال امرئ مسلم الا عن طیب نفس** ۔ نمبر(۲)......ایک حدیث میں آتا ہے وجائزتہ' یومٌ و لیلۃٌ (مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ۳۶۸) اور جائزہ کے معنیٰ ہدیہ کے ہیں اور ہدیہ واجب نہیں ہوتا۔**دلیل حنابلہ**......حدیث باب ہے۔

جواب نمبر(۱)......یہ حدیث اہل ذمہ کے متعلق ہے جن پر اہل اسلام کی مہمانی بمقتضائے معاہدہ ضروری ہے۔

جواب نمبر(۲)...... یہ حدیث مضطر کے بارے میں ہے جو شدت بھوک کی وجہ سے موت کے قریب پہنچ چکا ہو

جواب نمبر(۳)......یہ حدیث منسوخ ہے اور ناسخ اس سے آئندہ حدیث ہے **ولا اکل ثمارھم اذا اعطوکم الذی علیھم**

وعنہ'......**قولہ' کان ھذہ موعظۃٌ مودع**......یہ تشبیہ جامع ہونے میں ہے کہ جس طرح الوداع اور رخصت کرنے والے کی نصیحت خوب جامع و کامل ہوتی ہے اسی طرح یہ نصیحت بھی جامع و کامل ہے یا یہ تشبیہ کمال تاثیر میں ہے۔**قولہ' وان کان عبدًا حبشیاً** (صفحہ۳۰)......یہ بطور مبالغہ اور فرض و تقدیر کے ہے کیوں کہ غیر قریشی کا حاکم بنانا درست نہیں جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا **الائمۃ من قریش** یا اس سے مراد قاضی و امیر ہے جو حاکم کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو

وعن عبد اللہ بن عمروؓ...... **قولہ' لایؤمن احدکم حتی یکون ھو تبعاً الخ** (صفحہ۳۰)......اگر اتباع عقائد میں مراد ہے تو لایؤمن میں نفس ایمان کی نفی ہے اور اگر اتباع اعمال میں مراد ہے کہ وہ اعمال اس سے بغیر کلفت و ناگواری کے سرزد ہوں اور اس کو خوب لذت حاصل ہو تو کمال ایمان کی نفی مراد ہے۔

وعن عمرو بن عوفؓ......**قولہ' الا رویۃ**......بمعنی پہاڑی بکری۔

وعن عبد اللہ بن عمروؓ...... **قولہ' تفترق امتی علیٰ ثلاث و سبعین ملۃ**......اکثر حضرات کے نزدیک اس سے امت اجابت مراد ہے جس کے (۷۲) فرقے ہوئے سوء اعتقاد

کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔ اہل بدعت کے اصولی فرقے یہ چھ ہیں۔(۱)خوارج(۲)روافض(۳)معتزلہ(۴)جبریہ(۵)مرجئہ(۶)مشبہ۔
ان کے گروہوں کی تفصیل یہ ہے...... خوارج پندرہ(۱۵)، روافض بتیس(۳۲)معتزلہ بارہ(۱۲)جبریہ تین(۳)مرجئہ پانچ(۵)مشبہ پانچ(۵)اور مرقات میں ہے کہ خوارج بیس(۲۰)روافض بائیس(۲۲)معتزلہ بیس(۲۰)جبریہ ایک(۱)مرجئہ پانچ(۵)اور مشبہ ایک(۱)اور نجاریہ تین(۳)ہیں۔

قولہ کما یتجاری الکلب بصاحبہ ......کلب بفتح الکاف واللام ایک بیماری کا نام ہے جو دیوانے کتے کے کاٹنے سے پیدا ہوتی ہے اور مالیخولیا کے مشابہ ہوتی ہے (ھ ڑ ک) اس کا مریض پیاسا ہوتا ہے لیکن وہ پانی کو دیکھ کر چلاتا ہے اور بھاگتا ہے حتیٰ کہ پیاس سے مرجاتا ہے اور یہ امراض متعدیہ میں سے ہے تو علیٰ ھذا بدعت بھی متعدی مرض ہے اور بدعتی آدمی آب حیات یعنی سنت سے بھاگتا ہے حتیٰ کہ بدعت کی موت مرجاتا ہے۔

وعن ابن عمرؓ ......قولہ ان اللہ لا یجمع امتی علیٰ ضلالۃ ......اس حدیث سے اجماع کی حقانیت اور حجیت ثابت ہوئی جو امت محمدیہ کا خاصہ ہے لیکن اجماع علماء کا مراد ہے نہ کہ عوام اور جہال کا۔

قولہ و ید اللہ علی الجماعۃ ......یہ کنایہ ہے غلبہ حفاظت نصرت اور رحمت الٰہیہ سے۔

وعنہ ...... قولہ اتبعوا السواد الاعظم ......سواد کے اصلی معنی سیاہی کے آتے ہیں اور یہ لفظ جماعت پر بھی بولا جاتا ہے اور یہاں اس سے مراد جمہور علماء سنت ہیں جو اہل حق ہوں اگرچہ عدداً کم ہوں اسی لئے حدیث میں اعظم فرمایا اکثر نہیں فرمایا لیکن یہ حکم اصول عقائد کا ہے باقی فروعی مسائل میں ہر مجتہد کی تقلید شخصی درست ہے۔

وعن جابرؓ ...... قولہ امتھوکون انتم الخ (صفحہ ۳۰)......یعنی جس طرح یہود و نصاریٰ اپنی کتاب چھوڑ کر احبار و رہبان کے پیچھے لگ گئے تو کیا اسی طرح تم بھی دین اسلام کے بارے میں حیران ہو کر اس کو ناقص سمجھتے ہوئے یہود کے پیچھے لگتے ہو۔ **قولہ بیضاء نقیۃ**......یعنی میری شریعت واضح روشن اور تحریف وشک وشبہ سے محفوظ و خالص ہے تو کیا تم افضل کو چھوڑ کر مفضول کو اختیار کرنا چاہتے ہو؟

وعن ابی سعید الخدریؓ ......قولہ بوائقہ ......ای شرورہ۔

قولہ و سیکون فی قرون بعدی ......یعنی ان صفات سے موصوف لوگ میرے زمانے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مستقبل میں بھی ہوں گے اگرچہ قلت وکثرت کا فرق ہوگا کہ بعد والے بنسبت پہلوں کے

کم ہوں گے لیکن فی ذاتہ بہت ہوں گے۔

وعن ابی ھریرۃؓ ......قولہ' من عمل منھم بعشر ما امر بہ نجا......اس سے مراد یہ نہیں کہ نماز جیسے فرائض کا دسواں حصہ بھی نجات کے لئے کافی ہوگا بلکہ اس سے مراد تبلیغ ہے کہ میرے اس زمانے میں تبلیغ کا ترک عذر کی وجہ سے نہیں بلکہ کوتاہی کی وجہ سے ہوگا لہٰذا اس وقت دسویں حصے کا ترک بھی موجب ہلاکت ہے۔ لیکن میرے بعد کے زمانے میں ضعف اسلام اور غلبۂ ظلم وفسق کے عذر کی بناء پر ترک تبلیغ ہوگا نہ کہ کوتاہی کی بناء پر لہٰذا اسوقت دسویں حصے کا ارتکاب بھی نجات کے لئے کافی ہوگا۔

وعن ابی امامۃؓ ...... قولہ' الا اوتوا الجدل ......جدل سے مراد یہ ہے کہ احقاق حق کی نیت کے بغیر محض ضد وعناد وخصومت اور اپنی غلط آراء کی ترویج وتائید کی غرض سے مناظرے......اور مجادلے کا بازار گرم کریں گے اور قرآن کو تختۂ مشق بنائیں گے البتہ صحیح غرض کے لئے مناظرہ کرنا فرض کفایہ ہے۔

وعن انسؓ ......قولہ' لا تشددوا علیٰ انفسکم ......یعنی نذر اور یمین کی وجہ سے اعمال شاقہ اپنے اوپر لازم مت کرو مثلاً دائمی روزہ رکھنا ورنہ پھر سستی کی وجہ سے تمہیں اللہ تعالیٰ عذاب دیں گے۔

قولہ' ان قوماً شددوا الخ...... مثلاً نصاریٰ نے رہبانیت کو ایجاد کیا اور پھر پورا نہیں کیا۔

قولہ' الصوامع ......یہ صومعۃ کی جمع ہے یعنی نصاریٰ کا گرجا گھر۔ **قولہ' والدیار** ......دیر کی جمع ہے یعنی یہود کا عبادت خانہ اور خانقاہ

وعن ابی ھریرۃؓ، قولہ ...... ھذا لفظ المصابیح وروی البیھقی ......یہ صاحب مصابیح پر ایک قسم کا اعتراض ہے کہ مجھے ان کے الفاظ نہیں مل سکے۔

وعن ابن عباسؓ ...... قولہ' وامرٌ اختلف فیہ......اس سے مراد متشابہات ہیں جن کی مراد مشتبہ اور معنی مخفی ہیں۔ یا اس سے وہ امور وفقہی مسائل اجتہادیہ مراد ہیں جن کے بارے میں دلائل کا اختلاف ہے مثلاً مسائل اجتہادیہ اطفال مشرکین کا مسئلہ آنحضرت ﷺ کے والدین کے ایمان کا مسئلہ، تعیین وقت قیامت تعیین شب قدر وغیرہ۔ لٰکن تو ایسے معاملات ومسائل کی قطعیت اور واقعی حقانیت کے بارے میں توقف ہی بہتر ہے یا اس سے مراد امور مسکوتہ ہیں جن کے متعلق حلت وحرمت کی صراحت نہیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو اور اصل کے اعتبار سے ان کی اباحت الٰہیہ کا اعتقاد رکھو مثلاً کھانے پینے میں وسعت گھی اور پنیر کی حلت۔

الفصل الثالث ......عن معاذ بن جبلؓ ......قولہ' الشاذۃ ......وہ اکیلی بکری جو

وحشت ونفرت کیوجہ سے ریوڑ سے بھاگ جائے۔

قوله' والقاصية......وہ بکری جو وحشت کیوجہ سے نہیں بلکہ گھاس کیوجہ سے دور چلی جائے۔

قوله' والناحية......وہ بکری جو بوجہ غفلت کے ایک کنارے پر ہو جائے۔

قولــه' والشعاب ......شعاب جمع ہے شِعْبٌ کی بمعنیٰ وادی، گھاٹی، پہاڑی راستہ مطلب یہ ہے کہ جماعت اور اجماع کی شاہراہ سے انفرادی گھاٹی میں منفرد نہ ہونا۔

وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ، **قولہ' شبرًا** ......بمعنیٰ بالشت یہ کنایہ ہے قلت سے یعنی تھوڑے وقت میں اور تھوڑے احکام میں بھی اجماع اور جمہور کی خلاف ورزی کرنا قابل وعید ہے۔**قولــه' ربقة الاسلام** ......رسی کے پٹے اور حلقے کو رَبقہ کہتے ہیں جو بکری وغیرہ کی گردن میں ڈالا جاتا ہے یہاں اس سے مراد بندش اسلام ہے پھر حلقۂ اسلام کے گردن سے نکال دینے کا یہ حکم بطور تغلیظ وتشدید کے ہے کہ یہ رویہ آہستہ آہستہ اس کو دائرہ اسلام سے خارج کردے گا۔

وعــن ابــن مسعود رضی اللہ عنہ (صفحہ ۳۲)......اس حدیث کی تشبیہ کا حاصل یہ ہے کہ اسلام بمنزلہ راستے کے ہے اور محرمات الٰہیہ بمنزلہ ابواب مفتوحہ کے ہیں اور احکام وحدود جو بندوں کو ان محرمات سے روکنے والی ہیں وہ بمنزلہ پردوں کے ہیں اور قرآن بمنزلہ اس داعی کے ہے جو راستے کے سرے پر بیٹھا ہے اور یوں کہتا ہے استقیموا علی الصراط ولا تعوجوا اور القائے ملکی جو دل میں اچھا خیال آتا ہے وہ بمنزلہ اس داعی کے ہے جو راستے کے اوپر بیٹھا ہے یوں کہتا ہے ویحک لا تفتحہ۔

وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ...... **قوله' کانوا افضل هذه الامة**......امت سے مراد امت اجابت ہے جو تمام امتوں سے افضل ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کنتم خیر امة اخرجت للناس (پارہ ۴) پھر اس امت میں سب سے افضل صحابہ کرام ؓ ہیں تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام ؓ بجز انبیاء علیہم السلام کے تمام انسانوں سے افضل ہیں۔**قولــه' ابـرّها قلوبا** ......یعنی صحابہ کرام ؓ کے دل سب سے زیادہ مخلص پاک صاف اور نیک تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوٰی (پارہ ۱۶)

قولــه' واعمقها علماً......یعنی وہ عمیق علم اور گہری فہم کے مالک تھے تمام ضروری علوم کے جامع تھے مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، قراءت، فرائض، تصوف وغیرذلک اور بعد والوں میں کوئی صرف مفسر بنا اور کوئی صرف محدث وغیرہ ہوا۔**قولــه' واقلها تكلفاً** ......یعنی صحابہ کرام ؓ کے تمام حالات مثلاً کھانے پینے، لباس، تلاوت قرآن، مکان وغیرہ میں غایت درجے کی سادگی اور بے تکلفی تھی۔

قوله' اختارهم الله لصحبة نبيه ......یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو امام الانبیاء کی صحبت و رفاقت کے لئے پسند کیا کیوں کہ وہ اس کے اہل تھے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے **والزمهم كلمة التقوىٰ وكانوا احق بها واهلها** (پارہ ۲۶) **قوله' ولا قامة دينه**......یعنی صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ سے پورا دین حاصل کیا اور پھر اس کی حفاظت اور اشاعت کے لئے بے انتہا قربانیاں دیں اور جہاد کے ذریعہ بڑے بڑے ممالک فتح کر کے ان میں حکومت الٰہیہ اور عدل و مساوات کا بے نظیر نظام قائم کیا۔

وعنه ای عن جابرؓ ...... قوله' كلامى لا ينسخ كلام الله ......یہاں پانچ مباحث ہیں (۱)......تعریف نسخ مع بیان تمثیل (۲)......اقسام نسخ (۳)......احکام و مذاہب نسخ مع بیان امثلہ (۴)......دلائل احناف (۵)......دلیل شوافع مع جوابات احناف۔

البحث الاول......تعریف نسخ

نسخ کے لغوی معنیٰ تبدیل کرنے اور مٹانے کے ہیں۔ اور اصطلاحی معنیٰ یہ ہیں **هو بيان لانتهاء مدة الحكم الشرعى المطلق عندنا** یعنی ہمارے لحاظ سے بظاہر جو حکم شرعی مطلق اور دائمی تھا اس کی مدت اختتام بتا دینا۔ **نسخ کی مثال** ......مریض کے لئے تبدیلی نسخہ کی طرح ہے یعنی جس طرح ماہر ڈاکٹر مرض کی تبدیلی سے نسخہ تبدیل کر دیتا ہے اسی طرح طبیب روحانی قوموں کے حالات کے مطابق نسخے اور احکام تبدیل کرتے رہتے ہیں۔

البحث الثانی......اقسام نسخ

نسخ کی چار قسمیں ہیں۔ نمبر (۱) نسخ قرآن بالقرآن......جیسا کہ حدیث جابرؓ میں ہے **و كلام الله ينسخ بعضه' بعضا** اور حدیث ابن عمرؓ میں ہے **كنسخ القرآن** (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۳۲)

نمبر (۲) نسخ حدیث بالحدیث......جیسا کہ حدیث ابن عمرؓ میں ہے **ان احاديثنا ينسخ بعضها بعضاً**۔

نمبر (۳) نسخ حدیث بالقرآن......جیسا کہ حدیث جابرؓ میں ہے **و كلام الله ينسخ كلامى**۔

نمبر (۴) اس کے برعکس نسخ قرآن بالحدیث......جیسا کہ جابرؓ کی حدیث میں ہے **كلامى لا ينسخ كلام الله**۔

البحث الثالث......احکام و مذاہب نسخ مع بیان امثلہ

نسخ کی چار صورتیں میں سے پہلی دو صورتیں باتفاق ائمہ اربعہ جائز و واقع ہیں۔

پہلی صورت کی مثال...... قولہ تعالیٰ الئٰن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفاً (پارہ ۱۰) اس سے پہلی آیت اس آیت سے منسوخ ہے چنانچہ پہلی آیت کا حاصل یہ ہے کہ ایک مسلمان کے لئے دس کفار کا مقابلہ ضروری ہے اور بھاگنا جائز نہیں اور اس دوسری آیت کا حاصل یہ ہے کہ اب اس حکم میں تخفیف کردی گئی ہے لہٰذا اب ایک مسلمان کے لئے صرف دو کافروں کا مقابلہ ضروری ہے زائد کا نہیں۔

دوسری صورت کی مثال...... حدیث کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا (مشکوۃ جلد ا، صفحہ ۱۵۴) رواہ مسلم۔ اس حدیث میں منسوخ اور ناسخ دونوں کا ذکر ہے اور نسخ کی باقی دو صورتیں یعنی نمبر (۳) اور نمبر (۴) احناف اور مالکیہ کے نزدیک جائز اور واقع ہیں لیکن شوافع حنابلہ اور جمہور علماء کے نزدیک درست نہیں۔ تیسری صورت کی مثال...... آیت تحویل قبلہ ہے۔ چوتھی صورت کی مثال...... حدیث لا وصیۃ لوارث ہے جو کہ آیت وصیت کے لئے ناسخ ہے۔

البحث الرابع ......دلائل احناف

نسخ حدیث بالقرآن کے دلائل...... دلیل نمبر (۱)...... ہجرت کے بعد بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم وحی خفی اور حدیث سے ثابت تھا پھر فول وجھک شطر المسجد الحرام (پارہ ۲) والی آیت نے اس حکم کو منسوخ کردیا۔ دلیل نمبر (۲)...... حدیث جابرؓ میں ہے وکلام اللہ ینسخ کلامی (رواہ الدارقطنی بمشکوۃ جلد ا، صفحہ ۳۲)

نسخ القرآن بالحدیث کے دلائل...... دلیل نمبر (۱)...... حدیث لا وصیۃ لوارث سے، آیت وصیت کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت (پارہ ۲) منسوخ ہے۔

شبہ...... آیت وصیت آیت میراث سے منسوخ ہے نہ کہ حدیث لا وصیۃ لوارث سے۔ جواب...... آیت میراث سے میت کے ورثاء کے صرف حقوق و حصص متعین ہو رہے ہیں وصیت باطل نہیں ہو رہی لہٰذا وصیت کا نسخ حدیث لا وصیۃ لوارث سے ہی ہوا ہے۔

دلیل نمبر (۲)...... حدیث میں ہے انا معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ رواہ النسائی۔ یہ حدیث انبیاء علیہم السلام کے بارے میں آیت میراث کو منسوخ کر رہی ہے۔

دلیل نمبر (۳) ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو سجدۂ تحیہ کیا اور یوسف علیہ السلام کو بھی سجدۂ تحیہ کیا گیا اس کا

ذکر قرآن میں موجود ہے لیکن شریعت محمدیہ میں یہ حکم حدیث سے منسوخ ہے اور الفاظ حدیث یہ ہیں لو کنت امر احدا ان یسجد لاحد لامرت المرء ة ان تسجد لزوجها (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۸۳، رواہ احمد)

البحث الخامس

دلیل شوافع ...... اختلافی صورت نمبر (۳) میں ان کی کوئی دلیل نہیں البتہ اختلافی صورت نمبر (۴) میں ان کی دلیل حدیث باب ہے یعنی کلامی لا ینسخ کلام الله۔

جواب نمبر (۱) ...... کلامی سے مراد کلام اجتہادی ہے کلام وحی مراد نہیں اور کلام اجتہادی سے عدم نسخ قرآن کے ہم بھی قائل ہیں اور قرینہ دلائل مذکورہ ہیں۔

جواب نمبر (۲) ...... حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کلام نبوی کلام الٰہی کے الفاظ کی تلاوت کو منسوخ نہیں کر سکتی اور اسکے ہم بھی قائل ہیں چنانچہ آیت وصیت اور آیات سجدۂ تحیہ کی تلاوت باقی ہے اور حکم منسوخ ہے

جواب نمبر (۳) ...... یہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں جبرون بن واقد افریقی راوی ضعیف ہیں اس پر وضع حدیث کا الزام ہے چنانچہ علامہ ذہبی کہتے ہیں متہم۔

جواب نمبر (۴) ...... خود یہ حدیث منسوخ ہے اور ناسخ وہ دلائل ہیں جو پہلے گذر چکے ہیں۔

کتاب العلم (صفحہ ۳۲)

ای هذا کتاب العلم، اس کتاب میں علم اور تعلیم و تعلم کی فضیلت اور علم شرعی کی حقیقت کا بیان ہے ماقبل سے ربط یہ ہے کہ علم عام اور کتاب و سنت خاص ہے تو باب الاعتصام کے بعد کتاب العلم کا لانا تعمیم بعد التخصیص ہے یہاں چار مباحث ہیں۔ (۱) حقیقت علم (۲) اقسام علم (۳) حکم تحصیل علم (۴) طریقہ حصول علم

البحث الاول ...... حقیقت علم

علم کے لغوی معنی ہیں دانستن اور حکماء کی اصطلاح میں اس کے معنی ہیں حصول صورة الشیء فی العقل اور جمہور فلاسفہ کے نزدیک اس کے اصطلاحی معنی ہیں الصورة الحاصلة من الشیء عند العقل، اور علم کے شرعی معنی یہ ہیں هو نور فی قلب المومن یوخذ من الکتب و السنة و یهتدی به الی الله و صفاته و احکامه۔

البحث الثانی ...... اقسام علم

اوّلاً علم کی دو قسمیں (۱) دینی جو کتاب و سنت سے متعلق ہو۔ (۲) ...... دنیوی جو دنیا سے متعلق ہو مثلاً

ڈاکٹری سائنس جغرافیہ وکالت وغیر ذلک یہاں علم دینی مراد ہے پھر دینی علم کی دو قسمیں ہیں۔نمبر(۱)......تشریعی جو قرب الٰہی اور اصلاح ظاہر و باطن کا ذریعہ بنے یعنی علم شرعی ظاہری جس کو علم معاملہ بھی کہتے ہیں اور علم تصوف باطنی جس کو علم طریقت بھی کہتے ہیں۔نمبر(۲)......تکوینی جو ذریعۂ قرب نہ بنے مثلاً چند واقعات و حالات کونیہ کا انکشاف ہو جائے جیسا کہ خضر علیہ السلام کو بادشاہ کے ظلم، بچے کے کفر اور خزانے کے دفن کا علم ہو گیا تھا یہاں علم تشریعی مراد ہے پھر علم تشریعی چار قسم پر ہے۔(۱)......علوم عالیہ مقصودہ نقلیہ یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، قراءت۔(۲)......علوم عالیہ مقصودہ عقلیہ مثلاً فلسفہ۔(۳)......علوم آلیہ غیر مقصودہ نقلیہ مثلاً صرف، نحو، لغت، ادب، معانی، بیان وغیر ذلک(۴)......علوم آلیہ غیر مقصودہ عقلیہ مثلاً منطق

البحث الثالث ...... حکم تحصیل علم

بلوغ کے بعد جن امور کا انسان مکلف ہے ان کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے تقلید سے ہو یا دلیل سے ہو مثلاً توحید، رسالت، نماز اور صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ اور رمضان میں روزہ اور کاروباری ہو تو تجارت اور بیع و شراء کے احکام و مسائل اور شادی کرے تو حیض و نفاس اور طلاق و نکاح کے مسائل علیٰ ہذا معاصی کا علم تا کہ ان سے اجتناب کرے یہ سب چیزیں فرض عین ہیں اور اس مقدار سے زائد تبحر علمی حاصل کرنا محض فرض کفایہ ہے۔

البحث الرابع ...... طریقۂ حصول علم

تحصیل علم کے دو طریقے ہیں۔اول کسبی ...... جو بواسطہ بشر کوشش و محنت سے حاصل کرے۔

دوم وہبی ...... اس کی تین صورتیں ہیں (۱) بذریعہ وحی یہ تو قطعی ہے۔(۲) بذریعہ الہام (۳) فراست و بصیرت یہ دونوں ظنی ہیں اور علم وہبی کو لدنی بھی کہتے ہیں جیسا کہ خضر علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وعلمناہ من لدنا علما (پارہ ۱۵) اور اس کو علم مکاشفہ علم حقیقت علم وراثت علم باطن بھی کہتے ہیں اور یہ علم علم ظاہری پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے من عمل بما علم ورثه الله علم ما لم یعلم۔

الفصل الاول ......عن عبد الله بن عمرؓ ...... وقوله بلغوا عنی ولو آیة (صفحہ ۳۲)......شبہ......اس حدیث میں تبلیغ حدیث کا ذکر نہیں۔جواب نمبرا......آیت سے لغوی معنیٰ علامت کے مراد ہیں جو قرآنی آیت، حدیث نبوی مسئلہ فقہیہ سب کو شامل ہے۔جواب نمبر۲......جب آیت کی تبلیغ باوجود محفوظیت قرآن کے ضروری ہے تو حدیث کی تبلیغ بطریق اولیٰ ضروری ہوگی۔**قوله**

وحدثوا عن بنی اسرائیل ولاحرج ......**شبہ**......: اس سے پہلے حضرت عمرؓ کی روایت میں آپ نے نسخہ تورات کے پڑھنے پر انکار فرمایا اور یہاں اسرائیلیات کے نقل کرنے کا آپ خود امر فرمارہے ہیں تو یہ تعارض ہوا۔ **جواب**......: حکایات قصص نصائح کا بطور عبرت کے نقل کرنا جائز ہے لیکن احکام کا بطور عمل کے نقل کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ احکام منسوخ ہیں فلا تعارض.

وعن ابی ھریرۃؓ ...... قولہ الناس معادن ......تشبیہ کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح کانوں کی مختلف نوعیں ہوتی ہیں مثلاً سونا، چاندی، پیتل، لوہا وغیرہ اسی طرح انسان بھی اخلاق واعمال اور خصال وعلوم میں مختلف استعدادیں اور صلاحیتیں رکھتے ہیں۔

قولہ' خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا ......فقہ باب سمع سے بمعنی عالم ہونا اور فقہ باب کرم سے بمعنی فقیہ ہونا مطلب یہ ہے کہ جولوگ زمانہ جاہلیت میں اچھی خصلتیں اور اچھے اخلاق وکمالات رکھتے تھے مثلاً شجاعت، سخاوت، ذہانت، سیادت وغیر ذلک جب وہ لوگ مسلمان ہوگئے اور انہوں نے علم حاصل کر کے عمل کیا تو وہ حالت اسلام میں بھی سردار اور افضل بن گئے۔

وعن ابن مسعودؓ ......قولہ' لاحسد الا فی اثنتین ......**شبہ**......اس حدیث سے حسد کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ **جواب نمبر ۱**......: یہ بطور فرض کے ہے یعنی اگر بالفرض حسد جائز ہوتا تو ان دو اشخاص میں ہوتا کذا قالہ ملاعلی القاری۔ **جواب نمبر ۲**......: یہاں حسد مجازاً غبطہ کے معنیٰ میں ہے یعنی دوسرے آدمی جیسی نعمت اپنے لئے چاہنا اور اس سے زوال کی تمنا نہ کرنا پھر غبطہ اگر چہ تمام اچھی صفات میں جائز ہے مگر ان دو کی تخصیص مزید اہتمام ومبالغے کے لئے ہے کہ یہ دو صفات ونعم غبطہ کے لئے زیادہ لائق ہیں۔

وعن ابی ھریرۃؓ ...... قولہ' الا من ثلثۃ (صفحہ۳۲)......**شبہ**......: ایک حدیث میں ہے کہ مرابط یعنی سرحدی محافظ کے عمل کا ثواب بھی اس کی وفات کے بعد جاری رہتا ہے (مشکوۃ جلد۲، صفحہ۳۳۲) تو حدیث باب کا حصر درست نہیں۔ **جواب**......: مرابط کا عمل مسلمانوں کی نصرت ہے اور یہ بھی صدقہ جاریہ میں داخل ہے۔

وعنہ' ......قولہ' ومن بطّا بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ ......: یعنی جس کا عمل بد اسکو درجہ سعادت سے مؤخر کردے نسب عالی اس کو مقدم نہیں کرسکتا کیونکہ سعادت اور قرب الٰہی عمل صالح سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (پارہ۲۶) اس لئے بعض علمائے سلف بلند نسب نہیں رکھتے تھے بلکہ آزاد کردہ غلام تھے لیکن عمل صالح نے ان کو بلند مقام عطا کیا اور اس

کے برعکس بعض ارباب نسب فسق اور جہالت کیوجہ سے نسیا منسیا ہو گئے۔

وعن شقیق ...... **قوله' اتخولکم** ......تخول کے معنی ہیں نگرانی کرنا خبرداری رکھنا اچھے طریقے سے رعایت اور لحاظ کرنا۔ **قوله' السآمة**...... بمعنی رنجیدگی، اکتاہٹ، بددلی، تنگ دلی۔

وعن ابی مسعود الانصاری ...... **قوله' ابدع بی** ......یعنی میرے ساتھ میری سواری عاجز کردی گئی ہے اور تھکاوٹ کے سبب چلنے سے روک دی گئی ہے تو گویا سواری کا دائمی عادت کے خلاف چلنے سے رک جانا ایک قسم کا ابداع اور ایجاد ہے اسی طرح بدعتی بھی سنیوں کے ساتھ چلنے سے رک جاتا ہے۔

وعن جریر ...... **قوله' عراة** ......یعنی ان کا اکثر بدن برہنہ تھا۔ **قوله' مجتابی** ...... بمعنی پہننے والے لپیٹنے والے۔ **قوله' النمار** ...... یہ نمرۃ کی جمع ہے یعنی وہ اونی دھاری دار کمبل جس میں سفید و سیاہ دھاریاں ہوں۔

قوله' او العباء ...... بمعنی چوغہ اور یہاں لفظ او شک راوی کے لئے یا تنویع کے لئے ہے۔

قوله' تصدق ...... یہ ماضی کا صیغہ ہے اور خبر بمعنی انشاء ہے ای لیتصدق۔ **قوله' بصرة** ...... بمعنی تھیلی۔ **قوله' کومین** (صفحہ ۳۳)......کوم بمعنی ڈھیر۔ **قوله' مذهبة** ...... بمعنی سونے کا پانی پھیرا ہوا یعنی سنہرا۔

الفصل الثانی ......عن کثیر بن قیس ......قوله' لحدیث بلغنی الخ (صفحہ ۳۴)

......یا تو پہلے اجمالی طور پر وہ حدیث سنی ہوگی اب بالتفصیل سننا چاہتے ہوں گے اور یا پہلے بالواسطہ حدیث سنی تھی اب بلاواسطہ سننا چاہتے تھے پھر احتمال ہے کہ حدیث باب ہی ان کی مطلوب حدیث تھی یا اور کوئی حدیث مطلوب تھی اور احتمال ثانی اقرب ہے تو اس صورت میں حضرت ابوالدرداءؓ نے یہ حدیث حوصلہ افزائی کے لئے بیان فرمائی کہ تمہارا آنا بڑا اونچا اور بڑا مبارک عمل ہے۔ **قوله' وان الملائکة لتضع اجنحتها** ......اس کی تفسیر میں چار اقوال ہیں

قول اول ...... حقیقی معنی مراد ہیں کہ واقعی فرشتے طالب کے اعزاز کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں۔

قول ثانی ...... وضع جناح کنایہ ہے اس بات سے کہ فرشتے اُڑنے سے رک جاتے ہیں اور زمین پر اتر کر مجلس علم میں شریک ہو جاتے ہیں۔

قول ثالث ......تواضع کے معنی مراد ہیں جیسا کہ **قوله' تعالىٰ واخفض لهما جناح الذل** (پارہ ۱۵) میں تواضع کے معنی مراد ہیں۔

قول رابع ...... وضع جناح فرشتوں کی سلامی ہے یعنی جس طرح فوج شاہی مہمان کو سلامی دیتی ہے اسی طرح فرشتے بھی مہمان رسول ﷺ کے لئے اپنے پر جھکا کر سلامی دیتے ہیں۔

قولہ' وان الانبیاء لم یورثوا دینارًا ولا درھماً ...... مطلب یہ ہے کہ انبیاء کے اموال ان کی وفات کے بعد رشتے داروں کو میراث میں نہیں ملتے بلکہ پوری امت کے لئے وقف ہوتے ہیں تا کہ یہ شبہ نہ ہو کہ انبیاء نے کنبہ پروری کے لئے مال جمع کیا تھا۔

وعن ابی ھریرۃؓ ...... قولہ' الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ الحکیم ...... اس کے دو مطلب ہیں۔ اول ...... : یہ کہ دانائی کی بات دانا کو کسی ادنیٰ آدمی سے بھی معلوم ہو تو وہ اس کے لینے میں عار نہ کرے کیونکہ وہ تو اس کا گمشدہ سامان ہے۔ دوم ...... : یہ کہ دینی بات کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ اس کو دانا کے سپرد کر دے اور ضائع نہ کرے جیسا کہ گمشدہ چیز اس کے مالک کے سپرد کی جاتی ہے۔

وعن ابی ھریرۃؓ ...... قولہ' لم یجد عرف الجنۃ یوم القیمۃ (صفحہ ۳۵) شبہ ...... اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طالب دنیا عالم جنت میں داخل نہیں ہوگا اور یہ معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ مرتکب کبیرہ دائمی جہنمی ہے۔

جواب نمبر ۱ ...... : یہ مستحل پر محمول ہے جو دنیا کے لئے طلب علم کو حلال سمجھے۔

جواب نمبر ۲ ...... : یہ حدیث زجر و توبیخ پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۳ ...... : عدم وجدان ریح مقید ہے یوم القیامۃ کے ساتھ جو نام ہے حشر سے لیکر جنت و نار میں دخول تک کا تو مطلب یہ ہوا کہ کامل ایمان و عمل صالح والے علماء تو ابتداء ہی سے جنت کی خوشبو سے حصہ پائیں گے لیکن یہ ریا کار طالب دنیا عالم، فاسد مزاج مریض کی طرح ابتداء جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا اور اس کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔

وعن ابن مسعودؓ ...... قولہ' فرب حامل فقہ ...... فقہ سے علم حدیث و علم دین مراد ہے مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات کسی کو الفاظ حدیث یاد ہوتے ہیں لیکن ان مطلب معلوم نہیں ہوتا اور وہ شخص کو حدیث پہنچاتا ہے جو اس کے معنیٰ معلوم کر لیتا ہے اور کبھی راوی حدیث عالم ہوتا ہے مگر اس کا شاگرد استاذ سے فہم معانی میں فائق ہو جاتا ہے اور وہ اس حدیث سے زیادہ مسائل کا استنباط کر لیتا ہے۔

قولہ' لایغل ...... بفتح الیاء وکسر الغین بمعنیٰ کینے والا ہونا اور بضم الیاء وکسر الغین بمعنیٰ خیانت کرنا مطلب یہ ہے کہ جس مومن کا دل ان صفات ثلثہ پر قائم ہو ان کی برکت سے وہ کینہ اور خیانت سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اس جملے کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ پہلے تبلیغ حدیث کی ترغیب دی اور پھر اس جملے سے اس کی تائید فرما

دی کہ تبلیغ حدیث باب اخلاص عمل اور باب نصیحت مسلمین اور باب الحقوق الواجبۃ لجماعۃ المسلمین میں سے ہے۔ دوسرا رابطہ یہ ہے کہ پہلے تبلیغ حدیث کی ترغیب دی اور پھر ایک جامع حدیث ارشاد فرمادی۔ **قولہ' ولزوم جماعتھم** (صفحہ ۳۵)...... یعنی عقائد، اعمال صالحہ، جماعت، جمعہ، عیدین وغیرھا میں جماعت مسلمین کے ساتھ رہنا چاہئے کیوں کہ ان کی دعا قبول ہوتی ہے اور ان کو محیط ہوتی ہے اور شیطان وغیرہ کی گمراہی سے ان کی حفاظت کرتی ہے لہٰذا جو جماعت مسلمین سے علیحدہ ہوا وہ ان کی دُعا کی برکت سے محروم ہوا۔

وعنہ' ...... قولہ' من قال فی القرآن برأیہ ...... تفسیر بالرائے وہ ہے جس کی بنیاد حدیث نبوی اور صحابہ و تابعین کے افعال و اقوال اور ائمہ مفسرین کی نقل پر نہ ہو اور نہ ہی وہ قواعد عربیہ مشہورہ کے ...... اور نہ ہی سیاق و سباق کے موافق ہو یہ حرام ہے مثلاً وورث سلیمان داؤد (پارہ ۱۹) کے یہ معنیٰ کہ اس سے حضرت علیؓ کی علمی وراثت مراد ہے یا جنابۃ سے راز کا افشاء اور غسل سے عہد و پیمان کی تجدید مراد ہے اور اسی قسم کے دوسرے خرافات۔

وعن جندبؓ ...... قولہ' فاصاب فقد اخطأ ...... یعنی اگر چہ وہ واقعہ میں اتفاقاً حق اور درستی کو پہنچ گیا لیکن اس کے باوجود خطا کار کا حکم رکھتا ہے کیونکہ اس کا طریق کار شرع کے خلاف ہے نیز اس کی آزادی آئندہ کے لئے خطا کا احتمال رکھتی ہے اس لئے باوجود مصیب ہونے کے شرعاً وہ خطا کار ہے اور مجتہد اس کے برعکس ہے کہ وہ باوجود خطاواقعی کے شرعاً مستحق ثواب ہے کیوں کہ اس کا طریق کار شرع کے موافق ہے۔

وعن ابی ہریرۃؓ ...... قولہ' المراء فی القرآن کفر وعن عمرو بن شعیب عن ابیہؓ الخ قولہ' یتدارء ون فی القرآن، قولہ' ضربوا کتاب اللہ بعضہ ببعض (صفحہ ۳۵)......: ان تین جملوں کے مطلب میں دو اقوال ہیں۔

قول اول ......: علامہ قاضی بیضاوی فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تکذیب کے ارادے سے بعض آیات کو بعض آیات سے ٹکرایا جائے اور تعارض و تناقض ثابت کیا جائے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ جن آیات میں بظاہر تناقض معلوم ہو ان میں تطبیق دینے کی کوشش کرے چنانچہ ابن عباسؓ سے بظاہر متعارض آیات کے متعلق پوچھا گیا تو آپؓ نے تطبیق دی مثلاً قیامت میں مشرکین کا اپنا حال چھپانا کما قال اللہ تعالیٰ واللہ ربنا ما کنا مشرکین (پارہ ۷) اور ان کا اپنے حال کو ظاہر کرنا کما قال تعالیٰ ولا یکتمون اللہ حدیثاً (پارہ

۵)تو ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ کتمان زبان سے ہوگا اور اظہار دوسرے اعضاء سے ہوگا۔فلا تعارض ۔

قول ثانی ......: حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے مذہب کی تائید میں ایک آیت پیش کرے اور دوسرا شخص اس کے خلاف دوسری آیت پیش کرے اور پہلی آیت کی تکذیب و تردید کرے تطبیق اور اظہار حق مقصود نہ ہو بلکہ محض اپنے مسلک کی تائید مقصود ہو یہ طریقہ موجب ہلاکت اور باطل وغلط ہے۔

وعن ابن مسعودؓ ......قولہٗ انزل القرآن علیٰ سبعۃ احرف ......:یہاں دو مباحث ہیں ۔(۱)......تشریح سبعہ احرف (۲)......حکمت سبعہ احرف

البحث الاول ......تشریح سبعہ احرف ......:سبعہ احرف کے شرح میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تفسیر اتقان جلد۱،صفحہ ۴۵ میں چالیس اقوال اور علامہ محمود آلوسی نے روح المعانی میں سات اقوال نقل کیے ہیں جن میں سے پانچ یہ ہیں۔

قول اول ......:یہ حدیث مشکل ہے اس کی مراد واضح نہیں کیونکہ حرف کے معنی کئی آتے ہیں۔

قول ثانی ......: معانی سبعہ مراد ہیں۔عقائد،احکام،اخلاق،قصص،وعید،وعظ،امثال۔

قول ثالث ......: معانی سبعہ یہ ہیں امر،نہی،حلال،حرام،محکم،متشابہ،امثال۔

قول چہارم ......:اقالیم سبعہ مراد ہیں یعنی قرآن کا قانون پوری دنیا کے لئے عام ہے۔

قول پنجم ......:سبعہ احرف سے قبائل عرب کی سات لغات مراد ہیں۔علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ حرف کے لغوی معنی طرف کے ہیں اور یہاں اس سے لغت عرب کے اطراف یعنی مختلف لغات مراد ہیں۔اور وہ یہ ہیں۔لغت قریش،لغت ھذیل،لغت ثقیف،لغت ہوازن،لغت طے،لغت تمیم،لغت یمن اور یہی راجح قول ہے۔چنانچہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں وعلیہ ائمۃ اللغویین و صححہ البیھقی و ابن عطیہ بمجی التصریح بہ عن ابن عباسؓ (مرقات جلد۱،صفحہ۲۹۵)

البحث الثانی ......حکمت سبعہ احرف......سہولت وآسانی ہے کیونکہ دراصل قرآن مجید لغت قریش میں نازل ہوا جو افصح اللغات ہے پھر چونکہ قرآن کے اولین مخاطب عرب تھے اور ان کے مختلف قبیلے اور مختلف لغات والسنہ تھے اور ایک قبیلے کے لئے دوسرے قبیلے کی لغت پڑھنا نہایت مشکل تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے سہولت کی دعا فرمائی تو سہولت کے لئے ہر قبیلے کو اپنی لغت میں تلاوت کی اجازت مل گئی یہ سلسلہ عثمان غنیؓ کے دور خلافت تک جاری رہا آپؓ کی خلافت میں اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع ہو چکا

تھا اور کثرت سے عجمی لوگ مسلمان ہو گئے تھے تو پھر دور دراز کے علاقوں میں اختلاف لغات کی بناء پر جھگڑے ہونے لگے اس لئے حضرت عثمان غنیؓ نے پچاس ہزار صحابہ کرامؓ کے اجماع سے قرآن کی حفاظت کے لئے اس عارضی اجازت کو ختم کر دیا اور محض لغت قریش کے موافق چند نسخے لکھوا کر تمام ممالک اسلامیہ میں بھیج دیئے اور باقی لغات میں سے غیر فصیح لغات کو ختم کر دیا جو قریش کے نزدیک معتبر نہ تھے مثلاً لغت ھذیل میں حتی کی بجائے عتی اور لغت اسد میں علامت مضارع کا کسرہ وغیرہ ذلک اس وقت کی تمام مروجہ قراءآت لغت قریش میں اور دیگر قبائل کے لغات فصیحہ غیر منسوخہ کے اندر ہیں۔

قوله' لكل آيةٍ منها ظهر و بطن......اس جملے کے تین مطلب ہیں۔
نمبر ۱......ظہر لفظ کا اور بطن معنیٰ کا نام ہے۔ **نمبر ۲**......ظہر سے معانی تفسیر یہ اور بطن سے مسائل مستنبطہ مراد ہیں۔ **نمبر ۳**......ابن النقیبؒ کے نزدیک ظہر سے ظاہری معانی و احکام اور بطن سے باطنی اسرار و دقائق مراد ہیں یہی قول سب سے راجح ہے۔ **قوله' ولكل حدٍ مطّلع**......حد سے مراد ظہر و بطن کی حد و انتہاء ہے مطلع سے مراد ذریعہ اطلاع ہے مطلب یہ ہے کہ ہر آیت کے ظاہری و باطنی معنیٰ اور اس کی حد معلوم کرنے کے لئے ایک ذریعہ و آلہ موجود ہے چنانچہ ظاہری معنیٰ کا ذریعہ اطلاع علم عربیت اور علم نحو اور ادب وغیرہ ہے اور باطنی معنیٰ کا ذریعہ اطلاع ریاضت و تزکیہ نفس ہے۔

وعن عبد الله بن عمروؓ...... قوله' العلم (صفحہ ۳۵)......الف لام عہد خارجی کا ہے مراد وہ علم ہے جو علوم دینیہ میں اصل ہے۔ **قوله' او سنة قائمة**......مراد وہ حدیث ہے جو غیر منسوخ ہو اور صحیح و محفوظ سند سے ثابت ہو۔ **قوله' او فريضة عادلة**......مراد وہ حکم شرعی ہے جو کتاب و سنت سے مستنبط ہو یہ وجوب عمل میں کتاب و سنت کے برابر ہے اس سے قیاس شرعی کی طرف اشارہ ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مسائل اجماعیہ مراد ہیں بہر حال اس حدیث میں ادلہ اربعہ کی طرف اشارہ ہے۔

وعن معاويةؓ ...... قوله' عن الاغلوطات :اغلوطہ اس مسئلے کو کہتے ہیں جس سے کسی کو دھوکہ اور مغالطہ میں ڈالا جائے یعنی پیچیدہ مسئلہ اور چیستان یہ ابتداءً حرام ہے کیوں کہ اس میں دوسرے کو ایذاء دینا، شرمسار کرنا، اپنا علم و فضل ظاہر کرنا یہ خرابیاں ہیں البتہ جواباً جائز ہے کما قال تعالیٰ وجزاؤ سيئة سيئة مثلها (پارہ ۲۵)

وعن ابی هريرةؓ ......قوله' تعلموا الفرائض :بعض علماء نے کہا ہے کہ اس سے علم میراث مراد ہے اور اہمیت کی وجہ سے اس کو خاص کیا گیا لیکن راجح یہ ہے کہ اس سے احکام ضروریہ دینیہ مراد ہیں اور قرآن کے تقابل سے معلوم ہوا کہ یہاں وہ احکام مراد ہیں جو ثابت بالسنہ ہیں حاصل یہ کہ یہاں کتاب و سنت دونوں مراد ہیں

وعن ابی هریرةؓ ...... قوله' روایةً ......یہ کنایہ ہے اس حدیث کے مرفوع ہونے سے

قوله' ان یضرب الناس اکباد الابل ......اکباد کبد کی جمع ہے بمعنی جگر اور یہ کنایہ ہے تیز دوڑانے اور طویل مسافت و محنت و مشقت سے معلوم ہوا کہ طالب علم کو علم پر حریص ہونا چاہیئے۔

قوله' قال ابن عیینةؒ انه مالک بن انسؒ ......یہ سفیان ابن عیینہؒ ہیں جو امام مالکؒ کے شاگرد اور امام شافعیؒ کے استاذ ہیں اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ سفیان بن عیینہؒ کے دو اقوال ہیں (۱)......عالم مدینہ کے مصداق امام مالکؒ ہیں یہ قول امام ترمذیؒ نے نیز شیخ ابو محمدؒ نے نقل کیا ہے اور عبد الرزاق کا قول بھی یہی ہے۔(۲)......اس کے مصداق عمری زاہد ہیں یہ اسحٰق بن موسیٰؒ نے نقل کیا ہے۔بعض علماء نے امام ترمذیؒ کے قول کو راجح کہا ہے اور عمری زاہد کا نام و نسب یہ ہے عبد العزیز بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب اور یہ مدینہ کے فقہائے اعلام میں سے ہیں۔اور علامہ مظہر اور ابن ملک نے کہا کہ عمری زاہد سے مراد عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ وہ تو اہل شام میں سے ہیں۔بہر حال عالم مدینہ کی تعیین یقین کے درجے میں ممکن نہیں۔ہر ایک نے اپنے ظن کے موافق کہا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ پیش گوئی اخیر زمانہ کی ہے جبکہ علم اور دین مدینہ میں محصور ہو جائیں گے جیسا کہ حدیث میں ہے ان الاسلام لیارز الی المدینة (مشکوٰۃ جلد ا،صفحہ ۲۹)

وعنه ' ......من یجدد لها دینها ......مجدد وہ ہے جو علوم دینیہ باطنیہ ظاہریہ کا عالم باعمل ہو اور سنت کا محی و ناصر اور بدعت کا قامع ہو اور اس کے زمانے کے علماء اور اہل اللہ اسکے احوال کے قرینے سے درجہ ظن میں اس کی تعیین فرمادیں سب سے پہلے مجدد عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں پھر امام شافعیؒ پھر علامہ سیوطیؒ پھر علامہ امام غزالیؒ اور پھر مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی چودھویں صدی کے مشہور مجدد حضرت علامہ رشید احمد گنگوہیؒ ہیں بعض حضرت تھانویؒ کے قائل ہیں لیکن وہ مجدد غیر ماۃ ہیں۔مجدد غیر مئۃ وہ ہوتا ہے جو دین کے کسی جز کو لے کر بدعت سے پاک کردے۔بعض علماء نے کہا ہے کہ مجدد پوری ایک جماعت بھی ہو سکتی ہے اور ایک ہی زمانے میں مختلف ممالک میں مختلف مجددین بھی ہو سکتے ہیں۔

وعن ابراهیمؒ ......قوله' وانتحال المبطلین ......انتحال کے دراصل معنیٰ ہیں کسی کا قول یا شعر اپنی طرف منسوب کرنا اور یہاں اس سے مراد دروغ گوئی ہے۔

الفصل الثالث عن الحسنؒ ......قوله' درجة واحدة فی الجنة......مطلب یہ ہے کہ جو علماء صحیح معنیٰ میں انبیاء کے وارث ہیں ......ان میں اور انبیاء میں جنت کے اندر صرف وحی اور درجۂ نبوت کا

فرق ہے اور اگرچہ یہ فرق بذاتہٖ بہت بڑا ہے مگر بہر حال دوسرے اہل جنت کی بنسبت ایسے علماء کا درجہ بہت بلند ہوگا

وعن عکرمۃؓ ...... قولہ' وانظر السجع من الدعاء فاجتنبہ

......شبہ......: اکثر ماثورہ دعاؤں میں سجع ہے۔ جواب......: یہاں مراد وہ سجع ہے جو بالتکلف اور بالذات اختیار کیا جائے کیوں کہ اس سے دعاء میں خشوع وخضوع وخلوص وحضور قلب نہیں رہتا باقی فصیح کلام میں جو سجع بلا تکلف اور بالتبع آ جائے وہ ممنوع نہیں۔

وعن ابی ہریرۃؓ ...... قولہ' تلحقہ من بعد موتہ......: شبہ...... پہلے جلد ا، صفحہ ۴۴ میں گزرا ہے کہ جن اعمال کا ثواب موت کے بعد جاری رہتا ہے وہ تین ہیں علم، ولد صالح، صدقہ جاریہ اور یہاں سات چیزوں کا ذکر ہے تو یہ تعارض ہوا۔ جواب......: علم اور ولد صالح کے علاوہ باقی پانچ چیزیں یعنی مصحف، مسجد، بیت ابن السبیل، نہر، خیرات۔ یہ سب صدقہ جاریہ کی تفصیل ہیں فلا تعارض۔

وعن ابی الدرداءؓ...... قولہ' کان فقیھا......: اس سے مراد اصطلاحی فقیہ نہیں بلکہ وہ عالم مراد ہے جو عالم آخرت میں زمرہ علماء میں اٹھایا جائے۔

قولہ' من حفظ علیٰ امتی الخ ......: یعنی میری امت پر شفقت کرتے ہوئے چالیس حدیثوں کو محفوظ کرے اور امت کو پہنچائے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ حفظ سے مراد نقل حدیث ہے اگرچہ یاد نہ ہو۔

وعن انس بن مالکؓ ...... قولہ' امیراً وحدہ' ......: یعنی عزت وعظمت میں وہ ایسی جماعت کی طرح ہوگا جس میں امیر و مامور دونوں ہوں یا مستقل بالذات ہوگا کسی دوسرے کے تابع نہ ہوگا بلکہ دوسرے لوگ اس کے تابع ہوں گے۔

وعن الاعمشؒ ...... قولہ' آفۃ العلم النسیان ......: یہ حصول علم کے بعد ہے ورنہ پہلے تو بہت سی آفات ہیں جیسا کہ مشہور ہے لکل شیء آفۃ وللعلم آفات حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اسباب نسیان سے اجتناب کیا جائے مثلاً استحضار اور تکرار سے غفلت دنیاوی، شہوت اور نفسانی خواہشات میں اشتغال اور ارتکاب معاصی یہ سب اسباب نسیان ہیں۔

وعن الاحوص بن حکیمؒ ...... قولہ' لا تسئلونی عن الشر......: یعنی صرف شریر آدمی کا سوال نہ کرو کیوں کہ میں جلال و جمال خداوندی دونوں کا مظہر ہوں بلکہ جمال ورحمت کا زیادہ مظہر ہوں کما قال تعالیٰ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین (پارہ ۱۷) بہر حال یہ نہی اس وجہ سے ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جلال کا غالب مظہر سمجھ لیا جائے۔

قولہ' ان شر الشر شرار العلماء ......شر کے تین معنی ہیں۔ بدی، بد، بدترین۔ علیٰ ھذا خیر کے بھی تین معنی ہیں نیکی، نیک، نیک ترین اور یہاں آخری معنی مراد ہیں اور ہمزہ کے ساتھ شر کا استعمال ضعیف ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں بدترین عذاب و مقام علماء سوء کا ہوگا اور بہترین ثواب و مقام علمائے خیار کا ہوگا وجہ یہ ہے کہ عالم کا صلاح وفساد عالم کے صلاح وفساد سے متعلق ہے۔

وعن ابی ہریرۃ ...... **قولہ' وعائین** ......علم کی دو قسمیں ہیں۔(۱) علم ظاہر ......جو اخلاق و احکام سے متعلق ہے۔(۲) علم باطن ......یعنی توحید حقیقی ذات وصفات باری کی حقیقت تصوف کے اسرار ودقائق کا علم جس کے سمجھنے سے عوام الناس قاصر ہیں اور اس کے اظہار میں عوام کے اشتغال کا خطرہ ہے مثلاً فنا فی اللہ کا مقام، وحدت وجود کا مسئلہ، امکان کذب کا مسئلہ اور بعض نے کہا کہ دوسرے علم سے علم فتن یعنی منافقین وظالم امراء کی تعیین اسماء کا علم مراد ہے مثلاً ابوہریرۃؓ کہا کرتے تھے اعوذ باللہ من رأس الستین و امارۃ الصبیان (مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ۳۲۳) تعبیر قلیل یہ اشارہ تھا یزید بن معاویہؓ کی حکومت کی طرف کیونکہ اس کی امارت ۶۰ ھ میں ہوئی تھی۔

وعن عبد اللہؓ ......**قولہ' فان من العلم ان تقول الخ** ......یعنی علم کی شان یہ ہے کہ امر نامعلوم میں لاعلمی کا اظہار کردے یا مطلب یہ ہے کہ لاعلمی کا اظہار بھی علم ہے کیوں کہ مجہول ومعلوم میں تمیز کرنا بھی ایک قسم کا علم ہے ورنہ جہل مرکب لازم آئے گا۔

وعن ابن سیرینؒ ......ان کا نام محمد ہے مشہور تابعی اور معتبر ہیں۔ سیرین علمیت اور یاء ونون زائدتین کی وجہ سے غیر منصرف ہے کیوں کہ ابوعلی نحوی کے مذہب کے مطابق مطلقاً حروف زائدتین غیر منصرف کا سبب ہے۔

وعن حذیفۃؓ ......**قولہ' یا معشر القراء** ......قران کے حفاظ یا علمائے قرآن وسنت مراد ہیں کیوں کہ صحابہؓ کے زمانے میں قراءت کو علم معنی لازم تھا۔

قولہ' قد سبقتم سبقاً بعیدًا (صفحہ۳۷)......یہ معروف ومجہول دونوں طرح ہے معروف ہو تو مطلب یہ ہے کہ تم نے ابتدائے اسلام کو پایا ہے تو عمل واستقامت کے ذریعے تم آنے والی نسلوں سے بڑھ جاؤ گے کیوں کہ متبوع کا درجہ تابع سے زیادہ ہوتا ہے اور مجہول ہو تو مطلب یہ ہے کہ تم سے پہلے استقامت گزرے ہیں تم بھی استقامت اختیار کرو اور ان سے پیچھے نہ رہو پہلی روایت صحیح اور دوسری مشہور ہے

وعن ابی ہریرۃؓ ......**قولہ' یتعوذ منہ جہنم** ......یا تو یہ حقیقت پر محمول ہے یا زبانیہ

فرشتوں سے مراد ہے جو جہنم پر مقرر ہیں۔ قولہ' یعنی الجورۃ ...... یہاں حدیث میں ظالم امراء مراد ہیں تو عادل امراء کے پاس جانا مضر نہیں بلکہ ان کی زیارت ثواب وعبادت ہے بشرطیکہ دنیاوی طمع نہ ہو۔

کتاب الطہارۃ

یہاں دو مباحث ہیں۔ **البحث الاول** ماقبل سے ربط ...... ماقبل سے ربط یہ ہے کہ علم کا ثمرہ ونتیجہ عبادت ہے اس لئے کتاب العلم کے بعد عبادات لائے پھر عبادات میں سب سے افضل عبادت نماز ہے کیونکہ وہ عماد الدین اور اول مسئول ہے نیز کثیر الوقوع ہے اس لئے نماز کو مقدم کیا پھر نماز موقوف ہے شرائط پر اور موقوف علیہ موقوف سے مقدم ہوتا ہے اس لئے شرائط کو مقدم کیا پھر شرائط میں سے طہارت کو مقدم کیا اس لئے کہ طہارت کے مسائل بہت ہیں نیز حدیث میں طہارت کو مفتاح صلوٰۃ کہا گیا ہے

البحث الثانی ...... معنیٰ طہارت

یہ باب نصر اور کرم سے ہے۔ طہارت کے لغوی معنیٰ نظافت وصفائی کے ہیں اور شرعی معنیٰ ہیں استعمال المطھرین علی الصفة المشروعة فی ازالة النجاسة الحقیقیة والحکمیة یعنی بدن اور کپڑے اور مکان کو حدث ونجاست سے پاک کرنا اور طہارۃ بالکسر بمعنیٰ آلہ طہارت لوٹا پانی وغیرہ اور طہارۃ بالضم فضلۂ وضو کے معنیٰ میں آتا ہے جیسا کہ وضو بالضم مصدر ہے اور بالکسر آلہ وضو کے اور بالفتح پانی وضو کے معنیٰ میں ہے اور طہور بالضم مصدر ہے اور بالفتح افصح لغت پر پانی طہارت کے معنیٰ میں ہے۔

الفصل الاول ...... عن ابی مالک الاشعری رضی اللہ عنہ ...... قولہ' الطھور شطر الایمان ......: اس کی تین توجیہات ہیں۔

(۱) ایمان سے صغائر وکبائر دونوں معاف ہو جاتے ہیں اور وضو سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں۔

(۲) ...... شطر بمعنیٰ جز ہے یعنی طہارت کمال ایمان کا جز ہے۔

(۳) ...... ایمان سے مراد نماز ہے کہ فضیلت کی وجہ سے نماز پر ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ طہارت نماز کی اتنی اہم شرط ہے کہ گویا نصف نماز ہے۔ **قولہ' والحمد للہ تملأ المیزان**

شبہ ...... وزن تو اجسام وجواہر کا ہوتا ہے اور الحمد للہ عرض ہے تو عرض کا وزن کیسے ہوگا؟

جواب نمبر ۱ ...... علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ اعمال کی ذوات کا وزن بھی ممکن ہے کیوں کہ آج جس طرح انسانی ایجادات نے بدولت حرارت اور دوسرے اعراض کے وزن ومقدار کو معلوم کیا جا سکتا ہے تو اسی طرح کیا بعید ہے کہ انسان کا خالق کوئی ایسا حسی میزان بنا لے جس کے ذریعے ہمارے اعمال کی مقدار اور وزن معلوم ہو جائے۔

جواب نمبر۲......:اعمال کو اجسام بنا کر صور مثالیہ میں تولا جائے گا یہ ابن عباسؓ اور علامہ طیبیؒ کا قول ہے۔
جواب نمبر۳......:صحف اعمال کو تولا جائے گا یہ ابن عمرؓ، امام الحرمین عبد الملک نیشاپوریؒ اور علامہ قرطبیؒ کا قول ہے۔**قولہ' سبحان الله والحمد لله تملان الخ** ......:مطلب یہ ہے کہ اگر ان دو کلمات کا ثواب جسم دار ہو جائے تو پوری فضا کو بھر دے۔

قولہ' والصلوٰۃ نورٌ (صفحہ۳۸)......:اس عبارت کی تین توجیہات ہیں۔(۱)......قبر کی تاریکی میں نماز نور ہے۔(۲)......پل صراط پر نور ہے کما قال سبحانہ نورھم یسعیٰ بین ایدیھم و بایمانھم (پارہ۲۸)(۳)......نماز چہرے کی نورانیت کا سبب ہے کما قال سبحانہ سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود (پارہ۲۶)**قولہ' والصدقۃ برھان**......:اس کے دو مطلب ہیں۔

(۱)......بے ریا صدقہ ایمان صادق کی دلیل ہے کیوں کہ منافق ایسا نہیں کرتا۔
(۲)......قیامت کے روز متصدق پر اس کے صدقے کیوجہ سے ایک علامت ہوگی جس کی بناء پر اس سے اس مال کے مصرف کا سوال نہ ہوگا گویا صدقہ فلاح کی علامت و دلیل ہے۔

قولہ' کل الناس یغدو الخ ......:مطلب یہ ہے کہ انسان صبح کے وقت جب کسی کام میں مشغول ہوتا ہے تو گویا اپنی زندگی کی طاقت بیچتا ہے پس اگر نیکی کر کے اللہ سے سودا کرتا ہے تو نفس کو نجات دلانے والا ہے اور اگر بدی کر کے شیطان سے سودا کرتا ہے تو نفس کو ہلاک کرنے والا ہے۔

قولہ' لم اجد ھذہ الروایۃ فی الصحیحین الخ......یہ مؤلف کی طرف سے صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ آخری روایت صحیحین کی نہیں بلکہ دارمی کی ہے تو پھر اس کو فصل اول میں کیوں ذکر کیا ہے بعض علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ فصل اول میں صحیحین کی احادیث کا التزام اصول احادیث کے اعتبار سے ہے نہ کہ زیادتی کے اعتبار سے بھی اور یہاں دارمی کی زیادتی صحیح مسلم کی اصل حدیث کے تابع کر کے لائے ہیں نہ کہ بالاصالۃ فلا اشکال.

وعن عثمانؓ ...... قولہ' خرجت خطایاہ من جسدہ ......:یہاں صغائر مراد ہیں جیسا کہ آگے مالم یؤت کبیرۃ کی قید حدیث میں آرہی ہے پھر بیۃ الوضوٴ اور دوگانہ تحیۃ الوضوٴ سے تو تمام جسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ورنہ صرف اعضائے وضو کے۔

شبہ......خطایا تو اعراض ہیں جو باقی نہیں رہ سکتے تو پھر وہ خروج و دخول کے ساتھ کیونکر موصوف ہو سکتے ہیں؟
جواب نمبر۱......عالم مثال میں اعراض بھی اجسام بن جائیں گے۔

جواب نمبر۲..... ابن العربیؒ کہتے ہیں کہ خروج سے مراد مغفرت ہے۔

جواب نمبر۳...... علامہ جلال الدین سیوطیؒ کہتے ہیں کہ ہر گناہ سے ظاہر و باطن میں سیاہی کا اثر پیدا ہو جاتا ہے جس کا ادراک اہل مکاشفہ کو ہو جاتا ہے تو یہاں اسی اثر گناہ کا خروج مراد ہے۔

وعن ابی ھریرۃؓ ...... قوله' نظر الیه بعینیه...... شبہ: چہرہ تو زبان، کان، آنکھ، ناک سب کو شامل ہے تو پھر آنکھ کی تخصیص کیوں ہے؟ **جواب**...... باقی اعضاء کے لئے تو مستقل طہارت موجود ہے یعنی زبان کے لئے مضمضہ ناک کے لئے استنشاق اور کان کے لئے مسح بخلاف آنکھ کے کہ اس کے لئے کوئی مستقل طہارت نہ تھی اس لئے آنکھ کی تخصیص کی گئی ہے۔ **قوله' مشتھا ای مشت الیھا**

۔

وعن عثمانؓ ، قوله' ورکوعھا ...... رکوع کی تخصیص مبالغہ اور تاکید کے لئے ہے کیوں کہ رکوع میں بوجھ راکع پر پڑتا ہے جس کی بنا پر سستی کا احتمال تھا بخلاف سجدے کے کہ اس میں بوجھ زمین پر پڑتا ہے یا رکوع کی تخصیص اس لئے ہے کہ یہ امت محمدیہ کا خاصہ ہے اور قصہ مریم میں وارکعی بمعنی انقیاد و اطاعت ہے ۔**قوله' ما لم یؤت کبیرۃ** ...... یعنی کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے۔

شبہ...... اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوفہ نماز سے کفارہ صغائر تب ہوگا کہ کبائر موجود نہ ہوں ورنہ کفارۂ صغائر بھی نہ ہوگا اس سے معتزلہ کی تائید ہوتی ہے۔ **جواب**...... حدیث ھذا کا یہ مطلب دوسری احادیث کے خلاف ہے جن میں یہ قید واقع نہیں لہٰذا صحیح مطلب یہ ہے کہ موصوفہ نماز گذشتہ تمام گناہوں کا کفارہ ہوگی بشرطیکہ کبائر موجود نہ ہوں ورنہ صرف صغائر کا کفارہ ہوگی نہ کہ کبائر کا بھی کیوں کہ کبائر توبہ سے یا فضل الٰہی سے معاف ہوتے ہیں۔

قوله' وذلک الدھر کله' (صفحہ ۳۹)...... یہ ظرفیت یا نزع خافض کی بناء پر منصوب ہے مطلب یہ ہے کہ یہ کفارۂ صغائر کسی نماز یا کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ حکم دائمی ہے کہ ہر نماز کفارہ ہے۔

وعنه' ...... قوله' لا یحدث نفسه فیھما بشیء ...... یعنی اس دوگانہ تحیۃ الوضوء میں اپنے قصد و اختیار کے ساتھ کوئی دنیوی بات نہ سوچے اور اگر کوئی وسوسہ خود آ جائے تو اس کی طرف التفات نہ کرے کیوں کہ وہ معتبر نہیں۔ شبہ...... حضرت عمرؓ سے مروی ہے انی لاجھز جیشی وانا فی الصلوٰۃ تو یہ حدیث اس حدیث کے منافی ہے؟ **جواب نمبر۱**...... شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ امیر المؤمنین اور مامور بالجہاد تھے تو جس طرح کوئی شخص

دشمن کے سامنے نماز خوف پڑھے اس کے لئے امور جہاد کا تصور مضر نہیں اسی طرح حضرت عمرؓ کے لئے یہ تصور مضر نہیں تھا۔

جواب نمبر۲...... حضرت عمرؓ از روئے حدیث ملہم اور محدث من اللہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان اور دل پر حق رکھا تھا کما قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ جعل الحق علیٰ لسان عمر و قلبہ تو نماز میں امور جہاد اور تدبیر لشکر کا تصور ثمرہ و نتیجہ تھا۔ خشوع و خضوع حضور قلب مناجات و الہام الٰہی کا اور حدیث بالا میں اس الہام کے قبول کر لینے کو مجازاً تجہیز کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

وعن ابی ھریرۃؓ ......قولہ' غرّا محجلین (صفحہ ۳۹)......غر اغر کی جمع ہے بمعنی سفید پیشانی و چہرے والا اور اغر غرۃ بمعنی پیشانی کی سفیدی سے مشتق ہے اور محجل وہ جانور ہے جس کی چاروں ٹانگیں سفید ہوں مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن آثار وضو کی برکت کے سبب امت محمدیہ کے چہرے اور ہاتھ پاؤں روشن و نورانی ہوں گے تو یہ اس امت کا خاصہ ہے اگر چہ نفس وضو اس امت کا خاصہ نہیں جیسا کہ حضرت سارہؓ کے قصے میں ہے کہ جب بادشاہ نے ان کا قصد کیا وقامت تتوضا و تصلی (رواہ البخاری)

الفصل الثانی...... عن ثوبانؓ ...... قولہ' استقیموا ولن تحصوا ......اس کے دو مطلب ہیں۔ نمبر (۱)......تم کامل استقامت اختیار نہیں کر سکتے ہو لہٰذا بقدر وسعت کوشش کرو کہ نماز جو جامع عبادت ہے اور استقامت کی بڑی دلیل ہے اس کی حفاظت کرو اور پھر نماز کی قوی ترین شرط طہارت ہے اس لئے اس کی بھی پابندی کرو۔ نمبر (۲)......تم استقامت کا ثواب شمار نہیں کر سکتے ہو۔

الفصل الثالث ......عن جابرؓ ......قولہ' مفتاح الجنۃ الصلوٰۃ ......

شبہ: دوسری حدیث میں آتا ہے کہ مفتاح الجنۃ کلمۃ الشہادۃ والتوحید تو یہ تعارض ہوا؟

جواب......: یہاں درجات جنت کا مفتاح مراد ہے اور کلمہ توحید میں اصل مفتاح جنت مراد ہے۔

وعن رجل من بنی سلیم ......قولہ' والصوم نصف الصبر ......اس کے دو مطلب ہیں۔ (۱)......اصل صبر دو قسم پر ہے صبر علی الطاعات صبر عن المعاصی اور روزہ صبر عن المعاصی ہے کیونکہ وہ شہوات نفسانیہ کے لئے قاطع ہے لہٰذا روزہ نصف صبر ہے۔

(۲) صبر دن اور رات کا ہوتا ہے تو روزہ نصف صبر ہے بایں معنیٰ کہ وہ دن کا صبر ہے۔

وعن عبد اللہ الصنابحیؓ ......قولہ' من تحت اشفار عینیہ ......اشفار جمع ہے شُفر یا شَفَر کی بمعنی پلکوں کے بالوں کی جڑ۔

قولہ' نافلة ...... مطلب یہ ہے کہ نماز فرض ہو یا نفل ہو ہر حال میں وہ تکفیر صغائر سے زائد چیز ہوگی یعنی تخفیف کبائر یا رفع درجات یا بقیہ اعضاء کے صغائر کے کفارے کے لئے سبب بنے گی۔

وعن ابی هریرة ...... **قوله' المقبرة** ...... یہ بفتح الباء یا بضم الباء ہے اور یہاں اس سے جنۃ البقیع مراد ہے۔ **قولہ' وانا ان شاء الله بکم لاحقون** ...... شبہ ...... موت تو یقینی چیز ہے تو پھر آپ نے انشاء اللہ کیوں فرمایا؟ **جواب نمبرا** ...... یہاں نفس موت میں شک مراد نہیں بلکہ مقام موت اور مدفن میں شک مراد ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے وما تدری نفس بای ارض تموت (پارہ ۲۱) **جواب نمبر۲** ...... یہاں حسن خاتمہ میں شک مراد ہے اور اب اس سے مقصود تعلیم وارشاد امت ہوگا۔

قوله' وودت انا قد رأینا اخواننا ...... شبہ ......: ذکر موتی کے ساتھ اس جملے کی مناسبت کیا ہے؟ **جواب نمبرا** ...... آپ کو اگلوں کے ساتھ پچھلوں کی بھی یاد آ گئی۔ **جواب نمبر۲** ...... آپ پر عالم ارواح کا انکشاف ہوا جس کی وجہ سے آپ نے ارواح کا مشاہدہ فرمایا اور ان میں اگلی پچھلی تمام ارواح موجود تھیں۔ **قوله' دهم** ...... یہ ادہم بمعنی سیاہ کی جمع ہے۔ **قوله' بُهم** ...... یہ بہیم کی جمع ہے بمعنی سخت اور خالص۔ **قوله' فَرطُهم** ...... یعنی ...... پیش خیمہ اور میر سامان۔

وعن ابی الدرداءؓ ...... **قولہ' فیما بین نوح علیه السلام الیٰ امتک** ...... نوح علیہ السلام کی تخصیص شہرت کی وجہ سے ہے اس لئے کہ وہ آدم ثانی ہیں یا اس لئے کہ ان سے پہلے امتی لوگوں کی کمی ہوتی تھی۔

قوله' واعرفهم انهم یؤتون کتبهم بایمانهم ...... شبہ ......: دوسری نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی امتوں کے اعمال نامے بھی دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے تو پھر امت محمدیہ کی تخصیص کیوں ہے؟ **جواب نمبرا** ...... امت محمدیہ کو باقی امتوں سے پہلے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ **جواب نمبر۲** ...... امت محمدیہ کے اعمال ناموں کا نور باقی امتوں کے نور سے زیادہ ہوگا اس سے وہ پہچانے جائیں گے

باب ما یوجب الوضوء (صفحہ ۴۰)

...... اس باب میں موجبات وضو اور اسباب وجوب وضو کا بیان ہے موجب حقیقی تو اللہ کی ذات ہے اور موجب مجازی دو قسم پر ہے۔ (۱) سبب قریب (۲) ...... سبب بعید۔ تو سبب قریب یہ ہے کہ استباحة ما لا یحل الا به یعنی ایسی چیز کی اباحت چاہنا جو بغیر وضو کے جائز نہ ہو مثلاً نماز وغیرہ اور سبب بعید نواقض وضو ہیں پھر نواقض وضو کے تین درجات ہیں (۱) ...... جن پر تمام صحابہؓ کا اتفاق ہے اور تمام روایات میں تطابق ہے مثلاً بول، غائط، مذی، ریح، نوم

ثقیل وغیرہ ذلک یہ بالاتفاق ناقض وضو ہیں۔(۲)......جن میں سلف فقہائے صحابہؓ وتابعین کا اختلاف ہے اورروایات مختلف ومتعارض ہیں مثلاً مس ذکر، مس امرءۃ، اکل لحوم الابل وغیرہ سے وضو۔(۳)......جن میں روایات مشتبہ ہیں اور صحابہؓ وتابعین میں سے تمام فقہاء ان کے ترک پر متفق ہیں مثلاً وضو مما مستہ النار تو یہاں وضو لغوی مراد ہے اصطلاحی وضو مراد نہیں۔

الفصل الاول ......عن ابن عمرؓ ......قوله' لا تقبل صلوٰة بغير طهور

(صفحہ ۴۰) شبہ......اس حدیث سے اور گذشتہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طہارت قبولیت نماز کی شرط ہے حالانکہ وہ تو صحت نماز کی شرط ہے؟ جواب......قبولیت کی دو قسمیں ہیں (۱)......قبولیت صحت......وہ یہ کہ آدمی کا فریضہ ادا ہو جائے خواہ اسے ثواب ملے یا نہ ملے۔(۲)......قبولیت ثواب......یہ صحت سے زائد درجہ کا نام ہے کہ آدمی کا عمل عنداللہ محبوب ومنظور ہو جائے اور اس پر اسے ثواب بھی ملے تو صحت عام اور قبولیت خاص ہے مثلاً اگر کوئی شخص ظاہری شرائط وارکان وآداب کی رعایت کر کے کامل خشوع وخضوع اور تعدیل ارکان سے نماز ادا کرے تو اس کی نماز صحیح بھی ہے اور مقبول بھی ہے لیکن مغصوبہ زمین میں نماز صحیح تو ہے مگر مقبول نہیں علیٰ ھٰذا مفرور غلام اور ریاکار آدمی کی نماز صحیح تو ہے مگر قبول نہیں اب یہ سمجھیں کہ یہاں ان دونوں احادیث میں محض قبولیت ثواب کی نفی مراد نہیں بلکہ قبولیت صحت کی نفی مراد ہے گویا لا تقبل لا تصح کے معنی میں ہے اور اس پر تین قرائن ہیں (۱)......قوله' تعالیٰ اذا قمتم الی الصلوٰة فاغسلوا وجوهكم (پارہ ۶) اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے لئے وضو شرط وواجب ہے۔(۲)......ایک حدیث میں ہے مفتاح الصلوٰة الطهور اس سے معلوم ہوا کہ نماز کا شروع ہونا طہارت پر موقوف ہے تو طہارت شرط صحت ہوئی۔

(۳)......وضو کے بغیر نماز کی عدم صحت پر پوری امت کا اجماع ہے پھر قبول بمعنی قبولیت صحت بھی کئی مواقع میں مستعمل ہے مثلاً قوله' تعالیٰ و لا تقبلوا لهم شهادة ابدا (پارہ ۱۸) اس سے صحت کی نفی مراد ہے اور ایک حدیث میں ہے لا یقبل الله صلوٰة حائض الا بخمار۔

فائدہ......مسئله فاقد الطهورين ......جو نہ پانی پائے اور نہ مٹی پائے یہ وہ شخص ہے جو وضو اور تیمم دونوں پر قادر نہ ہو مثلاً کوئی آدمی ناپاک مکان میں مقید ہو جس کی دیواریں اور فرش سب ناپاک ہیں یا کوئی آدمی درخت پر بیٹھا ہو نیچے دشمن یا شیر ہو اور اوپر درخت کے پتوں پر گرد وغبار نہ ہو یا مثلاً کوئی آدمی ہوائی جہاز میں سوار ہو اور وہاں پانی ختم ہو جائے اور مٹی تو ویسے ہی ہوائی جہاز میں نہیں ہوتی اب یہ شخص نماز کے وقت میں کیا کرے؟ تو اس کے بارے میں پانچ مذاہب ہیں۔

مذہب اول......امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قول قدیم حرمت اداء اور وجوب قضاء کا ہے۔
مذہب دوم......امام احمدؒ کے نزدیک اس کے برعکس وجوب ادا اور عدم وجوب قضاء ہے۔
مذہب سوم......امام مالکؒ کے نزدیک لا اداء ولا قضاء۔
مذہب چہارم......امام شافعیؒ کے نزدیک علامہ نوویؒ کی تصریح کے مطابق اصح قول وجوب ادا وجوب قضا کا ہے۔اس کے علاوہ امام شافعیؒ کے تین اقوال اور ہیں (۱)......امام ابوحنیفہؒ کی طرح (۲)......امام احمدؒ کی طرح (۳)......استحباب ادا اور وجوب قضا۔
مذہب پنچم ......صاحبین کے نزدیک علامہ شامیؒ کی تصریح کے مطابق تشبہ بالمصلین اختیار کرے یعنی وہ نماز کے وقت میں نماز کی شکل اختیار کرے اور بغیر نیت وقراءت کے ارکان ادا کرے اور پھر اس پر قضا لازم ہے۔امام ابوحنیفہؒ کا رجوع بھی قول صاحبین کی طرف ثابت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔
دلائل صاحبین......(۱)......قیاس علی صوم رمضان یعنی جب رمضان کے دن میں حائضہ پاک ہوجائے یا بچہ بالغ ہوجائے یا کافر مسلمان ہوجائے یا مسافر مقیم ہوجائے تو ان پر بالاتفاق تشبہ بالصائمین اور پھر قضا واجب ہے تو اسی طرح یہاں بھی ہے۔(۲)......قیاس علی الحج یعنی اگر کوئی شخص اپنا حج فاسد کردے تو اس پر بالاتفاق تشبہ بالحجاج اور پھر آئندہ سال قضا لازم ہے تو اسی طرح نماز میں بھی تشبہ اختیار کرے۔
قولہ' ولا صدقة من غلول (صفحہ۴۰)......غلول کے لغوی معنیٰ سرقہ من الابل کے ہیں اور شرعی معنیٰ ہیں مال غنیمت میں خیانت کرنا پھر اس کا استعمال عام ہوگیا اور ہر مال حرام کو غلول کہنے لگ گئے خواہ اس کا سبب کوئی ہو مثلاً چوری رشوت، ربوٰا، خیانت، غصب وغیر ذلک اور یہاں اس سے یہی مراد ہے اس جملے کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ وضو ظاہر کا طہارت ہے اور صدقہ باطن کی طہارت ہے۔
شبہ......فقہی جزئیہ ہے کہ اگر مال حرام کا مالک نہ ملے تو اس مال کو صدقہ کردے چنانچہ ہدایہ میں ہے من اجتمع عنده' مالٌ حرامٌ فسبيله التصدق حالانکہ حدیث باب سے حرام کے صدقے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے؟ جواب......مال حرام کے صدقے کی دو قسمیں ہیں۔(۱)...... بنیت ثواب۔(۲)...... بنیت دفع مضرت ومعصیت ووبال۔تو حدیث باب میں پہلی قسم کی ممانعت مراد ہے چنانچہ درمختار میں ہے ان التصدق بمالٍ حرام ثم رجاء الثواب منه حرامٌ و كفرٌ اور ہدایہ کے فقہی جزئیہ میں دوسری قسم کی اجازت مراد ہے اگرچہ ضمناً اور بالتبع ثواب بھی ملے گا کیونکہ وبال کا دور کرنا اور شریعت کا حکم ماننا بھی تو باعث ثواب ہے تو گویا ثواب کی نوعیت تبدیل ہوگئی کہ ثواب حکم ماننے پر ہے نہ کہ نفس تصدق پر۔

وعن علیؓ ...... قوله' فامرت المقداد (صفحہ۴۰)......شبہ......نسائی کی روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے عمار بن یاسرؓ کو پوچھنے کے بارے میں وکیل بنایا اور دوسری روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے خود پوچھا (دیکھو مشکوٰۃ باب ھذا، الفصل الثانی، جلد۱، صفحہ۴۰) تو یہ تعارض ہوا؟ **جواب نمبر۱**......:ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ شرم کی وجہ سے حضرت علیؓ نے پہلے عمار بن یاسرؓ کو وکیل بنایا انہوں نے کسی وجہ سے تاخیر کی یا بھول گئے تو پھر مقدادؓ کو وکیل بنایا انہوں نے بھی تاخیر کی تو شدت احتیاج کی وجہ سے خود پوچھ لیا اور بعد میں اتفاقاً ان دونوں حضرات نے بھی پوچھ لیا۔ **جواب نمبر۲**......:حضرت علیؓ کا پوچھنا بالواسطہ مراد ہے اور عمار بن یاسرؓ اور مقدادؓ کا پوچھنا بلاواسطہ مراد ہے۔ **قوله' یغسل ذکره' و یتوضأ** ......مسئلہ خلافیہ ......امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ کے نزدیک مذی کے سبب وضو کرنا اور صرف محل نجاست کا دھونا واجب ہے لیکن احمدؒ اور اوزاعیؒ کے نزدیک کل ذکر کا دھونا واجب ہے اور وضو تو ہے ہی۔ **دلیل جمہور**......سہل بن حنیفؓ کی روایت کنت القی من المذی شدۃ و کنت اکثر منه الاغتسال فسألت رسول اللهﷺ عن ذلک فقال انما یجزیک عن ذلک الوضوء (رواہ ابوداؤد فی باب المذی صفحہ۲۸) کیوں کہ اس حدیث میں کل ذکر کا ذکر نہیں۔

دلیل حنابلہ......حدیث باب ہے یغسل ذکره ۔ **جمہور کی طرف سے جواب نمبر۱**......:یہاں صرف محل نجاست مراد ہے اور قرینہ سہل بن حنیفؓ کی روایت ہے۔ **جواب نمبر۲**......:یہ استحباب پر محمول ہے تاکہ دونوں احادیث پر عمل ہو جائے۔ **جواب نمبر۳**......:امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ بطور علاج کے ہے تاکہ مخصوص رگیں سکڑ جائیں اور شہوت کم ہو جائے تو یہ امر تعبدی نہیں بلکہ امر معالجہ ہے۔ **جواب نمبر۴**......: یہ حکم ابتداء میں تھا جب کہ لوگ مذی کو بول سے بھی خفیف سمجھتے تھے اس لئے سختی کی گئی اور جب یہ مسئلہ ذہن نشین ہو گیا تو یہ سختی بھی اٹھالی گئی۔

عن ابی هریرةؓ...... قوله' توضؤا مما مست النار ......شبہ......آگ کی پکی ہوئی چیز کے استعمال سے باتفاق ائمہ اربعہ وضو نہیں ٹوٹتا تو یہ مذہب بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے؟ **جواب نمبر۱**......: یہ حدیث منسوخ ہے جیسا کہ محی السنہ نے فرمایا اور ناسخ متعدد احادیث ہیں جن میں سے صرف تین یہ ہیں۔ (۱)......حدیث ابن عباسؓ قال ان رسول اللهﷺ اکل کتف شاة ثم صلی ولم یتوضأ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۴۰) (۲)......حدیث جابرؓ قال ان رسول اللهﷺ ترک الوضوء مما غیرت النار (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ) (۳)......حدیث ام سلمہؓ انها قالت قربت

الی النبی ﷺ جنباً مشویًا فاکل منه ثم قام الی الصلوٰۃ ولم یتوضأ (رواہ احمد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ

(۴) جواب نمبر۲...... یہ حدیث استحباب پر محمول ہے۔اور استحباب کی دلیل ...... حدیث جابر بن سمرہؓ ہے ان رجلا سال رسول الله ﷺ انتوضأ من لحوم الغنم قال ان شئت فتوضأ وان شئت فلا تتوضأ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۰) جواب نمبر۳...... یہاں وضولغوی وطعامی مراد ہے یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور اس کی دلیل سوید بن نعمانؓ کی حدیث ہے فمضمض ومضمضنا ثم صلی ولم یتوضأ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۰)

وعن جابرؓ بن سمرةؓ ...... قولہ' انتوضأ من لحوم الابل قال نعم (صفحہ ۴۰)...... مسئلہ خلافیہ...... امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ کے نزدیک اونٹ کے گوشت کا کھانا ناقض وضو نہیں لیکن احمدؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ کے نزدیک ناقض وضو ہے۔

دلیل جمہور...... حدیث جابرؓ قال کان آخر الامرین الخ ۔دلیل حنابلہ...... حدیث باب ہے اس کے جوابات بعینہٖ وہی تین ہیں جو حدیث ابی ہریرۃؓ توضوأ مما مست النار کے ہیں جن کا حاصل یہ ہے جواب نمبر۱...... یہ حدیث حدیثِ جابرؓ سے منسوخ ہے۔جواب نمبر۲...... یہ استحباب پر محمول ہے پھر خواص کے لئے خاص طور پر اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کرنا مستحب ہے کیونکہ اونٹ کے گوشت میں چربی اور چکناہٹ زیادہ ہوتی ہے اور کچھ بدبو بھی ہوتی ہے اور خواص کے پاس لوگ بکثرت آتے ہیں اس لئے وہ وضو کریں تا کہ لوگوں کو ایذا نہ پہنچے۔جواب نمبر ۳...... یہاں وضو لغوی وطعامی مراد ہے یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا ان آخری دو جوابات کا قرینہ سمرہ بن جندبؓ کی حدیث ہے جس میں البان ابل کی زیادتی بھی ہے اور وہ یہ ہے فقلت انا اهل البادية والماشية فهل نتوضأ من لحوم الابل والبانها فقال نعم (فتح الملہم جلد ۱، صفحہ ۴۹۰) کیوں کہ البان ابل بالاتفاق ناقض وضو نہیں تو معلوم ہوا کہ وہ استحباب پر محمول ہے یا وضو لغوی مراد ہے تو اسی طرح لحوم الابل میں بھی تصور کریں ...... شبہ...... اگر وضولغوی یا استحباب وضو شرعی مراد ہے تو پھر اونٹ کے گوشت کی وجہ تخصیص کیا ہے؟ جواب ...... : اونٹ اور بکری کے گوشت میں تین وجوہ فرق ہیں۔(۱)...... اونٹ کے گوشت میں چربی و چکناہٹ زیادہ ہوتی ہے اور کچھ بدبو بھی ہوتی ہے (۲)...... بعض روایات میں ہے کہ اونٹ کی کوہان میں شیطانی اثر ہے۔(۳)...... اونٹ کا گوشت یہودیوں پر حرام تھا اور ہمارے لئے حلال ہے اس لئے بطور شکر نعمت کے اونٹ کے گوشت میں بھی استحباب کی تاکید کی گئی ہے۔

قولہ' اصلی فی مرابض الغنم (صفحہ ۴۰)...... مرابض جمع ہے مَرْبَض کی بمعنی بکری کا باڑا یعنی

باندھنے اور بیٹھنے کی جگہ اور مبارک جمع ہے مَبرَک کی بمعنیٰ اونٹ کا گلہ یعنی باندھنے اور بیٹھنے کی جگہ۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر نماز پڑھنے کی جگہ کے نجس ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو تو وہاں نماز پڑھنا مطلقاً ناجائز ہے خواہ مربض غنم ہو خواہ مبرک ابل ہو اور اگر جگہ کے پاک ہونیکا یقین یا ظن غالب ہو یا پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھیں تو پھر مربض غنم میں تو نماز پڑھنا جائز و مباح ہے لیکن مبرک ابل میں مکروہ تنزیہی ہے اگر چہ جائز ضرور ہے۔

شبہ...... جب جگہ پاک ہو تو پھر اونٹ اور بکری کے بارے میں فرق کیوں ہے؟

جواب......: اس فرق کی تین وجوہ ہیں (۱) اونٹ کے پاس نماز پڑھنے سے تشویش ہوتی ہے اور اس کے بدک جانے کا خطرہ ہے اور نماز کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہے بخلاف بکری کے۔ (۲) اونٹ میں سرکشی اور شرارت ہے جیسا کہ ایک حدیث پاک میں ہے فانہ شیطان اور بکری میں مسکنت تواضع اور خیر ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے فانہا برکۃ حاصل یہ کہ اونٹ میں بری صحبت کا اثر ہے۔ (۳) بکری باوجود پست قد ہونے کے اور زیادہ زمین سے قریب ہو کر پیشاب کرتی ہے اس لئے اس کے پیشاب میں چھینٹوں کا اندیشہ نہیں بخلاف اونٹ کے۔

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ......**قولہ فلا یخرجن من المسجد**...... یہ کنایہ ہے وضو کے نہ ٹوٹنے سے اور مسجد سے باہر کا بھی یہی حکم ہے لیکن مسجد کی تخصیص میں اشارہ ہے کہ مومن کو چاہیئے کہ وہ مسجد میں ہی نماز پڑھے۔ **قولہ حتی یسمع صوتاً او**...... **یجد ریحاً** یہ کنایہ ہے خروج ریح کے متیقن ہو جانے سے خواہ آواز سنائی دے یا نہ سنائی دے نیز خواہ بدبو محسوس ہو یا نہ ہو اور ان دو کی تخصیص اکثری عادت کے طور پر ہے۔

وعن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ...... شبہ...... اس حدیث کی باب سے کیا مناسبت ہے؟

جواب......: کلی کرنا متممات وضو میں سے ہے۔

وعن بریدۃ رضی اللہ عنہ ...... **ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الصلوات یوم الفتح بوضوء واحد** ...... مسئلہ خلافیہ...... داؤد ظاہری کے نزدیک ہر نماز کے لئے تجدید وضو واجب ہے لیکن ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک ایک ہی وضو سے کئی نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔

دلیل جمہور......: حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث باب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز پانچوں نمازیں ایک ہی وضو سے ادا فرمائیں۔ **دلیل داؤد ظاہری**...... **قولہ تعالیٰ اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم** (پارہ ۶) کیوں کہ اس میں ہر قیام الی الصلوٰۃ کے موقع پر وضو واجب کیا گیا ہے۔ جمہور کی طرف سے۔ **جواب نمبر ۱**......: قیام من النوم مراد ہے۔ **جواب نمبر ۲**......: فاغسلوا کا امر استحبابی ہے نہ کہ وجوبی

جواب نمبر ۳...... سب سے بہتر تفسیر یہ ہے کہ یہ حکم وضو ایک قید کے ساتھ مقید ہے اور وہ وانتم محدثون ہے قرینہ یہ ہے کہ اس آیت کے آخر میں یہ الفاظ آئے ہیں ولکن یرید لیطھرکم جس کا حاصل یہ ہے کہ حکم وضو کی غرض تطہیر ہے اور ظاہر ہے کہ تطہیر ازالۂ حدث کا نام ہے اور حدث کا ازالہ اسی وقت ہوگا جبکہ وہ پہلے سے موجود بھی ہو تو معلوم ہوا کہ حکم وضو اس قید کے ساتھ مقید ہے مطلق نہیں۔

فائدہ...... اس حدیث کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ محض ارادۂ نماز موجبات وضو میں سے نہیں بلکہ جب حدث طاری ہو تب وضو لازم ہوگا۔

الفصل الثانی ......عن ابی ھریرۃؓ ...... قولہ' لا وضوٴ الا من صوتٍ او ریحٍ ...... شبہ...... یہ حصر درست نہیں کیوں کہ وضو کے نواقض تو اور بھی بہت سے ہیں؟

جواب...... یہ حصر اضافی ہے یعنی جب پیٹ میں فساد و خلل اور گڑبڑ ہو تو محض شک و اشتباہ سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک خروج ریح کا تیقن نہ ہو جائے۔

وعنہ' ...... قولہ' وتحریمھا التکبیر ...... تحریم بمعنی محرم ہے یعنی نماز میں مباح چیزوں کو حرام کردینے والی چیز تکبیر تحریمہ ہے یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں۔

مسئلہ اولیٰ ...... حکم تکبیر تحریمہ ...... اس میں تین مذاہب ہیں (۱)...... مالکؒ، احمدؒ، شافعیؒ کے نزدیک فرض اور رکن صلوٰۃ ہے کہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔(۲)...... ابو حنیفہؒ و صاحبینؒ کے نزدیک شرط و واجب صلوٰۃ ہے۔(۳)...... ابن شہاب زہریؒ کے نزدیک سنت ہے۔

مسئلہ ثانیہ ...... الفاظ تکبیر تحریمہ ...... اس میں چار مذاہب ہیں۔(۱)...... مالکؒ و احمدؒ کے نزدیک خاص اللہ اکبر کہنا فرض ہے۔(۲)...... شافعیؒ ...... کے نزدیک اللہ اکبر اللہ الاکبر دونوں سے یہ فرض اداء ہو جاتا ہے۔(۳)...... ابو یوسفؒ کے نزدیک ان دونوں سے اور اللہ کبیر، اللہ الکبیر چاروں سے یہ واجب ادا ہو جاتا ہے جبکہ نمازی ان کو ادا کرسکتا ہو ورنہ ہر لفظ تعظیمی سے تکبیر تحریمہ درست ہے۔(۴) طرفینؒ کے نزدیک ہر اس لفظ سے یہ واجب ادا ہو جاتا ہے جو خاص تعظیم پر دال ہو اگرچہ مادہ تکبیر نہ ہو مثلاً اللہ اجل، اللہ اعظم، الرحمٰن اعظم لا الہ الا اللہ وغیرہ لیکن خاص اللہ اکبر کہنا واجب ہے اور اسکو چھوڑ دینا مکروہ تحریمی اور بقول علامہ سرخسی مکروہ تنزیہی ہے۔ **دلیل مالکؒ و احمدؒ** ...... تعامل الناس اور حدیث باب ہے کیوں کہ حدیث باب میں خبر معرفہ ہے اور جب مبتداء و خبر دونوں معرفہ ہوں تو حصر کا فائدہ دیتے ہیں یعنی تحریمہ صرف تکبیر سے ہوتی ہے اور تکبیر کی تفسیر دوسری احادیث میں اللہ اکبر کے ساتھ آئی ہے۔

دلیل امام شافعیؒ......وہ فرماتے ہیں کہ اکبر پر الف لام داخل کرنے سے معنیٰ میں مبالغہ پیدا ہو جاتا ہے اس لئے وہ بھی درست ہے۔ دلیل امام ابو یوسفؒ......وہ فرماتے ہیں کہ اصل مقصود کبریائی وعظمت کا اظہار ہے اور یہ مقصود چاروں الفاظ سے ادا ہو جاتا ہے۔ دلائل طرفینؒ......دلیل نمبرا......: قولہ' تعالیٰ وذکر اسم ربہ فصلی (پارہ ۳۰) کیوں کہ حرف فاء بعدیت بلا فصل کے لئے آتا ہے تو معلوم ہوا کہ ذکر اسم رب سے مراد تکبیر تحریمہ ہے اور یہ ذکر اللہ اجل وغیرہ کو بھی شامل ہے۔

دلیل نمبر۲......: عن ابی العالیة انه سئل بای شئ کانت الانبیاء یفتتحون الصلوٰة قال بالتوحید و التسبیح و التهلیل (رواہ ابن ابی شیبہ)

دلیل نمبر۳......: حدیث و تحریمها التکبیر کیوں کہ تکبیر لغت عرب میں تعظیم کے معنیٰ میں آتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے وربک فکبر ای عظم (پارہ ۲۹) اور دوسری جگہ ہے فلما راینه اکبر نه (پارہ ۱۲) یعنی ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کے حسن کو بڑا سمجھا تو معلوم ہوا کہ ہر وہ لفظ جو مشعر تعظیم ہو اس کا ادا کرنا تکبیر میں داخل ہے۔ جواب حدیث باب......: اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ تکبیر کے معنیٰ بعینہ اللہ اکبر کے ہیں تو یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد ظنی الثبوت ہوتی ہے نیز یہ ظنی الدلالت ہے اور ظنی دلیل سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی البتہ درجۂ وجوب ثابت ہوتا ہے اور وجوب کے احناف بھی قائل ہیں۔

قولہ' وتحلیلها التسلیم (صفحہ ۴۰)......یعنی نماز کے اندر حرام شدہ اشیاء کو حلال کر دینے والی چیز سلام کہنا ہے۔ مسئلہ خلافیہ......مالکؒ، شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک لفظ سلام کہنا فرض ہے ابو حنیفہؒ، صاحبین سعید بن میتب، عطاء ابن ابی رباحؒ، قتادہؒ، ابراہیم النخعیؒ، ابن جریر طبریؒ کے نزدیک لفظ سلام فرض نہیں البتہ واجب ہے۔ عدم فرضیت سلام کے دلائل......دلیل نمبرا......حدیث تعلیم اعرابی کیوں کہ اس میں سلام کا ذکر نہیں۔ دلیل نمبر۲......حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کہ آنحضرت ﷺ نے پہلے ان کو التحیات پڑھنے اور قعدہ اخیرہ کرنے کی تعلیم دی اور پھر فرمایا اذا قلت هذا او فعلت هذا فقد قضیت صلوٰتک ان شئت ان تقوم فقم و ان شئت ان تقعد فاقعد (رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط)

دلیل نمبر۳......: حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا رفع المصلی راسه من آخر صلوٰته و قضیٰ تشهده ثم احدث فقد تمت صلوٰته فلا یعود بها (رواہ الطحاوی)

دلیل ائمہ ثلثہ......حدیث باب ہے کیوں کہ اس میں خبر معرفہ ہے جو مفید حصر ہے یعنی محلل صرف سلام کہنا ہے۔ جواب نمبرا......یہ حدیث خبر واحد ہے۔

جواب نمبر۲...... یہ حصر محلل کے فرد کامل کے اعتبار سے ہے۔

وعن طلق بن علیؓ......قوله' لاتأتوا النساء فی اعجازهن ......اعجاز جمع ہے عجز کی بمعنی شی کا آخری حصہ یعنی دبر۔ ماقبل سے ربط یہ ہے کہ دونوں کا تعلق دبر سے ہے نیز یہ کہ جس طرح خروج ریح سے طہارت وقرب الٰہی دونوں چیزیں زائل ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اتیان ادبار سے بھی بطریق اولیٰ یہ دونوں چیزیں زائل ہو جاتی ہیں۔

وعن معاویة بن ابی سفیانؓ ......قوله' وکاء السّه (صفحہ۴۱)......وکاء اس رسی دھاگے اور ڈوری کو کہتے ہیں جس سے مشکیزے کو باندھ دیا جائے اور السہ کی اصل السّتہ ہے اسی لئے اس کی جمع أستاۃ اور تصغیر سُتَیۃ آتی ہے پھر تا تخفیفاً حذف کردی گئی بمعنی سرین یا حلقہ سرین۔

وعن علیؓ ......قوله' وقال الشیخ الامام محی السنةؒ هذا فی غیر القاعدالخ ......چونکہ بظاہر حدیث علیؓ فمن نام فلیتوضا اور حدیث انسؓ ثم یصلون ولا یتوضاون میں تعارض تھا اس لئے محی السنہ نے اپنے مذہب کے مطابق دونوں میں تطبیق دے دی کہ حدیث اول غیر قاعد یعنی مضطجع، قائم، راکع، ساجد وغیرھم کے بارے میں ہے اور حدیث ثانی قاعد کے بارے میں ہے۔ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ ہمارے مذہب کے لحاظ سے قائم، راکع، ساجد حدیث ثانی میں شامل ہیں اور اول حدیث صرف مضطجع وغیرہ کے بارے میں ہے۔

مسئلہ خلافیہ......نوم انبیاء بالاتفاق غیر ناقض وضو ہے اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا انه تنام عینای ولا ینام قلبی اور نوم غیر انبیاء میں چار مذاہب ہیں۔(۱)......مالکؒ کے نزدیک نوم کثیر مطلقاً ناقض للوضو ہے اور نوم قلیل مطلقاً ناقض للوضو نہیں۔(۲)......امام شافعیؒ کے نزدیک قعود والی نوم غیر ناقض ہے بشرطیکہ مقعد زمین پر خوب ٹکا ہوا ہو اور باقی تمام صورتیں میں نیند ناقض ہے۔(۳)......امام احمدؒ کے نزدیک قعود اور قیام والی نوم ناقض نہیں اور باقی تمام صورتوں میں نیند ناقض ہے۔(۴)......ابو حنیفہؒ، صاحبینؒ، سفیان ثوریؒ، حماد بن ابی سلیمانؒ کے نزدیک ہیئت صلوٰۃ یعنی قعود، قیام، رکوع، سجود کی نیند ناقض نہیں اور باقی چار صورتیں ناقض وضو ہیں۔ اول اضطجاع......یعنی پہلو پر لیٹنا۔ دوم تورک......یعنی ایک سرین پر لیٹنا۔ سوم استناد......یعنی کسی چیز پر ٹیک لگا کر اس طرح سونا کہ اگر وہ چیز ہٹالی جائے تو آدمی گر جائے۔ چہارم استلقاء......یعنی گدی پر چت اور سیدھا لیٹنا۔

دلائل احناف......دلیل نمبر۱......حدیث ابن عباسؓ ان النبی علیہ السلام قال لا یجب الوضوء علیٰ من نام

جالساً او قائماً او ساجداً حتیٰ یضع جنبہ' فانہ' اذا اضطجع استرخت مفاصلہ' (زجاجۃ المصابیح صفحہ ۷۷) اس حدیث میں قیام وقعود وسجود والی نیند کے ناقض نہ ہونے کی تصریح ہے۔

دلیل نمبر ۲...... حدیث ابن عباسؓ مرفوعاً ان الوضوٗ علیٰ من نام مضطجعا فانہ اذا اضطجع استرخت مفاصلہ (رواہ الترمذی وابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۱) اس حدیث میں اضطجاع والی نیند کو ناقض وضو بتایا ہے اور علت استرخاء مفاصل ذکر کی ہے اور یہی علت تورک استناد واستلقاء میں بھی پائی جاتی ہے لہٰذا ہم اضطجاع پر قیاس کرتے ہوئے ان کو بھی ناقض بتاتے ہیں۔

وجہ ترجیح مذہب حنفی...... شوافع کے نزدیک نقض وضو کی علت عدم تمکن علی الارض ہے اور احناف کے ہاں علت استرخاء مفاصل ہے اور ہماری یہ علت صراحۃً نص کے موافق ہے کما مر فلذا رجح مذھبنا علیٰ مذھب الشوافع۔

وعن بسرۃ (صفحہ ۴۱) مسئلہ مس ذکر...... اس میں تین مذاہب ہیں۔ (۱)...... مالکؒ، احمدؒ کے نزدیک مس ذکر ناقض وضو ہے بشرطیکہ شہوت کے ساتھ ہو والا فلا۔ (۲)...... شافعیؒ کے نزدیک بھی ناقض ہے بشرطیکہ باطن کف کے ساتھ بلا حجاب ہو شہوت ہو خواہ نہ ہو۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عمرؓ، ابن عمرؓ، ابو ہریرۃؓ، بسرۃؓ، عائشہؓ، ام حبیبہؓ، ابوایوبؓ، ابن عباسؓ یہ آٹھوں حضرات بھی مس ذکر سے نقض وضو کے قائل ہیں۔ (۳)...... ابو حنیفہؒ، صاحبینؒ، سفیان ثوریؒ، حماد بن ابی سلیمانؒ، ابراہیم نخعی، لیث بن سعد، سعید بن مسیب، عطاء ابن ابی رباح، عروہ بن زبیر، یحییٰ بن معین ان دس حضرات کے نزدیک مس ذکر ناقض وضو نہیں صحابہ کرامؓ میں سے حضرت علیؓ، عبداللہ بن مسعود، سعد بن ابی وقاصؓ، عمران بن حصینؓ، عمار بن یاسرؓ، ابو الدرداء، حذیفہ، عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ، ابوامامہؓ، طلق بن علی یہ دس حضرات بھی عدم نقض وضو کے قائل ہیں

دلائل احناف...... نمبر ۱...... حدیث طلق بن علی حنفیؓ سئل رسول اللہ ﷺ عن مس الرجل ذکرہ' بعد ما یتوضأ قال ھل ھو الا بضعۃ منہ' (رواہ ابوداؤد والنسائی والترمذی وابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۱)۔ دلیل نمبر ۲...... حدیث علیؓ قال ما ابالی انفی مسست او اذنی او ذکری (مرقات جلد ۱، صفحہ ۳۴۲) دلیل نمبر ۳...... حدیث سعد بن ابی وقاصؓ کہ آپ سے مس ذکر کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا ان کان شیءٌ منک نجساً فاقطعہ' فلا باس بہ (بحوالہ مذکورہ مرقات)

دلائل ائمہ ثلثہ...... دلیل نمبر ۱...... حدیث بسرہ بنت صفوانؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ اذا مس احدکم ذکرہ' فلیتوضا (رواہ مالک واحمد الخ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۱)

دلیل نمبر۲......: حدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعا اذا افضیٰ احدکم بیدہ الیٰ ذکرہ لیس بینہ وبینھا شیءٌ فلیتوضأ (رواہ الشافعی والدارقطنی، مشکوٰۃ جلد۱ صفحہ۴۱)

جوابات احادیث بسرۃؓ وابی ہریرۃؓ...... جواب نمبر۱...... یہ احادیث استحباب پر محمول ہیں وھذا احسن اجوبۃ تو حدیث طلق بن علیؓ نفی وجوب وضو پر اور یہ احادیث استحباب وضو پر محمول ہیں۔

جواب نمبر۲......: طحاوی فرماتے ہیں کہ وضو شرعی مراد نہیں بلکہ وضو لغوی یعنی ہاتھ وغیرہ دھونا مراد ہے ان دو جوابات کا قرینہ یہ ہے کہ بعض روایات میں من مس ذکرہ اور انثیبہ آیا ہے حالانکہ مس انثیین سے ائمہ ثلثہ بھی وجوب وضو کے قائل نہیں۔ جواب نمبر۳......: مس ذکر سے مراد مجازا بول ہے کیوں کہ بول میں عادتاً مس ذکر ہوتا ہے جیسا کہ اولمستم النساء میں مجازاً جماع کے معنی مراد ہیں۔

جواب نمبر۴......: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ من مس ذکرہ بفرج المرءۃ بلاحائل وبلا دخول فلیتوضأ تو یہ حدیث مباشرۃ فاحشہ پر محمول ہے۔ جواب نمبر۵......: مس ذکر بالشھوۃ سے عام طور پر مذی نکل آتی ہے جب کہ انتشار ہو تو یہاں سبب یعنی مس بول کر مسبب یعنی مذی مراد ہے (ابن ہمام فی فتح القدیر جلد۱ صفحہ ۳۸) جواب نمبر۶......: بسرۃؓ اور ابو ہریرۃؓ کی احادیث کا حکم منسوخ ہے کیونکہ عدم نقض وضو کی علت یعنی جزویت ذکر موجود وباقی ہے۔ جواب نمبر۷......: ابو ہریرہؓ کی حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے کیونکہ اس میں یزید بن عبدالملک نوفلی راوی ضعیف ہے اس کے بارے میں محدثین نے کلام کیا ہے۔

دلیل احناف یعنی حدیث طلق بن علیؓ پر صاحب مصابیح کا اعتراض قال الشیخ الامام محی السنہ ھذا منسوخ لان ابا ھریرۃؓ اسلم بعد قدوم طلقؓ (صفحہ۴۱) یہ احناف کی دلیل پر اعتراض ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ طلق بن علیؓ حضورﷺ کی خدمت میں پہلے حاضر ہوئے ہیں یعنی ۱ھ میں جب کہ آپ مسجد نبوی تعمیر فرما رہے تھے اور ابو ہریرۃؓ ۷ھ میں فتح خیبر کے سال میں مشرف باسلام ہوئے ہیں تو معلوم ہوا کہ حدیث ابی ہریرۃؓ مؤخر وناسخ اور حدیث طلقؓ مقدم ومنسوخ ہے۔

جواب...... اعتراض یہ ہے کہ ناسخ ومنسوخ کا دارومدار اسلام کی قبلیت وبعدیت پر نہیں بلکہ سماع حدیث کی قبلیت اور بعدیت پر ہے تو ممکن ہے کہ طلق بن علیؓ ۷ھ کے بعد بھی حاضر خدمت ہوئے ہوں اور پھر ابو ہریرۃؓ کے مسلمان ہونے کے بعد یہ حدیث سنی ہو جیسا کہ سوید بن نعمانؓ متقدم الاسلام ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی حدیث ثم صلیٰ ولم یتوضأ حدیث ابی ھریرۃؓ توضؤا مما مست النار کے لئے ناسخ ہے حاصل یہ کہ آپ کا یہ دعوی نسخ تب صحیح ہو سکتا ہے جبکہ دو باتوں میں سے ایک بات ثابت ہو جائے یا تو

طلقؓ کا وفات پا جانا ابو ہرہؓ کے اسلام لانے سے پہلے یا ابو ہریرہؓ کے اسلام لانے کے بعد طلقؓ بن علیؓ کی ملاقات کا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہ ہونا حالانکہ یہ دونوں ہی باتیں کسی تاریخ اور دلیل نقلی سے ثابت نہیں بلکہ اس کے برعکس ابن حبان نے عام الوفود یعنی ۹ ھ میں وفد بنی حنیفہ میں طلق بن علیؓ کا آنا ثابت کیا ہے جس میں مسیلمہ کذاب بھی موجود تھا۔(نصب الرایہ صفحہ ۶۱ بحوالہ معارف السنن صفحہ ۳۰۰ طبقات ابن سعد صفحہ ۵۵، سیرت ابن ہشام جلد ۲، صفحہ ۳۴) اس کے علاوہ مسجد نبوی کی تعمیر دوسری مرتبہ فتح خیبر کے بعد بھی ہوئی ہے تو ممکن ہے کہ طلق بن علیؓ دوسری مرتبہ میں آئے ہوں نتیجہ یہ کہ آپ کا ناسخ یقینی نہیں حالانکہ ناسخ کے لئے یقینی ہونا ضروری ہے فلہٰذا دعوی نسخ ثابت نہ ہوا یہ تمام تقریر علامہ تورپشتی، حافظ ابن ہمام، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت علامہ بنوریؒ کی تحقیقات سے ماخوذ ہے۔

وجوہ ترجیح حدیث طلق بن علیؓ علیٰ حدیث بسرہ بنت صفوانؓ ..... نمبر ۱..... اس مسئلے کا تعلق مردوں سے ہے نیز مرد قوی العقل اور اضبط و احفظ ہوتا ہے جبکہ عورت ناقصۃ العقل ہے لہٰذا مرد کی روایت عورت کی روایت سے اقوی ہے۔

نمبر ۲..... عدم نقض وضو کی علت یعنی جزویت ذکر موجود باقی ہے تو معلوم ہوا کہ حکم بھی باقی ہے۔

نمبر ۳..... ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ احادیث اور آثار صحابہؓ کے تعارض کی وجہ سے تساقط ہو گیا۔ بقاعدہ اذا تعارضا تساقطا۔ تو اب اصل کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اصل بقائے وضو ہے (مرقات جلد ۱، صفحہ ۳۴۴)

نمبر ۴..... علی بن مدینی حدیث طلق کے متعلق فرماتے ہیں ہو احسن من حدیث بسرہؓ (آثار السنن جلد ۱، صفحہ ۳۶)

وعن عائشة ؓ قالت كان النبي ﷺ يقبل بعض ازوجه ثم يصلي ولا يتوضأ (صفحہ ۴۱) **مسئلہ مس امرءۃ**..... اس میں تین مذاہب ہیں۔

(۱)..... ابو حنیفہؒ، صاحبینؒ، ابن عباسؓ، سفیان ثوری، اوزاعی، علیؓ، عطاءؒ، ابن جریر طبری کے نزدیک مس امرءۃ مطلقاً ناقض وضو نہیں۔ (۲)..... امام مالکؒ کے نزدیک مس امرءۃ ناقض وضو ہے بشرطیکہ شہوت کے ساتھ ہو والا فلا۔ (۳)..... شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک مس اجنبیہ غیر محرم مطلقاً ناقض ہے شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے نیز عورت مشتہاۃ ہو یا غیر مشتہاۃ ہو صحابہؓ میں سے عمرؓ، ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ بھی نقض وضو کے قائل ہیں۔ دلائل احناف..... دلیل نمبر (۱)..... حدیث باب۔ دلیل نمبر ۲..... حدیث عائشہؓ قالت بئسما عدلتمونا بالكلب والحمار لقد رأيتني ورسول الله ﷺ يصلي وانا مضطجعة بينه وبين القبلة فاذا اراد ان يسجد غمزني فقبضت رجلي (رواہ البخاری)

دلیل ائمہ ثلاثہ...... قولہ تعالیٰ اولٰمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا الخ (پارہ ۵، ۶) کیونکہ ملامسہ چھونے اور جماع کرنے دونوں ہی کے معنیٰ میں آتا ہے اور یہاں دوسری قراءت لمستم مجرد سے بھی ہے اور لمس کے حقیقی معنیٰ ہاتھ سے چھونے کے آتے ہیں معلوم ہوا کہ اس قراءت کے قرینے سے پہلی قراءت میں بھی چھونے ہی کے معنیٰ مراد ہیں۔ جواب......ملامسہ کا اسناد نساء کی طرف ہو تو جماع ہی کے معنیٰ مراد ہوتے ہیں اور یہاں ملامسہ بمعنیٰ جماع تین وجوہ سے راجح ہیں۔

وجہ اول......رئیس المفسرین حضرت ابن عباسؓ نیز حضرت علیؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ وغیرہم نے یہی تفسیر کی ہے۔

وجہ ثانی......مفاعلہ میں اصل حقیقت مشارکت ہے اور مشارکت جماع میں پائی جاتی ہے نہ کہ مس بالید میں بھی۔

وجہ ثالث......جماع کے معنیٰ لیں تو آیت سے حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں ہی کے لئے تیمم کے جواز کا حکم ثابت ہوگا اور اگر مس بالید کے معنیٰ لیں تو آیت سے صرف حدث اصغر کے لئے تیمم ثابت ہوگا اور آیت کا ایسا معنیٰ لینا جو زیادہ احکام پر مشتمل ہو اولیٰ ہے۔ رہی دوسری یعنی لمستم والی قراءت تو لمس کے حقیقی معنیٰ گو چھونے کے آتے ہیں مگر مجازی معنیٰ جماع کے بھی آتے ہیں اور پہلی قراءت اس معنیٰ میں محکم اور یہ دوسری قراءت محتمل ہے لہٰذا محتمل کو محکم پر محمول کیا جائے گا معلوم ہوا کہ یہاں لمس کے مجازی معنیٰ جماع کے مراد ہیں جیسا کہ من قبل ان تمسوھن (پارہ ۲) میں ہے......

شبہ......بعض صحابہ کرامؓ مثلاً عمرؓ، ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ وغیرہم سے ملامسہ بمعنیٰ مس بالید منقول ہے جیسا کہ آگے مشکوٰۃ کی فصل ثالث میں آرہا ہے۔ جواب نمبر ا......: حدیث مرفوع صحیح کے مقابلے میں یہ احادیث موقوفہ مرجوح ہیں یا منسوخ ہیں اور ناسخ علاوہ احادیث مذکورہ کے یہ حدیث ابن عباسؓ ہے لیس فی القبلۃ الوضوء (مسند ابی حنیفہؒ) جواب نمبر ۲......: مس بالید سے عموماً مذی نکل آتی ہے لہٰذا مطلق مس بالید سے احتیاطاً وضو کر لینا مستحب ہے دلیل احناف یعنی حدیث باب پر صاحب مشکوٰۃ کے دو اعتراضات......وقال الترمذی لا یصح عند اصحابنا بحالٍ اسناد عروۃ عن عائشۃ ......یہ حدیث عائشہؓ پر پہلا اعتراض ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی سند متصل نہیں کیوں کہ عروہ کا سماع عائشہؓ سے ثابت نہیں۔

جواب......: علامہ طیبی اور سید جمال الدین فرماتے ہیں کہ خود جامع ترمذی میں اور صحیحین میں بے شمار متصل سندات میں سماع عروہ عن عائشہؓ ثابت ہے اور یہ بات کتب اسماء الرجال میں سے بھی ثابت ہے کیوں کہ عروہ بن زبیر حضرت عائشہؓ کے بھانجے اور شاگرد ہیں مسامحہ صاحب مشکوٰۃ ......دراصل امام ترمذیؒ کا

اعتراض نقل کرنے میں صاحب مشکوٰۃ سے تسامح ہوا ہے امام ترمذیؒ کا اصل اعتراض یہ ہے کہ حبیب بن ابی ثابت عن عروۃؓ عن عائشہؓ والی سند میں حبیبؒ کا سماع عروۃؓ سے ثابت نہیں چنانچہ ترمذی کی اصل عبارت یہ ہے ترک اصحابنا حدیث عائشہؓ فی ھذا لانہ لایصح عندھم الاسناد بحالٍ قال یعنی البخاری حبیب بن ابی ثابت لم یسمع من عروۃ (مرقات جلد۱، صفحہ۳۴۳)

جواب...... ثقہ تابعی کی حدیث منقطع حدیث مرسل کے حکم میں ہے اور حدیث مرسل حنفیہ، مالکیہ اور جمہور محدثین کے نزدیک مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ مرسل ثقہ ہو اور یہاں حبیب ثقہ ہے اور شوافع کے نزدیک اگر توابع موجود ہوں تو حجت ہے ورنہ نہیں اور یہاں توابع موجود ہیں مثلاً ابراہیم تیمی وغیرہ وایضاً اسناد ابراھیم التیمی عنھا وقال ابو داؤد ھذا مرسلٌ الخ ...... یہ حضرت عائشہؓ کی روایت کی دوسری سند پر اعتراض ہے کہ ابراہیم کا سماع عائشہؓ سے ثابت نہیں تو یہ مرسل بمعنی لغوی منقطع ہے کیونکہ یہاں تابعی اور صحابی کا درمیانی واسطہ گرا ہوا ہے نہ کہ خود صحابی کا۔ **جواب نمبر۱**...... وہی جو پہلے گذر چکا ہے کہ ثقہ تابعی کی حدیث منقطع حدیث مرسل کے حکم میں ہے۔ **جواب نمبر۲**...... دارقطنی میں اس کی سند متصل ہے یعنی ابراھیم التیمی عن ابیہ یزید عن عائشۃؓ تو معلوم ہوا کہ دوسرے حضرات نے اختصار کیا ہے جو مضر نہیں اور اختصار کی وجہ اعتماد صحت ہے۔

وجہ ترجیح مذہب حنفی...... ہمارے پاس کتاب وسنت دونوں سے دلائل موجود ہیں بخلاف فریق ثانی کے کہ اس کے پاس فقط آیت قرآنیہ ہے اور وہ بھی محتمل لہٰذا مذہب حنفی راجح ہے۔

الفصل الثالث وعن عمر بن عبد العزیز ...... عن تمیم الداریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ الوضوء من کل دمٍ سائلٍ۔ ...... **مسئلہ خلافیہ**...... ابوحنیفہؒ اور احمدؒ کے نزدیک بدن سے نجاست کا نکلنا مطلقاً ناقض وضو ہے سبیلین سے ہو خواہ غیر سبیلین سے ہو۔ امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک سبیلین سے نجاست نکلے تو ناقض وضوء ہے اور غیر سبیلین سے نکلے تو ناقض نہیں تو اختلاف غیر سبیلین میں ہوا۔ **دلائل احناف**......: **دلیل نمبر۱**: حدیث باب یعنی حدیث تمیم الداریؓ۔

دلیل نمبر۲...... حدیث عائشہؓ مرفوعاً من اصابہ قیٔ او رعافٌ او قلسٌ او مذیٌ فلینصرف فلیتوضأ ثم لیبن علیٰ صلوٰتہ الخ (رواہ ابن ماجہ)

دلیل نمبر۳...... فاطمہ بنت ابی حبیشؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا انی امرءۃ استحاض فلا اطھر افادع الصلوٰۃ قال لا انما ذلک عرقٌ لیس بحیض الی قولہ ثم توضئی لکل صلوٰۃ

(رواہ البخاری) اس سے معلوم ہوا کہ وضو ٹوٹنے کی علت رگ کے خون کا نکلنا ہے نہ کہ محض سبیلین سے نجاست کا خارج ہونا تو معلوم ہوا کہ دم عرق جہاں سے بھی نکلے ناقض وضو ہوگا۔

دلیل شوافع ......: حدیث جابرؓ کا مشہور قصہ ہے جس کو ابو داؤد، بخاری، ابن ماجہ وغیرہم نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوۂ ذات الرقاع ۵ھ میں ایک منزل پر نزول فرما کر ایک مہاجر اور ایک انصاری کو پہرے کے لئے مقرر فرمایا۔ مہاجر اپنی باری میں سو گئے اور انصاری نماز پڑھنے لگے دشمن نے ان کو تین تیر مارے جن کی وجہ سے کافی خون نکلا مگر وہ صحابی ویسے ہی نماز پڑھتے رہے۔

جواب نمبر۱ ......: ان انصاری صحابیؓ کو تین تیر لگے تو یقیناً کافی خون نکلا ہوگا جو بدن اور کپڑوں کو بھی لگا ہوگا اور اس صورت میں خون کا دھونا بالاتفاق واجب ہے تو ایسی صورت میں امام شافعی کے نزدیک بھی نماز نہیں ہونی چاہیئے تھی **فما هو جوابكم فهو جوابنا** اگر یہ کہا جائے کو خون سیدھا فوارے کی طرح دھار بن کر نکلا ہوگا تو یہ احتمال بعید از قیاس ہے جس کے لئے مستقل ثبوت کی ضرورت ہے۔

جواب نمبر۲ ......: لذت نماز اور لذت مناجات کی وجہ سے ان صحابی کا خون کیطرف التفات نہیں ہوا۔

جواب نمبر۳ ......: یہ فعل صحابیؓ ہے تو ممکن ہے کہ اس وقت تک انہیں مسئلہ معلوم نہ ہو اسی لئے حضور ﷺ نے یہ حدیث باب ارشاد فرمائی ہو یہی جواب راجح ہے۔ **دلیل احناف یعنی حدیث تمیم الداری پر صاحب مشکوٰۃ کے دو اعتراضات** ...... **وقال ای الدار قطنی عمر بن عبد العزیزؒ لم يسمع من تميم الداری ولا راٰه** (صفحہ۴۲) ...... یہ پہلا اعتراض ہے۔ **جواب نمبر۱** ......: اگر ثقہ راوی تابعی اعتماد صحت کی وجہ سے واسطہ حذف کر دے تو اس کی حدیث منقطع سے ہمارے نزدیک استدلال صحیح ہے **جواب نمبر۲** ......: کامل بن عدی میں یہی حدیث زید بن ثابتؓ کے طریق سے مروی ہے اور اس میں انقطاع نہیں

قوله ويزيد بن خالد ويزيد بن محمد مجهولان ...... یہ دوسرا اعتراض ہے کہ عمر ثانی کے شاگرد یزید بن محمد اور پھر ان کے شاگرد یزید بن خالد یہ دونوں مجہول ہیں۔ **جواب نمبر۱** ......: ان دونوں کے مجہول ہونے میں اختلاف ہے اور ایسے مجہول راوی کی روایت مقبول ہے۔ **جواب نمبر۲** ......: مجہول کی دو قسمیں ہیں (۱) مجہول الذات ...... جس کے تلامذہ کا علم نہ ہو۔ (۲) مجہول الوصف ...... جس کے حالات کا علم نہ ہو اور یہ دونوں حضرات مجہول الوصف ہیں اور مجہول الوصف کی حدیث ہمارے نزدیک معتبر ہے۔

جواب نمبر۳ ......: کامل بن عدی والی سند صحیح و متصل ہے لہٰذا ان کی جہالت مضر نہیں۔

جواب نمبر۴ ......: مذہب حنفی کی اصل بنیاد فاطمہ بنت ابی حبیشؓ والی حدیث بخاری پر ہے اور یہ محض تائیدی

دلیل ہے۔ جواب نمبر۵......: تعدد اسانید سے ضعیف حدیث حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔

باب آداب الخلاء (صفحہ۴۲)

ادب......: کے معنیٰ رعایت حدود وقوانین کے ہیں اور قابل مدح قول وفعل کو بھی ادب کہتے ہیں۔

خلاء......: دراصل خالی جگہ کو کہتے ہیں پھر بیت الخلاء کو کہنے لگ گئے کیونکہ اس میں بھی آدمی تنہا جاتا ہے۔ آداب خلاء کا حاصل یہ امور ہیں۔ (۱)...... کعبۃ اللہ کی تعظیم کہ اس کی طرف پیٹھ یا منہ نہ ہو (۲)...... کمال صفائی وطہارت مثلاً ڈھیلا استعمال کرنا۔ (۳)...... ایذاء خلق سے احتراز کرنا یعنی راستے میں اور سائے میں قضائے حاجت نہ کرنا اور ھڈی سے استنجاء نہ کرنا کیونکہ یہ جنات کی غذا ہے (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ۴۴۴)

الفصل الاول ...... عن ابی ایوب الانصاریؓ......: مسئلہ استقبال واستدبار قبلہ...... اس میں ائمہ اربعہ کے تین مذاہب ہیں۔ (۱)...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک صحراء اور آبادی دونوں میں استدبار واستقبال دونوں مطلقاً مکروہ تحریمی ہیں۔ (۲)...... شافعیؒ ومالکؒ کے نزدیک صحراء میں دونوں ناجائز اور آبادی میں دونوں جائز ہیں۔ (۳)...... امام احمدؒ کے نزدیک استقبال مطلقاً ناجائز اور استدبار مطلقاً جائز ہے

دلائل احناف......: دلیل نمبر۱......: حدیث ابی ایوب انصاریؓ مرفوعاً اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروھا ولکن شرقوا اوغربوا (متفق علیہ، مشکوۃ جلد۱، صفحہ۴۲)

نمبر۲...... حدیث ابی ھریرۃؓ مرفوعاً انما انا لکم مثل الوالد لولدہٖ اعلمکم اذا اَتَیْتُمُ الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروا ھا الخ (رواہ ابن ماجہ والدارمی، مشکوۃ جلد۱، صفحہ۴۲)

نمبر۳...... حدیث ابی ایوب انصاریؓ موقوفاً فقدمنا الشام فوجدنا مراحیض قد بنیت مستقبل القبلة فننحرف عنھا وتستغفر اللہ عزوجل (رواہ الترمذی والبخاری والطحاوی وغیرھم)

شوافع اور مالکیہ کی دلیل اول...... حدیث ابن عمرؓ قال ارتقیت فوق بیت حفصہ لبعض حاجتی فرأیت رسول اللہ ﷺ یقضی حاجته مستدبر القبلة مستقبل الشام (متفق علیہ مشکوۃ جلد۱، صفحہ۴۲) جواب نمبر۱......: ابن عمرؓ کی یہ نظر سرسری اور سطحی تھی تو ممکن ہے کہ ان کو دیکھنے میں مغالطہ واقع ہوا ہو کیوں کہ ایسی حالت پورے غور سے نہیں دیکھی جاسکتی۔

جواب نمبر۲......: آنحضرت ﷺ کے لئے عین کعبہ کے استقبال واستدبار کی ممانعت تھی نہ کہ جہت کعبہ کی بھی جواب نمبر۳......: یہ نہی سے قبل کا واقعہ ہے۔ جواب نمبر۴......: یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی کیونکہ قاضی عیاض نے کتاب الشفاء میں اور علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں اور علامہ ابن عابدین شامی نے رد

المختار میں فضلات انبیاء علیہم السلام کی طہارت ذکر کی ہے۔
جواب نمبر۵......: حدیث قولی حدیث فعلی سے راجح ہوتی ہے۔ جواب نمبر۶......: محرم مبیح سے راجح ہوتا ہے۔ جواب نمبر۷......: قاعدہ کلیہ والی حدیث جزئی واقعہ والی حدیث سے راجح ہوتی ہے۔
دلیل ثانی......حدیث مروان الاصفر قال رایت ابن عمرؓ اناخ راحلته مستقبل القبلة ثم جلس یبول الیها الخ (رواہ ابوداؤد ومشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۲) جواب نمبر۱......: ابن عمرؓ کے اس عمل واجتہاد کی بنیاد حدیث رویت پر ہے، جس کے جوابات گذر چکے ہیں۔ جواب نمبر۲......: اس حدیث کی سند میں حسن بن ذکوان راوی ضعیف ہے ان کے متعلق یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ انہ منکر الحدیث امام نسائی کہتے ہیں لیس بالقوی دلیل ثالث...... حدیث جابرؓ قال نهی نبی الله ﷺ ان نستقبل القبلة ببول فرأیته قبل ان یقبض بعام یستقبلها (رواہ ابوداؤد) جواب......: علاوہ جوابات مذکورہ کے اس کی سند میں محمد بن اسحٰق راوی ضعیف ہے اس کے متعلق امام مالک خود کہتے ہیں دجالٌ من الدجاجلة لو قمت بین الحطیم والحجر الاسود فقلت انه دجالٌ کذاب..... لست ابالی ۔دلیل حنابلہ ......حدیث سلمانؓ قال نهانا یعنی رسول الله ان نستقبل القبلة لغائط او بول الخ (رواہ مسلم مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۲) جواب نمبر۱......: یہ حدیث استدبار سے ساکت ہے اور حدیث ابی ایوب انصاریؓ ناطق ہے اور ناطق ساکت سے راجح ہوتا ہے۔ جواب نمبر۲......اس حدیث میں استقبال کی خصوصیت اس لئے ہے کہ بنسبت استدبار کے استقبال میں شدید کراہت ہے۔
جواب نمبر۳......روایات میں مفہوم مخالف ہمارے نزدیک معتبر نہیں۔

وعن سلمانؓ ......قوله ان نستنجی باقل من ثلثة احجار (صفحہ ۴۲)

مسئلہ تثلیث احجار......ابوحنیفہؒ اور مالکؒ کے نزدیک استنجاء میں عدد احجار واجب نہیں بلکہ صفائی مطلوب ہے البتہ تثلیث مستحب ہے اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک تین ڈھیلوں کا استعمال کرنا واجب ہے۔
دلائل احناف......دلیل نمبر۱...... حدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعاً ومن استجمر فلیوتر من فعل فقد احسن ومن لا فلا حرج (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ والدارمی ومشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۳)
دلیل نمبر۲......حدیث عبداللہ بن مسعودؓ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور مجھے فرمایا کہ تین ڈھیلے لاؤ میں نے دو پتھر لے لئے اور ایک گوبر کا ٹکڑا ان کے ساتھ لے آیا آنحضرت ﷺ نے دو پتھر لے لئے اور گوبر پھینک دیا (رواہ البخاری)

دلائل شوافع ...... دلیل نمبرا...... حدیث باب۔ نمبر۲۔ وہ تمام روایات جن میں تین ڈھیلوں کا امر فرمایا۔
جواب نمبرا...... : دلائل مذکورہ کے قرینے سے نہی تنزیہی ہے اور امر استحبابی ہے۔ جواب نمبر۲...... چونکہ عام طور پر پوری صفائی تین ڈھیلوں سے ہو جاتی ہے اس لئے تین کو عادۃً وغالباً مستحب قرار دیا ہے۔

وعن ابن عباسؓ ...... قوله' وما يعذبان في كبير ...... شبہ...... بعض روایات میں آتا ہے کہ بلیٰ انهما كبيران عند الله (مرقات جلدا، صفحہ ۳۴۹) تو یہ تعارض ہوا؟ جواب نمبرا...... نفی بمعنی دشوار ہے اور اثبات بمعنی کبیرہ گناہ ہے (بغوی ابن دیقق العید وخطابی) جواب نمبر۲...... نفی بزعم الفاعل ہے اور اثبات بحسب الحقیقہ عند اللہ ہے۔ جواب نمبر۳...... پہلے آپ ﷺ کو کبیرہ ہونے کا علم نہ تھا لیکن بعد میں علم عطا کر دیا گیا۔ قوله' لعله ان يخفف عنهما ما لم ييبسا ...... تخفیف عذاب کی راجح ترین وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے دعا اور شفاعت فرمائی تو دعا کے جواب میں بتایا گیا کہ جب تک یہ ٹہنیاں تر اور سرسبز رہیں گی اس وقت تک آپ کی دعا منظور ہے جیسا کہ مسلم کی ایک روایت میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے ان صاحبي القبرين اجيبت شفاعتي فيهما ما دام القضبان رطبين ۔علامہ نوویؒ و قرطبیؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے اور علامہ کرمانیؒ وطرطوشی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے ٹہنی اور شاخ میں یہ خصوصیت پیدا ہوگئی۔ فائدہ...... آج کل یہ جو قبروں پر پھول اور کھجور کی شاخیں چڑھائی جاتی ہیں اس بدعت کا حدیث کے واقعہ پر قیاس کرنا غلط ہے کیونکہ یہ تو آنحضرت ﷺ کی دعا و شفاعت اور آپ ﷺ کے دست مبارک کی برکت وخصوصیت تھی کیا عام لوگ حضور ﷺ کے برابر ہیں؟ اگر یہ حکم عام ہوتا تو صحابہ کرامؓ بطریق اولیٰ اس پر عمل کرتے معلوم ہوا کہ یہ ان قبروں کی خصوصیت تھی۔ نیز اس حدیث میں یہ عمل تخفیف عذاب کے لئے کیا گیا ہے تو کیا یہاں بھی یہی نیت ہوتی ہے؟

الفصل الثاني : ...... وعن ابن مسعودٍ ...... قوله' بالروث ...... بمعنی لید گھوڑے گدھے، خچر وغیرہ کی یہاں دو لفظ اور ہیں یعنی بعرۃ بمعنی مینگنی اور خِسی بمعنی گوبر اور لفظ رجیع تمام کو شامل ہے۔
قوله' فانها زاد اخوانكم من الجن ...... آنحضرت ﷺ کے معجزے سے جنات کے جانوروں کے لئے لید پر دانہ اور بھوسہ پیدا ہو جاتا ہے اور خود جنات کے لئے ہڈی پر گوشت پیدا ہو جاتا ہے جو پہلے موجود تھا جیسا کہ ابن مسعودؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جس کو حافظ ابو عبداللہ حاکم نے دلائل النبوہ میں ذکر کیا ہے۔

عن رويفع بن ثابتؓ ...... قوله' من عقد لحيته ...... یعنی داڑھی میں گرہ لگائی یا داڑھی چڑھائی اور اس کے مذموم ہونے کی چار وجوہ ہیں (۱) سنت کی مخالفت (۲) تشبہ بالنساء (۳) تغییر خلق

اللہ (۴) تشبہ باہل الجاہلیہ۔ **قولہ' او تقلد وترًا** ......یعنی بچے یا گھوڑے کے گلے میں نظر بد یا آفات سے بچانے کے لئے کمان کی تانت کا ہار پہنایا اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب جاہلیت میں اس عمل کو مؤثر بالذات سمجھ کر کرتے تھے تو اس میں تشبہ بالجاہلیۃ ہے۔ **وعن ابی هریرةؓ** ......**قولہ' فی تور** ......پیتل یا پتھر کا چھوٹا سا برتن۔ **قولہ' اور کوۃ**...... چمڑے کا چھوٹا سا مشکیزہ

وعن عمرؓ ......مسئلہ خلافیہ بول قائماً......ابوحنیفہؒ شافعیؒ اور اکثر علماء کے نزدیک بلاعذر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے پھر بعض کے یہاں مکروہ تحریمی اور بعض کے یہاں مکروہ تنزیہی ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اگر چھینٹوں کا اندیشہ ہو تو مکروہ ہے والا فلا۔ امام احمدؒ کے نزدیک مکروہ نہیں بلکہ مطلقاً مباح ہے (بذل المجہود جلد۱ صفحہ ۱۷) **دلائل جمہور دلیل نمبر ۱**......حدیث عمرؓ قال رانی النبی ﷺ وانا ابول قائماً فقال یا عمر لا تبل قائماً فما بلت قائماً بعدہ' (رواہ الترمذی وابن ماجہ، مشکوۃ جلد۱ صفحہ ۴۳)

دلیل نمبر ۲...... حدیث عائشہؓ قالت من حدثکم ان النبی ﷺ کان یبول قائماً فلاتصدقوہ ما کان یبول الا قاعدًا (رواہ احمد والترمذی والنسائی، مشکوۃ جلد۱ صفحہ ۴۳)

دلیل حنابلہ......حدیث حذیفہؓ قال اتی النبی ﷺ سباطة قوم فبال قائماً (متفق علیہ، مشکوۃ جلد۱ صفحہ ۴۳) **جواب نمبر ۱**......حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے گھٹنے میں درد تھا جس کی وجہ سے بیٹھنا مشکل تھا جیسا کہ حاکم اور بیہقی نے ابوہریرۃؓ سے روایت کیا ہے ان النبی ﷺ بال قائماً لجرح ما بضہ (گھٹنے کا اندرونی حصہ) **جواب نمبر ۲**......امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عرب والے درد کمر کے لئے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بطور دواء علاج کیا کرتے تھے تو ممکن ہے کہ آپ ﷺ کو درد کمر ہو۔

جواب نمبر ۳......سید جمال الدین فرماتے ہیں کہ نیچے گندگی تھی بیٹھنے سے نجاست میں ملوث ہونے کا اندیشہ تھا **جواب نمبر ۴**......یہ بیان جواز کے لئے تھا کہ نہی تحریمی نہیں ہے۔ **جواب نمبر ۵**......قولی حدیث فعلی حدیث سے راجح ہے۔ **جواب نمبر ۶**......محرم مبیح سے راجح ہے۔ **قولہ' وانا ابول قائماً** ......حضرت عمرؓ کا فعل جاہلیت کی عادت کی بناء پر تھا یا عذر کی وجہ سے یا عدم اطلاع کی بناء پر۔ **قولہ' سباطة قوم** ......بمعنی کوڑا خانہ، روڑی یہ اضافت یا تو تملیک کے لئے ہے اس صورت میں آپ کو عرفاً اجازت کا علم ہو گا یا تخصیص کے لئے ہے ملک کے لئے نہیں اس صورت میں وہ سباطہ ارض موات میں ہو گا۔

الفصل الثالث ......**عن عائشةؓ**، **قولہ' ما کان یبول الا قاعدًا** (صفحہ ۴۳)......**شبہ**...... یہ حضرت حذیفہؓ کی مذکورہ بالا حدیث سے متعارض ہے۔

جواب نمبر ا...... نفی قیام حضرت عائشہؓ کے علم کی بناء پر ہے جو گھر پر منحصر ہے۔ جواب نمبر ۲...... نفی قیام اکثری عادت کی بناء پر ہے والنادر کالمعدوم۔ جواب نمبر ۳...... نفی قیام عدم عذر کی صورت پر محمول ہے۔

باب السواک

سواک بکسر السین مصدر بھی ہے اور بمعنی مسواک کی لکڑی بھی۔ **فضائل مسواک**...... اسکے متعلق چالیس مرفوع احادیث وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً مروی ہے تفضل الصلوٰۃ التی یستاک لھا علی الصلوٰۃ التی لا یستاک لھا سبعین ضعفاً (رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ جلدا صفحہ ۴۵) اور ابوامامہؓ سے مرفوعاً روایت ہے ماجاء نی جبرنیل علیہ السلام قط الا امرنی بالسواک لقد خشیت ان احفی مقدم فی (رواہ احمد بحوالہ مذکورہ)

آداب مسواک یہ چھ ہیں......۔(۱) خنصر کے برابر موٹی ہو اور بالشت کے برابر لمبی ہو۔(۲) پیلو یا اور کسی کڑوے درخت کی ہو۔(۳) دائیں طرف سے شروع کرے (۴) دانتوں کی چوڑائی میں کرے لمبائی میں نہ کرے۔(۵) مسواک نرم ہو۔(۶) حافظ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ کرے اور ہر مرتبہ دھوئے۔

فوائد مسواک...... یہ کل ستر ہیں جن میں سے پانچ یہ ہیں۔(۱) بینائی تیز ہوتی ہے۔(۲) معدہ درست رہتا ہے۔(۳) منہ کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے کمافی الحدیث السواک مطھرۃ للفم۔(۴) رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے ومرضاۃ للرب (۵) موت کے وقت کلمۂ شہادت نصیب ہوتا ہے۔

مقامات مسواک...... یہ متعدد ہیں جن میں سے پانچ یہ ہیں۔(۱) دانتوں کی زردی کے وقت۔(۲) منہ کے ذائقے کے تغیر کے وقت (۳) نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔(۴) تلاوت قرآن کے وقت۔(۵) دخول بیت کے وقت۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب بھی گھر داخل ہوتے تو پہلے مسواک فرماتے تاکہ بات کرتے وقت بدبو محسوس نہ ہو۔

وعن ابی ھریرۃ رضؓ ......قولہ بالسواک عند کل صلوٰۃ ......مسئلہ خلافیہ...... احنافؒ کے نزدیک ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے اور ہر نماز کے لئے تکبیر تحریمہ سے پہلے مقام وضو میں صرف مستحب ہے اور شوافع کے نزدیک ہر وضو اور ہر نماز کی تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں کے ساتھ مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ دلائل احناف دلیل نمبر ا...... حدیث ابی ھریرۃؓ مرفوعاً لو لا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل وضوء (رواہ ابن خزیمہ والحاکم والبخاری) دلیل نمبر ۲...... ایک دوسری روایت میں ہے لو لا ان اشق علیٰ امتی لامرتھم بالسواک عند کل

طھور (رواہ احمد، الطبرانی) ...... دلیل شوافع حدیث باب ہے۔ جواب نمبرا...... یہ حدیث استحباب پر محمول ہے اور تکبیر تحریمہ سے قبل پر محمول ہے۔ جواب نمبر۲...... یہ حدیث محتمل ہے کہ عندیت متصلہ مراد ہو یا عندیت منفصلہ مراد ہو لہٰذا یہ حدیث مفسر عند کل وضوء پر محمول ہے اور تقدیر عبارت عند وضوء کل صلوٰۃ ہے اور قرائن تین ہیں ۔(۱) قیام الی الصلوٰۃ اور تکبیر تحریمہ کے وقت آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین سے مسواک کرنا ثابت نہیں ۔(۲) نماز کے متصل مسواک کرنے سے خروج دم کا اندیشہ ہے جو ہمارے نزدیک ناقض وضو ہے اور اس میں حرج ہے ۔(۳) ایک دوسری صریح روایت میں یوں آیا ہے لامرتھم بالسواک مع الوضوء عند کل صلوٰۃ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ من حدیث عائشہ بحوالہ فتح الملہم جلد ۱، صفحہ ۴۱۶ واسنادہ صحیح)

وعن عائشةؓ ...... قوله' من الفطرة ...... فطرت سے مراد سنت انبیاء یا دین فطری و پیدائشی ہے۔ **قوله' قص الشارب** (صفحہ ۴۴)...... لبوں کا اتنا کاٹنا اور کترنا کہ اوپر والے لب کی سرخی ظاہر ہو جائے مسنون ہے اور مونڈنا مکروہ ہے۔ **قوله' واعفاء اللحية** ...... ایک قبضے کے بقدر داڑھی رکھنا واجب ہے اور اس سے کم کاٹنا یا مونڈنا حرام ہے اور قدر قبضہ کو سنت کہنا بایں معنیٰ ہے کہ ثابت بالسنہ ہے جیسا کہ نماز عیدین میں ہے اور لحیہ قدر قبضہ کی دلیل یہ روایت ہے کان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علیٰ لحیته فما فضل اخذه' (رواہ البخاری جلد ۲، صفحہ ۸۷۵) باب تقلیم الاظفار نیز تعامل امت اور اجماع ائمہ اربعہ بھی قدر قبضہ کی دلیل ہے چنانچہ علامہ شامی کتاب الصوم میں قبضے سے کم لحیہ کے متعلق فرماتے ہیں لم یبحه احد اور قبضے سے زائد داڑھی رکھنا عزیمت اور اولویت ہے۔

قوله' وقص الاظفار ...... ناخنوں کا تراشنا بہتر یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی سبابہ سے اسکی خنصر تک پھر بائیں کی خنصر سے اس کے ابہام تک اور آخر میں دائیں ہاتھ کا ابہام ہو اور پاؤں میں دائیں کی خنصر سے شروع کرے بائیں کی خنصر پر ختم کرے۔

قوله' وغسل البراجم (صفحہ ۴۴)...... یعنی انگلیوں کے درمیانی پوروں اور گرہوں کا دھونا۔

باب سنن الوضوء

...... سنت کی جمع ہے اور یہاں اس سے لغوی معنیٰ مراد ہیں یعنی طریقہ اور روش جو فرائض و سنن آداب و مستحبات سب کو شامل ہے۔

الفصل الاول ...... عن ابی ہریرةؓ ...... قوله' حتی یغسلها ثلاثا ...... مسئلہ خلافیہ ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ اور اکثر علماء کے نزدیک نیند سے بیدار ہونے کے وقت ہاتھ

دھونے کا امر استحبابی ہے اسی لئے ان حضرات کے نزدیک ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پانی نجس نہ ہوگا اور یہ شخص گناہگار بھی نہ ہوگا لیکن امام احمدؒ، حسن بصریؒ، عروہ بن زبیرؒ، اور داؤد ظاہری کے نزدیک ہاتھ دھونا واجب ہے ورنہ پانی نجس ہو جائے گا اور یہ شخص گناہگار بھی ہوگا۔

دلیل جمہور...... طہارت یقینی ہے اور نجاست مشکوک ہے اور قاعدہ فقہیہ مسلمہ ہے **الیقین لا یزول بالشک** ۔ **دلیل حنابلہ**...... حدیث باب ہے۔ **جواب نمبر ۱**...... **فانہ لا یدری این باتت یدہ** سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ دھونے کی علت توہم نجاست ہے اور توہم نجاست موجب وجوب نہیں ہو سکتا۔ **جواب نمبر ۲**...... حضور کا ارشاد **اذا استیقظ احدکم من منامہ فتوضا فلیستنثر ثلاثا** (متفق علیہ مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۵) بالاتفاق استحباب پر محمول ہے تو یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ (بذل المجہود جلد ۱، صفحہ ۱۴)

وعنہ ...... **قولہ فان الشیطان یبیت علیٰ خیشومہ** ...... اس کی دو توجیہات ہیں۔

(۱)...... حقیقت پر محمول ہے کہ شیطان ناک کے ذریعے دماغ میں برے خیالات اور فاسد خواب ڈالتا ہے۔

(۲)...... مجاز پر محمول ہے کہ ناک میں گرد و غبار میل کچیل اور آلائش جم جاتی ہے جس کی وجہ سے طبیعت مکدر اور کاہل ہو جاتی ہے اور یہ چیز حق تلاوت قرآن فہم معانی اور رعایت خشوع سے مانع ہے جس کی وجہ سے شیطان خوش ہوتا ہے تو گویا شیطان ناک کی جڑ پر بیٹھا ہوا ہے۔

قولہ ثم مضمض و استنثر ثلاثا (صفحہ ۴۵) **مسئلہ خلافیہ...... فصل و وصل فی المضمضۃ و الاستنشاق** ...... ابوحنیفہؒ اور مالکؒ کے نزدیک مضمضہ اور استنشاق میں فصل مختار ہے یعنی پہلے تین چلوؤں سے تین مرتبہ مضمضہ کرے اور پھر تین چلوؤں سے تین مرتبہ استنشاق کرے لیکن شافعی واحمدؒ کے نزدیک وصل مختار ہے یعنی پہلے ایک چلو سے مضمضہ اور استنشاق دونوں کرے اور علیٰ ھذا دوسرے اور تیسرے چلو سے اسی طرح کرے۔ **دلائل احناف...... دلیل نمبر ۱**...... **عن طلحۃ عن ابیہ عن جدہ (مصرف بن عمروؓ) قال دخلت یعنی علی النبی ﷺ وھو یتوضأ والماء یسیل من وجھہ ولحیتہ علی صدرہ فرایتہ یفصل بین المضمضۃ والاستنشاق** (رواہ ابوداؤد جلد ۱، صفحہ ۱۸، ۱۹) **دلیل نمبر ۲**...... حدیث ابی حیہ **قال رایت علیا توضأ فغسل کفیہ حتی انقاھما ثم مضمض ثلاثا واستنشق ثلاثا الی قولہ ثم قال احببت ان اریکم کیف کان طھور رسول اللہ** ﷺ (رواہ الترمذی والنسائی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۶) **دلیل نمبر ۳**...... **عن ابی وائل شقیق بن سلمۃ قال شھدت علی بن ابی طالب وعثمان بن عفان توضا ثلاثا و افرد المضمضۃ من**

الاستنشاق ثم قالا هکذا رأینا رسول الله ﷺ توضا (رواہ ابن السکن فی صحیحہ بحوالہ آثار السنن جلد ا، صفحہ ۳۱) دلیل نمبر ۴..... قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ فصل افضل ومختار ہو کیونکہ منہ اور ناک دو مستقل اعضاء ہیں۔ شوافع کی دلیل اول حدیث باب ہے۔ جواب..... یہاں ثلاثا میں تنازع فعلین واقع ہو رہا ہے اس لئے ایک فعل کا معمول محذوف ہے ای مضمض ثلاثاً واستنثر ثلاثاً۔

دلیل ثانی..... وہ تمام روایات جس میں من کف واحد وارد ہوا ہے۔ جواب نمبر ا..... علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ یہ بیان جواز پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۲..... حافظ ابن ہمام کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ مضمضہ اور استنشاق ایک ہاتھ سے کیئے جائیں غسل وجہ کی طرح دونوں ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں۔

جواب نمبر ۳..... مطلب یہ ہے کہ مضمضہ اور استنشاق دونوں دائیں ہاتھ سے ہوں یہ نہیں کہ مضمضہ دائیں سے اور استنشاق بائیں سے ہو۔ قوله' ثم مسح رأسه' بیدیه..... مسئلہ خلافیہ عدد مسح ..... ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سر کا مسح صرف ایک مرتبہ کرنا چاہیئے۔ امام شافعیؒ کی مشہور روایت میں تثلیث مسنون ہے یعنی تین پانیوں کے ساتھ تین دفعہ سر کا مسح کرنا۔ دلائل جمہور دلیل نمبر ا..... حدیث عبداللہ بن زید بن عاصمؓ ومسح برأسه فاقبل بهما وادبر مرة واحدة (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۴۵)

دلیل نمبر ۲..... حدیث ابی حیہ قال رایت علیا ومسح براسه مرة (رواہ الترمذی والنسائی، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۴۶) شوافع کی دلیل اول..... حضرت شقیق بن سلمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان نے وضو میں تین بار سر کا مسح کیا اور پھر فرمایا رأیت رسول الله ﷺ فعل هذا (رواہ ابوداؤد صفحہ ۱۵)

جواب نمبر ا..... تین مرتبہ خالی ہاتھ پھیرنا مراد ہے تاکہ کامل استیعاب ہو جائے۔ جواب نمبر ۲..... یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ حضرت عثمانؓ کی تمام صحیح روایات میں عدد ثلاث کا ذکر نہیں۔ چنانچہ امام ابوداؤد فرماتے ہیں واحادیث عثمان الصحاح کلها تدل علیٰ مسح الراس انه' مرة (ابوداؤد صفحہ ۱۵) دلیل ثانی..... شوافع کہتے ہیں کہ ہم مسح کو غسل اعضاء پر قیاس کرتے ہیں۔

جواب نمبر ا..... نص کے مقابلے میں قیاس غیر معتبر ہے۔ جواب نمبر ۲..... یہ قیاس مع الفارق ہے کیوں کہ غسل سے..... مقصود تنظیف ہے اور تکرار اس کے لئے مفید ہے بخلاف مسح کے کہ اس سے مقصود تخفیف ہے اور تکرار اس کے منافی ہے نیز تثلیث سے تو مسح نہیں رہتا بلکہ غسل بن جاتا ہے حالانکہ مقصود مسح ہے۔ وجہ ترجیح مذہب حنفی قیاس اور وجہ نظر کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سر کا مسح ایک ہی مرتبہ ہو جیسا کہ اس کے دیگر نظائر میں ہے مثلاً مسح فی التیمم مسح علی الخفین مسح علی الجبیرہ۔

قوله' ثم غسل رجليه الى الكعبين (صفحہ۴۵) مسئلہ غسل رجلین ...... ائمہ اربعہ وغیرہم اہل سنت کے نزدیک وضو میں ننگے پاؤں کا فریضہ صرف دھونا ہے مسح کافی نہیں لیکن شیعہ کے فرقہ امامیہ کے نزدیک موزوں کے بغیر ننگے پاؤں پر مسح کرنا بھی پاؤں کا فریضہ ہے۔

دلائل اہل سنت دلیل نمبرا ...... قوله' تعالىٰ وارجلكم الا الكعبين (پارہ۶) لام کے نصب والی قراءت پر نافع ابن عامر حفص کسائی یعقوب کی قراءت پر۔ **دلیل نمبر۲** ...... احادیث تو اس بارے میں حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے وضو کرتے وقت ہمیشہ پاؤں کو دھویا ہے۔ مثلاً حدیث باب جلدا، صفحہ ۴۵ اور حدیث ابی حیہ ثم غسل قدميه الى الكعبين (جلدا، صفحہ ۴۶)۔ دلیل نمبر۳ ...... حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ؓ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ لوٹ رہے تھے راستے میں نماز عصر کیوقت بعض لوگوں نے جلدی میں وضو کیا تو ان کی ایڑیاں خشک رہ گئیں آنحضرت ﷺ نے دیکھ کر فرمایا ويل للاعقاب من النار اسبغوا الوضوء (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلدا، صفحہ ۴۶) جب تھوڑی جگہ کے خشک رہنے پر اتنی سخت وعید ہے تو پھر مسح پر کفایت کیسے جائز ہو سکتی ہے۔

روافض کی دلیل اول ...... آیت مذکورہ کی جر والی قراءت وارجلكم (ابن کثیر، ابوعمرو شعبہ، حمزہ، ابو جعفر امام خلف کی قراءت پر) **جواب نمبرا** ...... اس کا جر جواری ہے یعنی وارجلكم کا عطف توايديكم پر ہے لیکن اس کا جر بروؤسکم کے جوار کی وجہ سے ہے جیسا کہ عذاب يوم اليم میں اليم باوجودیکہ عذاب کی صفت ہے مگر پھر بھی يوم کے جوار کی وجہ سے مجرور ہے اس جواب کا قرینہ علاوہ دلائل مذکورہ کے لفظ الى الكعبين ہے کیوں کہ اہل تشیع کے نزدیک مسح الی ظہور القدمین ہے۔ **جواب نمبر۲** ...... امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قراءت جر مسح علی الخفین کی صورت پر محمول ہے ورنہ ایک آیت کی دو قراءتوں میں تعارض لازم آئے گا جو محال ہے۔ **جواب نمبر۳** ...... مسح بمعنیٰ غسل خفیف مشابہ بالمسح ہے اور مقصود یہ ہے کہ غسل رجلین میں پانی کے اسراف سے بچا جائے جیسا کہ کہا جاتا ہے تمسحت للصلوٰة ای توضات لها اور بولتے ہیں مسح المطر الارض ای غسلها گویا یہاں لفظ مسح میں عموم مجاز ہے۔ **دلیل ثانی** ...... حضرت انسؓ سے مروی ہے قال رايت رسول الله ﷺ توضا ومسح علىٰ نعليه اور ایک روایت میں ومسح علىٰ قدميه آیا ہے۔

جواب ...... آپ ﷺ کا یہ طریقہ وضو علی الوضو میں ہوتا تھا جیسا کہ حضرت علیؓ کے متعلق منقول ہے توضا ومسح علىٰ نعليه وقال هذا وضوء من لم يحدث هكذا رايت رسول الله ﷺ (رواہ النسائی وغیرہ)

دلیل ثالث ..... حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں ان رسول اللہ ﷺ اتی سباطة قوم فبال الیٰ قولہ فتوضا و مسح علیٰ نعلیہ۔ جواب نمبرا ..... حضرت حذیفہؓ کی صحیح روایت ومسح علیٰ خفیہ ہے۔
جواب نمبر۲ ممکن ہے کہ غسل رجلین سے کوئی چیز مانع ہو۔ فائدہ ..... حضرت ابن عباسؓ، حضرت علیؓ حضرت انسؓ یہ تینوں حضرات پہلے فرضیت غسل رجلین کے قائل نہ تھے لیکن پھر بعد میں انہوں نے رجوع فرمایا چنانچہ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں اجمع اصحاب رسول ﷺ علیٰ غسل القدمین (رواہ سعید بن منصور بحوالہ فتح الملہم جلدا صفحہ ۴۰۳) اور یہ قاعدہ ہے کہ بعد کا اجماع پہلے اختلاف کے لئے رافع ہوا کرتا ہے۔

وعن المغیرۃ بن شعبہؓ ..... قولہ مسح بناصیتہ وعلی العمامة

مسئلہ خلافیہ ..... ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ اور جمہور علماء کے نزدیک سر کے مسح کے لئے صرف پگڑی پر مسح کرنا کافی نہیں۔ امام احمدؒ اور داؤد ظاہری کے نزدیک صرف عمامہ پر مسح کرنا کافی ہے۔
دلیل جمہور ..... وامسحوا برؤسکم کا ظاہر اور متبادر مفہوم ہے اور خبر واحد سے مسح عمامہ کی فرضیت ثابت کرنا کتاب اللہ پر زیادتی ہے جو ناجائز ہے۔ دلیل حنابلہ ..... حدیث باب ہے۔
جواب ..... آیت قرآنیہ اور متعدد احادیث میں مسح رأس کا ذکر ہے اور عمامہ کا مسح ظاہر ہے کہ سر کا مسح نہیں لہٰذا یہ حدیث مؤوّل ہے۔ تاویل نمبرا ..... آپ نے ناصیہ کی مقدار سر پر مسح کر کے باقی مسح پگڑی پر فرمایا یعنی عمامہ پر ہاتھ پھیر لیا تا کہ کامل استیعاب ہو جائے جیسا کہ اس حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔
تاویل نمبر۲ ..... حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے سر پر پگڑی کے ہوتے ہوئے مسح فرمایا اور اس کو کھولا نہیں جیسا کہ (سنن ابی داؤد باب المسح علی العمامة صفحہ ۱۹) میں حضرت انس ﷺ سے مرفوعا مروی ہے رایت رسول اللہ ﷺ یتوضا وعلیہ عمامة قطریة ..... فادخل یدہ من تحت العمامة فمسح مقدم راسہ ولم ینقض العمامة۔

الفصل الثانی ..... وعن سعید بن زیدؓ، قولہ لا وضو لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ (صفحہ ۴۶) ..... مسئلہ خلافیہ تسمیہ فی الوضو ..... امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ کے نزدیک وضو کی ابتداء میں تسمیہ سنت ہے امام احمدؒ کی ظاہر روایت بھی یہی ہے لیکن داؤد ظاہری کے نزدیک نیز امام احمدؒ کی دوسری روایت میں تسمیہ فرض ہے۔ دلائل جمہور ..... دلیل نمبرا ..... قرآن مجید میں فرائض وضو کے سلسلے میں تسمیہ کا ذکر نہیں اور خبر واحد سے فرضیت ثابت کرنے میں کتاب اللہ پر زیادتی ہے جو ممنوع ہے
(۲) ..... حدیث ابی ہریرۃؓ وابن مسعودؓ وابن عمرؓ ان النبی ﷺ قال من توضا وذکر اسم اللہ فانہ

یطھر جسدہ کلہ' ومن توضا ولم یذکر اسم اللہ فلم یطھر الا موضع الوضوء (رواہ الدار قطنی وابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۴۷) اگرچہ حدیث ضعیف ہے لیکن تعدد طرق کی وجہ سے قابل استدلال ہے (بذل المجہود جلد ا صفحہ ۴۴) دلیل اہل ظاہر ...... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ا...... یہاں لانفی کمال وضو کے لئے ہے نہ کہ نفی وجود وضو کے لئے اور قرینہ دلائل مذکورہ ہیں جیسا کہ لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد اور لا ایمان لمن لا امانۃ لہ میں لانفی کمال کے لئے ہے۔

جواب نمبر ۲...... حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں وضو کی نفی ہے جو وضائۃ سے مشتق ہے جس کے معنی چمک دمک کے ہیں اور یہ طہارت سے زائد ایک درجے کا نام ہے تو خاص یعنی وضو کی نفی سے عام یعنی طہارت کی نفی لازم نہیں آتی۔

وعن عبد اللہ بن زیدؓ ...... قولہ' انہ' مسح رأسہ' بماء غیر فضل یدیہ ...... مسئلہ خلافیہ مسح رأس ...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک سر کے مسح کے لئے نیا پانی لینا افضل ہے۔ باقی اعضاء مغسولہ کے غسل سے بچی ہوئی تری سے بھی مسح جائز ہے امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً نیا پانی لینا ضروری ہے اور بچی ہوئی تری کافی نہیں۔ دلائل احناف ...... دلیل نمبر ا...... حدیث ربیع بنت معوذؓ ان النبی ﷺ مسح براسہ من فضل ماء کان فی یدہ (رواہ ابوداؤد فی باب صفۃ وضوء النبی ﷺ صفحہ ۱۷)

دلیل نمبر ۲...... حضرت ربیعؓ ہی فرماتی ہیں ان النبی ﷺ توضا و مسح براسہ ببلل یدیہ (رواہ الدار قطنی بحوالہ بذل المجہود جلد ا صفحہ ۷۲)......

دلیل شوافع حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ا...... اس حدیث سے لزوم و وجوب ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف نفس جواز و وجود ثابت ہوتا ہے اور جواز بلکہ افضلیت کے ہم بھی قائل ہیں۔ جواب نمبر ۲...... ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے تری کے خشک ہو جانے کی وجہ سے نیا پانی لیا ہو اور قرینہ دلائل مذکورہ ہیں۔

وعن ابی امامۃؓ ......قولہ' وقال الاذنان من الرأس (صفحہ ۴۶)......

مسئلہ خلافیہ مسح اذنین ...... مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک کانوں کے مسح کے لئے جدید پانی لینا ضروری ہے لیکن ...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک سر کے مسح سے بقیہ تری بھی کانوں کے مسح کے لئے کافی ہے۔

دلائل احناف ...... دلیل نمبر ا...... حدیث باب کیوں کہ آنحضرت ﷺ ارشاد و احکام کے لئے تشریف لائے ہیں نہ کہ خلقت بتانے کے لئے تو مطلب یہ ہوا کہ کان سر کے حکم میں ہیں لہٰذا سر کے مسح کی تری کان کے مسح کے لئے کافی ہوگی اور اس حدیث کے متعلق ابن دقیق العید شافعی فرماتے ہیں الحدیث حسن۔

دلیل نمبر۲...... حدیث عبداللہ صنابحیؓ فاذا مسح براسه خرجت الخطایا من راسه حتی تخرج من اذنیه (رواہ مالک والنسائی، مشکوۃ جلد۱، صفحہ۳۹) دلیل اول پر شبہ...... قال حماد لا ادری الاذنان من الراس من قول ابی امامة ام من قول رسول اللہ ﷺ (مشکوۃ جلد۱، صفحہ۴۷)

جواب نمبر۱...... حماد کا عدم علم دوسروں پر حجت نہیں ہوسکتا جبکہ متعدد قوی طرق سے اس کا مرفوع ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے۔ قال رسول اللہ ﷺ والاذنان من الراس۔

جواب نمبر۲...... یہ روایت ابوامامہؓ کے علاوہ ابن عباسؓ، عبداللہ بن زیدؓ، ابو ہریرۃؓ، ابوموسی اشعریؓ، حضرت انسؓ، ابن عمرؓ، حضرت عائشہؓ ان صحابہ سے بھی متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے۔

جواب نمبر۳...... اثر موقوف بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے کیوں کہ اصول حدیث کا یہ قاعدہ ہے کہ غیر مدرک بالقیاس مسئلے میں صحابی کا قول حکماً مرفوع ہوتا ہے۔

شوافع کی دلیل اول...... کان مستقل عضو ہے لہذا پانی مستقل ہونا چاہیئے۔ جواب نص کے مقابلے میں قیاس معتبر نہیں۔ دلیل ثانی...... ابن عمرؓ سے جدید پانی لینا ثابت ہے لفظ یہ ہیں انه کان اذا توضا یاخذ الماء باصبعیه لاذنیه (رواہ مالک والبیہقی) جواب نمبر۱...... ممکن ہے کہ تری کے خشک ہوجانے کی وجہ سے نیا پانی لیتے ہوں۔ جواب نمبر۲...... دلائل مذکورہ کے قرینے سے اس روایت سے نفس جواز ثابت ہوتا ہے نہ کہ وجوب بھی اور جواز کے ہم بھی قائل ہیں حالانکہ کلام وجوب میں ہے جو ثابت نہیں ہوا۔

وعن معاذ بن جبلؓ ...... قوله' اذا توضأ مسح وجهه بطرف ثوبه

مسئلہ خلافیہ مسح بالمندیل...... احناف اور جمہور علماء کے نزدیک وضو اور غسل دونوں کے بعد رومال وغیرہ سے پانی خشک کرنا بقول شامی مستحب ہے اور بقول قاضیخان مباح ہے یعنی نہ مستحب نہ مکروہ اور یہی قول معتمد علیہ اور حق ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

دلائل احناف...... دلیل نمبر(۱)...... حدیث باب۔ دلیل نمبر۲...... حدیث عائشہؓ قالت کان لرسول اللہ ﷺ خرقة ینشف بها اعضاءه بعد الوضوء (رواہ الترمذی، مشکوۃ جلد۱، صفحہ۴۷)

دلیل نمبر۳...... حدیث سلمان فارسیؓ ان النبی ﷺ توضا فقلب جبته کانت علیه و مسح بها وجهه (رواہ ابن ماجہ) دلیل ثانی پر اعتراض...... قال الترمذی هذا حدیث لیس بالقائم وابو معاذ الراوی ضعیف عند اهل الحدیث (مشکوۃ جلد۱، صفحہ۴۷) یعنی امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے۔ جواب...... فضائل میں ضعیف حدیث حجت اور معتمد علیہ ہوتی ہے۔

شوافع کی دلیل اول...... حدیث میمونہؓ کہ آنحضرت ﷺ نے غسل فرمایا تو حضرت میمونہؓ نے غسل کے بعد بدن خشک کرنے کے لئے رومال پیش کیا لیکن آپ ﷺ نے رد فرمادیا اور پھر بدن کے پانی کو ہاتھوں سے جھاڑنے لگے (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۴۸) **جواب نمبر ا**...... رد فرمانا کسی عذر کی وجہ سے تھا مثلاً گرمی کی وجہ سے ٹھنڈک کا حاصل کرنا مقصود ہو یا کسی کام کی وجہ سے جلدی ہوگی اس تاویل کا قرینہ علاوہ دلائل مذکورہ کے یہ ہیں کہ مائی صاحبہ کا رومال پیش کرنا اس کے معمول ہونے پر دال ہے۔

جواب نمبر ۲...... بیان جواز کے لئے رد فرمایا تو آپ ﷺ نے دونوں عمل فرمائے تاکہ جواز امرین معلوم ہوجائے۔ **دلیل ثانی** عن انسؓ ان رسول اللہ ﷺ لم یکن یمسح وجھہ بالمندیل بعد الوضوء ولا ابو بکرؓ ولا عمرؓ ولا علی لا ابن مسعودؓ (کتاب الناسخ والمنسوخ لابن شاہین)۔

جواب...... حافظ ابن حجر شافعی فرماتے ہیں اسنادہ ضعیف (بذل المجہود جلد ا، صفحہ ۱۰۰)

باب الغسل...... (صفحہ ۴۷)

الفصل الاول ......عن ابی ھریرةؓ ......مسئلہ خلافیہ...... جمہور صحابہ وتابعین اور ائمہ اربعہ کے نزدیک محض التقائے ختانین اور دخول حشفہ بلا انزال سے بھی غسل فرض ہے۔ لیکن داؤد ظاہری کے نزدیک وجوب غسل کے لئے انزال شرط ہے۔ **دلائل جمہور ...... دلیل نمبر ا**...... حضرت ابو ہریرۃؓ کی حدیث باب قال قال رسول اللہ ﷺ اذا جلس احدکم بین شعبھا الاربع ثم جھدھا فقد وجب الغسل وان لم ینزل (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۴۷) **دلیل نمبر ۲**...... حدیث ابی بن کعبؓ قال انما کان الماء من الماء رخصۃ فی اول الاسلام ثم نھی عنھا (رواہ الترمذی، ابوداؤد والداری مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۴۹) **دلیل نمبر ۳**...... حدیث عائشہؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ اذا جاوز الختان الختان وجب الغسل وفعلتہ انا ورسول اللہ فاغتسلنا (رواہ الترمذی وابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۴۸) **اہل ظاہر کی دلیل اول**...... حضرت ابی سعید خدریؓ کی آئندہ حدیث قال قال رسول اللہ ﷺ انما الماء من الماء (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۴۷) **جواب نمبر ا**...... یہ حدیث منسوخ ہے اور ناسخ گذشتہ احادیث ہیں بلکہ ابی بن کعبؓ کی حدیث میں تو نسخ کی صراحت ہے یہ جواب محی السنہ نے بیان کیا ہے۔ **جواب نمبر ۲**...... یہ حدیث مباشرۃ فاحشہ کی صورت پر محمول ہے۔ **جواب نمبر ۳**...... حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث احتلام کے بارے میں ہے یعنی خواب اور احتلام کی صورت میں جب تک انزال نہ ہو غسل نہیں ہوگا یہ جواب بھی محی السنہ نے ذکر کیا ہے۔ **شبہ**...... صحیح مسلم میں ابو سعید خدریؓ کی روایت

سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث صحبت و جماع کے بارے میں ہے نہ کہ احتلام کے بارے میں؟

جواب ابن عباسؓ کا مطلب یہ ہے کہ دراصل یہ حدیث جماع اور احتلام دونوں کو عام تھی لیکن اب جماع میں منسوخ ہے اور احتلام میں باقی ہے۔ **دلیل ثانی**...... بعض صحابہ کرامؓ مثلاً ابوسعید خدریؓ، زید بن خالدؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، معاذ بن جبلؓ وغیرہم سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ محض دخول حشفہ بغیر انزال کے موجب غسل نہیں۔ **جواب**...... حضرت عمرؓ کی خلافت تک یہ اختلاف تھا لیکن پھر فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں جب ازواج مطہرات وغیرھن سے اس مسئلے کی خوب تحقیق کی گئی تو ان صحابہؓ نے بھی رجوع فرمالیا تھا اور پھر تمام صحابہ کرامؓ کا اس مسئلہ پر اتفاق ہوگیا تھا کہ محض دخول حشفہ بلا انزال بھی موجب غسل ہے اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فیصلہ اور اعلان کیا کہ آج کے بعد جو اس مسئلے میں اختلاف کرے گا اس کو سزا دی جائے گی لہٰذا داؤد ظاہری قابل سزا ہے (فتح الملہم جلد ا، صفحہ ۴۸۶)

وعن ام سلمةؓ ...... قوله' ان تحثي على رأسك ثلث حثيات...... **مسئلہ خلافیہ**...... احناف کے نزدیک عورت کے لئے گوندھے ہوئے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا واجب ہے اگر بغیر کھولے نہ پہنچے تو کھولنا لازم ہے اور اگر خود بخود پہنچ جائے تو کھولنا واجب نہیں کیونکہ وجوب میں حرج و مشقت ہے لیکن مرد کے لئے مطلقاً کھولنا ضروری ہے کیونکہ اس میں حرج نہیں اس لئے کہ اگر مرد مینڈیاں رکھے اور کھولنے میں حرج محسوس کرے تو منڈوا سکتا ہے بخلاف عورت کے کہ اس کے لئے بال منڈوانا حرام ہے امام مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک مرد بھی عورت کے حکم میں ہے یعنی اس کے لئے بال کھولنا ضروری نہیں۔

دلیل احناف...... حدیث ثوبانؓ مرفوعا اما الرجل فليستنشر رأسه فليغسله حتى يبلغ اصول الشعر واما المرءة فلا عليها ان لا تنقضه (رواه ابو داؤد في باب المرءة هل تنقض شعرها عند الغسل صفحہ ۳۳)

وعن انسؓ ...... قوله' ويغتسل بالصاع (صفحہ ۴۸)...... احناف کے نزدیک صاع تین سیر چھ چھٹانک اور مد ساڑھے تیرہ چھٹانک اور رطل پونے سات چھٹانک کا ہے اور ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک صاع دو سیر دو چھٹانک اور مد ساڑھے آٹھ چھٹانک ہے۔ **مسئلہ خلافیہ مقدار مد**...... اس بات پر تو تمام کا اتفاق ہے کہ صاع میں چار مد ہوتے ہیں لیکن پھر مقدار مد میں اختلاف ہے تو احناف کے نزدیک ایک مد کی مقدار دو رطل ہے لہٰذا صاع کی مقدار آٹھ رطل ہوئی اور یہ صاع عراقی، نبوی، حجازی، عمری کہلاتا ہے اور مالکؒ، شافعیؒ کے نزدیک ایک مد ایک رطل اور تہائی رطل کا ہے لہٰذا صاع پانچ ارطال اور ثلث رطل کا ہوا اور یہ صاع

حجازی کہلاتا ہے۔ امام احمدؒ سے دونوں روایتیں منقول ہیں۔

دلیل احناف حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ایک برتن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کان النبی ﷺ یغتسل بمثل ھذا موسیٰ جہنی کہتے ہیں کہ میں نے اس برتن کا اندازہ کیا تو آٹھ رطل نکلا (رواہ النسائی بسند جید صفحہ ۴۶) **دلیل شوافع** ......بیہقی میں ہے کہ ابو یوسفؒ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں کے بوڑھے جو مہاجرین وانصار کی اولاد میں سے تھے اپنے اپنے صاع ابو یوسفؒ کے پاس لائے اور کہا کہ یہ آنحضرت ﷺ کے صاع کے مطابق ہیں۔ ابو یوسفؒ نے ان کو ناپا تو پانچ ارطال اور تہائی رطل نکلے اس پر ابو یوسفؒ نے امام مالکؒ کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔ **جواب نمبر ۱**......ابن ہمام کہتے ہیں کہ دراصل یہ نزاع لفظی ہے کیوں کہ رطل عراقی بیس استار کا ہے اور رطل حجازی تیس استار کا ہے (فتح القدیر جلد ۱، صفحہ ۱۴۱، فتح الملہم جلد ۱، صفحہ ۴۷۱) **جواب نمبر ۲**......احناف کے صاع میں احتیاط ہے۔ **جواب نمبر ۳**......یہ واقعہ ہی صحیح نہیں ہے کیونکہ امام محمدؒ نے جو بیہقی سے زیادہ ابو یوسف کے مذہب سے واقف ہیں یہ واقعہ اور رجوع نقل نہیں کیا (بذل المجہود جلد ۱، صفحہ ۱۴۷، ۱۶۱)

وعن معاذۃؓ، قولہ' کنت اغتسل انا ورسول اللہ ﷺ من اناءٍ واحد

(صفحہ ۴۸) **مسئلہ خلافیہ**......پہلے یہ سمجھیں کہ یہاں چار صورتیں بالاتفاق جائز ہیں۔ (۱) مرد مرد کا بقیہ طہور استعمال کرے۔ (۲) عورت عورت کا باقی پانی استعمال کرے۔ (۳) عورت مرد کا فضل الطہور استعمال کرے۔ (۴) دونوں اکٹھے پانی استعمال کریں۔ اختلافی صورت یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کا وضو اور غسل سے بچا ہوا پانی استعمال کرے یہ جائز ہے یا نہیں؟ تو ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ کے نزدیک مرد کے لئے اپنی بیوی کے وضو اور غسل سے بقیہ پانی استعمال کرنا جائز ہے امام احمدؒ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔

دلیل جمہور......حدیث ابن عباسؓ کہ بعض ازواج مطہرات یعنی حضرت میمونہؓ نے غسل کیا حضور ﷺ نے انکا بچا ہوا پانی وضو میں استعمال کرنا چاہا تو حضرت میمونہؓ نے عرض کیا انی کنت جنبا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ان الماء لا یجنب (رواہ الترمذی وابن ماجہ وابوداؤد ومشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۹)

دلیل حنابلہ......حدیث حکم بن عمرؓ وقال نھی رسول اللہ ﷺ ان یتوضا الرجل من فضل طھور المرأۃ (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ، الترمذی ومشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۰) **جواب نمبر ۱**......عورت کثیفہ اور عورت نظیفہ میں فرق ہوتا ہے۔ **جواب نمبر ۲**......یہ نہی تنزیہی اور خلاف اولیٰ کے لئے ہے کیونکہ عورتوں میں بے احتیاطی غالب ہوتی ہے اس کا قرینہ حمید حمیریؒ کی حدیث ہے جس میں غسل المرأۃ بفضل

الرجل کی بھی ممانعت ہے اور یہ بالاتفاق نہی تنزیہی پر محمول ہے تو یہاں بھی ایسا ہی ہے۔
جواب نمبر ۳...... یہاں اعضاء سے گراہوا ماء مستعمل مراد ہے۔ **جواب نمبر ۴**...... یہ حدیث منسوخ ہے اور
ناسخ حضرت میمونہؓ والی حدیث ابن عباسؓ ہے۔ **جواب نمبر ۵**...... یہ حدیث اجنبی عورت پر محمول ہے۔

الفصل الثالث ...... عن علیؓ قولہ' لو کنت مسحت علیہ بیدک اجزاک ...... مسح سے مراد غسل خفیف ہے کیونکہ غسل کے دوران میں معمولی ہاتھ پھیرنے سے
بھی تقاطر ہو جاتا ہے بعض نے کہا کہ ابتداء میں مسح کا حکم بھی تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا اور ناسخ حدیث علیؓ ہے
من ترک موضع شعرۃ من جنابۃ الخ (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۸)

باب مخالطۃ الجنب و ما یباح لہ'......(صفحہ ۴۹)

الفصل الاول ...... عن ابن عمرؓ ...... قولہ' توضأ واغسل ذکرک ثم نم ...... **مسئلہ خلافیہ وضوء جنب** ...... ائمہ اربعہ کے نزدیک جنبی غسل سے پہلے سونا چاہے یا دوبارہ
جماع کرنا چاہے تو اسکے لئے وضو کرنا واجب نہیں بلکہ صرف مستحب ہے اور اہل ظاہر کے نزدیک وضو کرنا
واجب ہے۔ **دلائل جمہور دلیل نمبر ۱**...... نوم کے بارے میں حدیث ابن عمرؓ انہ سال النبی ﷺ
اینام احدنا وھو جنبٌ قال یتوضأ ان شاء (رواہ ابن خزیمہ وابن حبان) **دلیل نمبر ۲**...... جماع کے
بارے میں حدیث عائشہؓ قالت کان النبی ﷺ یجامع ثم یعود ولا یتوضأ (رواہ الطحاوی)
دلائل اہل ظاہر دلیل نمبر ۱...... نوم کے بارے میں ابن عمرؓ کی حدیث باب۔ **دلیل نمبر ۲**...... جماع کے
بارے میں حدیث ابی سعید خدریؓ مرفوعاً اذا اتی احدکم اھلہ' ثم اراد ان یعود فلیتوضأ بینھما
وضوأ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۹) وجہ استدلال یہ ہے کہ توضأ، فلیتوضأ امر کے صیغے ہیں اور امر
وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

جواب ...... یہ امر استحباب پر محمول ہے اور قرینہ استحباب مذکورہ بالا دلائل ہیں نیز حدیث ابی سعید خدریؓ کما
بیہقی اور مستدرک حاکم میں یہ جملہ بھی آیا ہے فانہ انشط للعود تو یہ جملہ بھی استحباب پر دال ہے۔

الفصل الثانی ...... وعن ابن عمرؓ ...... قولہ' لا تقرأ الحائض ولا الجنب شیئا من القرآن (صفحہ ۴۹) **مسئلہ خلافیہ** ...... ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک حائضہ نفساء
جنبی تینوں کے لئے قرآن کی تلاوت ناجائز ہے امام احمدؒ کے نزدیک تینوں کے لئے جائز ہے امام مالکؒ کے
نزدیک صرف حائضہ کے لئے خوف نسیان کیوجہ سے جائز ہے۔ **دلیل احناف** ...... حدیث باب ہے۔

شبہ...... یہ حدیث تو ضعیف ہے؟ **جواب**...... تعدد طرق اور توابع کی وجہ سے حسن لغیرہ ہے۔

دلیل حنابلہ...... حدیث مرفوع تو کوئی نہیں البتہ ابن عباسؓ کی ایک موقوف روایت ہے۔

جواب...... حدیث مرفوع کے مقابلے میں قول صحابی مرجوح ہے۔

وعن عائشةؓ ...... قوله' فانی لا احل المسجد لحائض و لا جنب

مسئلہ خلافیہ...... ابوحنیفہؒ، مالکؒ، سفیان ثوریؒ اور جمہور علماء کے نزدیک جنبی اور حائض کے لئے مسجد کا داخلہ مطلقاً ناجائز ہے امام شافعیؒ کے نزدیک ٹھہرنا ناجائز ہے اور گزرنا جائز ہے امام احمدؒ اور اسحٰقؒ کے نزدیک گزرنا تو دونوں کے لئے جائز ہے اور ٹھہرنا صرف حائضہ کے لئے نادرست ہے اور جنبی کے لئے درست ہے۔

دلیل جمہور...... حدیث باب ہے جو اپنے اطلاق اور عموم کی وجہ سے مکث اور مرور دونوں کو شامل ہے۔

شبہ...... یہ حدیث تو ضعیف ہے؟ **جواب**...... ابوداؤد نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے اور ابن قطان وغیرہ نے اس کی تحسین کی ہے لہٰذا یہ قابل احتجاج ہے۔ **دلیل شوافع**...... مرور کے جواز میں انکی دلیل آیت ولا جنباً الا عابری سبیل (پارہ۵) کیونکہ اس سے پہلے لا تقربوا الصلوٰۃ میں الصلوٰۃ سے مراد ان کے نزدیک مواضع صلوٰۃ یعنی مساجد ہیں جیسا کہ ابن مسعودؓ وغیرہ سے منقول ہے۔ **جواب**...... ابن عباسؓ، علیؓ، مجاہدؒ، سعید بن جبیرؒ نے عابری سبیل کی تفسیر مسافرین سے کی ہے یعنی پانی نہ ہو تو مسافر تیمم کر کے نماز پڑھ لے **وجہ ترجیح**...... یہ تفسیر پہلی تفسیر سے راجح ہے کیونکہ اس میں الصلوٰۃ حقیقت پر محمول ہے اور پہلی تفسیر میں مضاف یعنی مواضع کا لفظ محذوف ماننا پڑتا ہے جو مجاز اور خلاف اصل ہے۔ **دلیل حنابلہ**...... بعض صحابہ کرامؓ کے متعلق منقول ہے انهم كانوا يجلسون فی المسجد وهم مجنبون اذا توضؤا وضوهم للصلوٰة.

جواب نمبر۱...... یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ہشام بن سعد راوی ہے جس کو ابوحاتمؒ اور ابن معینؒ، احمدؒ، نسائیؒ نے ضعیف کہا ہے (بذل المجہود جلد۱، صفحہ۱۴۰)

جواب نمبر۲...... حدیث مرفوع کے مقابلے میں یہ مرجوح ہے۔

باب احكام المياه

الفصل الاول ...... عن ابی هريرةؓ ...... قال قال رسول الله ﷺ لا يبولن احدكم فی الماء الدائم الذی لايجری ثم يغتسل فيه...... پانی دو قسم پر ہے۔(۱) جاری (۲) راکد۔ ماء جاری وہ ہے جو تنکا بہا کر لے جائے یہ بالاتفاق نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ احد الاوصاف یعنی رنگ یا بو یا ذائقہ نہ بدل جائے اور ماء راکد میں دو مسائل خلافیہ ہیں

مسئلہ اولیٰ نجاست وعدم نجاست ماء راکد......اس میں تین مذاہب ہیں۔(۱)......عائشہ و ابن عمرؓ کے نزدیک ماء راکد وقوع نجاست سے مطلقاً ناپاک نہیں ہوتا الا یہ کہ نجاست کا غلبہ بالذات ہو جائے کہ پانی کی رقت اور روانی بالکل ختم ہو جائے۔(۲)......امام مالک، امام بخاری، داؤد ظاہری کے نزدیک قلیل اور کثیر دونوں کی نجاست کے لئے احد الاوصاف کا تغیر شرط ہے وھو روایۃ عن احمد۔(۳)......امام ابوحنیفہ، شافعیؒ، احمد کے نزدیک قلیل وکثیر دونوں میں فرق ہے کہ ماء راکد قلیل تو مطلقاً ناپاک ہو جاتا ہے اگرچہ تغیر احد الاوصاف نہ بھی ہو لیکن ماء راکد کثیر میں تغیر احد الاوصاف شرط ہے جیسا کہ ماء جاری میں ہے۔

دلائل جمہور......دلیل نمبر ا......حضرت ابو ہریرۃؓ کی حدیث باب دلیل نمبر ۲......حدیث جابرؓ قال نھی رسول اللہ ﷺ ان یبال فی الماء الراکد (رواہ مسلم ومشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۵۰) یہ دونوں احادیث ماء راکد قلیل وکثیر دونوں کو شامل ہیں اور بول میں نجاست کے غلبہ بالذات کی کوئی قید نہیں معلوم ہوا کہ ماء راکد کے نجس ہونے کے لئے نجاست کے غلبہ بالذات کی کوئی شرط نہیں۔

دلیل نمبر ۳......حدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعاً طھور اناء احدکم اذا ولغ فیہ الکلب ان یغسلہ سبع مرات اولھن بالتراب (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۵۲) اس حدیث میں ماء راکد قلیل کی نجاست کے لئے تغیر اور عدم تغیر کی کوئی قید نہیں۔معلوم ہوا کہ ماء راکد قلیل وقوع نجاست سے مطلقاً ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کے لئے تغیر احد الاوصاف کو کوئی شرط نہیں۔دلیل عائشۃ مالکیہ، ظاہریہ......حدیث ابی سعید خدریؓ جو بیر بضاعہ کے بارے میں ہے ان الماء طھور لا ینجسہ شیٔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی ومشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۵۱) اس سے معلوم ہوا کہ ماء راکد وقوع نجاست سے مطلقاً ناپاک نہیں ہوتا ہاں اگر نجاست کا غلبہ بالذات ہو جائے تو اور بات ہے یہ حضرت عائشہؓ کی وجہ استدلال ہے اور امام مالک اور اہل ظاہر کی وجہ استدلال یہ ہے کہ اسی حدیث میں سنن ابن ماجہ صفحہ ۴۰ میں یہ الفاظ زائد آئے ہیں الا ما غلب علیٰ ریحہ و طعمہ ولونہ اس سے معلوم ہوا کہ ماء راکد قلیل کی نجاست کے لئے بھی احد الاوصاف کا تغیر ضروری ہے۔

جوابات......حضرت عائشہؓ کا جواب تو ظاہر ہے کیونکہ سنن ابن ماجہ کی زیادتی مذکورہ سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ تغیر احد الاوصاف سے ماء راکد مطلقاً ناپاک ہو جاتا ہے اگرچہ نجاست کا غلبہ بالذات نہ بھی ہو باقی امام مالک اور اہل ظاہر کے جوابات یہ ہیں۔جواب نمبر ا......علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ الماء میں سیاق حدیث اور قرینۂ سوال کی بناء پر الف لام عہد خارجی کا ہے اور اس سے مراد خاص بیر بضاعہ کا پانی ہے نہ کہ مطلق پانی اور بیر بضاعہ کا پانی جاری تھا چنانچہ علامہ محمد بن عمر واقدی لکھتے ہیں کہ بیر بضاعہ چشمہ دار تھا اور اس

کا پانی باغات کی طرف جاری تھا کانت بئر بضاعة جارية تسقى منه البساتين (رواہ الطحاوی) اور علامہ واقدی اگر چہ حدیث میں ضعیف ہے مگر تاریخ میں معتمد وقوی ہے، ایسے عقلاً بھی یہ بات محال ہے کہ بیر بضاعہ میں کثرت سے نجاستیں بھی واقع ہوں اور اس کا پانی بھی قلیل ہو اور پھر بھی تغیر اوصاف نہ ہوتا ہو یہ بہت بعید از قیاس بات ہے بلکہ اس صورت میں تغیر اوصاف لازمی عمل ہے تو معلوم ہوا کہ بیر بضاعہ کا پانی راکد کثیر تھا تبھی تو تغیر اوصاف نہیں ہوا فلہذا امام مالک کا اس حدیث سے ماء راکد قلیل کی نجاست کے لئے بھی تغیر اوصاف کے ضروری ہونے پر دلیل پکڑنا صحیح نہیں۔ جواب نمبر۲...... اگر پانی کو عام بھی مان لیں تب بھی دوسری احادیث کے سبب یہ حدیث ماء جاری اور ماء راکد کثیر کے ساتھ مقید ہے۔ جواب نمبر۳...... اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے کیونکہ ایک سند میں عبید اللہ بن عبد اللہ بن رافع بن خدیج اور دوسری سند میں عبد اللہ بن عبد اللہ بن رافع بن خدیج اور تیسری سند میں عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن رافع بن خدیج ہے لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ ابن قطان وغیرہ نے اسکی تضعیف کی ہے اور امام ترمذی کا اس حدیث کو حسن کہنا مذکورہ بالا روایت کے مقابلے میں مرجوح ہے کیونکہ جرح عدالت پر مقدم ہوتی ہے۔

مسئلہ ثانیہ تحدید ماء قلیل وکثیر...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک قلیل وکثیر کا فرق مبتلی بہ کی اکبر رائے اور ظن غالب کی طرف مفوض ہے اگر اس کا ظن غالب یہ ہو کہ یہ پانی اتنا ہے کہ ایک طرف گرنے والی نجاست دوسری جانب تک نہیں پہنچتی تو کثیر ہے ورنہ قلیل ہے امام محمد نے موطا محمد میں نقل کیا ہے کہ اگر ایک جانب کی تحریک سے دوسری جانب کی حرکت نہ ہو تو کثیر ہے ورنہ قلیل ہے متاخرین حنفیہ نے عوام الناس کی سہولت کے لئے دہ در دہ طول وعرض کا اعتبار کیا ہے اس تحدید کا منشاء امام محمد کا قول ہے کہ آپ سے جوزجانی نے کثیر کی حد دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میری اس مسجد کی مسافت کے برابر ہے اس کے بعد اس مسجد کی پیمائش کی گئی تو دہ در دہ نکلی شافعی واحمد کے نزدیک قلیل وکثیر میں حد فاصل قلتین ہے کہ قلتین اور ما زاد کثیر ہے اور قلتین سے کم قلیل ہے۔ دلائل احناف نمبر۱...... ان زنجيا وقع في زمزم يعني فمات فامر ابن عباس فاخرج امر بها ان تنزح (رواہ الدارقطنی) نمبر۲...... عن علي قال في بئر وقعت فيها فارة فماتت قال ينزح ماءها (رواہ الطحاوی) باوجودیکہ زمزم اور کنویں کا پانی قلتین سے زائد تھا مگر پھر بھی ان حضرات نے اس پانی کو اپنے غلبہ ظن کی بنا پر ماء قلیل قرار دیا اور یہ کہنا کہ پانی تو کثیر تھا مگر نکالنے کا حکم تغیر اوصاف کی وجہ سے دیا تھا بعید از قیاس ہے کیونکہ پانی میں موت دم گھٹنے کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ زخم کی وجہ سے۔

دلیل شوافع...... حدیث ابن عمرؓ اذا كان الماء قلتين لم يحمل الخبث (رواہ احمد وابوداؤد

وغیرھما،مشکوٰۃ جلد۱،صفحہ۵۱) جواب نمبر۱...... حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ دو قلے پانی اگر اتنا ہو کہ اس کو چھ بالشت کے بقدر زمین پر پھیلا دیا جائے اور ایک جانب گرنے والی نجاست کا اثر دوسری جانب تک نہ پہنچے اور اس کی گہرائی فقط اتنی ہو کہ چلو بھرنے سے زمین ننگی نہ ہوتی ہو تو ایسا پانی احناف کے نزدیک بھی ماء کثیر میں شامل ہوگا فلہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں بلکہ قلے کے اندازے کا فیصلہ مبتلیٰ بہ کی رائے غالب پر موقوف ہوگا تو بعض اوقات قلے کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے قلتین کا پانی بھی قلیل ہوگا اور بسا اوقات قلے کے بڑے ہونے کیوجہ سے قلہ واحدہ ہی ماء کثیر ہوگا اس کا قرینہ یہ ہے کہ اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے چنانچہ یہاں قلتین کا لفظ ہے اور بعض روایات میں قلتین اوثلاثا ہے (رواہ الدار قطنی) اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات تین قلوں کا پانی کثیر ہوگا نہ کہ دو قلوں کا بھی اور بعض روایات میں قلۃ کا لفظ ہے (رواہ الدار قطنی وابن عدی) اس سے معلوم ہوا کہ بسا اوقات قلۂ واحدہ ہی ماء کثیر ہے اور بعض روایات میں اربعین قلۃ کے الفاظ آئے ہیں (رواہ الدار قطنی) اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات چالیس قلوں سے کم پانی قلیل ہوتا ہے پھر قلے کے معنیٰ میں بھی اضطراب ہے کیونکہ اس کے کئی معانی آتے ہیں مثلاً پہاڑ کی چوٹی، قد آدم، مٹکا مشکیزہ وغیرہ اگر مٹکے کے معنیٰ تسلیم کر بھی لیں تب بھی مختلف شہروں میں مختلف مقدار کے مٹکے ہوتے ہیں پس جب قلتین کی مقدار ہی متعین نہ ہو سکی تو پھر یہ تحدید قطعی کیسے ہو سکتی ہے معلوم ہوا کہ قلتین کے اندازے میں مبتلیٰ بہ کا غلبۂ ظن معتبر ہے۔ جواب نمبر۲...... حافظ ابن ہمام کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی، قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق مالکی، ابو بکر بن العربی مالکی، ابن جریر طبری، ابن دقیق العید، علامہ ماردینی، ابو الحسن، ابن القطان، علامہ بیہقی ان سب نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے اور گو امام طحاوی کی طرف اس کی تصحیح منسوب ہے مگر ظاہر ہے کہ جرح عدالت پر مقدم ہوتی ہے کذافی المرقاۃ۔

فائدہ...... قلہ بڑے مٹکے کو کہتے ہیں جس میں اڑھائی مشک پانی سما سکے تو قلتین کی مقدار پانچ مشک ہوئی اور بعض علماء نے قلتین کی مقدار سوا چھ من پانی لکھی ہے۔

الفصل الثانی ...... وعن ابی ھریرۃؓ قولہ' والحل میتتہ ...... مسئلہ خلافیہ ...... ابو حنیفہؒ کے نزدیک دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی حلال ہے لیکن جو مچھلی خود مر کر الٹی ہو جائے وہ حرام ہے اور اس کو طافی کہتے ہیں امام مالکؒ اور اہل ظاہر کے نزدیک دریا کے تمام جانور حلال ہیں حتیٰ کہ دریائی خنزیر اور کتا وغیرھما بھی۔ امام احمدؒ کے نزدیک تمام دریائی جانور حلال ہیں سوائے مگرمچھ، مینڈک، کتا، خنزیر

انسان بحری کے۔امام شافعیؒ کے نزدیک تمام دریائی جانور حلال ہیں سوائے مینڈک کے۔
دلائل احناف نمبرا...... قولہ تعالیٰ و یحرم علیھم الخبائث (پارہ۹) کیونکہ دریائی جانور بھی طبعی خبائث میں داخل ہیں۔نمبر۲......قرآن کی نص قطعی سے میتۃ کی حرمت ثابت ہوتی ہے البتہ حدیث مشہور کی وجہ سے دو میتے مستثنیٰ ہیں چنانچہ حدیث میں ہے احلت لنا میتتان و دمان المیتتان الحوت و الجراد والدمان الکبد و الطحال (رواہ احمد وغیرہ، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۳۶۱) تو باقی میتے بدستور حرام رہیں گے۔ دلیل نمبر۳...... عن عبد الرحمن بن عثمان ان طبیبا سال النبی ﷺ عن ضفدع یجعلھا فی دوآءٍ فنھاہ النبی ﷺ عن قتلھا (رواہ ابوداؤد فی کتاب الکلب، مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ ۳۸۹) دلیل نمبر۴......ایک حدیث میں مینڈک کو خبیثۃ من الخبائث کہا گیا ہے۔
دلیل جمہور......حدیث باب ہے کیونکہ یہ عام ہے۔جواب نمبرا......اضافت عہدی ہے اور اس سے مراد صرف مچھلی ہے اور استغراق مچھلی کی جملہ انواع کے اعتبار سے ہے اور اس کا قرینہ حدیث احلت لنا میتتان ہے نیز یہ کہ تمام ذخیرہ احادیث میں کسی صحابی سے مچھلی کے سوا اور کسی بحری جانور کا کھانا ثابت نہیں باوجودیکہ ان کو دریائی اسفار کثرت سے پیش آتے تھے۔جواب نمبر۲......حل بمعنیٰ طاہر ہے مراد یہ ہے کہ یہ جانور پاک ہیں لہٰذا ان کی وجہ سے دریا کا پانی ناپاک نہیں ہوتا یہ مراد نہیں کہ ان کا کھانا بھی حلال ہے اس کا قرینہ سائل کا سوال ہے باقی حلت بمعنیٰ طہارت بھی وارد ہوا ہے چنانچہ کتاب الحج کی ایک روایت میں حلت بمعنیٰ طہرت آیا ہے۔
وعن ابی زید عن عبد اللہ بن مسعودؓ ......قال تمرۃ طیبۃ و ماء طھور (صفحہ۵۱) **مسئلہ نبیذ تمر**......پانی میں کھجور ڈالنے سے کھجور کا اثر پانی میں آجائے اور تغیر اوصاف بھی ہو جائے مگر حد اسکار تک نہ پہنچے۔پانی کی رقت وسیلان بھی باقی ہو تو یہ پانی نبیذ تمر کہلاتا ہے یعنی شربت کھجور اگر کسی کے پاس صرف ایسا نبیذ ہو تو آیا وہ تیمم کرے یا اس نبیذ سے وضو کرے؟ تو اس کے متعلق تین مذاہب ہیں۔(۱)......امام ابوحنیفہؒ کی مشہور روایت کی بناء پر وضو کرے تیمم نہ کرے۔(۲)......ائمہ ثلثہ اور ابویوسفؒ کے نزدیک تیمم کرے اور اس سے وضو نہ کرے۔(۳)......امام محمدؒ کے نزدیک وضو اور تیمم دونوں کو جمع کرے۔امام صاحب کے شاگرد علامہ نوحؒ کہتے ہیں کہ آخر میں امام صاحب نے ابویوسفؒ کے مذہب کی طرف رجوع کر لیا تھا اور اب اسی پر فتویٰ ہے (بذل المجہود جلد۱، صفحہ۵۵)
امام صاحبؒ کی مشہور روایت کی بناء پر علمی بحث ......**دلائل احناف**...... **دلیل نمبر(۱)** حدیث باب فتوضا منہ (رواہ احمد والترمذی، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۵۱) **دلیل نمبر۲**......حضرت علیؓ

ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ وغیرہم سے بھی نبیذ تمر سے وضو کرنا منقول و ثابت ہے۔ دلیل اول پر دو اعتراضات۔ اعتراض نمبرا...... قال الترمذی ابو زید مجھول ۔یعنی یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابوزید راوی مجہول ہیں۔ جواب۔ابوزید مجہول الذات نہیں کیونکہ اس سے دو تلامذہ روایت کرتے ہیں۔(۱) ابوفزارہ راشد بن کیسان عبسی۔(۲) ابوروق عطیہ بن حارث۔ باقی مجہول العدالت راوی کی روایت جبکہ اس کے متابعین موجود ہوں معتبر ہوتی ہے اور یہاں ابوزید کے چودہ متابعین موجود ہیں جو یہی روایت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں لہٰذا یہ معتبر ہے (بذل المجھود جلد ا، صفحہ ۵۴)

اعتراض نمبر۲...... و صح عن علقمة الخ یعنی نبیذ تمر والی یہ روایت حضرت علقمہ کی حدیث صحیح عن عبد الله بن مسعودؓ قال لم اکن لیلة الجن مع رسول الله ﷺ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۵۱) کے معارض ہے۔ جواب نمبرا...... علامہ ماردینی نے الجوہر النقی میں محققین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ ساتھ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عین موقع تبلیغ میں حاضر نہ تھا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ابن مسعودؓ کو ایک جگہ بٹھا کر ایک دائرہ کھینچ دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اس کے اندر رہنا اور تمہیں کچھ چیزیں نظر آئیں گی ڈرنا نہیں۔

جواب نمبر۲...... آکام المرجان فی احکام الجان کے مؤلف علامہ قاضی بدر الدین حنفی لکھتے ہیں کہ تبلیغ جنات کا واقعہ چھ مرتبہ پیش آیا اور ابن مسعودؓ صرف دو مرتبہ ساتھ تھے۔ دلیل جمہور...... قوله تعالیٰ فلم تجدوا ماءً فتیمموا (پارہ ۵ اور پارہ ۶) جواب...... حدیث مشہور مذکور کے قرینے سے نبیذ تمر ماء مطلق کے ساتھ ملحق ہے بہر حال امام صاحب کے رجوع کے بعد سب نزاع ختم ہو گیا اور اب اس حدیث کو آیت سے منسوخ کہا جائے گا۔ امام طحاویؒ، قاضی خاں، ابن نجیم وغیرہم متأخرین حنفیہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

وعن كبشة بنت كعب بن مالك قوله' انها ليست بنجس (صفحہ ۵۱)......

مسئلہ خلافیہ سؤر ہرہ...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک...... بلی کا جھوٹا بقول علامہ کرخی مکروہ تنزیہی ہے لتوہم النجاسة۔ حافظ ابن ہمام، علامہ ابن نجیم، علامہ ابن عابدین شامی اور علامہ حصکفی وغیرہم نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور بقول امام طحاویؒ مکروہ تحریمی ہے لحرمة لحم الهرة لیکن اگر اور کوئی پانی موجود نہ ہو تو پھر سور ہرہ بلا کراہت پاک ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مطلقاً پاک ہے پھر یہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ بلی اکل نجاست کے فوراً بعد نہیں بلکہ کچھ وقفے کے بعد پانی میں منہ مارے ورنہ بالاتفاق ناپاک ہے۔

دلائل احنافؒ (۱)...... ابوہریرۃؓ سے مرفوعاً مروی ہے یغسل الاناء اذا ولغ فيه الكلب سبع مرات الى قوله واذا ولغت فيه الهرة غسل مرة اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

(۲)......حدیث مرفوع ہے الھرۃ سبع (رواہ الطحاوی)۔(۳)......ابو ہریرۃؓ کی حدیث موقوف سور الھرۃ یھراق و یغسل الاناء مرۃ او مرتین (رواہ الدار قطنی)۔(۴)......سؤر ھرہ میں لعاب کا اختلاط و تعلق ہوتا ہے اور لعاب لحم سے پیدا ہوتا ہے اور لحم ھرہ حرام ہے۔

دلیل جمہور......احادیث باب ہیں یعنی حدیث کبشہ اور حدیث داؤد بن صالح (مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۵۱)

جواب نمبر ا......ان احادیث میں نجاست کی نفی ہے جس کے ہم بھی قائل ہیں باقی ہم کراہت دوسرے دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ جواب نمبر ۲......آنحضرت ﷺ نے ان احادیث میں نجاست کی نفی فرمائی ہے اور علت کثرت طواف بیان کی ہے تو علت بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ دراصل سؤر ہرہ ناپاک ہی ہونا چاہیے مگر نفی نجاست دفع حرج کے لئے ہے تو کراہت بدستور باقی رہی۔

وعن جابرؓ ......قوله' انتوضا بما افضلت الحمر قال نعم ......

مسئلہ خلافیہ......احناف کے نزدیک خر اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے کیونکہ ان کے بارے میں احادیث اور آثار موقوفہ متعارض ہیں چنانچہ حدیث باب سے طہارت معلوم ہوتی ہے اور خیبر والی روایت سے نجاست ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے امر رسول اللہ ﷺ منادٍ لینادی باکفائھا ای بالقاء لحوم الحمر فانھا رجس (رواہ الطحاوی) علیٰ ہذا ابن عمرؓ نجاست کے اور ابن عباسؓ طہارت کے قائل تھے لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ان کا جھوٹا پاک ہے۔قوله' وبما افضلت السباع كلها (صفحہ ۵۱)......

مسئلہ خلافیہ......ابو حنیفہؒ کے نزدیک تمام سباع الوحش یعنی درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پاک ہے۔ بجز کلب وخنزیر کے کہ ان کا سؤر بالاتفاق نجس ہے۔

دلائل احناف دلیل نمبر ا......حدیث قلتین میں دواب اور سباع کے پانی پر ورود کا ذکر ہے۔اگر درندوں کا جھوٹا پاک ہوتا تو پھر قلتین کی قید کا کوئی فائدہ نہیں۔دلیل نمبر ۲......فصل ثالث کی حدیث اول۔کیونکہ عمرو بن عاصؓ کا سوال نجاست کی دلیل ہے ورنہ سوال کے کیا معنی؟ باقی حضرت عمرؓ نے ایک اور وجہ سے صاحب حوض کو حقیقت حال کی خبر دینے سے روک دیا اور وہ یہ کہ پانی کثیر ہے اور تغیر اوصاف نہیں ہوا لہٰذا سوال وجواب کی حاجت نہیں ورنہ ممکن ہے کہ جواب سے طبعی نفرت پیدا ہو جائے جو مشقت کا باعث بنے۔

دلیل جمہور......حدیث باب ہے۔جواب......یہ حدیث ماء کثیر پر محمول ہے کیونکہ مکہ اور مدینہ کے درمیانی حوض ماء کثیر تھے اس کا قرینہ ابو سعید خدریؓ کی حدیث باب ہے جس میں یہ لفظ آئے ہیں تردھا السباع والکلاب والحمر۔تو اس میں کلاب کا بھی ذکر ہے حالانکہ کلاب کا جھوٹا بالاتفاق نجس ہے لہٰذا یہاں تاویل ضروری ہے۔

باب تطہیر النجاسات

الفصل الاول ...... عن ابی ھریرۃؓ ...... قال قال رسول اللہ ﷺ اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبع مرات ......

مسئلہ خلافیہ ...... مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک سور کلب سے طہارت کے لئے تسبیع (برتن کا سات مرتبہ دھونا) واجب ہے البتہ امام مالک کے نزدیک سور کلب تو پاک ہے مگر سات مرتبہ دھونے کا حکم وجوبی محض امر تعبدی وشرعی ہے جو غیر معقول المعنیٰ ہے کہ اس کی حکمت کا ہمیں علم نہیں لیکن ابوحنیفہؒ کے نزدیک تثلیث (تین مرتبہ دھونا) واجب اور تسبیع (سات مرتبہ دھونا) محض مستحب ہے۔

دلائل احناف ...... **دلیل (۱)** ابو ہریرۃؓ کی حدیث مرفوع **اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیھرقہ و لیغسلہ ثلاث مرات** (رواہ الدار قطنی وابن عدی فی کاملہ)۔ **دلیل (۲)** ...... ابو ہریرۃؓ کی موقوف روایت **انہ کان اذا ولغ الکلب فی الاناء اھرقہ و غسلہ ثلاث مرات** (رواہ الدار قطنی)

دلیل جمہور ...... حدیث باب ہے۔ **جواب نمبر ۱** ...... دلائل وروایات مذکورہ بالا کے ساتھ تطبیق کی صورت یہی ہے کہ تین مرتبہ دھونا واجب اور سات مرتبہ دھونا مستحب ہے۔

جواب نمبر ۲ ...... یہ حدیث ابتداء پر محمول ہے جبکہ دلوں میں نفرت بٹھانے کے لئے کتوں کے قتل کرنے کا حکم بھی تھا پھر جب اس حکم میں تخفیف ہوگئی تو اس حکم میں بھی تخفیف ہوگئی وجہ یہ ہے کہ شروع میں یہود سے میل ملاپ کی بناء پر کتوں کے ساتھ شدید ملابست تھی اس لئے دلوں میں کتوں کی نفرت بٹھانے کے لئے یہ تشدیدی حکم دیا گیا کہ سات مرتبہ دھونا ضروری ہے لیکن پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اس کا قرینہ یہ ہے کہ خود راوی حدیث یعنی ابو ہریرۃؓ کا فعل تثلیث (جو اوپر صحیح سند کے ساتھ نقل ہوا ہے) دلیل نسخ ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب راوی صحابی کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو تو وہ اس روایت کے منسوخ یا مؤول ہونے کی علامت ہوتا ہے۔

جواب نمبر ۳ ...... سور کلب میں زہریلے اثرات ہوتے ہیں تو تسبیع کا حکم طباً اور تثلیث کا حکم شرعاً ہے۔

قولہ اولھن بالتراب (صفحہ ۵۲) شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک تتریب یعنی سور کلب والے برتن کو دھونے کے وقت مٹی کا استعمال کرنا واجب ہے لیکن ابوحنیفہ و مالک کے نزدیک یہ صرف مستحب ہے یا طبی مصلحت پر محمول ہے۔

وعنہ ...... قولہ و اھریقوا علیٰ بولہ سجلاً من ماءٍ ......

مسئلہ طہارۃ الارض ...... اگر زمین ناپاک ہو جائے تو اس کی طہارت کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) ...... مقام نجاست سے مٹی اکھیڑ کر کسی دوسری جگہ پھینک دی جائے۔ (۲) ...... اس پر اور پاک مٹی ڈال دی

جائے۔(۳)......اس پر بہت سا پانی بہادیا جائے کہ نجاست کا اثر، رنگ اور بو نہ رہے یہ تین صورتیں بالاتفاق جائز ہیں۔(۴)......زمین خشک ہوجائے اور نجاست کا کوئی اثر باقی نہ رہے یہ صورت مختلف فیہ ہے کہ احناف کے نزدیک معتبر اور شوافعؒ کے نزدیک غیر معتبر ہے۔

دلائل احناف دلیل نمبر (۱)......حدیث ابن عمرؓ قال کانت الکلاب تقبل و تدبر فی المسجد فی زمان رسول اللہ ﷺ فلم یکونوا یرشون شیئا من ذلک (رواہ البخاری، مشکوۃ جلد ۱، صفحہ ۵۲) **دلیل نمبر ۲**......حضرت عائشہؓ اور محمدؒ بن حنفیہ سے موقوفا روایت ہے زکوۃ الارض یبسھا (مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ بذل المجہود جلد ۱، صفحہ ۲۲۱) **دلیل شوافع**......حدیث باب ہے۔

جواب......طہارت ارض کا ایک طریقہ پانی بہانا بھی ہے اس کے ہم بھی قائل ہیں اور اس سے دوسرے طرق کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں۔

وعن سلیمان بن یسارؒ ...... قوله' کنت اغسله من ثوب رسول الله ﷺ (صفحہ ۵۲) **مسئلہ خلافیہ**......ابو حنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک منی ناپاک ہے اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک انسان کی منی پاک ہے۔ پھر ابو حنیفہؒ کے نزدیک تو تر منی کا دھونا ضروری ہے اور خشک منی کا کھرچ دینا بھی کافی ہے بشرطیکہ وہ گاڑھی ہو لیکن امام مالکؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں دھونا ضروری ہے۔

دلائل نجاست منی ......دلیل نمبر ۱......حدیث باب کیونکہ منی کے متعلق سوال کے جواب میں دائمی غسل کا ذکر کرنا دلیل نجاست ہے۔ **دلیل نمبر ۲**......حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی ہمشیرہ ام حبیبہؓ زوجۂ مطہرہ سے پوچھا ھل کان رسول الله ﷺ یصلی فی الثوب الذی یجامعھا فیه فقالت نعم اذا لم یر فیه اذی (رواہ ابوداؤد) کیونکہ اذی کے معنی نجاست کے ہیں جیسا کہ دم حیض کے متعلق قرآن مجید میں ہے قل هو اذی (پارہ ۲) **دلیل نمبر ۳**...... قوله' تعالیٰ وان کنتم جنباً فاطهروا (پارہ ۶)

دلیل نمبر ۴......حدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعا تحت کل شعرة جنابة (رواہ ابوداؤد وغیرہ، مشکوۃ جلد ۱، صفحہ ۴۸) **دلیل نمبر ۵**......اگر منی پاک ہوتی تو آنحضرت ﷺ کم از کم ایک آدھ مرتبہ تو ضرور اس کو بغیر غسل و فرک کے چھوڑ دیتے تاکہ طہارت معلوم ہوجاتی حالانکہ آپ نے ایسا نہیں فرمایا تو یہ نجاست منی کی بین دلیل ہے۔

طہارت منی کی دلیل اول ......حدیث عائشہؓ قالت کنت افرک المنی من ثوب رسول الله ﷺ (مشکوۃ جلد ۱، صفحہ ۷۱) **جواب**......فرک منی بھی تطہیر کا ایک طریقہ ہے جیسا کہ دم حیض کے بارے میں احادیث میں لفظ فرک آیا ہے حالانکہ وہ بالاتفاق نجس ہیں۔

دلیل ثانی ...... حدیث ابن عباسؓ قال سئل النبی ﷺ عن المنی یصیب الثوب قال انما ھو بمنزلۃ المخاط و البزاق و انما یکفیک ان تمسحہ بخرقۃ او باذخرۃ (رواہ الدار قطنی) اس سے معلوم ہوا کہ منی ناک کی ریزش اور منہ کے بلغم کی طرح پاک ہے۔

جواب نمبر ۱ ...... دلائل نجاست منی کے قرینے سے یہ تشبیہ طہارت میں نہیں ہے بلکہ لزوجت وغلظت اور گاڑھے پن میں ہے۔ جواب نمبر ۲ ...... بیہقیؒ، شافعیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے مرفوع بیان کرنے میں شریک منفرد ہیں الہدایہ موقوف ہے اور مرفوع کے مقابلے میں موقوف مرجوح ہے۔

دلیل ثالث ...... منی انبیاء علیہم السلام کا مادہ تولید ہے تو پاک ہونی چاہیئے؟

جواب نمبر ۱ ...... منی کا مادہ خون ہے تو پھر خون بھی پاک ہونا چاہیئے۔ جواب نمبر ۲ ...... فرعون/ابوجہل کا مادہ تولید منی ہے تو ناپاک ہونی چاہیئے۔ جواب نمبر ۳ ...... دراصل یہ قدرت باری کا اظہار ہے کہ اس نے اپنی قدرت سے ایک ذلیل ونجس اور ناقابل ذکر چیز سے عظیم الشان اور پاک انسان پیدا کردیا۔

وعن ام قیس بنت محصن ...... قولہ فنضحہ ولم یغسلہ (صفحہ ۵۲)

مسئلہ خلافیہ ...... بچی اور بچہ جب غذا کھانا شروع کردیں تو سب فقہاء کا اتفاق ہے کہ ان کے پیشاب کا دھونا ضروری ہے لیکن جب تک کھانا شروع نہ کیا ہو بلکہ ابھی حالت رضاعت ہی میں ہوں اس وقت ان کا پیشاب کا طریقہ تطہیر میں ائمہ اربعہ کے دو مذاہب ہیں۔ (۱) ...... ابوحنیفہؒ اور مالکؒ کے نزدیک صبی اور صبیہ دونوں کے بول کا دھونا واجب ہے البتہ اتنا فرق ہے کہ بول صبیہ میں غسل شدید یعنی تین مرتبہ مل کر دھونا واجب ہے اور بول صبی میں غسل خفیف یعنی صرف ایک مرتبہ بغیر ملنے کے دھونا واجب ہے۔ (۲) ...... شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک بول صبی میں رش یعنی محض چھینٹا دینا بھی کافی ہے غسل ضروری نہیں البتہ بول صبیہ میں غسل شدید ضروری ہے۔

دلائل احناف (۱) ...... حدیث عائشہؓ قالت اتی رسول اللہ ﷺ بصبی فبال علی ثوبہ فدعا بماء فاتبعہ ایاہ (رواہ البخاری وغیرہ)۔ (۲) حدیث عائشہؓ قالت اتی رسول اللہ ﷺ بصبی یرضع فبال فی حجرہ فدعا بماء فصبہ علیہ (رواہ مسلم) دلائل شوافع ...... احادیث باب ہیں یعنی حدیث ام قیسؓ اور حدیث لبابہ بنت حارثؓ فصل ثانی (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۲) کیونکہ ان دونوں احادیث میں بول صبی کے متعلق نضح کا لفظ آرہا ہے۔ جواب ...... ابن عربی شرح ترمذی میں فرماتے ہیں کہ نضح کلام عرب میں صب ماء کے معنیٰ میں بھی آتا ہے جیسا کہ مؤطا مالکؒ میں مذی کے بارے میں فلینضح بمعنیٰ فلیغسل اور حدیث

اسماء بنت ابی بکرؓ (مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۸۲) میں دم حیض کے متعلق ثم لتنضحہ بمعنیٰ ثم لتغسلہ آیا ہے تو اسی طرح یہاں بھی دلائل مذکورہ کے قرینے سے نضح بمعنیٰ غسل ہے اور لم یغسلہ اس کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں غسل شدید کی نفی مراد ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے ولم یغسلہ غسلاً (اوجز المسالک جلد ا، صفحہ ۱۶۳)

وجوہ فرق بین بول الصبی و بول الصبیہ۔ (۱)...... صبیہ کا بول اس کے مزاج پر غلبۂ رطوبت و برودت کی وجہ سے زیادہ غلیظ چکنا اور بدبودار ہوتا ہے بخلاف بول صبی کے۔ (۲)...... صبی تنگی مخرج کی وجہ سے ایک جگہ بول کرتا ہے اور بول صبیہ وسعت مخرج کی وجہ سے پھیل جاتا ہے لہٰذا غسل شدید ضروری ہے۔ (۳)...... بچوں کو اکثر مجالس میں لایا جاتا ہے تو تخفیف مناسب ہے بخلاف بچیوں کے اس لئے وہاں اصل حکم باقی رہا۔ (۴)...... قال الشافعی بول الغلام من الماء والطین وبول الجاریۃ من اللحم والدم لانہ تعالیٰ لما خلق آدم خلقت حواء من ضلعہ القصیر فصار بول الغلام من الماء والطین و صار بول الجاریۃ من اللحم والدم (ابن ماجہ صفحہ ۴۰)

وعن عبد اللہ بن عباسؓ ...... قولہ' اذا دبغ الاھاب (صفحہ ۵۳) فقد طھر

مسئلہ خلافیہ...... ابوحنیفہؒ، احمدؒ، شافعیؒ کے نزدیک مردار کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے بجز خنزیر و آدمی کے اور شافعیؒ کے نزدیک بجز خنزیر، آدمی، کتے کے لیکن امام مالکؒ کے نزدیک غیر ماکول کا چمڑا پاک نہیں ہوتا۔

دلائل جمہور...... (۱) حدیث باب (۲) حدیث عائشہؓ ان رسول اللہ ﷺ امر ان یستمتع بجلود المیتۃ اذا دبغت (رواہ مالک و ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۵۳)

دلیل مالکیہ...... حدیث عبداللہ بن حکیم قال اتانا کتاب رسول اللہ ﷺ ان لاتنتفعوا من المیتۃ باھاب و لا عصب (رواہ الترمذی وغیرہ، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۵۳)

جواب...... اھاب غیر مدبوغ چمڑے کو کہتے ہیں تو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قبل از دباغت انتفاع مت کرو اور اس کے ہم بھی قائل ہیں (اوجز المسالک جلد ۴، صفحہ ۱۹۹)

الفصل الثانی ...... وعن ابی ھریرۃ ،قولہ' اذا وطی احدکم بنعلہ الاذی فان التراب لہ طھور (صفحہ ۵۳)...... اگر خشک نجاست جوتے یا موزے یا دامن یا پاؤں کو لگ جائے تو اس نجاست کے دور کر دینے سے یہ چیزیں پاک ہو جائیں گی جیسا کہ جوتے کا ذکر اس حدیث میں ہے اور موزہ جوتے کے حکم میں ہے اور دامن کا ذکر حدیث ام سلمہ میں ہے جو خشک نجاست پر محمول ہے اور پاؤں کا ذکر حدیث عبداللہ بن مسعودؓ میں ہے و لا نتوضأ من الموطی ای لا نغسل ارجلنا اور اگر تر جسم

دار نجاست مثلاً گوبر، پاخانہ، منی وغیرہ جوتے یا موزے یا دامن کو لگ جائے اور ان چیزوں کو زمین پر خوب رگڑ دیا جائے اور پونچھ دیا جائے اس طرح کہ نجاست کا کوئی اثر رنگ بو وغیرہ باقی نہ رہے تو یہ چیزیں پاک ہو جائیں گی جیسا کہ جوتے کا ذکر حدیث ہذا میں ہے اور موزے کا اور دامن کا ذکر حدیث ام سلمہؓ اور حدیث امرءۃ اشہلیہ میں ہے یہ ابو یوسف کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے باقی حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم تر نجاست کی وجہ سے پورا وضو نہیں لوٹاتے تھے بلکہ صرف پاؤں دھو لیتے تھے اور اگر تر غیر جسم دار نجاست مثلاً بول، خمر، دم وغیرہ لگ جائے تو پھر بالاتفاق ان کا دھونا ضروری ہے۔

الفصل الثالث ...... وعن البراءؓ ...... قوله' لا بأس ببول ما يؤكل لحمه' ...... **مسئلہ خلافیہ** ...... ابو حنیفہؒ، شافعیؒ، ابو یوسف کے نزدیک ماکول اللحم کا بول ناپاک ہے بنجاست خفیفہ اور مالکؒ، احمدؒ، محمدؒ کے نزدیک پاک ہے۔ **دلیل جمہور** ...... ابو ہریرۃؓ کی حدیث مرفوع استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه (رواہ الحاکم واحمد وابن ماجہ) کیونکہ یہ حدیث اپنے اطلاق وعموم کے سبب بول ماکول اللحم کو بھی شامل ہے بلکہ صاحب نور الانوار کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کا محل ورود ہی بکریوں کا پیشاب ہے۔ **حنابلہ کی دلیل اول** ...... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱ ...... اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بول ماکول اللحم میں نجاست شدیدہ نہیں ہے تو اس حدیث میں نجاست غلیظہ کی نفی ہے نہ کہ نجاست خفیفہ کی بھی۔ **جواب نمبر ۲** ...... دار قطنی نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے کیونکہ اس کی سند میں سوار بن مصعب راوی ضعیف ہے ابن حزم کہتے ہیں انه خبر باطل موضوع (حاشیہ آثار السنن صفحہ ۱۹) **دلیل ثانی** ...... حدیث بخاری جس میں عرنیین کی بیماری کا قصہ مذکور ہے اور اس میں یہ لفظ آئے ہیں اشربوا البانها و ابوالها یہ صدقہ کے اونٹوں اور اونٹنیوں کے پیشاب کے متعلق ارشاد نبوی ہے۔

جواب نمبر ۱ ...... آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی ان کی شفا شرب ابوال میں معلوم ہوئی تو یہ حدیث خصوصیت اور تداوی عند الضرورۃ پر محمول ہے۔ **جواب نمبر ۲** ...... محرم حدیث مبیح سے راجح ہوتی ہے۔

جواب نمبر ۳ ...... اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے چنانچہ بعض روایات میں صرف اشربوا البانها ہے لہٰذا وہی راجح ہے۔ **جواب نمبر ۴** ...... ابوال کا ابدان پر ملنا مراد ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے اشربوا البانها و اطلوا ابوالها اور اس تاویل کا قرینہ دلیل مذکور ہے۔

باب المسح على الخفين ...... (صفحہ ۵۳)

اہل سنت والجماعت کے نزدیک موزوں پر مسح کرنا جائز ہے لیکن روافض اور بعض خوارج کے

نزدیک ناجائز ہے۔**روافض کا شبہ**......قرآن مجید میں مسح علی الخفین کا ذکر نہیں۔

جواب نمبر ا...... وامسحوا برؤسکم و ارجلکم الی الکعبین میں لام کے جر والی قرأت پر قرآن مجید میں مسح علی الخفین کا ذکر موجود ہے۔**جواب نمبر ۲**......احادیث صحیحہ متواترہ سے کتاب اللہ پر زیادتی بھی جائز ہے اور احادیث مسح علی الخفین متواتر ہیں چنانچہ امام احمد فرماتے ہیں کہ اس بارے میں صحابہ کرامؓ سے چالیس مرفوع احادیث وارد ہوئی ہیں۔حسن بصری فرماتے ہیں کہ مجھ سے ستر صحابہ کرامؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ موزوں پر مسح فرماتے تھے۔امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ میں نے مسح علی الخفین کے جواز کا قول اس وقت اختیار کیا جبکہ اس بارے میں دن کی روشنی کی طرح میرے پاس دلائل جمع ہو گئے صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ منکر مسح بدعتی ہے اور علامہ کرخی فرماتے ہیں کہ منکر مسح پر کفر کا خطرہ ہے امام ابوحنیفہؒ کا ارشاد ہے کہ مسح علی الخفین علامات اہل سنت میں سے ہے۔

الفصل الاول ...... عن شریح بن ھانیؒ ...... قوله جعل رسول الله ﷺ ثلاثة ایام ولیالیهن للمسافر و یوماً و لیلة للمقیم (صفحہ ۵۳) .....

مسئلہ خلافیہ......ابوحنیفہؒ،شافعیؒ اور احمدؒ و جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک مسح علی الخفین کی مدت مقرر ہے لیکن مالکؒ اور داؤد ظاہری کے نزدیک مدت مقرر نہیں بلکہ ایک مرتبہ موزے پہننے کے بعد جب تک چاہے مسح کر سکتا ہے۔**دلائل جمہور** ......**دلیل نمبر ا**......شریح بن ہانیؓ کی حدیث باب ۔**دلیل نمبر ۲**......

حدیث ابی بکرہؓ مرفوعاً انه رخص للمسافر ثلثة ایام و لیالیهن و للمقیم یوماً ولیلة اذا تطهر فلبس خفیه ان یمسح علیهما (رواہ الاثرم فی سننہ وابن خزیمۃ والدارقطنی ،مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۵۴)

مالکیہ کی دلیل اول......حدیث خزیمہ بن ثابتؓ کی ایک سند (طریق ابراہیم تیمی) میں زیادتی آئی ہے ولواستزدناه لزادنا (رواہ الترمذی) **جواب نمبر ا**......نہ زیادتی کا سوال ہوا اور نہ زیادتی واقع ہوئی۔

جواب نمبر ۲...... یہ محض صحابیؓ کا اپنا ظن ہے جو حجت نہیں کیونکہ وہ اس میں منفرد ہیں جبکہ صحابہؓ کی کثیر جماعت سے توقیت مسح ثابت ہے۔**دلیل ثانی**......حدیث ابی بن عمارہؓ انه قال یا رسول الله اامسح علی الخفین قال نعم قال یوما قال ویومین قال وثلثة قال نعم وما شئت (رواہ ابوداؤد باب التوقیت فی المسح صفحہ ۲۱) **جواب نمبر ا**......ابوداؤدؒ کہتا ہے کہ لیس هو بالقوی،ابن معینؒ فرماتے ہیں اسناده مظلم ۔دارقطنیؒ کہتے ہیں ھذا اسناد لا یثبت ۔ابن حبانؒ فرماتے ہیں لست اعتمد علی خبره ۔لہٰذا ضعیف حدیث کے مقابلے میں قوی راجح ہے۔

جواب نمبر۲...... حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تک چاہو طریقہ معروفہ کے مطابق مسح کرتے رہو اور طریقہ معروفہ وہ ہے جو احادیث توقیت میں مذکور ہے۔ جواب نمبر۳...... یہ حدیث حالت عذر پر محمول ہے مثلاً شدید ترین سردی ہو کہ موزہ اتارنے سے پاؤں کے تلف ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو۔

الفصل الثانی ......وعن المغیرۃ بن شعبہؓ ......قولہ' فمسح اعلیٰ الخف و اسفلہ ' مسئلہ خلافیہ...... ابوحنیفہؒ اور احمدؒ کے نزدیک صرف موزوں کے اوپر مسح کرنا چاہیے اور مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اوپر مسح فرض اور نیچے سنت ہے۔

دلائل احناف......(۱)...... عن علیؓ قال لو کان الدین بالرأی لکان اسفل الخف اولیٰ بالمسح من اعلاہ و قد رأیت رسول اللہ ﷺ یمسح علیٰ ظاہر خفیہ (رواہ ابوداؤد، مشکوۃ جلد ا، صفحہ ۵۴)(۲)...... حدیث مغیرہؓ **انہ قال رأیت النبی ﷺ یمسح علی الخفین علیٰ ظاہرہما** (رواہ الترمذی وابوداؤد، مشکوۃ جلد ا، صفحہ ۵۴) **دلیل شوافع و مالکیہ** ...... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر۱...... حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انگلیوں سے لے کر اوپر پنڈلیوں تک پورے موزے کا مسح کیا تو اعلیٰ سے پنڈلی کی جانب والا حصہ اور اسفل سے انگلیوں کی جانب والا حصہ مراد ہے۔

جواب نمبر۲...... مغیرہ بن شعبہؓ کی یہ حدیث ساٹھ طرق سے مروی ہے جن میں صرف یہی ایک طریق ایسا ہے جس میں اسفل کا ذکر ہے لہٰذا یہ قابل حجت نہیں۔ جواب نمبر۳...... اس حدیث کو ترمذی نے معلول اور ابوزرعہ اور بخاری نے غیر صحیح اور ابوداؤد نے ضعیف و منقطع کہا ہے۔

وعنہ' ...... قولہ' ومسح علیٰ الجوربین (صفحہ ۵۴) مسئلہ خلافیہ مسح علی الجوربین ...... جراب دو قسم پر ہے۔(۱) ثخین ...... جس میں چار شرائط پائی جائیں۔ اول...... یہ کہ بغیر باندھے پنڈلی سے چمٹی رہے۔ دوم ...... یہ کہ اتنی مضبوط ہو کہ اس کے ساتھ کم از کم دو تین میل پے در پے پیدل چلنا ممکن ہو۔ سوم ...... یہ کہ پاؤں کی کھال نظر نہ آئے۔ چہارم ...... یہ کہ پانی اندر قدم تک نہ پہنچتا ہو۔ (۲) رقیق ......: جو اس کے برعکس ہو پھر ثخین اور رقیق دونوں میں سے ہر ایک تین قسم پر ہے۔ (۱) مجلد...... کہ پوری جراب پر چمڑا چڑھا ہوا ہو۔ منعل ...... کہ جوتے کی مقدار چمڑا چڑھا ہوا ہو۔ (۳) مجرد...... جو چمڑے سے بالکل خالی ہو یہ کل چھ قسمیں ہو گئیں ان کے احکام کی تفصیل یہ ہے کہ اگر جراب مجلد ہو یا منعل ہو خواہ ثخین ہو خواہ رقیق ہو ان چار اقسام پر امام اعظم ابوحنیفہؒ، صاحبینؒ، احمدؒ، شافعیؒ، اسحاقؒ، سفیان ثوریؒ سب کے نزدیک بالاتفاق مسح جائز ہے اور مجرد رقیق ہو تو بالاتفاق مسح ناجائز ہے اور اگر

مجرد ثخین ہو تو صاحبین، شافعیؒ، احمدؒ وغیرہم کے نزدیک تو مسح جائز ہے لیکن ابو حنیفہؒ کے نزدیک نا جائز ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک چھٹوں قسموں میں مطلقاً مسح علی الجوربین نا جائز ہے۔ **دلیل صاحبین**...... حدیث باب ہے۔ **دلیل امام اعظم**...... یہ ہے کہ مسح علی الجوربین کا ذکر کتاب اللہ میں نہیں اور مجرد ثخین کا خفین کے ساتھ الحاق بوجہ چمڑا نہ ہونے کے درست نہیں اور خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی درست نہیں۔

صاحبین کی طرف سے جواب...... یہ کہ ثخانت کی وجہ سے الحاق درست ہے۔ امام اعظم کا رجوع صاحبین کے قول کی طرف ثابت ہے اور یہی قول مفتیٰ بہ ہے۔ **دلیل مالکیہ**...... یہ ہے کہ مسح علی الجوربین خبر واحد سے ثابت ہے اور خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی درست نہیں۔ **جواب**...... یہ ہے کہ ثخانت وتجلید اور تنعیل کی وجہ سے جوربین خفین کے حکم میں ہیں اور خفین کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہے۔

باب التیمم ......(صفحہ ۵۴)

تیمم کے لغوی معنیٰ قصد وارادے کے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے ولا تیمموا الخبیث (پارہ ۳) اور شرعی معنیٰ ہیں...... قصد التراب او من یقوم مقامه بصفة مخصوصة ونية مخصوصة۔

الفصل الاول...... **عن حذیفةؓ**...... **قوله وجعلت تربتها لنا طهورًا**

...... **مسئلہ خلافیہ**...... ابو حنیفہؒ، مالکؒ، محمدؒ کے نزدیک جنس ارض سے تیمم کرنا جائز ہے اور جنس ارض وہ چیز ہے جو نہ پگھلانے سے پگھلے اور نہ جلانے سے راکھ ہو۔ مثلاً چونا، پتھر، ریت، سرمہ وغیرہ لیکن شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک صرف مٹی سے تیمم کرنا جائز ہے اور باقی جنس ارض کی اشیاء سے تیمم کرنا درست نہیں۔

دلائل احناف...... **دلیل نمبر ۱**...... قوله تعالیٰ فتیمموا صعیدًا طیبا (پارہ ۵،۶) مصباح اللغات میں ہے الصعید وجه الارض ترابا کان او غیرہ۔ **دلیل نمبر ۲**...... حدیث جابرؓ مرفوعاً قال جعلت لی الارض مسجداً و طهوراً (رواہ البخاری) تو جس طرح جنس ارض پر نماز پڑھنا درست ہے اسی طرح جنس ارض پر تیمم کرنا بھی درست ہے۔ **دلیل شوافع**...... حدیث باب ہے۔

جواب...... دلائل مذکورہ کے قرینے سے یہاں مٹی کا ذکر کثرت وجود کے اعتبار سے ہے نہ کہ حصر کے لئے۔

وعن عمارؓ...... **قوله ثم مسح بهما وجهه و کفیه**...... یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں۔ **مسئلہ اولیٰ عدد ضربات تیمم**...... ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ کے نزدیک تیمم میں دو ضربات ضروری ہیں ایک چہرے کے لئے اور دوسری ہاتھوں اور کہنیوں کے لئے لیکن امام احمدؒ اور اوزاعیؒ کے نزدیک صرف ایک ضرب کافی ہے **مسئلہ ثانیہ مقدار مسح یدین**...... ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک مرفقین تک تیمم کرنا ضروری ہے۔ لیکن

مالک" اور احمد" کے نزدیک صرف کفین کا تیمم رسغین تک کرنا ضروری ہے۔البتہ امام مالک کے نزدیک مرفقین کا تیمم کرنا مسنون ہے اور ابن شہاب زہری" کے نزدیک آباط ومناکب تک مسح ضروری ہے۔

مسئلتین میں دلائل احناف دلیل (۱) حدیث عمارؓ قال کنت فی القوم حین نزلت الرخصة فی المسح بالتراب اذا لم نجد الماء فامرنا فضربنا واحدة للوجه و ضربة اخری للیدین الی المرفقین (رواہ البزاز) دلیل نمبر۲......حدیث جابرؓ مرفوعا التیمم ضربة للوجه وضربة للذراعین الی المرفقین (رواہ الدارقطنی والحاکم) مسئلتین میں فریق ثانی کی دلیل ۔حدیث باب ہے کیونکہ اس میں صرف ایک ضرب کا ذکر ہے نیز صرف کفین کا ذکر ہے۔جواب......خود اس حدیث کا سیاق وسباق اس امر پر دال ہے کہ اس میں تیمم کی ابتدائی تعلیم نہیں دی جا رہی بلکہ تیمم للوضو کا واقعہ اس سے پہلے گزر چکا تھا اور حضرت عمارؓ کو اس کی پوری کیفیت معلوم تھی کہ وہ ضربتین ہے اور مرفقین تک ہے لیکن جنابت کے تیمم کا حکم انہیں معلوم نہ تھا اس لئے حضور ﷺ نے مجمل طور پر اشارہ فرمادیا کہ جنابت کے لئے بھی وہی وضو والا تیمم کافی تھا سارے بدن کو ملوث کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

مسئلہ ثانیہ میں زہری کی دلیل ......حدیث عمار بن یاسرؓ فمسحوا بایدیهم کلها الی المناکب والاباط من بطون ایدیهم (رواہ ابوداؤد و مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۵۵) جواب نمبر ا......امام شافعی" فرماتے ہیں......کہ آیت تیمم کے نزول کے ابتدائی زمانے میں جب تک حضور ﷺ نے عملی تعلیم نہ فرمائی تھی اسوقت تک صحابہ کرامؓ فامسحوا بوجوهکم و ایدیکم سے مناکب و آباط تک مسح سمجھے لیکن پھر بعد میں حضور ﷺ کی مرفوع احادیث سے ایدیکم کی غایت ثابت ہے قال ﷺ ایدیکم الی المرفقین فلہٰذا اصحابہ کرامؓ کے اجتہاد پر مرفوع احادیث کو ترجیح ہوگی۔جواب نمبر۲......اگر بالفرض یہ تیمم بتعلیم نبوی تھا تو پھر یہ منسوخ ہے کیونکہ یہ تیمم نزول آیت کے فوراً بعد کیا گیا ہے۔

الفصل الثانی ......وعن ابی سعید الخدریؓ ...... قوله' فاعاد احدهما الصلوٰة بوضوء ۔مسئلہ خلافیہ......اگر تیمم کے بعد ادائے نماز سے قبل پانی مل جائے تو بالاتفاق تیمم ٹوٹ جاتا ہے اور اگر ادائے نماز کے بعد وقت کے اندر اندر پانی مل جائے تو بالاتفاق اعادۂ صلوٰۃ ضروری نہیں لیکن اگر نماز کے دوران میں پانی پر قدرت حاصل ہو جائے تو اس میں اختلاف ہے۔ابو حنیفہ" اور احمد" کے نزدیک نماز توڑ کر وضو کر کے از سر نو نماز پڑھنا ضروری ہے لیکن مالک" و شافعی" کے نزدیک اسی تیمم سے نماز پوری کرلے۔**دلیل احناف** ......یہ کہ تیمم کی طہوریت و جواز صرف عدم وجدان ماء تک

ہے وجدان ماء کے بعد نہیں تو وجدان ماء کی صورت میں اب بقیہ نماز بلاوضو کیسے پوری کرسکتا ہے۔

باب الغسل المسنون......(صفحہ۵۵)

الفصل الاول ......عن ابن عمرؓ ،قولہ' اذا جاء احدکم الجمعۃ فلیغتسل ...... مسئلہ خلافیہ...... ائمہ اربعہ کے نزدیک نماز جمعہ کے لئے غسل صرف مستحب مؤکد ہے اور اہل ظاہر کے نزدیک واجب ہے۔ **دلائل جمہور......(۱)**......حدیث سمرہ بن جندبؓ مرفوعا و من اغتسل فالغسل افضل (رواہ احمد، وغیرہ، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۵۵)(۲)......عن ابی ھریرۃؓ مرفوعا من توضأ یوم الجمعۃ فاحسن الوضوء ثم اتی الجمعۃ فدنا و استمع و انصت غفر لہ (رواہ مسلم وغیرہ) اس حدیث میں غسل کا ذکر نہیں۔ **دلیل اہل ظاہر**......احادیث باب ہیں کیونکہ بعض روایات میں امر کا صیغہ ہے اور بعض روایات میں وجوب کا لفظ ہے۔ **جواب نمبر۱**......امر استحبابی ہے اور وجوب بمعنی تاکید ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے رعایۃ فلان علینا واجبۃ اور اس تاویل کا قرینہ دلائل مذکورہ ہیں۔

جواب نمبر۲......ابتدائے اسلام میں مسجد نبوی تنگ تھی اور لوگ صوف پہنتے تھے اور محنت و مزدوری کثرت سے کرتے تھے اس لئے جب ان کو پسینہ آتا تو لوگ ایذاء پاتے لہٰذا ابتداء ان وجوہ کی بناء پر غسل جمعہ کا حکم واجب قرار دیا گیا لیکن بعد میں ان وجوہ کے ازالہ کی بناء پر وجوب غسل جمعہ کا حکم منسوخ ہو گیا جیسا کہ اس باب کی فصل ثالث میں حدیث ابن عباسؓ میں مذکور ہے......

الفصل الثانی ......وعن ابی ھریرۃؓ ،قولہ' من غسّل میتا فلیغتسل ومن حملہ فلیتوضأ' (صفحہ۵۵) جمہور علماء کے نزدیک نہ تغسیل میت سے غسل واجب ہے اور نہ حمل میت میں وضو واجب ہے۔ **دلائل جمہور(۱)**......بیہقی میں مرفوع حدیث ہے ان میتکم یموت فحسبکم ان تغسلوا ایدیکم۔(۲)......مؤطا امام محمد میں ہے ان ابن عمرؓ حنط ابنا لسعید بن زید وحملہ ثم دخل المسجد فصلی ولم یتوضأ۔(۳) حدیث صحیح میں ہے لیس علیکم فی میتکم غسل اذا غسلتموہ۔ **جوابات حدیث باب۔(۱)**......امر استحبابی ہے تاکہ بدبو دور ہو جائے اور حمل میت ایک عبادت ہے اور عبادت کے لئے وضو کرنا مستحب ہے(۲)......یہ حدیث منسوخ ہے۔

باب الحیض

حیض دراصل مصدر ہے اس کے لغوی معنی بہنے کے ہیں اور شرعی معنی ہیں ھو دم ینفضہ رحم امرأۃ سلیمۃ من الداء والصغر و الولادۃ۔

الفصل الاول......**عن انس بن مالک**......**قولہ' اصنعوا کل شیء الا النکاح**...... **مسئلہ خلافیہ مباشرت واستمتاع بالحائض**......اس کی تین صورتیں ہیں (۱)......قبل یا دبر میں وطی کرنا یہ بالاتفاق حرام ہے اور اس کا مستحل کافر ہے۔(۲)......ناف کے اوپر اور گھٹنے کے نیچے کیساتھ استمتاع یہ بالاتفاق جائز ہے۔(۳)......ناف اور گھٹنے کے درمیان والے ننگے حصے سے بجز جماع کے اور طرح کا استمتاع کرنا مثلاً ننگی ران کو ہاتھ لگانا وغیرہ ذلک۔ یہ صورت مختلف فیہ ہے ابوحنیفہ، مالک، شافعی، ابو یوسف اور جمہور فقہاء کے نزدیک حرام ہے امام احمد، محمد، اسحاق، سفیان ثوری، امام طحاوی کے نزدیک جائز ہے۔ **دلائل جمہور** (۱)......حدیث عائشہ **وکان یامرنی فاتزر فیباشرنی وانا حائض** (متفق علیہ، مشکوۃ جلد۱، صفحہ ۵۶) اس میں ازار باندھنے کا حکم واضح دلیل ہے اس پر کہ تحت الازار ننگے بدن سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔(۲)......حدیث عبداللہ بن سعد **انہ سال رسول اللہ ﷺ ما یحل لی من امرأتی وھی حائض قال لک ما فوق الازار** (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ واحمد فی مسندہ)۔
دلیل حنابلہ......حدیث باب ہے کیونکہ کل شیء مطلق ہے۔ **جواب نمبر۱**......احادیث مذکورہ کی وجہ سے کل شیء مقید ہے مافوق الازار کے ساتھ۔ **جواب نمبر۲**......حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وطی اور اس کے اسباب قریبہ کے سوا حائضہ سے ہر معاملہ کیا جاسکتا ہے اور تحت الازار استمتاع وطی کا سبب قریب ہے لہٰذا وہ بھی ممنوع ہے۔

الفصل الثانی......**وعن ابن عباس، قولہ' فلیتصدق بنصف دینار** (صفحہ ۵۶) **مسئلہ خلافیہ**......امام احمد اور اسحٰق کے نزدیک حائضہ سے صحبت کرنے والے پر دینار یا نصف دینار صدقہ کرنا واجب ہے۔ حسن بصری اور سعید بن جبیر کے نزدیک ایک غلام کا آزاد کرنا واجب ہے۔ امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی، جمہور فقہاء کے نزدیک توبہ استغفار کرنا واجب ہے البتہ تکمیل توبہ کے لئے خیرات کرنا بہتر ہے۔ **دلائل جمہور**......وہ احادیث ہیں جن میں صدقے کا ذکر نہیں۔ **دلیل حنابلہ**......احادیث باب ہیں۔ **جواب نمبر۱**......ابن ہمام فرماتے ہیں کہ یہ احادیث استحباب پر محمول ہیں۔
جواب نمبر۲......حدیث ثانی کے متعلق علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں **وھو حدیث ضعیف باتفاق الحفاظ** (بذل المجہود جلد۱، صفحہ ۱۵۸)

باب المستحاضہ ......(صفحہ ۵۶)

استحاضہ کی تعریف یہ ہے **ھو دم یخرج من العرق فی فم الرحم یقال له العاذل بسبب المرض**
اقسام واحکام مستحاضہ...... مستحاضہ کی تین قسمیں اتفاقی ہیں (۱) **مبتدأۃ**......جس عورت کو

ابتدائے بلوغ ہی سے خون جاری ہو جائے مثلاً حمنہ بنت جحشؓ جو زینب بنت جحشؓ زوجۂ مطہرہ کی بہن ہیں اسکا حکم یہ ہے کہ یہ عورت اپنی قوم کی عورتوں کی عادت کا اعتبار کرے ورنہ ہر ماہ شروع دس ایام حیض شمار کرے اور پھر انقطاع حیض والا غسل کرکے ہر وقت نماز کے لئے وضو کرلے اور نماز ادا کرتی رہے۔ **(۲) معتادہ......** جس عورت کے حیض کی عادت مقرر تھی اور وہ عادت اس کو یاد بھی ہے اور پھر دائمی خون جاری ہو گیا ہے مثلاً فاطمہ بنت ابی حبیشؓ یا فاطمہ بنت قیسؓ اس کا حکم یہ ہے کہ ایام عادت کو حیض شمار کرے اور پھر استحاضہ سمجھے اور نماز پڑھتی رہے۔ **(۳) متحیرہ یا مضلہ......** جس عورت کی حیض کی عادت مقرر نہ تھی یا عادت مقرر تھی لیکن وہ بھول گئی ہے اور پھر دائمی خون جاری ہو گیا ہے۔ مثلاً بقول علامہ خطابی ام حبیبہ بنت جحشؓ اس کے احکام کا اجمال یہ ہے کہ غیر معتادہ اپنی قوم کی عورتوں کی غالب عادت پر عمل کرے اور معتادہ ناسیہ تحری کرکے ظن غالب یا یقین پر عمل کرے کہ جن ایام میں اس کو طاہرہ ہونے کا یقین ہو ان میں وضو لکل صلوٰۃ کرکے نماز پڑھے گی۔ اور جن ایام میں اس کو حائضہ ہونے کا یقین ہو ان میں ترک نماز کرے گی اور جن ایام میں تردد ہو تو دیکھو اگر دخول فی الحیض وجود حیض وجود طہر۔ ان تینوں شقوں میں تردد ہے تو وضو لکل صلوٰۃ کرکے نماز پڑھے گی اور غسل کی ضرورت نہیں اور اگر دخول فی الطہر وغیرہ میں تردد ہے تو پھر اغتسال لکل صلوٰۃ کرکے نماز پڑھے گی یا غالب عادات النساء پر عمل کرے گی۔

صورت خلافیہ...... مستحاضہ کی ایک قسم ممیزہ بالالوان اختلافی ہے احناف کے نزدیک استحاضہ میں خون کے رنگ کا اعتبار نہیں بلکہ صرف عادت کا اعتبار ہے لیکن مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک خون کا رنگ بھی معتبر ہے کہ دم حیض اسود غلیظ ہوتا ہے۔ **دلائل احناف (۱)......** حدیث ابن عباسؓ قال اذا کان دما احمر فلینار واذا کان دما اصفر فنصف دینار (رواہ ابوداؤد والترمذی، مشکوٰۃ جلد۱ صفحہ ۵۶) یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر درجۂ استشہاد میں پیش کی جاسکتی ہے۔ (۲)...... عورتیں حیض کے کپڑے حضرت عائشہؓ کے پاس روانہ کیا کرتی تھیں تاکہ وہ فیصلہ کریں کہ آیا وہ خون حیض ہے یا نہیں؟ تو حضرت عائشہؓ جواب میں فرماتی تھیں لا تعجلن حتی ترین القصة البیضاء (چونا) (رواہ مالک فی الموطا والبخاری فی الصحیح) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض کا خون سوائے خالص سفیدی کے ہر رنگ کا ہوتا ہے تو بعض رنگوں کو حیض نہ سمجھنا اس حدیث کے خلاف ہے۔ **دلیل فریق ثانی......** حدیث عروہ بن زبیر کہ آنحضرت ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیشؓ مستحاضہ سے فرمایا اذا کان دم الحیض فانہ دم اسود یعرف (رواہ ابوداؤد والنسائی، مشکوٰۃ جلد۱ صفحہ ۵۷) جواب...... فاطمہ بنت ابی حبیشؓ ممیزہ بھی تھیں اور معتادہ بھی تھیں اور ان کی تمیز عادت

کے موافق تھی تو دراصل اعتبار عادت ہی کا ہوا کیونکہ اعتبار عادت احادیث کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہے مثلاً حدیث ام سلمہ میں صراحت ہے لتنظر عدد الليالي والايام التي كانت تحيضهن من الشهر (رواہ مالک وغیرہ، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۵۷) اور صحیح بخاری اور صحیح ابن حبان میں ہے امكثي عدد الايام التي كنت تحيضيهن ۔ بخلاف تمیز بالالوان کے کہ وہ کسی صحیح السند صریح حدیث سے ثابت نہیں کیونکہ حدیث عروہ کے بارے میں طحاوی کہتے ہیں کہ یہ موقوف ہے اور ابو حاتم کہتے ہیں ھو منکر اور ابن حبان فرماتے ہیں ہوئی رائی منقطع اور ابوداؤد نے بھی اضطراب سند کی طرف اشارہ کیا ہے (اوجز المسالک جلد ا، صفحہ ۱۴۸) اس حدیث کے علاوہ دوسری احادیث جن میں اقبال وادبار کے الفاظ آئے ہیں وہ اگرچہ صحیح السند ہیں مگر تمیز بالالوان میں صریح نہیں کیونکہ ان میں تمیز اور عادت دونوں کا احتمال ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف رد کیا جاتا ہے لہٰذا یہ روایات اول الذکر روایات کی طرف رد کی جائیں گی۔

الفصل الاول ...... عن عائشة ، قوله' اذا ادبرت فاغسلي عنك الدم ثم صلي ...... مسئلہ خلافیہ ...... آئمہ اربعہ کے نزدیک مستحاضہ کے لئے صرف انقطاع حیض والا غسل ضروری ہے اور ہر نماز کے لئے غسل واجب نہیں لیکن حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ کے نزدیک ہر نماز کے لئے غسل واجب ہے۔ **دلائل جمہور (۱)** ...... حدیث باب۔ (۲) ...... فصل ثانی کی حدیث اول فاذا كان الآخر فتوضئ وصلي (رواہ ابوداؤد والنسائی، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۵۷) کیونکہ ان دونوں احادیث میں مستحاضہ پر ہر نماز کے لئے وجوب غسل کا کوئی ذکر نہیں۔ **دلیل فریق ثانی** ...... حدیث عدی بن ثابت عن ابیہ عن جدہ ثم تغتسل و تتوضأ عند كل صلوٰة (رواہ الترمذی وابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۵۷) **جواب نمبر ۱** ...... دلائل مذکورہ کے قرینے سے یہ حدیث منسوخ ہے۔ **جواب نمبر ۲** ...... یہ استحباب ونظافت اور احتیاط پر محمول ہے۔ **جواب نمبر ۳** ...... یہ حدیث علاج پر محمول ہے تاکہ خون کی قوت وکثرت میں کمی آجائے۔ **جواب نمبر ۴** ...... یہ حدیث مستحاضہ متحیرہ پر محمول ہے۔

جواب نمبر ۵ ...... تغتسل پر کلام ختم ہوجاتا ہے اور وتتوضأ عند كل صلوٰة جملہ مستانفہ ہے۔

الفصل الثانی ...... عن حمنة بنت جحشؓ، قوله' انما هذه ركضة من ركضات الشيطان ...... چونکہ شیطان استحاضے کی وجہ سے عورت کے صوم وصلوٰۃ کے امر دینی میں تلبیس اور خلط کی طرف راہ پالیتا ہے اس لئے استحاضے کو شیطان کے لات مارنے سے تعبیر کیا ہے اور ممکن ہے کہ یہ حقیقت پر محمول ہو۔

قوله' فتحيضي ستة ايام او سبعة ايام في علم الله ...... یہاں لفظ او تخییر کے لئے

ہے یعنی ان دو میں سے جس کو چاہو اختیار کرو کیونکہ عام طور پر عورتوں کو خون حیض چھ سات دن ہی آتا ہے تو تم غور وفکر کر کے ان میں سے ایک کو اختیار کرلو۔ باقی تمہاری ماہواری کے ایام کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔

قوله' وهذا اعجب الامرين اليّ...... ہذا کا مشار الیہ امر ثانی ہے پھر امرین میں سے امر ثانی پر تو اتفاق ہے کہ مستحاضہ یومیہ تین غسل کرے لیکن امر اول کے مصداق میں دو اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ مستحاضہ ہر نماز کے لئے صرف وضو کرے۔ اکثر شراح نے اسی کو اختیار کیا ہے اس صورت میں امر ثانی یعنی یومیہ تین غسل کی احبیت کی وجہ نظافت بعلاج اور نماز کا بالیقین ادا ہو جانا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ امر اول سے مراد اغتسال لکل صلوٰۃ یعنی یومیہ پانچ مرتبہ غسل کرنا ہے یہ حضرت گنگوہیؒ کا مختار ہے اس تقدیر پر امر ثانی یعنی یومیہ تین غسل کی احبیت کی وجہ رفق وسہولت ہے۔

کتاب الصلوٰۃ ......(صفحہ ۵۷)

ربط...... یہ ہے کہ پہلے مقدمہ للصلوٰۃ اور موقوف علیہ یعنی طہارت کا ذکر تھا اور اب موقوف اور اصل مقصود یعنی صلوٰۃ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ **صلوٰۃ کی لغوی تحقیق**...... اس کے مادۂ اشتقاق میں متعدد اقوال ہیں جن میں سے تین یہ ہیں۔ (۱)...... یہ صلی بمعنیٰ دعا سے ہے تو یہ تسمیۃ الکل باسم الجزء کے باب سے ہے۔ (۲)...... یہ صلوین سے ہے مصلی اس پچھلے گھوڑے کو کہتے ہیں جو اگلے گھوڑے کی صلوین سے متصل ہو تو نمازی کو مصلی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے امام کے اقتداء اور اتباع کرتا ہے گویا اس کے صلوین سے متصل ہے کذا ذکرہ الباقلانی۔ (۳)...... یہ صلوت العود سے ہے جس کے معنیٰ ہیں کہ میں نے ٹیڑھی لکڑی کو آگ سے سینک کر سیدھا کیا۔ چونکہ نفس امارہ میں ٹیڑھا پن ہے اور نماز میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وہیبت کی گرمی سے وہ سیدھا ہو جاتا ہے اس لئے اس کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔

صلوٰۃ کی شرعی تعریف...... هی ارکان معهودة وافعال مخصوصة من القيام و القراءة و غيرهما فی اوقات معينة۔ **ابتدائے فرضیت صلوٰۃ**...... سب سے پہلے نماز تہجد فرض ہوئی پھر دس سال دو سال کے بعد مکہ میں معراج سے قبل تہجد کی فرضیت منسوخ ہو کر دو نمازیں یعنی فجر وعصر فرض ہوئیں جیسا کہ قرآن میں ہے وسبح بحمد ربک بالعشی و الابکار (پارہ ۲۴) پھر ہجرت سے ڈیڑھ سال قبل شب معراج میں باقی تین نمازیں ظہر، مغرب، عشاء فرض ہوئیں اور پھر ہجرت کے بعد ۲ھ میں روزہ، زکوٰۃ اور ۵ یا ۶ یا ۹ھ میں حج فرض ہوا۔

باب المواقیت

...... یہ میقات کا جمع ہے بمعنیٰ وقت متعین۔

الفصل الاول...... **عن عبد الله بن عمرو** رضی اللہ عنہ، **قوله' وكان ظل الرجل**

کطوله مالم یحضر العصر ...... یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں۔

مسئلہ اولیٰ اشتراک وقت بین الظہر والعصر ...... ابوحنیفہؒ، احمدؒ، شافعیؒ اور جمہور علماء کے نزدیک ظہر اور عصر میں مشترک وقت نہیں ہے۔ امام مالکؒ اور ابن مبارکؒ کے نزدیک مثل اول کے بعد چار رکعت کا وقت ظہر اور عصر کے لئے مشترک ہے۔ **دلیل جمہور** ...... حدیث باب ہے کیونکہ ما لم یحضر العصر سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وقت ظہر وقت عصر کے شروع نہ ہونے تک ہے اور وقت عصر شروع ہونے سے وقت ظہر فوراً ختم ہو جاتا ہے۔ **دلیل مالکیہ** ...... حدیث امامۃ جبرئیل ہے کیونکہ اس میں پہلے دن کی عصر کے بارے میں یہ لفظ ہیں حین صار ظل کل شیء مثله اور دوسرے دن کی ظہر کے بارے میں بھی یہی لفظ ہیں حین کان ظلہ مثلہ (مشکوٰۃ فصل ثانی جلد ۱، صفحہ ۵۹) اس سے معلوم ہوا کہ پہلے دن کی عصر اور دوسرے دن کی ظہر ایک ہی وقت میں ادا ہوئی۔ **جواب نمبر ۱** ...... اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پہلے دن کی عصر کی ابتداء مثل اول پر ہوئی اور دوسرے دن کی ظہر کی انتہاء مثل اول پر ہوئی تو حین کان ظله مثله کا مطلب یہ ہے حین کان ظله قریبا من مثله۔

جواب نمبر ۲ ...... علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ حدیث جبرئیل منسوخ ہے۔

مسئلہ ثانیہ ...... **انتہائے وقت ظہر** ...... امام اعظم ابوحنیفہؒ کی مشہور اور ظاہر روایت میں ظہر کا وقت مثلین تک ہے اور عصر کا وقت مثلین کے بعد شروع ہوتا ہے۔ لیکن شافعیؒ، احمدؒ، صاحبینؒ، مالکؒ اور جمہور علماء کے نزدیک ظہر کا وقت ایک مثل تک باقی رہتا ہے اور مثل اول کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے کہ ظہر کا وقت مثل اول تک ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ ظہر تو ایک مثل ہونے سے پہلے پڑھ لی جائے اور عصر مثلین کے بعد پڑھی جائے تاکہ نماز بالاجماع ہو جائے۔ (اوجز المسالک جلد ۱، صفحہ ۱۴)

دلائل احناف (۱) ...... حدیث ابی ہریرہؓ مرفوعا اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰۃ (متفق علیہ مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۰) کیونکہ بلاد عرب میں ابراد مثل اول کے بعد ہوتا ہے۔ (۲) ...... عبداللہ بن رافعؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے اوقات نماز دریافت کئے تو انہوں نے فرمایا صل الظهر اذا کان ظلک مثلک والعصر اذا کان ظلک مثلیک (مؤطا مالک) **دلائل جمہور (۱)** ...... حدیث باب کقولہ (۲) ...... حدیث امامت جبرئیل۔ کیونکہ اس میں دوسرے دن وقت ظہر مثل اول تک بتایا گیا ہے فلما کان الغد صلی بی الظهر حین کان ظله مثله (رواہ ابوداؤد والترمذی و مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۹)

جواب نمبر ۱ ...... یہ حدیث استحباب اور افضیلت پر محمول ہے اور قرینہ هذا وقت الانبیاء من قبلک ؟

جواب نمبر۲...... علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حدیث جبرئیل منسوخ ہے کیونکہ باقی روایات متاخر ہیں اور عمل متاخر پر ہوتا ہے۔ جواب نمبر۳...... حدیث امامت جبرئیل مرجوح ہے کیونکہ اس کی سند حسن ہے اور روایات مذکورہ بالا کی سند صحیح ہے لہٰذا ترجیح ان کو ہوگی۔

قولہ' ووقت العصر ما لم تصفر الشمس (صفحہ ۵۹) مسئلہ خلافیہ انتہاء وقت عصر

......ابوحنیفہؒ، مالکؒ، احمدؒ اور جمہور علماء کے نزدیک وقت عصر غروب شمس تک ہے یعنی اصفرار شمس سے پہلے تک مستحب ہے پھر جائز مع الکراہت ہے مگر فی نفسہ سارا وقت جواز کے حکم میں ہے۔ امام شافعیؒ کے تین اقوال ہیں (۱) جمہور کے موافق۔ (۲) مثلین تک (۳) اصفرار شمس تک۔ دلائل جمہور (۱)...... حدیث ابی ہریرۃ مرفوعا ومن ادرک رکعۃ من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۶۱) (۲)...... حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ مرفوعا ووقت العصر مالم تغرب الشمس (رواہ مسلم، مرقات جلد۲، صفحہ ۱۳۰) دلائل شوافع (۱)...... حدیث ما لم تصفر الشمس (۲)...... حدیث امامت جبرئیل۔ کیونکہ اس میں دوسرے دن وقت عصر مثلین تک بتلایا گیا ہے وصلی بی العصر حین کان ظلہ مثلیہ (رواہ ابوداؤد والترمذی، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۵۹) جواب نمبر۱...... یہ احادیث استحباب پر محمول ہیں تا کہ تمام روایات میں تطبیق ہو جائے۔ جواب نمبر۲...... حدیث جبرئیل کا مطلب یہ ہے کہ عصر کی ابتداء مثلین پر کی۔

قولہ' ووقت صلوٰۃ المغرب ما لم یغب الشفق (صفحہ ۵۹) یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں

مسئلہ اولیٰ توسیع وقت مغرب ...... ابوحنیفہؒ، احمدؒ، صاحبینؒ اور جمہور علماء کے نزدیک وقت مغرب غروب شفق تک وسیع ہے لیکن مالکؒ، شافعیؒ کے ایک ایک قول میں مغرب کا وقت صرف وضو اور تین یا پانچ رکعت تک ہے اور اس کے بعد مغرب قضاء ہو جائے گی تو گویا ان کے یہاں مغرب کا وقت ضیق ہوا۔

دلائل جمہور نمبر۱...... حدیث باب ما لم یغیب الشفق۔ نمبر۲...... حدیث بریدہؓ وصلیٰ المغرب قبل ان یغیب الشفق (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۵۹)

دلیل شوافع و مالکیہ...... حدیث امامت جبرئیل، کیونکہ اس میں دونوں دنوں میں ایک ہی وقت میں نماز مغرب پڑھائی گئی حالانکہ دوسرے دن انتہاء وقت بیان کرنا مقصود تھا۔

جواب نمبر۱...... یہ حدیث افضل وقت پر محمول ہے۔ جواب نمبر۲...... یہ حدیث مرجوح ہے اور روایات مذکورہ بالا راجح ہیں۔ جواب نمبر۳...... یہ حدیث منسوخ ہے (بذل المجہود جلد۱، صفحہ ۱۲۸)

مسئلہ ثانیہ انتہائے وقت مغرب ...... غروب شفق ہے لیکن پھر شفق کی تفسیر میں دو اقوال ہیں (۱) ...... امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک شفق ابیض مراد ہے جو غروب شفق احمر کے بعد افق پر پھیلتی ہے۔(۲) ...... مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ، صاحبینؒ اور جمہور علماء کے نزدیک شفق احمر مراد ہے جو غروب شمس کے بعد افق پر پھیلتی ہے۔ دلائل احناف (۱) ...... حدیث ابی مسعود انصاریؓ ویصلی العشاء حین یسود الافق (رواہ ابوداؤد فی باب التوقیت) کیونکہ اسوداد افق غروب شفق ابیض کے بعد ہوتا ہے۔

(۲) حدیث جابرؓ ...... ثم اذن ای بلال للعشاء حین ذهب بیاض النهار وهو الشفق (رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط) اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کی اذان غروب شفق ابیض کے بعد دی گئی۔

دلیل جمہور ...... حدیث عائشہؓ قالت کانوا یصلون العتمة فیما بین ان یغیب الشفق الی ثلث اللیل (متفق علیہ، مشکوۃ جلد ۱ صفحہ ۶۰) کیونکہ شفق ابیض ثلث لیل تک باقی رہتا ہے تو معلوم ہوا کہ شفق احمر مراد ہے کیونکہ اگر شفق ابیض مراد ہوتا تو عشاء ثلث لیل سے قبل جائز نہ ہوتی۔ جواب ...... ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ شفق ابیض ثلث لیل تک باقی رہتا ہے بلکہ وہ اس سے پہلے ختم ہو جاتا ہے۔ فائدہ ...... فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کہ وقت مغرب شفق احمر کے غروب تک ہے اور امام صاحب کا رجوع بھی ثابت ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ مغرب تو شفق احمر کے غروب سے پہلے پہلے پڑھ لی جائے لیکن عشاء شفق ابیض کے غروب ہونے کے بعد پڑھی جائے تا کہ نماز مختلف فیہ نہ بنے۔

قوله' ووقت صلوٰة العشاء الى نصف الليل الاوسط (صفحہ ۵۹) ......

مسئلہ خلافیہ انتہائے وقت عشاء ...... ابوحنیفہؒ اور احمدؒ کے نزدیک طلوع صبح صادق تک ہے اور شافعیؒ اور مالکؒ کے ایک ایک قول میں ثلث لیل تک اور دوسرے قول میں نصف لیل تک ہے۔

دلائل احناف (۱) ...... حدیث عائشہؓ قالت اعتم النبی ﷺ ذات لیلة حتی ذهب عامة اللیل وحتی نام اهل المسجد ثم خرج فصلی بهم (رواہ مسلم والنسائی)۔

(۲) ...... حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا وصل العشاء ای اللیل شئت (رواہ الطحاوی)

(۳) ...... حضرت ابوہریرۃؓ سے عبید بن جریجؒ نے پوچھا ما افراط حد صلوٰة العشاء قال طلوع الفجر (رواہ الطحاوی) ثلث لیل کی دلیل ...... حدیث امامت جبرئیل علیہ السلام وصلی بی العشاء الی ثلث اللیل (مشکوۃ باب ہذا فصل ثانی جلد ۱ صفحہ ۵۹) نصف لیل کے دلائل (۱) ...... حدیث باب (۲) ...... حدیث ابی ہریرۃؓ وان آخر وقتها حین ینتصف اللیل (رواہ الترمذی) جواب ......

تمام ذخیرۂ احادیث میں تطبیق کی صورت یہی ہے کہ ثلث لیل تک عشاء کا مختار و مستحب وقت ہے اور نصف لیل تک مباح بلاکراہت ہے اور اس کے بعد صبح صادق تک جائز مع الکراہۃ ہے۔

قولہ' ووقت صلوٰۃ الصبح من طلوع الفجر ما لم تطلع الشمس (صفحہ۵۹)......

مسئلہ خلافیہ انتہائے وقت فجر...... ابوحنیفہؒ اور احمدؒ کے نزدیک طلوع شمس تک ہے اور شافعیؒ و مالکؒ کے ایک ایک قول میں اسفار تک ہے۔ دلائل احناف (۱)...... حدیث باب ہے۔ (۲) حدیث ابو ہریرۃؓ مرفوعا من ادرک رکعۃ من الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح (متفق علیہ مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۶۱) دلیل شوافع و مالکیہ...... حدیث امامت جبرئیل کیونکہ اس میں دوسرے دن اسفار میں نماز فجر واقع ہوئی ہے حالانکہ دوسرے دن انتہائے وقت بیان کرنا مقصود تھا۔ حدیث کے لفظ یہ ہیں وصلی بی الفجر فاسفر (فصل ثانی جلد۱، صفحہ۵۹) جواب نمبر۱...... یہ افضل وقت پر محمول ہے۔
جواب نمبر۲...... یہ حدیث منسوخ ہے۔ جواب نمبر۳۔ یہ حدیث مرجوح ہے اور روایات مذکورہ بالا راجح ہیں۔

الفصل الثالث ......وعن ابن مسعودؓ...... قولہ' فی الصیف ثلثۃ اقدام الیٰ خمسۃ اقدام الخ ہر چیز کا ساتواں حصہ قدم کہلاتا ہے تو سبعہ اقدام کا مطلب پورا مثل اور ثلثہ اقدام کا مفہوم تقریباً نصف مثل اور خمسہ اقدام کا حاصل تقریباً دو تہائی مثل ہوا۔ اس حدیث میں نماز ظہر کے متعلق آنحضرت ﷺ کا اکثری معمول بتایا گیا ہے کہ سردی کے موسم میں جلدی پڑھنے کا معمول تھا اور گرمی کے زمانے میں تاخیر سے پڑھنے کا معمول تھا کیونکہ شدید گرمی میں زوال کے وقت مدینہ طیبہ میں سایہ اصلی بالکل نہیں ہوتا اور موسم سرما میں سائیہ اصلی خود مثل کے برابر ہوتا ہے باقی جن احادیث میں وقت ظہر زوال بقدر شراک کے بعد بتایا گیا ہے ان میں اول وقت ظہر مراد ہے۔

باب تعجیل الصلوٰۃ......(صفحہ۶۰)

الفصل الاول......عن سیار بن سلمۃؒ ......قولہ' کان یصلی الھجیر التی تدعونھا الاولیٰ حین تدحض الشمس ......

مسئلہ خلافیہ ظہر کا مستحب وقت...... ابوحنیفہؒ اور مالکؒ کے نزدیک سردی کی ظہر میں تعجیل اور گرمی کی ظہر میں تاخیر و ابراد مستحب ہے اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک مطلقاً تعجیل افضل ہے۔

دلائل احناف (۱)...... حدیث انسؓ قال کان رسول اللہ ﷺ اذا کان الحر ابرد بالصلوٰۃ واذا کان البرد عجل (رواہ النسائی، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۶۲)

(۲)...... حدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعاً اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰۃ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۶۰)

شوافع کی دلیل اول...... حدیث باب۔ دلیل ثانی...... حدیث ام سلمۃؓ قالت کان رسول اللہ ﷺ اشد تعجیلا للظھر منکم (رواہ احمد والترمذی، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۶۲)

جواب ہر دو دلائل...... احادیث مذکورہ کی قرینے سے یہ روایات سردی کی ظہر پر محمول ہیں اور اس کی تعجیل کے ہم بھی قائل ہیں۔ دلیل ثالث...... حدیث خبابؓ قال شکونا الیٰ رسول اللہ ﷺ حر الرمضاء فی جباھنا و اکفنا فلم یشکنا (رواہ مسلم والنسائی)

جواب...... یہ حدیث ابراد والی حدیث سے منسوخ ہے کیونکہ یہ مکی ہے اور احادیث ابراد مدنی ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کان آخر الامرین من رسول اللہ ﷺ الابراد (التعلیق الصبیح صفحہ ۲۷۵)

قولہ' ثم یرجع احدنا الیٰ رحلہ فی اقصی المدینۃ و الشمس حیۃ

مسئلہ خلافیہ عصر کا وقت مستحب...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک عصر میں مطلقاً تاخیر مستحب ہے لیکن اتنی تاخیر نہ ہو کہ سورج کا رنگ زرد ہو جائے اور مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک مطلقاً تعجیل افضل ہے۔

دلائل احناف (۱)...... حدیث ام سلمۃؓ و انتم اشد تعجیلا للعصر منہ (رواہ احمد والترمذی، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۶۲) (۲)...... حدیث علی بن شیبانؓ قال قدمنا علیٰ رسول اللہ ﷺ المدینۃ فکان یؤخر العصر ما دامت الشمس بیضاء نقیۃ (رواہ ابوداؤد فی باب وقت العصر جلد۱، صفحہ ۵۹)

دلائل جمہور...... وہ احادیث ہیں جن میں صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ ہم نماز عصر پڑھ کر مغرب سے پہلے پہلے مدینہ کی بالائی بستیوں عوالی میں پہنچ جاتے تھے۔ اور بعض عوالی چار میل تک تھے۔ (حدیث انسؓ مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۶۰) اور ہم اونٹ ذبح کر کے مغرب سے پہلے پہلے گوشت کی تقسیم سے اور گوشت بھون کر کھانے پینے سے فارغ ہو جاتے تھے (حدیث رافع بن خدیجؓ مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۶۱) جواب...... بعض عوالی دو تین میل پر بھی تھے نیز تیز رفتار آدمی [illegible] چار میل سفر کر سکتا ہے۔ [illegible] امام فرماتے ہیں کہ ماہر قصاب اور طباخ اصفرار سے پہلے عصر پڑھ کر ایسا [illegible] خصوصاً گرمی کے موسم میں تو ایسا کرنا بہت ممکن ہے۔

قولہ' وکان یستحب ان یوخر العشاء ...... مسئلہ خلافیہ عشاء کا وقت مستحب...... ابوحنیفہؒ، احمدؒ، اسحاقؒ کے نزدیک ثلث لیل تک تاخیر عشاء مستحب ہے۔ [illegible] و مالکؒ کے نزدیک تعجیل افضل ہے۔ دلائل احناف (۱)...... حدیث باب۔ (۲)...... حدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعاً لولا ان اشق علی امتی لامرتھم ان یؤخروا العشاء الی ثلث اللیل او نصفہ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ

مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۱) شوافع کی دلیل اول...... حدیث نعمان بن بشیرؓ قال کان رسول اللہ ﷺ یصلیھا ای العشاء لسقوط القمر لثالثۃ (رواہ ابوداؤد والدارمی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۱) کیونکہ تیسری رات کا چاند شفق کے ساتھ ہی غروب ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ جلدی نماز پڑھتے تھے۔

جواب...... علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں بلکہ دوسری رات کا چاند تو شفق کے قریب ہی غروب ہو جاتا ہے مگر تیسری رات کا چاند کافی دیر بعد میں غروب ہوتا ہے لہٰذا یہ استدلال صحیح نہیں۔ دلیل ثانی...... حدیث میں ہے کہ اول وقت میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ جواب...... اول وقت افضل و مستحب مراد ہے۔

قولہ' وکان ینفتل من صلوٰۃ الغداۃ حین یعرف الرجل جلیسہ ......

مسئلہ خلافیہ فجر کا وقت مستحب...... ابوحنیفہؒ، احمدؒ صاحبینؒ، سفیان ثوریؒ کے نزدیک نماز فجر اسفار میں افضل ہے اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک تغلیس افضل ہے۔ امام طحاویؒ کے نزدیک شروع غلس میں کرے اور قراءت طویل کر کے ختم اسفار میں کرے۔ دلائل احناف (۱)...... حدیث باب۔

(۲)...... حدیث رافع بن خدیجؓ مرفوعاً اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر (راوہ الترمذی وابوداؤد والدارمی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۱) (۳)...... حدیث ابی الدرداءؓ مرفوعاً اسفروا تغنموا (مسند اسحاق والطحاوی)

(۴)...... عن ابراھیم النخعی قال ما اجتمع اصحاب رسول اللہ ﷺ علی شیء ما اجتمعوا علی التنویر (ابن ابی شیبہ والطحاوی)۔ شوافع کی دلیل اول...... حدیث عائشہؓ قالت کان رسول اللہ ﷺ یصلی الصبح فتنصرف النساء متلفقات بمروطھن ما یعرفن من الغلس (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۰) جواب...... یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ حضور ﷺ کے زمانے میں عورتوں کو بھی شرکت نماز کی ضرورت تھی تا کہ نماز کے بارے میں نئے نئے نازل ہونے والے احکام کو وہ بھی معلوم کر سکیں تو عورتوں کی رعایت کی وجہ سے غلس میں نماز پڑھتے تھے پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور قرینہ نسخ احادیث مذکورہ و نیز اجماع صحابہؓ ہے۔ دلیل ثانی...... حدیث ابی مسعود انصاریؓ قال ثم کانت صلوتہ بعد ذلک التغلیس حتی مات ولم یعد الی ان یسفر (رواہ ابوداؤد صفحہ ۵۷)

جواب نمبر ۱...... نماز تہجد اور اجماع صحابہؓ کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ جواب نمبر ۲...... تغلیس کے لئے ناسخ اجماع صحابہؓ ہے۔ جواب نمبر ۳...... صاحب التعلیق الصبیح کہتے ہیں کہ اس میں اسفار شدید کی نفی مراد ہے۔ جواب نمبر ۴...... ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث معلول ہے۔

وعن ابی ھریرۃؓ ...... قولہ' ومن ادرک رکعۃ من الصبح قبل ان تطلع

الشمس فقد ادرک الصبح ......مسئلہ خلافیہ طلوع وغروب شمس فی اثناء الصلوٰۃ
......اس میں چار مذاہب ہیں۔(۱)......مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ اور جمہور علماء کے نزدیک فجر وعصر دونوں کا
ایک ہی حکم ہے یعنی اگر نماز شروع کر چکا ہو اور درمیان میں آفتاب طلوع یا غروب ہو جائے تو نماز پوری کر لے۔
(۲)......ابو حنیفہؒ، محمدؒ کے نزدیک عصر وقتی پڑھ رہا ہو اور سورج غروب ہو رہا ہو تو نماز کی تکمیل کر لے اور اگر نماز
فجر پڑھ رہا ہو اور طلوع شمس ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی بعد میں اس نماز کی قضاء کرے اور یہ نماز نفل ہو جائیگی
(۳)......امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نماز فجر میں امساک کرے حتی کہ وقت مکروہ گزر جائے تب اتمام نماز
کرے (۴)......امام طحاویؒ کے نزدیک فجر وعصر دونوں نمازیں آفتاب کے طلوع وغروب سے فاسد ہو
جائیں گی دلائل احناف (۱)...... حدیث باب کے راوی ابو ہریرۃؓ کا فتویٰ احناف کے مطابق ہے
چنانچہ کنز العمال میں بحوالہ مسند عبد الرزاق اس کی تصریح آئی ہے قال ان خشیت من الصبح فوتا
فبادر بالرکعۃ الاولیٰ الشمس فان سبقت بھا الشمس فلا تعجل بالاخرۃ ۔کذافی کنز العمال
جلد۴، صفحہ ۲۲۸، وقال عمرؓ ما کدت ان اصلی العصر حتی کادت الشمس تغرب فانہ یدل
علی ان عمرؓ ادی الصلوٰۃ قبل المغرب (فتح الملہم جلد۲، صفحہ۱۸۷)(۲)......حدیث ابن عمرؓ مرفوعا
لا یتحری احدکم فیصلی عند طلوع الشمس و لا عند غروبھا (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ
۹۴)(۳)......ابو سعید خدریؓ کی حدیث مرفوع لا صلوٰۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولا صلوٰۃ
بعد العصر حتی تغیب الشمس (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۹۴)
جمہور کی دلیل اول...... حدیث باب ہے۔جواب نمبر ۱...... امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ احادیث
متعارض ہیں تو تطبیق کے لئے تاویل ضروری ہے اور وہ یہ کہ جب صبی بالغ ہو جائے یا حائضہ پاک ہو جائے یا
کافر مسلمان ہو جائے یا مجنون عاقل ہو جائے ایسے وقت میں کہ طلوع وغروب سے قبل ایک رکعت پڑھ سکتا ہو تو
اس نے وجوب صلوٰۃ کو پالیا بعد میں اس پر قضا ضروری ہے۔
جواب نمبر۲...... علامہ صدر الشریعہ اور حافظ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ تعارض احادیث کی وجہ سے اصول فقہ
کے قاعدے کے مطابق ترجیح کے لئے قیاس کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور قیاس کا مقتضی یہ ہے کہ عصر کی نماز
صحیح ہو اور فجر کی نماز صحیح نہ ہو وجہ اس کی یہ ہے کہ فجر کا سارا وقت کامل ہے اور وجوب صلوٰۃ کا سبب آخری جزء
وقت ہے تو فجر میں وجوب کامل ہوا لہٰذا ادائے ناقص درست نہیں بخلاف عصر کے کہ اس کا آخری وقت ناقص
ہے تو وجوب ناقص ہوا لہٰذا ادائے ناقص بھی درست ہے۔

جواب نمبر ۳...... یہ حدیث منسوخ ہے اور قرینۂ نسخ راوی حدیث کا اپنا فتویٰ ہے۔

دلیل ثانی...... آئندہ حدیث میں ہے فلیتم صلوته (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۱)

جواب...... اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عصر کا اتمام تو اسی وقت کرلے لیکن فجر کی نماز قضا کرے اور یہ نماز نفل ہو جائے گی اس تاویل کا قرینہ احادیث نہی ہیں۔

باب الاذان

اذان کے لغوی معنیٰ...... اعلان و اخبار کے ہیں اور شرعی معنیٰ...... یہ ہیں کہ هو اعلام دخول وقت الصلوٰة بالفاظ مخصوصة و كيفية مخصوصة۔ نماز کے لئے اذان کہنا سنت مؤکدہ ہے اور اذان اسلامی شعار ہے۔ اذان توحید و رسالت اور معاد اور نماز کا کامل و جامع اعلان ہے۔

ابتدائے اذان...... اکثر محققین اور مورخین کا قول یہ ہے کہ اذان کی مشروعیت ہجرت کے بعد سال اول میں ہوئی جبکہ مسجد نبوی کی بناء کے بعد باہم مشورہ ہوا کہ نماز باجماعت کے لئے لوگوں کیسے جمع کیا جائے؟ تو بعض حضرات نے آگ جلانے کا اور بعض حضرات نے سینگ بجانے کا اور بعض صحابہؓ نے ناقوس یعنی لکڑی بجانے کا مشورہ دیا۔ اس پر یہ جرح ہوئی کہ اس میں مجوس، یہود اور نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہوگا اس لئے حضرت عمرؓ کی تجویز کے مطابق الصلوٰة جامعة کے الفاظ عارضی طور پر مقرر کر دیئے گئے اور لوگ منتشر ہو گئے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہؓ کو خواب میں فرشتے نے کلمات اذان سنائے نیز دیگر گیارہ صحابہ کرامؓ نے بھی یہی خواب دیکھا اور حضور ﷺ نے بھی شب معراج میں یہ کلمات سنے تھے اس لئے یہ کلمات مقرر کر دیئے گئے۔ تو اذان کی مشروعیت محض خواب سے نہیں ہوئی بلکہ تقریر نبوت سے ہوئی کیونکہ اس وقت وحی یا اجتہاد سے اس خواب کی تائید ہوگئی چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا انها لرؤيا حق (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۴، سطر ۱۱)

الفصل الاول ...... عن انس ...... فامر بلال ان يشفع الاذان و ان يوتر الاقامة ...... یہاں تین مسائل خلافیہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ عدد تکبیرۂ اولیٰ...... ابو حنیفہؒ، احمدؒ، شافعیؒ کے نزدیک ابتدائے اذان میں تکبیر چار مرتبہ ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک صرف دو مرتبہ ہے۔

دلائل جمہور (۱)...... ابو محذورہؓ کی روایت میں تربیع تکبیر کا ذکر ہے (رواہ مسلم و ابوداؤد و الدارمی و ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۳) (۲)...... عبداللہ بن زیدؓ کی روایت میں بھی تربیع کا ذکر موجود ہے (رواہ ابوداؤد والدارمی و ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۴) دلیل مالکیہ ...... یہ ہے کہ ابو محذورہؓ کی روایت کے بعض طرق میں تثنیہ تکبیر کا ذکر آیا ہے۔ جواب...... علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ تربیع کا راوی ثقہ ہے اور ثقہ کی زیادتی

مقبول و معتبر ہوتی ہے۔ (اوجز المسالک جلد ا، صفحہ ۱۸۶)

مسئلہ ثانیہ ترجیع شہادتین...... ابوحنیفہؒ، احمدؒ کے نزدیک اذان میں ترجیع شہادتین نہ مسنون ہے نہ مکروہ ہے البتہ صرف جائز ہے اور شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک ترجیع شہادتین مسنون ہے اور ترجیع یہ ہے کہ اولاً شہادتین کو دو دو مرتبہ آہستہ آواز سے اور پھر دو دو مرتبہ بلند آواز سے کہا جائے۔

دلائل احناف و حنابلہ (۱)...... ابومحذورہؓ کی اذان کے علاوہ عہد رسالت کی تمام اذانیں ترجیع سے خالی ہیں۔ مثلاً عبداللہ بن زیدؓ کی اذان، ملک نازل من السماء کی اذان، رئیس المؤذنین حضرت بلالؓ کی اذان، مسجد نبوی کے مؤذن ثانی عبداللہ بن ام مکتومؓ کی اذان، مسجد قبا کے مؤذن حضرت سعد القرظؓ کی اذان۔

(۲)...... حدیث ابن عمرؓ قال کان الاذان علی عهد رسول الله ﷺ مرتین مرتین (رواہ ابوداؤد، والدارمی والنسائی، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۶۳) دلیل شوافع و مالکیہ...... حدیث ابی محذورہؓ تخفض بها صوتک ثم ترفع صوتک بالشهادة (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۶۳)

جواب نمبر ا...... یہ حدیث بیان جواز پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۲...... ابومحذورہؓ نے شہادتین کے کلمات آہستہ آواز سے کہے تھے اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان سے شہادتین کے کلمات دوبارہ کہلوائے تعلیم و تلقین کے لئے نہ کہ تشریع کے لئے۔ لیکن ابومحذورہؓ نے غلبۂ محبت کی وجہ سے اس طریقے کو پھر کبھی نہیں چھوڑا جیسا کہ ابومحذورہؓ سر کے بال محض اس لئے نہ کٹواتے تھے کہ ان کو حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک لگے ہیں۔

جواب نمبر ۳...... ابومحذورہؓ کی ترجیع والی روایت مقدم ہے اور عدم ترجیع والی روایات مؤخر ہیں لہٰذا یہ روایت ان روایات سے منسوخ ہے۔ خلاصہ مسئلتین...... یہ کہ ابوحنیفہؒ اور احمدؒ کے نزدیک کلمات اذان پندرہ ہیں کہ تربیع ہے ترجیع نہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک سترہ ہیں کہ تربیع نہیں اور ترجیع ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک انیس ہیں کہ تربیع بھی ہے اور ترجیع بھی ہے۔

مسئلہ ثالثہ عدد کلمات اقامت...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک اقامت کے کلمات سترہ ہیں یعنی پندرہ اذان والے اور دو مرتبہ قد قامت الصلوٰۃ اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک گیارہ ہیں یعنی اول و آخر تکبیر۔ نیز قد قامت الصلوٰۃ دو دو مرتبہ یہ چھ ہو گئے اور باقی کلمات خمسہ ایک ایک مرتبہ یعنی شہادت شہادت حیعلہ حیعلہ تہلیل اور امام مالکؒ کے نزدیک دس ہیں کیونکہ ان کے یہاں قد قامت الصلوٰۃ بھی ایک مرتبہ ہے۔

دلائل احناف (۱)...... عن ابی محذورةؓ ان النبی ﷺ علمه الاذان تسع عشرة کلمة والاقامة سبع عشرة کلمة (رواہ احمد والترمذی وغیرہما، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۶۳)

(۲)......حدیث اسود بن یزید قال ان بلالا کان یثنی الاذان و یثنی الاقامۃ (رواہ عبدالرزاق و الطحاوی والدار قطنی) (۳)......حدیث سوید بن غفلہ قال سمعت بلالا یؤذن مثنی و یقیم مثنیٰ (رواہ الطحاوی) اور یہ سوید بن غفلہ مدینہ طیبہ میں اس وقت حاضر ہوئے جبکہ آنحضرت ﷺ کو دفن کیا جاچکا تھا معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی حضرت بلال اقامت میں تثنیہ کرتے تھے۔

دلیل شوافع وحنابلہ......حدیث باب ہے وان یوتر الاقامۃ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۶۳) مگر الا الاقامۃ کے استثناء کے ساتھ۔ دلیل مالکیہ ......یہی حدیث ہے لیکن ان کے یہاں الا الاقامۃ کے الفاظ کسی راوی کی طرف سے مدرج ہیں مرفوع نہیں لہٰذا قد قامت الصلوٰۃ بھی ایک ہی مرتبہ ہوگا۔

جواب نمبر۱......اول وآخر تکبیر کے تثنیہ کا استثناء کہاں سے نکلتا ہے؟

جواب نمبر۲......تثنیہ اقامت کی روایات مؤخر ہیں لہٰذا یہ روایت ان روایات سے منسوخ ہے۔

جواب نمبر۳...... یہ حدیث بیان جواز پر محمول ہے۔ جواب نمبر۴......یہاں شفع اور وتر کلمات کے اعتبار سے نہیں بلکہ سانس کے اعتبار سے مراد ہے کہ اذان کے ہر کلمات دو الگ الگ سانسوں میں کہے جائیں لیکن اقامت کے دو کلمات ایک ہی سانس میں کہے جائیں۔

الفصل الثانی ......وعن بلال ؓ ......قال قال لی رسول اللہ ﷺ قولہ' لا تثوبن فی شیء من الصلوات الا فی صلوٰۃ الفجر (صفحہ ۶۳)......

مسئلہ خلافیہ......تثویب کے لغوی معنی اعلام بعد اعلام کے ہیں اور اصطلاحی معنی دو ہیں۔

(۱)......نماز فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا یہ بلاشبہ جائز و مسنون ہے۔

(۲)......اذان و اقامت کے مابین کسی طریقے سے نماز کی دوبارہ اطلاع دینا یہ آئمہ اربعہ کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ حضرت علیؓ سے مروی ہے انہ رأی مؤذنا یثوب فی العشاء فقال اخرجوا ھذا المبتدع من [illegible] لیکن امام ابو یوسف نے قاضی اور مفتی جیسے مشغول آدمی کے لئے تثویب مستحسن قرار دی ہے۔ علما[illegible] [illegible] کے لئے [illegible] دی ہے کیونکہ وہ نیند کا وقت ہے اور متاخرین نے تمام نمازوں کے لئے [illegible] غفلت بہت زیادہ آگئی ہے۔ بہر حال اگر تثویب کو لازم نہ سمجھا جائے [illegible] نماز امراء کو خاص الفاظ کے ساتھ سلام کرنا وغیرہ ذلک تو اس کی گنجائش [illegible] حدیث (مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۶۴) سے ثابت و معلوم ہوتا ہے۔

[illegible] زیاد بن الحارث [illegible] الصدائی ...... قولہ' ومن اذن فھو یقیم

...... مسئلہ خلافیہ...... شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک غیر مؤذن کے لئے تکبیر کہنا مطلقاً مکروہ ہے اگر چہ مؤذن راضی بھی ہو۔امام مالکؒ کے نزدیک مؤذن اور غیر مؤذن دونوں کا اقامت کہنا مساوی ہے اگر چہ مؤذن کو ناگواری ہی ہو۔امام اعظمؒ ابوحنیفہؒ کے نزدیک مؤذن کو ناگواری ہوتو دوسرے کے لئے اقامت کہنا مکروہ ہے ورنہ بلاکراہت درست ہے۔

دلیل احناف...... بعض روایات میں ہے کہ کبھی عبداللہ بن ام مکتومؓ اذان کہتے اور حضرت بلالؓ اقامت کہتے اور کبھی اس کے برعکس ہوتا اور حدیث باب میں ہے ومن اذن فھو یقیم۔

دلیل شوافع وحنابلہ...... حدیث باب ہے۔جواب...... یہ حدیث ناگواری کی صورت پر محمول ہے۔

دلیل مالکیہ...... یہ ہے کہ جب عبداللہ بن زیدؓ نے اپنا خواب پیش کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا القہ علی بلال اور جب حضرت بلال کہہ چکے تو عبداللہ بن زیدؓ سے حضور ﷺ نے فرمایا اقم انت۔

جواب...... یہ حدیث عدم ناگواری کی صورت پر محمول ہے۔

باب فیه فصلان ......(صفحہ ۶۶)

الفصل الاول...... عن ابی عمرؓ...... قوله' ان بلالا ینادی بلیل

...... مسئلہ خلافیہ...... ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک نماز فجر کے لئے صبح صادق سے قبل اذان دینا درست نہیں اور مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ، ابویوسفؒ کے نزدیک نماز فجر کے لئے رات کے نصف اخیر میں صبح صادق سے قبل اذان دینا درست ہے۔دلائل احناف (۱)...... حدیث عائشہؓ قالت ما کانوا یؤذنون حتی ینفجر الفجر (رواہ ابن ابی شیبہ۔(۲)...... حدیث ابن عمرؓ قال ان بلالا اذن قبل طلوع الفجر فامره النبی ﷺ ان یرجع فینادی الا ان العبد قد نام (رواہ ابوداؤد، الدارقطنی والطحاوی والبیہقی)

دلیل جمہور...... حدیث باب ہے۔

جواب...... یہ اذان نماز کے لئے نہیں بلکہ تہجد وسحری کے لئے تھی ورنہ ابن ام مکتومؓ دوبارہ اذان نہ دیتے۔

وعن ابی هریرةؓ ...... قوله' وامر بلالا فاقام الصلوٰة ......

مسئلہ خلافیہ...... ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک قضاء نماز کے لئے اذان واقامت دونوں ہونی چاہئیں امام مالکؒ کے نزدیک فقط اقامت ہے اذان نہیں۔دلائل جمہور (۱)...... حدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعا قال تحولوا عن هذا المکان الذی اصابتکم فیه الغفلة قال فامر بلالا فاذن واقام وصلی (رواہ ابوداؤد)
(۲)...... حدیث زید بن اسلم فلیصلها کما کان یصلیها فی وقتها (رواہ مالک مرسلا، مشکوٰۃ باب

ھذا فصل ثالث جلدا،صفحہ ۶۷)(۳)......ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے ان النبی ﷺ امر بلالا بالاذان والاقامۃ۔دلیل مالکیہ......حدیث باب ہے۔جواب نمبرا......یہ بیان جواز پر محمول ہے۔

جواب نمبر۲......روایات مذکورہ کے قرینے سے یہ حدیث مؤول ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے اقام الصلوٰۃ بعد الاذان۔جواب نمبر۳......اقام بمعنی اعلم ہے جواذان واقامت دونوں ہی کو شامل ہے۔

قولہ' فلیصلھا اذا ذکرھا ......مسئلہ خلافیہ ...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک اوقات ثلاثہ مکروہہ یعنی طلوع غروب استواء میں قضاء نماز بھی منع ہے لیکن شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ کے نزدیک قضاء نماز جائز ہے۔دلائل احناف......احادیث نہی ہیں مثلاً حدیث عبداللہ الصنابحیؒ ان الشمس تطلع ومعھا قرن الشیطان الخ (رواہ مالکؒ واحمدؒ والنسائی،مشکوٰۃ جلدا،صفحہ ۹۵)اور حدیث عقبہ بن عامرؓ قال ثلث ساعات کان رسول اللہ ﷺ ینھانا ان نصلی فیھن (رواہ مسلم،مشکوٰۃ جلدا،صفحہ ۹۴)دلیل جمہور ......حدیث باب ہے کیونکہ یہ عام ہے۔جواب......یہاں اوقات غیر مکروہہ مراد ہیں اور قرینہ احادیث نہی ہیں۔

باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ

الفصل الاول ......عن ابن عباسؓ ......قولہ' فلما خرج رکع رکعتین فی قبل الکعبۃ ......یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں۔مسئلہ اولیٰ صلوٰۃ فی داخل بیت اللہ......

ابوحنیفہؒ،شافعیؒ اور جمہور علماء کے نزدیک کعبے کے اندر فرائض و نوافل دونوں جائز ہیں۔لیکن مالکؒ و احمدؒ کے نزدیک صرف نوافل جائز ہیں۔دلائل احناف (۱)...... قولہ' تعالیٰ ان طھرا بیتی للطائفین والعکفین والرکع السجود (پارہ۱) کیونکہ یہ آیت اپنے اطلاق و عموم کی وجہ سے فرائض و نوافل نیز داخل وخارج سب ہی صورتوں کو شامل ہے۔(۲)......حدیث عبداللہ بن عمرؓ ثم صلی (متفق علیہ،مشکوٰۃ جلدا،صفحہ ۶۷) کیونکہ ہم فرائض کو نوافل پر قیاس کرتے ہیں۔

دلیل مالکیہ وحنابلہ......یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کعبۃ اللہ کے اندر فرض نماز نہیں پڑھی۔

جواب......یہ ہے کہ نہ پڑھنے سے عدم جواز لازم نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے کہ اس وقت کسی فرض نماز کا وقت نہ ہو۔ مسئلہ ثانیہ صلوٰۃ فوق ظھر بیت اللہ......احناف کے نزدیک اس میں بے ادبی ہے لہٰذا مکروہ ہے مگر جائز ضرور ہے امام شافعیؒ کے نزدیک سرے سے جائز ہی نہیں کیونکہ بیت اللہ اس کے سامنے نہیں البتہ اگر سامنے سترہ ہو تو پھر ان کے نزدیک بھی درست ہے کیونکہ اس صورت میں بیت اللہ کے ساتھ تعلق ہو جاتا ہے۔احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ قبلہ آسمان تک کی ساری فضا ہے لہٰذا بلا سترہ بھی کراہت کے ساتھ

درست ہے۔ **قولہ لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد**

وعن ابی سعید الخدری کے لئے سفر کرنا مندوب ہے
مسئلہ خلافیہ...... جمہور علماء کے نزدیک روضہ شریفہ اور قبور صلحاء کی زیارت کے لئے سفر کرنا مندوب ہے
بعض اہل ظاہر اور بعض مالکیہ کے نزدیک واجب ہے۔ ابن تیمیہ اور غیر مقلدین کے نزدیک ناجائز ہے۔
دلائل جمہور (۱)...... حدیث ابن عمرؓ من زار قبری ... ت له شفاعتی (رواہ ابن خزیمہ وغیرہ)۔
(۲)...... حدیث حاطبؓ من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی (رواہ الدارقطنی)
(۳)...... حدیث ابن مسعودؓ کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا (رواہ ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ
۱۵۴) دلیل ابن تیمیہ...... حدیث باب کا عموم ہے۔ **جواب**...... یہ حصر اضافی ہے یعنی صرف مساجد کے
اعتبار سے ہے مطلب یہ ہے کہ نماز یا اجر و ثواب یا فضیلت و تقرب کی نیت سے کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنا بے
سود ہے کیونکہ ان مساجد کے سوا کسی اور مسجد کی فضیلت ثابت نہیں۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ اگر حصر حقیقی ہو تو لازم
آئے گا کہ طلب علم تجارت، حج، جہاد، ہجرت، زیارت مشائخ وغیرہ کے لئے بھی سفر کرنا ناجائز ہو جو صریح
البطلان ہے نیز مسند احمد کی حدیث میں لاتشد الرحال الی مسجد کی تصریح موجود ہے۔

وعن ابی ہریرہؓ ...... قولہ ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة ...... اس کی تین توجیہات ہیں۔ (۱)...... اس مقام میں عبادت کرنا دخول جنت کا قوی سبب
ہے۔ (۲)...... حقیقت پر محمول ہے کہ یہ واقعی جنت کا ٹکڑا ہے۔ (۳)...... زمین کا مقام فنا نہ ہوگا بلکہ اس
کو جنت الفردوس کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ امام مالکؒ سے بھی منقول ہے۔ ابن حجر اور جمہور محدثین نے
بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ قولہ و منبری علی حوضی ...... اس کی دو توجیہات ہیں۔ (۱)...... منبر نبوی کے پاس
عبادت ورود حوض کوثر کا سبب قوی ہے۔ (۲)...... منبر نبوی حقیقۃً حوض کوثر پر ہوگا۔

(صفحہ ۶۸)
وعن ابی قتادةؓ ...... قولہ فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس
مسئلہ خلافیہ...... جمہور علماء کے نزدیک تحیۃ المسجد مندوب ہے اور اہل ظاہر کے نزدیک واجب ہے۔
دلیل جمہور...... حدیث زید بن اسلم قال کان اصحاب رسول الله ﷺ یدخلون المسجد ثم
یخرجون ولا یصلون (رواہ ابن ابی شیبہ بحوالہ بذل المجہود جلد ۱، صفحہ ۲۶۸)
دلیل اہل ظاہر...... حدیث باب ہے۔ جواب...... امر استحبابی ہے اور قرینۂ استحباب حدیث مذکور ہے
پھر شوافع اور حنابلہ کے نزدیک تحیۃ المسجد اوقات مکروہہ میں بھی درست ہے لیکن احناف و مالکیہ کے نزدیک

درست نہیں بلکہ مکروہ ہے کیونکہ احادیث نہی عام ہیں نیز محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے

وعن ابی ھریرۃؓ ،قولہ' ولیصبق عن یسارہ او تحت قدمہ...... مسجد کے اندر اپنے کپڑے میں تھوکے جو بائیں طرف ہو یا قدم کے نیچے ہو اور مسجد میں زمین کے اوپر تھوکنا درست نہیں اور مسجد کے باہر مطلقاً درست ہے لیکن قبلہ کی جانب اور دائیں طرف کا اکرام کرے البتہ اگر بائیں طرف کوئی آدمی ہو تو پھر دائیں طرف تھوکنا بلا کراہت درست ہے۔

الفصل الثانی ......وعن عبد الرحمن بن عائشؓ ...... قولہ' فعلمت ما فی السموات والارض ...... سوال...... بظاہر اس سے آنحضرت ﷺ کا علم عطائی کلی ثابت ہوتا ہے جو اہل بدعت کا نظریہ ہے۔ جواب نمبر ۱...... اس سے تو بلکہ یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو پہلے علم نہ تھا۔ جواب نمبر ۲...... ما فی السموات والارض سے مراد اشیاء موجودہ ہیں تو یہ جمیع ما کان وما یکون کا علم کیسے ہوا۔ جواب نمبر ۳...... یہاں ما خصوص کے لئے ہے اور قرینہ اگلی آیت ہے وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض تو اس سے مراد علم عطائی جزوی ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں وھو عبارۃ عن سعۃ العلم الذی فتح اللہ بہ علیہ اذ لا یصح اطلاق الجمیع کما ھو الظاھر (مرقات جلد ۲، صفحہ ۲۱۰) جواب نمبر ۴...... علم سے مراد تجلی ہے جو علم تفصیلی اور احاطہ کلیہ کو مستلزم نہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے فتجلی لی کل شیء (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۲) تو اس سے مراد علم عطائی کلی اجمالی ہے جیسا کہ بجلی کے چمکنے سے اشیاء کا قدرے انکشاف تو ہو جاتا ہے لیکن تفصیلی علم اور احاطہ نہیں ہوتا۔

الفصل الثالث ......وعن السائب بن یزید...... قولہ' ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ ﷺ ...... مسجد میں آواز بلند کرنا۔ امام مالکؒ کے نزدیک مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ ذکر ہی کیوں نہ ہو لیکن امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک ذکر میں تو مکروہ ہے مگر درس و تدریس کے لئے بلا کراہت درست ہے بشرطیکہ کسی نمازی کی نماز میں خلل واقع نہ ہو۔

وعن معاذ بن جبلؓ ،قولہ' فتجلی لی کل شیء ... اس کی تین توجیہات ہیں (۱)...... کل سے مراد عموم حقیقی نہیں بلکہ عموم عرفی و کثرت مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جس قدر چاہا علم عطا فرما دیا۔ چنانچہ ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں ای مما اذن اللہ فی ظھور لی من العوالم العلویۃ والسفلیۃ مطلقاً او مما یختصم بہ الملاء الاعلیٰ خصوصاً (مرقات جلد ۲، صفحہ ۲۲۶) اور کل ہمیشہ استغراقی نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات کل عرفی بمعنی کثیر بھی ہوتا ہے مثلاً ثم اجعل علیٰ کل جبل (پارہ

۳)اور فتحنا علیھم ابواب کل شیء (پارہ۷)اور یاخذ کل سفینۃ غصبا (پارہ۱۶)اور واتیناہ من کل شیء سببا (پارہ۱۶) واوتیت من کل شیء (پارہ۱۹)اور خود احمد رضاخاں بھی لکھتا ہے کہ کبھی کل سے مراد اکثر ہوتا ہے۔فتاوی رضویہ جلد۱،صفحہ ۷۳۷)(۲) تجلی کو احاطہ لازم نہیں ۔(۳) کل شیء سے مراد اشیائے موجودہ ہیں نہ کہ جمیع ما کان وما یکون فلا اشکال۔

وعن انس بن مالک ؓ قولہ وصلوتہ فی مسجدی بخمسین الف صلوۃ

سوال...... پہلے ایک حدیث میں آیا ہے کہ مسجد نبوی میں نماز کا ثواب ایک ہزار نماز کے برابر ہے تو یہ تعارض ہوا۔

جواب نمبر ۱...... حدیث مذکور میں صرف الف صلوٰۃ نہیں ہے بلکہ خیر من الف صلوٰۃ کے لفظ ہیں تو خیریت و زیادتی کی تحدید یہاں ذکر کی ہے۔

جواب نمبر ۲...... آنحضرت ﷺ کو پہلے ایک ہزار کا اور پھر پچاس ہزار نماز کا علم دیا گیا فلا اشکال ۔

وعن ابی ذر ؓ ...... قولہ کم بینھما قال اربعون عاما ...... سوال......تاریخ سے ثابت ہے کہ مسجد حرام کے بانی ابراہیم علیہ السلام اور مسجد اقصیٰ کی بانی سلیمان علیہ السلام ہیں اور ان دونوں کے درمیان ایک ہزار سال سے بھی زائد زمانے کا فاصلہ ہے؟

جواب نمبر ۱......ابن جوزی اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ مسجد حرام کے بانی اول آدم علیہ السلام ہیں اور پھر ان کے چالیس سال کے بعد مسجد اقصیٰ خود آدم علیہ السلام نے یا ان کے کسی صاحبزادے نے بنائی ہے۔

جواب نمبر ۲...... بعض علماء کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کعبہ سے چالیس برس کے بعد یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ بنائی اور پھر سلیمان علیہ السلام نے محض تجدید عمارت مسجد اقصیٰ کی ہے (مرقات جلد ۲ صفحہ ۲۲۹)

باب الستر ...... (صفحہ ۷۲)

ستر عورت بھی شرائط نماز میں سے ہے اس لئے اب اس کو بیان کرتے ہیں مرد اور مخنث کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے۔لیکن امام احمدؒ اور بعض مالکیہ کے نزدیک ران ستر میں شامل نہیں۔

دلیل جمہور...... حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ ان العورۃ من السرۃ الی الرکبتین (رواہ الدار قطنی)

دلیل حنابلہ...... حدیث عائشہؓ قالت کان رسول اللہ ﷺ مضطجعا فی بیتہ کاشفا عن فخذیہ او ساقیہ الخ (رواہ مسلم،مشکوٰۃ جلد ۲،صفحہ ۵۶۰،باب مناقب عثمانؓ)

جواب نمبر ۱...... شک راوی کے ہوتے ہوئے استدلال درست نہیں ۔جواب نمبر ۲...... حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ران سے کرتہ ہٹا ہوا تھا نہ کہ تہبند بھی اور قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد وسوی ثیابہ کے لفظ ہیں

ز کہ ستر کے لفظ۔ فائدہ ...... باندی کا ستر مرد کے ستر کی طرح ہے لیکن اس کی پشت پیٹ پہلو بھی ستر ہے اور حرہ کا ستر اجنبی مرد کے لئے تمام بدن ہے سوائے وجہ، یدین، قدمین کے اور عورت کے لئے مرد کی طرح ہے اور محرم کے لئے باندی کی طرح ہے اور خاوند اور مولی کے لئے تمام بدن کشف ہے۔

باب السترة

تعریف سترہ ...... یہ وہ چیز ہے جو نمازی کے سامنے کھڑی کی جائے۔ مثلاً دیوار، ستون، لکڑی، درخت وغیرہ تا کہ نمازی کا مقام سجدہ واضح و نمایاں ہو جائے اور اس کے آگے سے گزرنے والا گنہگار نہ ہو۔

مقدار سترہ ...... یہ کہ کم از کم ایک شرعی گز یعنی ہاتھ کے برابر لمبا ہو اور انگلی کے بقدر موٹا ہو۔ حکمت سترہ (۱) ...... نمازی کا خشوع و خضوع اور حضور نماز فوت نہ ہو جائے۔ (۲) ...... سترہ کے آگے سے گزرنے والا شخص گنہ گار نہ ہو۔

احکام سترہ ...... یہ پانچ ہیں (۱) ...... سترہ الامام سترۃ للمقتدی (۲) ...... سترے کے اندر سے گزرنا جائز نہیں البتہ اگر پہلی صف میں جگہ خالی ہو تو پھر دوسری صف کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ (۳) ...... لوگوں کی گزرگاہ میں سترہ گاڑنا واجب نہیں بلکہ صرف مستحب ہے۔ (۴) ...... اگر نمازی کے سامنے سترہ نہ ہو تو گزرنے والا شخص مسجد کبیر اور صحراء میں تین گز دور سے گزر سکتا ہے اور مسجد صغیر میں مطلقاً گزرنے کی ممانعت ہے۔ (۵) ...... گزرنے والے شخص کا مرور قاطع صلوٰۃ نہیں البتہ نماز کا خشوع و حضور منقطع ہو جاتا ہے۔

الفصل الاول ......وعن ابی سعیدؓ ...... قوله' فان ابیٰ فلیقاتله' ...... قاضی عیاض، علامہ قرطبی، علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ مقاتلہ لازم تو بالاتفاق نہیں ہے کیونکہ یہ حضور و خشوع اور توجہ نماز کے خلاف ہے اور احناف کے نزدیک ترک دفاع اولیٰ ہے اور دفاع محض رخصت ہے۔

دلیل احناف ...... حدیث فضل بن عباسؓ قال اتانا رسول الله ﷺ ونحن لنا فی بادية لنا ومعه عباس فصلى في صحراء ليس بين يديه سترة و حمارة لنا و كلبة تعبثان بين يديه فما بالىٰ بذلک (رواہ ابوداؤد و مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۷۴)

حدیث باب کا جواب نمبر ا ...... یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ ابتدائے اسلام میں نماز کے اندر کلام کرنے کی بھی اجازت تھی تو یہ اس زمانے کا حکم ہے۔ جواب نمبر ۲ ...... حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے بعد اس سے مقاتلہ و مواخذہ کرے (بذل المجہود جلد ا، صفحہ ۲۶۹)

وعن ابی ہریرةؓ ...... قوله' تقطع الصلوٰة المرءة والحمار والكلب (صفحه ۷۴) مسئله خلافيه ...... ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ کے نزدیک نمازی

کے سامنے سے کسی چیز کا گزرنا مفسد صلوٰۃ نہیں۔امام احمدؒ کے نزدیک کلب اسود مفسد صلوٰۃ ہے اور حمار وامرءۃ میں توقف ہے اہل ظاہر کے نزدیک تینوں مفسد صلوٰۃ ہیں۔**دلائل جمہور (۱)**...... فضل بن عباسؓ کی حدیث بالا (۲)...... حدیث عائشۃ قالت کان النبی ﷺ یصلی من اللیل وانا معترضۃ بینہ وبین القبلۃ کاعتراض الجنازہ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۷۴)(۳)...... حدیث ابی سعیدؓ مرفوعا لا یقطع الصلوٰۃ شیء وادرء وا ما استطعتم فانما ھو شیطٰن (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۷۴) **دلیل اہل ظاہر**...... حدیث باب ہے۔**جواب نمبرا**...... یہ حدیث احادیث مذکورہ سے منسوخ ہے کیونکہ روایات قطع کے راوی ابن عباسؓ کا فتویٰ قطع کے خلاف ہے جو دلیل نسخ ہے اور ابن عباسؓ کا فتویٰ طحاوی میں موجود ہے۔**جواب نمبر۲**...... حدیث کا معنٰی ہے تقطع خشوع الصلوٰۃ اور قرینہ مذکورہ بالا احادیث ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز نہیں ٹوٹتی۔

الفصل الثانی ......عن ابی ہریرۃؓ ...... قولہ' فلیخطط خطا......

مسئلہ خلافیہ......ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ کے نزدیک خط کا اعتبار نہیں لیکن امام احمدؒ کے نزدیک خط معتبر ہے پھر خط ہلالی کی کیفیت راجح ہے ویسے قبلے کی جانب طویل خط یا سامنے جنوبا یا شمالاً سیدھا خط بھی جائز ہے۔ **دلیل جمہور**...... یہ ہے کہ سترے کا فائدہ خط سے حاصل نہیں ہوتا کیونکہ وہ دور سے نظر نہیں آتا البتہ نمازی کے حق میں مفید ہے جیسا کہ فرمایا ثم لا یضرہ ما مر امامہ۔**دلیل حنابلہ**......حدیث باب ہے۔**جواب نمبرا**......امام شافعیؒ، سفیان بن عیینہؒ، علامہ بغویؒ وغیرہم نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے کیونکہ یہ مضطرب ہے۔**جواب نمبر۲**...... ابن ہمام نے خط کو ترجیح دی ہے کیونکہ وہ نمازی کے لئے کسی نہ کسی درجے میں موجب اطمینان ہوتا ہے (بذل المجہود، مظاہر حق)

باب صفۃ الصلوٰۃ (صفحہ ۷۵)

صفت کے لغوی معنٰی ما قام بالشیء کے ہیں اور **صفۃ الصلوٰۃ کے شرعی معنٰی** ہیں کیفیۃ الصلوٰۃ التی تشمل الفرائض والواجبات والسنن والآداب.

الفصل الاول ......عن ابی ہریرۃؓ ...... قولہ' حتی تطمئن راکعا ......

مسئلہ خلافیہ تعدیل ارکان صلوٰۃ......رکوع وسجود میں اطمینان وتعدیل طرفین کے نزدیک واجب ہے اور آئمہ ثلاثہ اور ابویوسفؒ کے نزدیک فرض ہے۔**دلیل طرفین**......یہ کہ رکوع وسجود نص قرآنی قطعی ارکعوا و اسجدوا سے ثابت ہے جس کا مفہوم واضح ہے کہ محض سر جھکانے اور زمین پر پیشانی رکھنے سے یہ

ادا ہو جاتے ہیں تو خبر واحد سے اطمینان کو فرض قرار دینا کتاب اللہ پر زیادتی ہے جو درست نہیں لہذا قرآن سے نفس رکوع وسجود کی فرضیت اور حدیث سے تعدیل کا وجوب ثابت ہوا۔ **دلیل جمہور**...... حدیث باب ہے کیونکہ فانک لم تصل میں سرے سے نماز ہی کی نفی کی گئی ہے۔ **جواب**...... یہ ہے کہ فانک لم تصل میں صلوٰۃ کاملہ کی نفی مراد ہے قرینہ یہ ہے کہ ابوداؤد وغیرہ میں اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں فاذا فعلت ھذا فقد تمت صلوٰتک وان نقصت شیئا من ھذا فانما نقصته من صلوٰتک اس سے معلوم ہوا کہ ترک تعدیل محض نقصان صلوٰۃ کا باعث ہے نہ کہ بطلان صلوٰۃ کا بھی۔

وعن عائشۃؓ...... قوله والقراءة بالحمد لله رب العلمين (صفحہ۷۵)......

مسئلہ خلافیہ حکم تسمیہ...... ابوحنیفہؒ اور احمدؒ کے نزدیک تسمیہ آہستہ پڑھنی چاہیے خواہ نماز سری ہو خواہ جہری ہو۔ جمہور صحابہ کرامؓ وتابعین اور خلفاء راشدین کا مسلک بھی یہی ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک جہری نماز میں جہراً پڑھے اور سری نماز میں سراً پڑھے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ فرائض میں نہ جہراً ہے نہ سراً۔ البتہ نوافل میں اجازت ہے دراصل یہ اختلاف ایک دوسرے اختلاف پر مبنی ہے وہ یہ کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تسمیہ جزء قرآن تو ہے مگر ہر سورۃ کا جز نہیں بلکہ اس کا نزول محض فصل بین السورتین اور برکت کے لئے ہوا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ہر سورۃ کا جز ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک سرے سے قرآن کا جز ہی نہیں۔

دلائل احناف (۱)...... حدیث ابی ہریرۃؓ ان سورة في القرآن ثلثون آية شفعت للرجل حتى غفر له وهي تبارك الذي بيده الملك (رواہ احمد وغیرہ، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۱۸۷) کیونکہ سورۂ ملک کی تیس آیات تسمیہ کے علاوہ ہیں معلوم ہوا کہ تسمیہ سورۃ کا جز نہیں۔ (۲)...... حضرت عائشہؓ کی حدیث باب۔ (۳)...... حدیث انسؓ قال صليت خلف رسول الله ﷺ و ابی بكر وعمر و عثمان فلم اسمع احدا يجهر ببسم الله الرحمن الرحيم (رواہ النسائی)

شوافع کی دلیل اول...... حدیث انسؓ قال قال رسول الله ﷺ انزلت علي انفا سورة و قرأ بسم الله الرحمن الرحيم انا اعطينك الكوثر حتى ختمها (رواہ ابوداؤد ومسلم)

جواب نمبر۱...... یہ تسمیہ فصل بین السورتین کے لئے ہے۔ **جواب نمبر۲**...... آپ نے تبرک کے لئے بسم اللہ پڑھی کیونکہ ابتداء سورت میں بسم اللہ پڑھنا آداب تلاوت میں سے ہے۔ **دلیل ثانی**...... حدیث ابن عباسؓ قال كان رسول الله ﷺ يفتتح صلوته ببسم الله الرحمن الرحيم (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۸۰) **جواب نمبر۱**...... اس میں جہر کی صراحت نہیں ہے۔ **جواب نمبر۲**...... امام ترمذیؒ

فرماتے ہیں ھذا حدیث لیس اسنادہ بذاک ۔ جواب نمبر۳...... یہ بیان جواز پر محمول ہے۔
جواب نمبر۴...... تعلیم امت کے لئے احیانا ایسا فرمایا۔ جواب نمبر۵...... یہ حدیث منسوخ ہے چنانچہ
ابوداؤد میں سعید بن جبیرؒ کی روایت ہے ان النبی ﷺ کان یجھر ببسم الله الرحمن الرحیم
و کان مسیلمة یدعیٰ رحمن الیمامة فقال اھل مکة انما یدعوا له الیمامة فامر الله رسوله
بالاخفاء فیما جھر بھا حتی مات (التعلیق الصبیح)
دلیل مالکیہ...... حدیث ابن عبداللہ ابن مغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوٰۃ اقول بسم الله
الرحمن الرحیم فقال ای بنی محدث الی قوله فلا تقلھا اذا انت فی الصلوٰۃ (رواہ الترمذی)
جواب...... دلائل مذکورہ کے قرینے سے اس حدیث میں جہر کی نفی مقصود ہے۔

قوله، وکان یفرش رجله الیسری وینصب رجله الیمنی (صفحہ۷۵)......

مسئلہ خلافیہ کیفیت قعدہ...... احناف کے نزدیک دونوں قعدوں میں افتراش مسنون ہے اور افتراش یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے۔ امام مالکؒ کے نزدیک دونوں قعدوں میں تورک مسنون ہے اور تورک یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور بائیں کو ایک طرف نکال کر سرین زمین پر رکھے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سلام والے قعدے میں تورک اور پہلے قعدے میں افتراش مسنون ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک جہاں دو قعدے ہوں وہاں صرف دوسرے میں تورک ہے اور پہلے قعدے میں اور علیٰ ھذا صرف ایک قعدے والی نماز میں افتراش مسنون ہے۔ الحاصل...... یہ کہ ثنائی نماز یعنی فجر اور جمعہ میں مالکؒ وشافعیؒ کے یہاں تورک اور ابوحنیفہؒ اور احمدؒ کے نزدیک افتراش ہوگا اور ثلاثی ورباعی نماز میں پہلے قعدہ میں فقط امام مالکؒ کے نزدیک اور دوسرے قعدے میں مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ تینوں کے نزدیک تورک ہوگا۔
دلائل احناف (۱)...... حضرت عائشہؓ کی حدیث باب۔ (۲) حدیث رفاعہؓ ان النبی ﷺ قال للاعرابی اذا جلست فاجلس علیٰ رجلک الیسریٰ (ابوداؤد ومسند احمد) (۳) حدیث ابن عمرؓ قال من سنة الصلوٰۃ ان تنصب القدم الیمنی و استقباله باصابعھا القبلة و الجلوس علی الیسری (رواہ النسائی صفحہ۱۷۳) کیونکہ یہ تمام احادیث مطلق ہیں لہٰذا ان کو پہلے قعدے کے ساتھ مقید کرنا درست نہیں۔ دلیل شوافع...... حدیث ابی حمید الساعدیؓ فاذا جلس فی الرکعة الآخرة قدم رجله الیسری ونصب الاخری وقعد علی مقعدته (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد۱ صفحہ۷۵)
جواب نمبر۱...... احادیث مذکورہ کے قرینے سے یہ حالت عذر یعنی ضعف بڑھاپے، مرض وغیرہ پر محمول ہے۔

جواب نمبر۲...... یہ بیان جواز کے لئے ہے۔دلیل مالکیہ ...... یہ کہ حضرت عبید اللہ نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ مطلقا تورک کرتے تھے (مؤطا مالک صفحہ ۳۴)

جواب...... یہ بھی حالت عذر وضعف پر محمول ہے کیونکہ مؤطا مالکؒ ہی میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ ابن عمرؓ نے تورک کرنے کی وجہ یوں ارشاد فرمائی کہ وانما افعل هذا من اجل انی اشتکی (مؤطا امام مالکؒ صفحہ ۳۴) اور ایک روایت میں یوں ہے وان رجلیّ لا تحملانی ۔

وعن ابی حمید الساعدیؓ ،قوله' اذا كبر جعل یدیه حذأ منكبيه (صفحہ ۷۵)

مسئلہ خلافیہ کیفیت رفع یدین ...... ابو حنیفہؒ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھائے۔جمہور آئمہ کے نزدیک کندھوں تک اٹھائے۔لیکن یہ اختلاف محض اولیٰ وافضل کا ہے نہ کہ جواز اور عدم جواز کا۔دلائل احناف (۱)...... حدیث مالک بن حویرثؓ قال كان رسول الله اذا كبر رفع يديه حتی یحاذی بهما اذنیه (متفق علیہ،مشکوۃ جلد ا،صفحہ ۷۵)(۲)...... حدیث وائل بن حجرؓ حاذی بهامیه اذنیه ثم كبر (رواہ ابوداؤد،مشکوۃ جلد ا،صفحہ ۷۶) دلیل جمہور...... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ا...... منکبین والی روایات حالت عذر پر محمول ہیں جیسا کہ ابوداؤد کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔عن وائل بن حجرؓ انه قال رأيت النبی ﷺ حین افتتح الصلوٰة رفع يديه حيال اذنيه ثم اتيتهم فرأيتهم يرفعون ايديهم الىٰ صدورهم فی افتتاح الصلوٰة وعليهم برانس و اكسية (رواہ ابوداؤد)

جواب نمبر۲...... یہ نزاع لفظی ہے اور تطبیق یہ ہے کہ ہاتھ کی ہتھیلی کندھے تک ہو اور انگوٹھے کان کی لوتک اور انگلیوں کے سرے کان کے بالائی حصے تک ہوں اس طرح تمام روایات پر عمل ہو جاتا ہے اور خود امام شافعیؒ نے بھی یہی تطبیق دی ہے۔

وعن ابن عمرؓ ،قوله' واذا كبر للركوع واذا رفع راسه من الركوع رفعهما كذلك...... مسئلہ خلافیہ محل رفع یدین...... یہاں پانچ مباحث ہیں۔

(۱) بیان مذاہب (۲) دلائل احناف (۳) دلائل احناف پر شبہات اور ان کے جوابات (۴) دلائل شوافع مع جوابات (۵) وجوہ ترجیح مذہب حنفیہ۔

بحث الاول بیان المذاہب ...... ابو حنیفہؒ اور مالکؒ کے نزدیک رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ میں مسنون ہے اور رکوع وغیرہ کے وقت مسنون نہیں۔خلفائے اربعہ،عشرہ مبشرہ،جمہور صحابہ کرامؓ وتابعین کا مذہب بھی یہی ہے چنانچہ آثار السنن صفحہ ۱۰۱ میں ہے،واما الخلفاء الاربعة فلم يثبت عنهم رفع

اور ابن رشد مالکی بدایۃ المجتہد میں فرماتے ہیں ان مالکا رجح ترک الایدی غیر تکبیرۃ الاحرام لعمل اهل المدینة به قول غیرو احد من اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین الرفع لعمل اهل المدينة به قول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین

لیکن امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک رفع یدین تین مقامات میں مسنون ہے (۱) تکبیر تحریمہ میں (۲) رکوع میں جاتے وقت (۳) رکوع سے سر اٹھاتے وقت۔ لیکن یہ اختلاف جواز اور عدم جواز کا نہیں بلکہ محض اولویت وافضلیت کا ہے لہذا اگر کسی نے اس کے خلاف عمل کیا تو اس کی نماز میں فساد یا کراہت لازم نہیں آئے گی۔

البحث الثانی...... دلائل احناف (۱)...... عن علقمةؓ قال قال لنا ابن مسعودؓ الا اصلی لكم صلوٰة رسول الله ﷺ فصلی ولم یرفع یدیه الا مرة واحدة مع تكبيرة الافتتاح (رواه الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۷ وحسنہ الترمذی وصححہ ابن حزم فی المحلی) (۲)...... عن جابر بن سمرةؓ قال خرج علینا رسول الله ﷺ فقال مالی اراكم رافعی ایدیكم كانها اذناب خیل شمس اسكنوا فی الصلوٰة (رواہ مسلم جلد ۱، صفحہ ۱۸۱) (۳)...... عن البراء بن عازبؓ قال ان رسول الله ﷺ كان اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه الی قریب اذنیه ثم لا یعود (رواہ ابوداؤد صفحہ ۱۰۹)

(۴)...... عن ابن عباسؓ قال لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوٰة واستقبال القبلة وعلى الصفاء والمروة وبعرفات وبجمع وفی المقامین عند الجمرتین (رواہ الطبرانی والبیہقی)

(۵)...... حدیث ابن عباسؓ ایضا قال ان العشرة المبشرة الذین شهدلهم رسول الله ﷺ بالجنة ما كانوا یرفعون ایدیهم الا فی افتتاح الصلوٰة (عینی نقلا عن البدائع بحوالہ اوجز المسالک جلد ۱، صفحہ ۲۰۳)

البحث الثالث...... حدیث ابن مسعودؓ پر شبہ...... ابوداؤد کہتے ہیں لیس هو بصحیح علی هذا المعنیٰ (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۷) یعنی اگر چہ اس حدیث کی سند تو صحیح ہے مگر مضمون کے اعتبار سے یہ صحیح نہیں کیونکہ دوسرے راوی رفع یدین کے ناقل ہیں۔ جواب نمبر ۱...... مضمون کی صحت کا دارومدار سند کی صحت پر ہے لہذا مضمون بھی صحیح ہے۔ جواب نمبر ۲...... ابوداؤد کے تمام مطبوعہ نسخے ہندی ہوں یا مصری ہوں اس عبارت سے خالی ہیں البتہ صرف مجتبائی نسخے کے حاشیہ میں یہ عبارت موجود ہے اس لئے یہ مشکوک ہے کہ مصنف کی ہے یا کسی اور کی ہے۔ جواب نمبر ۳...... صحت کی نفی سے حسن کی نفی لازم نہیں آتی تو ممکن ہے کہ ابوداؤد کی مراد حسن ہو جیسا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور حدیث حسن بھی قابل حجت ہوتی ہے۔ حدیث جابر بن سمرہؓ پر شبہ...... مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سلام والے رفع یدین سے روکنا مقصود ہے نہ کہ رکوع والے رفع یدین سے بھی جیسا کہ حدیث عبداللہ بن قبطیہ عن جابرؓ سے

معلوم ہوتا ہے یہ اعتراض امام بخاری نے کیا ہے۔ **جواب نمبر ۱** ...... دونوں روایات کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کا موقع ومحل جدا جدا ہے کیونکہ عبداللہ بن قبطیہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ نماز میں شریک تھے نیز اس حدیث میں اسکنوا فی الصلوٰۃ کے لفظ نہیں ہیں بخلاف تمیم بن طرفہ عن جابر کی حدیث کے کہ اس میں صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ نماز میں شریک نہ تھے نیز اس میں اسکنوا فی الصلوٰۃ کے لفظ بھی ہیں۔ **جواب نمبر ۲** ...... اسکنوا فی الصلوٰۃ صریح دلیل ہے اس امر پر کہ اس رفع یدین سے روکنا مقصود ہے جو اثنائے نماز میں ہو حالانکہ سلام والا رفع یدین اختتام نماز میں ہے نہ کہ اثنائے نماز میں۔ **حدیث براء بن عازبؓ پر شبہ** ...... ثم لا یعود کا جملہ یزید بن زیاد راوی کی طرف سے مدرج ہے جو عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے یہ حدیث روایت کرتا ہے۔ **جواب** ...... عیسیٰ اور حکم بن عتیبہ بھی یہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں رواۃ ثقہ ہیں۔

حدیث ابن عباسؓ پر شبہ ...... اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیرات عیدین دعائے قنوت اور استلام حجر اسود کے وقت بھی رفع یدین نہ کرنا چاہئے کیونکہ سبع مواطن والی حدیث میں ان کا بھی ذکر نہیں۔

جواب ...... ان مقامات میں رفع یدین دوسری متاخر احادیث سے ثابت ہے لہٰذا وہ مسلم ہے بخلاف ما نحن فیہ کے کہ اس کے بارے میں کوئی متاخر حدیث ثابت نہیں۔

البحث الرابع ...... دلائل شوافع ...... احادیث باب ہیں یعنی حدیث ابن عمرؓ اور حدیث نافع عن ابن عمرؓ اور حدیث مالک بن حویرثؓ اور حدیث وائل بن حجرؓ یہ چاروں احادیث (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۵) پر موجود ہیں اور حدیث ابوحمید الساعدیؓ (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۶) میں ہے۔ **جواب نمبر ۱** ...... رفع یدین ان مقامات ثلثہ کے علاوہ سجدے میں جاتے وقت اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت اور دوسری رکعت کی ابتداء میں بلکہ ہر رفع وخفض اور ہر انتقال کے وقت میں بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے حوالے کے لئے دیکھو سنن نسائی صفحہ ۱۶۰ پر حدیث مالک بن حویرثؓ واذا سجد واذا رفع رأسہ من السجود اور ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ میں حدیث علیؓ اور مسند ابی یعلیٰ میں حدیث انسؓ اور سنن ابن ماجہ میں حدیث ابی ہریرہؓ اور اوجز المسالک جلد ۱، صفحہ ۲۱۰ پر امام احمد بن حنبلؒ کا قول علیٰ ھذا مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۵ پر حدیث نافع عن ابن عمرؓ میں اور جلد ۱، صفحہ ۷۶ پر حدیث ابی حمید الساعدیؓ میں رکعتین سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر موجود ہے تو جس طرح ان مقامات میں رفع یدین احادیث صحیحہ سے ثابت ہونے کے باوجود احادیث باب کی وجہ سے منسوخ ہے اسی طرح رکوع والے دو مواقع کا رفع یدین بھی ابن مسعودؓ وغیرہ کی مذکورہ بالا روایات کی وجہ سے منسوخ

ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے دیکھ کر فرمایا مہ کان ھذا شیئا فعلہ رسول اللہ ﷺ ثم ترکہ (رواہ الطحاوی والطبرانی) بلکہ خود راوی رفع یدین یعنی ابن عمرؓ کا عمل بھی رفع کے خلاف ثابت ہے چنانچہ حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں جو ابن عمرؓ کے شاگرد ہیں صلیت خلف ابن عمرؓ فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولیٰ من الصلوٰۃ (رواہ الطحاوی وابن ابی شیبہ والبیہقی فی کتاب المعرفۃ)۔ جواب نمبر۲..... ان احادیث سے رفع یدین کا محض وجود وحدوث ثابت ہوتا ہے جس کے ہم بھی قائل ہیں حالانکہ اختلاف بقاء میں ہے اور بقاء کے متعلق حضرات شوافع ایک بھی صریح اور صحیح حدیث پیش نہیں کر سکتے۔ شبہ..... لیجئے ہم پیش کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت میں ہے فما زالت تلک صلوٰتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ (رواہ البیہقی) اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے تاحین حیاۃ رفع یدین پر عمل ودوام فرمایا ہے۔ جواب..... اگر آنحضرت ﷺ آخر عمر تک رفع یدین پر عمل فرماتے تو ناممکن تھا کہ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ اور ابن مسعود وغیرہمؓ اس کے برخلاف عمل کرتے باوجودیکہ یہ حضرات اکابر صحابہ ہیں جو صف اول میں کھڑے ہوتے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث ضعیف بلکہ موضوع ہے آثار السنن علامہ نیموی صفحہ ۱۰۱ کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن قریش ہے جس کے متعلق علامہ شمس الدین ذہبی میزان الاعتدال میں کہتے ہیں۔ اتھمہ السلیمانی بوضع الحدیث۔ نیز اس کی سند میں دوسرا راوی عصمہ بن محمد انصاری ہے اس کے متعلق ابوحاتم کہتے ہیں لیس بالقوی، اور علامہ عقیلی کہتے ہیں یحدث بالبواطیل عن الثقات اور یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ یضع الحدیث اور دارقطنی وغیرہ کا قول ہے..... متروک (حاشیہ آثار السنن صفحہ ۱۰۰)

البحث الخامس..... وجوہ ترجیح مذہب حنفیہ..... یہ چھ ہیں۔ (۱)..... ترک رفع یدین اوفق بالقرآن ہے جیسا کہ ارشاد ہے وقوموا للہ قنتین کیونکہ قٰنِتِیْنَ کی ایک تفسیر ساکنین ہے۔ (۲)..... نماز حرکات سے سکنات کی طرف منتقل ہوئی ہے۔ چنانچہ ابتداء نماز میں کلام، سلام، چلنا وغیرہ جائز و مباح تھا پھر منسوخ ہو گیا لہٰذا تعارض روایات کے وقت اقرب الی السکون کو ترجیح ہوگی۔ (۳)..... فعلی احادیث متعارض ہیں اور قولی حدیث اسکنوا فی الصلوٰۃ معارضے سے سالم ہے لہٰذا وہ راجح ہوگی۔ (۴)..... فعلی اور قولی حدیث میں تعارض ہو تو قولی حدیث کو ترجیح ہوتی ہے۔ (۵)..... ترک رفع یدین کے رواۃ اکابر صحابہ ہیں جو صف اول میں کھڑے ہوتے تھے لہٰذا ان کی روایات مقدم ہے۔ (۶)..... ترک رفع یدین کے رواۃ افقہ فی الدین ہیں کیونکہ حضرت حماد، امام ابن شہاب زہری سے اور ابراہیم نخعی حضرت سالم

ے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ فقاہت میں ابن عمرؓ سے کم نہیں اور ابن مسعودؓ تو ابن مسعودؓ ہی ہیں۔

وعنه (ای عن مالک بن حویرثؓ) قوله لم ينهض حتى يستوى قاعداً (صفحہ ۷۵) مسئلہ خلافیہ جلسۂ استراحت...... ابوحنیفہؒ، احمدؒ، مالکؒ، اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ اور جمہور فقہاء کے نزدیک جلسۂ استراحت مسنون نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک پہلی اور تیسری رکعت میں جلسۂ استراحت مسنون ہے۔ دلائل جمہور (۱)...... حدیث ابی ہریرۃؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ينهض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیه (اپنے قدموں کے پنجوں پر) (رواہ الترمذی) (۲)...... مصنف ابن ابی شیبہ میں ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ، ابن زبیرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ کے آثار بھی اسی طرح مروی ہیں۔

(۳)...... حدیث نعمان بن ابی عیاشؓ قال ادرکت غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکان اذا رفع احدهم رأسه من السجدة الثانية فی الركعة الاولىٰ والثالثة نهض کما هو ولم يجلس (رواہ ابن ابی شیبہ واسنادہ حسن)۔ (۴)...... عن الشعبی قال کان عمرؓ وعلیؓ واصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ينهضون فی صلوتهم علی صدور اقدامهم (رواہ ابن ابی شیبہ)

دلیل شوافع...... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱...... یہ بیان جواز پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۲...... جمع بین الروایات کی غرض سے یہ حدیث عذر یا ضعف و بڑھاپے مرض وغیرہ کی حالت پر محمول ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لا تبادرونی فانی قد بدنت اس کے لئے موید ہے (بذل المجہود جلد ۲، صفحہ ۶۵)

وعن وائل بن حجرؓ...... قوله ثم وضع يده اليمنىٰ على اليسرىٰ...... یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ وضع یدین وارسال یدین...... ابوحنیفہؒ واحمدؒ وشافعیؒ کے نزدیک ہاتھوں کا باندھنا مسنون ہے۔ امام مالکؒ کی مشہور روایت میں ارسال مسنون ہے ویسے ہاتھ باندھنے بھی جائز ہیں۔ دلائل جمہور (۱)...... حدیث باب۔ (۲)...... حدیث سہل بن سعدؓ قال کان الناس یؤمرون ان يضع الرجل اليد اليمنىٰ علىٰ ذراعه اليسرىٰ فی الصلوٰة (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۷۵) (۳)...... حدیث قبیصہ بن ہلب عن ابیہ قال کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یؤمنا فیاخذ شماله بیمینه (رواہ الترمذی وابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۶) دلیل مالکیہ...... یہ ہے کہ ارسال ابن عمرؓ اور حسن بصریؒ سے ثابت ہے۔ جواب...... یہ ان کا اجتہاد تھا جو مرفوع صحیح حدیث کے مقابلے میں حجت نہیں اور اگر کسی شاذ مرفوع روایت سے ارسال ثابت بھی ہو جائے تو وہ بیان جواز پر یا ضرورۃ پر یا باندھنے سے قبل ارسال خفیف پر محمول ہے۔ مسئلہ ثانیہ محل وضع یدین...... ابوحنیفہؒ، احمدؒ، سفیان ثوریؒ، اسحٰق بن راہویہؒ کے

نزدیک تحت السرۃ ہاتھ باندھنے مسنون ہیں۔امام شافعیؒ کے نزدیک فوق السرہ اور تحت الصدر ہاتھ باندھنے مسنون ہیں اور بقول علامہ شوکانی فوق الصدر کسی کا قول نہیں۔(بذل المجہود جلد۲،صفحہ۲۵)

دلائل احناف (۱)......حدیث وائل بن حجرؓ قال رأیت النبی ﷺ یضع یمینه علیٰ شماله فی الصلوٰۃ تحت السرۃ (رواہ ابن ابی شیبہ)(۲)......حدیث علیؓ قال من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ. (رواہ ابوداؤد وغیرہ) اگرچہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے مگر یہ دوسری روایت سے مؤید ہے مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ میں حدیث ابی مجلز وغیرہ اس کے لئے مؤید ہے۔

دلیل شوافع......حدیث وائل بن حجرؓ قال صلیت مع رسول الله ﷺ فوضع یدہ الیمنیٰ علی یدہ الیسری علیٰ صدرہ (رواہ ابن خزیمہ) جواب نمبر۱......آپ کا مذہب تحت الصدر کا ہے اور اس حدیث میں علیٰ صدرہ کے لفظ ہیں لہٰذا یہ آپ کی دلیل نہیں بن سکتی۔جواب نمبر۲......تحت السرہ والی روایت چھ وجوہ سے افضل و راجح ہے۔وجہ اول......یہ کہ علیٰ صدرہ کے لفظ غیر محفوظ ہیں۔(آثار السنن جلد۱،صفحہ۶۴) وجہ ثانی......یہ حدیث جزئی واقعہ ہے اور حدیث علیؓ ضابطہ کلیہ ہے اور قاعدہ کلیہ واقعہ جزئیہ سے راجح ہوتا ہے۔وجہ ثالث......یہ کہ حضرت علیؓ،حضرت وائلؓ سے زیادہ حاضر باش ہیں اور آنحضرت ﷺ کی نماز سے زیادہ واقف کار ہیں۔وجہ رابع......یہ کہ حضرت وائلؓ کی روایت میں تعارض ہے لیکن حضرت علیؓ کی روایت میں تعارض نہیں۔وجہ خامس......یہ کہ وضع یدین دونوں طرح ثابت ہے مگر عرفاً و عادۃً ادب تحت السرہ میں ہے لہٰذا وہی راجح ہے۔وجہ سادس......یہ کہ تحت السرہ ہاتھ باندھنے سے مرد کی کیفیت وضع عورت کی کیفیت وضع سے مختلف و ممتاز ہو جاتی ہے۔

الفصل الثانی......وعن الفضل بن عباسؓ قوله الصلوٰۃ مثنیٰ مثنیٰ......

مسئلہ خلافیہ......ابو حنیفہؒ کے نزدیک رات اور دن دونوں میں نماز نفل چار رکعتیں ایک سلام سے افضل ہیں۔امام شافعیؒ کے نزدیک دو دو رکعتیں افضل ہیں۔صاحبین کے نزدیک دن میں چار رکعتیں اور رات میں دو رکعتیں افضل ہیں یہی مسلک راجح ہے۔

دلائل احناف (۱)...... آنحضرت ﷺ ہمیشہ نماز چاشت چار رکعت ایک ہی سلام سے ادا فرماتے تھے۔دلیل نمبر۲......حدیث عائشہؓ قالت کان یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن و طولهن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن و طولهن ثم یصلی ثلاثا فقلت یا رسول الله اتنام قبل ان توتر قال یا عائشہؓ ان عینی تنامان و لا ینام قلبی (متفق علیہ)

(۳)......حدیث ابی ایوب انصاریؓ اربع قبل الظهر ليس فيهن تسليم تفتح لهن ابواب السماء (رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد۱ صفحہ۱۰۴) **شوافع کی دلیل اول**......حدیث باب ہے۔

جواب نمبر۱......حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو رکعت میں تشہد وقعدہ ضروری ہے اور قرینہ یہ ہے کہ آگے تتشهد في كل ركعتين اس کا بیان ہے۔ **جواب نمبر۲**......اس حدیث سے مقصود طاق نماز کی نفی کرنا ہے کہ نماز میں ایک یا تین رکعت نفل نہیں ہے ورنہ نماز بتیراء دم کٹی بن جائے گی۔ **جواب نمبر۳**......یہ بیان جواز پر محمول ہے۔ **دلیل ثانی**......حدیث ابن عمرؓ صلوٰة الليل و النهار مثنىٰ مثنىٰ (رواہ الترمذی وابو داؤد)

جواب......والنہار کا لفظ غیر محفوظ ہے چنانچہ دارقطنی کتاب العلل میں فرماتے ہیں ذكر النهار فيه وهم۔ حاشیہ آثار السنن جلد۲، صفحہ۲۴ تو اصل حدیث صلوٰة الليل مثنىٰ مثنىٰ ہے جس کا مطلب پہلے گذر چکا ہے۔ **دلیل صاحبین**......یہ کہ تراویح دو دو رکعت پڑھی جاتی ہے اور ہم نوافل کو تراویح پر قیاس کرتے ہیں۔ جواب ......تراویح میں دو رکعات اس لئے ہیں کہ وہ جماعت سے ادا کی جاتی ہیں اور نماز باجماعت میں تیسیرًا على الناس آسان صورت اختیار کی گئی ہے۔ **فائدہ**......احناف کے نزدیک صاحبین کا مذہب راجح ہے جیسا کہ حدیث ابن عمرؓ میں ہے صلوٰة الليل مثنىٰ مثنىٰ صلوٰة النهار اربع اربع (كتاب الحجج للامام محمد)

باب القراءة في الصلوٰة ......(صفحہ۷۸)

الفصل الاول...... عن عبادة بن الصامتؓ ...... قال قال رسول الله ﷺ لا صلوٰة لمن لم يقراء بفاتحة الكتاب ......یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں۔

مسئلہ اولیٰ حیثیت فاتحہ وضم سورۃ......ابو حنیفہؒ کے نزدیک مطلقاً ایک آیت کی قراءت فرض ہے اور خاص فاتحہ اور ضم سورۃ واجب ہے۔ امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک فاتحہ فرض و رکن ہے اور ضم سورۃ سنت مؤکدہ ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک دونوں فرض ہیں۔ **دلائل احناف (۱)**......حدیث ابی ہریرۃؓ قال قال لي رسول الله ﷺ اخرج فنادِ في المدينة ان لا صلوٰة الا بالقرآن ولو بفاتحة الكتاب فما زاد (رواہ ابوداؤد) **(۲)**......قوله تعالىٰ فاقرؤا ما تيسر من القرآن (پارہ۲۹) اس آیت سے معلوم ہوا کہ مطلقاً قراءت قرآن فرض ہے اور کسی خاص حصہ قرآن کی قراءت فرض نہیں لہٰذا خبر واحد سے فاتحہ کو فرض قرار دینا کتاب اللہ پر زیادتی ہے جو ناجائز ہے۔ **احناف کی دلیل ثانی پر دو شبہات**...... **شبہ اولیٰ** ......ماتیسر میں کلمہ ما مجمل ہے اور حدیث اس کی تفسیر ہے لہٰذا فاتحہ کے فرض قرار دینے میں کوئی قباحت [illegible]

حرج نہیں۔ **جواب** ...... ما مجمل نہیں بلکہ عام ہے جو اپنے عموم پر باقی رکھا جاتا ہے۔

شبہ ثانیہ ...... حدیث **لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب** خبر واحد نہیں بلکہ خبر مشہور ہے لہٰذا اس کے ذریعے کتاب اللہ پر زیادتی درست ہے۔

جواب نمبر۱ ...... خبر مشہور وہ ہوتی ہے جس میں تابعین کا اختلاف نہ ہو حالانکہ اس مسئلے میں ان کا اختلاف ہے لہٰذا یہ خبر واحد ہے۔ **جواب نمبر۲** ...... علی سبیل التسلیم اس خبر مشہور سے زیادتی درست ہوتی ہے جو محکم ہو اور یہاں احتمال ہے کہ لا نفی حقیقت کے لئے ہو یا **لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد** کی طرح نفی کمال کے لئے ہو لہٰذا اس سے کتاب اللہ پر زیادتی درست نہیں۔ **دلیل شوافع** ...... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر۱ ...... خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں لہٰذا جو قرآن سے ثابت ہوا وہ فرض ہے اور جو حدیث سے ثابت ہوا وہ واجب ہے۔ **جواب نمبر۲** ...... دلائل مذکورہ کے قرینے سے یہاں لا نفی کمال کے لئے ہے اور اس مزید پر قرینہ یہ ہے کہ (سنن ابن ماجہ صفحہ ۴۰، ۴۱) پر حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے **من صلیٰ صلوٰۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج غیر تمام** اس سے معلوم ہوا کہ ترک فاتحہ سے کمال نماز فوت ہوتا ہے نہ کہ نفس نماز بھی۔ **دلیل مالکیہ** ...... فصاعدًا والی روایت ہے جیسا کہ مصنف نے مسلم کی روایت نقل کی ہے اس دلیل کے جوابات وہی ہیں جو ابھی دلیل شوافع میں گزرے ہیں۔

مسئلہ ثانیہ قرأت فاتحہ خلف الامام ...... اس میں **پانچ مباحث ہیں**۔ (۱) ...... بیان مذاہب (۲) ...... دلائل احناف (۳) ...... دلائل احناف پر شبہات اور ان کے جوابات (۴) ...... دلائل شوافع مع جوابات احناف (۵) ...... وجوہ ترجیح مذہب احناف

البحث الاول بیان المذاہب ...... اس میں چار مذاہب ہیں۔ (۱) ...... ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک مقتدی کے لئے امام کے پیچھے فاتحہ کی تلاوت مکروہ تحریمی ہے خواہ نماز جہری ہو یا سری ہو۔

(۲) ...... امام مالکؒ کے نزدیک سری نماز میں مستحب ہے اور جہری نماز میں مکروہ تحریمی ہے۔

(۳) ...... امام احمدؒ کے نزدیک بھی جہری میں مکروہ تحریمی ہے اور سری میں اور علیٰ ہٰذا جہری میں جب امام سے دور ہو تو پڑھنا مستحب ہے۔ (۴) ...... امام شافعیؒ کے مشہور قول میں مطلقا واجب ہے لیکن تحقیقی قول میں جو ان کی کتاب الام جلد۲، صفحہ ۵۲ میں مذکور ہے۔ صرف سری نماز میں واجب ہے بہرحال موجودہ غیر مقلدین کا یہ مسلک کہ قراءت فاتحہ خلف الامام مطلقا ہے یعنی جہری نماز میں بھی ہے اور ہے بھی فرض، کہ اس کے نہ پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی یہ کسی امام کا بھی قول نہیں۔ چنانچہ فقہ حنبلی کی مشہور کتاب "مغنی ابن قدامہ

جلد ا،صفحہ ۶۴۵" میں امام احمدؒ کا یہ قول منقول ہے ما سمعت احدا من اهل الاسلام يقول ان الامام اذا جهر بالقراءة لا تجزی صلوٰة من خلفه اذا لم يقرأ۔

البحث الثانی ...... دلائل احناف دلیل نمبر ا...... قوله تعالىٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا (پارہ ۹) اس آیت کے شان نزول میں متعدد اقوال ہیں مثلاً نماز، خطبہ جمعہ، وعظ ونصیحت وغیرہ لیکن ان میں سے راجح قول یہی ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں اتری ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں و ذكر احمد بن حنبل الاجماع علىٰ انها نزلت فی الصلوٰة (فتاوی ابن تیمیہ جلد ۲، صفحہ ۱۴۳) حاصل یہ ہے کہ اس آیت سے پہلے فاقرء وا ما تيسر سے امام ومقتدی وغیر سب پر قراءت فرض تھی لیکن پھر اس آیت سے مقتدی کے حق میں منسوخ ہوگئی۔ دلیل نمبر ۲...... حدیث جابر بن عبد اللہؓ مرفوعا من كان له امام فقراءة الامام له قرأة (مسند احمد بن منیع، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید، مستدرک حاکم، موطا امام محمد) اب اگر مقتدی بھی قرأت کرے گا تو دو قراءتیں جمع ہو جائیں گی جو غیر مشروع ہے۔

دلیل نمبر ۳...... حدیث ابی ہریرۃؓ ان رسول الله ﷺ انصرف من صلوٰة جهر فيها بالقراءة فقال هل قراء معی منكم احد انفا فقال رجل نعم انا يا رسول الله قال فقال رسول الله ﷺ انی اقول مالی انازع القرآن فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله ﷺ فيما جهر فيه رسول الله ﷺ (موطا امام مالک جلد ۳، صفحہ ۲۹، ۳۰، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۸۱) دلیل نمبر ۴...... حدیث عبد اللہ بن عمرؓ مرفوعا اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراءة الامام (موطا امام مالک صفحہ ۲۹، والدار قطنی جلد ا، صفحہ ۱۵۴) دلیل نمبر ۵...... حضرت ابو ہریرۃؓ کی مرفوع حدیث كل صلوٰة لا يقراء فيها بام الكتاب فهی خداج الا صلوٰة خلف الامام (کتاب القراءۃ للبیہقی جلد ا، صفحہ ۱۳۵) فریق ثانی کا یہ مطالبہ کہ خلف الامام فاتحہ نہ پڑھنے کے متعلق کوئی صریح مرفوع حدیث پیش کرو اس حدیث سے بآسانی پورا ہو سکتا ہے۔

دلیل نمبر ۶...... عن الشعبی قال ادركت سبعين بدريا كلهم يمنعون المقتدى عن القرائة خلف الامام (روح المعانی جلد ۹، صفحہ ۱۳۵)

دلیل نمبر ۷...... عن جابرؓ قال ان رجلا صلى خلف النبی ﷺ فی الظهر والعصر يعنی فقراء فاومی اليه رجل فنهاه فابىٰ فلما انصرف قال اتنهانی ان اقرأ خلف النبی ﷺ فتذكرا حتى سمع النبی ﷺ فقال رسول الله ﷺ من صلىٰ خلف الامام فان قرأة الامام له قرأة (کتاب القرأۃ للبیہقی جلد ا، صفحہ ۱۰۲)

دلیل نمبر ۸...... علامہ عینی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں وقد روى منع القرأة عن ثمانين نفرا من

(التعليق المجد حاشیہ مؤطا امام محمد صفحہ ۹۵ حاشیہ ۷)
الصحابة منهم المرتضیٰ و العبادلة الثلاثة
دلیل نمبر ۹...... حضرت ابو ہریرۃ کی حدیث مرفوع انما جعل الامام لیؤتم به فاذا كبر فكبروا
و اذا قرأ فانصتوا (رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۸۱)
دلیل نمبر ۱۰...... حدیث سعد بن ابی وقاص و ددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیه جمرة
(جزء القراۃ للبیہقی صفحہ ۱۱، مؤطا امام مالک صفحہ ۹۸)

البحث الثالث ...... دلیل اول آیت قرآنیہ پر شبہ...... امام بخاری وغیرہ فرماتے ہیں کہ استماع تب ہوسکتا ہے جب کہ جہر ہو لہٰذا سری نماز میں اس آیت سے استدلال صحیح نہیں؟

جواب نمبر ۱...... سری نماز میں قرأت فاتحہ خلف الامام کی ممانعت دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔

جواب نمبر ۲...... فاستمعوا کا تعلق جہری نماز سے ہے اور وانصتوا کا تعلق سری نماز سے ہے۔

جواب نمبر ۳...... استماع کے معنیٰ سننے کے نہیں بلکہ کان لگانے اور توجہ کرنے کے ہیں جس کو سماع لازم نہیں جیسا کہ مفردات راغب، قاموس، منجد، مختار الصحاح میں ہے اور جیسا کہ باب الاذان میں ایک حدیث گزری ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کسی بستی پر حملہ کرنا چاہتے تو کان یستمع الاذان اور پھر آگے دو شقیں بیان کی ہیں فان سمع اذانا امسک والا اغار (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۵) الغرض یہ آیت سری و جہری نماز قریب و بعید سب صورتوں کو شامل ہے۔ **دلیل ثانی حدیث جابرؓ پر تین شبہات...... شبہ نمبر ۱......** حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تمام سندیں معلول ہیں؟ **جواب......** اس حدیث کی تقریباً چالیس سندیں ہیں جن میں سے بعض بالکل صحیح اور قوی ہیں جو مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند احمد بن منیع وغیرھما میں مذکور ہیں۔

شبہ نمبر ۲...... له قرأة میں ضمیر کا مرجع امام ہے نہ کہ مقتدی۔ **جواب......** نحو کا قاعدہ کلیہ ہے کہ خبر جملہ ہو تو اس میں ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتداء کی طرف لوٹے لہٰذا اس ضمیر کا مرجع من ہے نہ کہ امام۔

شبہ نمبر ۳...... قراءۃ امام سے مراد ما زاد علی الفاتحہ ہے نہ کہ خود فاتحہ۔ **جواب......** خود راوی حدیث حضرت جابرؓ اس سے قرأت فاتحہ مراد لیتے ہیں چنانچہ آپ کا ارشاد ہے من صلیٰ رکعة ولم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الاوراء الامام (مؤطا مالک صفحہ ۹۳، جامع ترمذی صفحہ ۴۲)

دلیل ثالث حدیث ابی ہریرۃؓ پر شبہ...... ممکن ہے کہ ان مقتدی صحابی نے جہراً قراءت کی ہو اس لئے حضور ﷺ کو معلوم ہوگیا ہو اور جہر قراءت کو ہم بھی منع قرار دیتے ہیں۔ **جواب......** اگر انہوں نے جہراً قراءت کی ہوتی تو حضور ﷺ هل قراء کی بجائے ایکم اقرأ فرماتے دوسرے یہ نماز صبح تھی تو ناممکن ہے کہ

آنحضرت ﷺ نماز میں جہراً قرأت فرمارہے ہوں اور آپ کے پیچھے وہ مقتدی صحابی بھی جہر کررہے ہوں یہ بات بعید از قیاس ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ انہوں نے آہستہ قراءت کی تھی اور اسی سے آپ نے منع فرمایا تھا پھر آپ کو آہستہ قراءت کا علم اس طرح ہوگیا کہ نماز میں آنحضرت ﷺ کا احساس وادراک زیادہ قوی ہوجاتا تھا جیسا کہ سنن نسائی صفحہ ۱۱۰ میں ہے کہ بعض لوگ وضو درست نہیں کرتے جس کی وجہ سے ہم پر قرأت ملتبس ہو جاتی ہے تو اسی طرح یہاں بھی آہستہ قراءت سے متاثر ہونا بعید نہیں۔

البحث الرابع ...... شوافع کی دلیل اول ...... حضرت عبادہ بن الصامتؓ کی حدیث باب ہے کیونکہ نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے اور من بھی عموم کا کلمہ ہے تو یہ حدیث ہر نمازی کو شامل ہے۔

جواب...... بے شک کلمہ من اکثر و بیشتر عموم کے لئے آتا ہے مگر بسا اوقات قرائن وشواہد کی وجہ سے خصوص کے لئے بھی آتا ہے مثلاً و یستغفرون لمن فی الارض (پارہ ۲۵) میں صرف مؤمن مراد ہیں اور حدیث انما هلک من کان قبلکم (بخاری جلد۲، صفحہ ۱۰۰۳) میں صرف کفار مراد ہیں تو اسی طرح یہاں بھی دلائل مذکورہ کے قرینے سے یہ حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب بھی امام اور منفرد کے ساتھ خاص ہے اور مزید تین قرائن یہ ہیں۔ قرینہ اولیٰ ...... احمد حنبلؒ اور سفیان بن عیینہؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں هذا لمن یصلی وحده جامع ترمذی صفحہ ۴۲، سنن ابی داؤد یعنی امام کے علاوہ اس حدیث کا مصداق صرف منفرد ہے۔ قرینہ ثانیہ...... امام کو رکوع میں پانے والا مسبوق جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی وہ باتفاق جمیع فقہاء اس حدیث کے عموم سے مستثنیٰ ہے تو اسی طرح مقتدی بھی دلائل مذکورہ کے قرینے سے اس حدیث کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔ قرینہ ثالثہ...... اس روایت عبادہ بن صامتؓ کی بعض صحیح سندوں میں فصاعداً کی زیادتی بھی آئی ہے (صحیح مسلم جلد۱، صفحہ ۱۶۹، سنن نسائی صفحہ ۱۰۵) اور ما زاد علی الفاتحہ کا حکم فریق ثانی کے نزدیک بھی صرف امام اور منفرد کے لئے ہے تو معلوم ہوا کہ اسی طرح فاتحہ کا حکم بھی صرف انہی کے لئے ہے۔

قرینہ ثالثہ پر شبہ...... فصاعداً کی زیادتی معمر کا تفرد ہے لہذا معتبر نہیں۔ جواب نمبر۱...... معمر ثقہ ہیں بلکہ ان کے متعلق کہا گیا ہے هو اثبت الناس من الزهری اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔

جواب نمبر۲...... اس زیادتی کو نقل کرنے والے معمرؒ کے علاوہ اور حضرات بھی ہیں مثلاً ابوداؤد صفحہ ۱۱۹ میں سفیان بن عیینہ اور کتاب القراءۃ للبیہقی صفحہ ۱۱ میں اوزاعیؒ اور شعیب بن ابی حمزہؒ فلا اشکال۔

دلیل ثانی ...... حدیث باب عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی صلوۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فھی خداج ثلثا غیر تمام فقیل لابی ہریرۃؓ انا نکون وراء الامام قال اقرأبہا فی نفسک الخ (رواہ مسلم جلد۱، صفحہ۱۶۹، بحوالہ مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۷۸) کیونکہ اقرأ بہا فی نفسک سے مراد قرأت سریہ ہے۔ جواب ...... سری نماز کے بارے میں تو ابو ہریرہؓ کی حدیث اوپر دلیل نمبر۵ میں آ چکی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث جہری نماز کے بارے میں ہے۔ باقی قرأت فی النفس سے مراد تدبر فی الالفاظ اور تفکر فی المعانی ہے چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اذا قرأتہا فی نفسک لم یکتبہا (کتاب النہایہ جلد۴، صفحہ۲۶۷) تو فرشتے جس چیز کو نہیں لکھتے وہ غور وفکر ہی ہے کیونکہ قرأت سریہ تو وہ لکھتے ہیں۔ اسی طرح ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث گذری ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت ﷺ کے پیچھے نماز میں قرأت کی تو آپ نے فرمایا انی اقول مالی انازع القرآن (مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۸۱) ظاہر ہے کہ یہاں قول سے مراد غور وفکر ہے تو اسی طرح یہاں بھی ہے

دلیل ثالث ...... حدیث عبادۃ بن صامتؓ قال کنا خلف النبی ﷺ فی صلوٰۃ الفجر فقرأ فثقلت علیہ القراۃ فلما فرغ قال لعلکم تقرؤن خلف امامکم قلنا نعم یا رسول اللہ قال لا تفعلوہ الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لا صلوٰۃ لمن یقرأ بہا (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۸۱) جواب نمبر۱ ...... یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے کیونکہ عبادہ بن صامتؓ ان صحابہ کرام میں سے ہے جنہوں نے لیلۃ العقبۃ میں بیعت اسلام کی ہے اور ابو ہریرۃؓ متأخر الاسلام ہیں لہٰذا ان کی روایات راجح ومعتبر ہیں اور ان کی روایات اوپر دلیل نمبر۳، دلیل نمبر۵، دلیل نمبر۹ میں گذر چکی ہے۔ جواب نمبر۲ ...... یہ روایت تین وجوہ سے معلول ہے۔ وجہ اول ...... یہ کہ اس کی سند میں ایک راوی مکحول ہے جو مدلس ہے اور عنعنہ سے روایت کرتا ہے اور مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں ہوتا۔

وجہ ثانی ...... یہ کہ اس کی سند میں اضطراب ہے کیونکہ مکحول اس کو مختلف طریقوں سے روایت کرتا ہے چنانچہ کبھی مکحول عن عبادہ اور کبھی مکحول عن نافع بن محمود عن عبادۃ اور کبھی مکحول عن محمود عن عبادۃ اور کبھی مکحول عن محمود عن ابی نعیم انہ سمع عبادۃ نقل کرتے ہیں۔

وجہ ثالث ...... یہ کہ مکحول عن محمود عن عبادۃ والی سند میں مکحول سے نقل کرنے والے صرف محمد بن اسحٰق ہیں اور وہ اگرچہ تاریخ اور مغازی میں معتبر ہیں مگر فن حدیث میں جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔ چنانچہ قاضی شوکانی فرماتے ہیں وابن اسحق لیس بحجۃ لا سیما اذا عنعن (نیل الاوطار جلد۱، صفحہ۲۲۴) اور

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں محمد بن اسحق حجت نیست (دلیل الطالب جلد ا، صفحہ ۲۲۹)

البحث الخامس ...... وجوہ ترجیح مذہب احناف...... چار ہیں۔

وجہ اول...... امام کا سترہ، سجدہ سہو اور ضم سورۃ مقتدی کے لئے کافی ہے تو فاتحہ بھی کافی ہونی چاہیئے۔

وجہ ثانی...... ترک قرأۃ حدیث قولی کیساتھ ساتھ حدیث فعلی سے بھی مؤید ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی مرض الوفات کی حدیث میں آتا ہے اخذ القرأۃ من حیث کان بلغ ابو بکر (سنن ابن ماجہ صفحہ ۸۸) اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے فاتحہ وغیرہ نہیں لوٹائی بلکہ یہاں حضرت ابو بکرؓ نے قرأت چھوڑی حضور ﷺ نے وہی سے قرأت شروع فرمادی۔ وجہ ثالث...... نماز باجماعت کی حیثیت وفد کی ہے اور امام پوری قوم کا نمائندہ ہے لہٰذا اس کی قرأت پوری جماعت کے لئے کافی ہے۔ وجہ رابع...... صحابہ کرامؓ کے توبیخی آثار سے بھی قرأت خلف الامام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت علیؓ فرماتے ہیں من قرأ مع الامام فلیس علی الفطرۃ (مصنفہ عبد الرزاق) اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں لیت الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوہ ترابا. (طحاوی، مصنف عبدالرزاق) اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ (مصنفہ عبدالرزاق صفحہ ۷)

وعن جابرؓ ...... قال قال معاذ بن جبلؓ یصلی مع النبی ﷺ ثم یاتی فیؤم قومہ' ...... مسئلہ خلافیہ اقتداء المفترض خلف المتنفل ...... ابوحنیفہؒ، مالکؒ اور اکثر تابعین کے نزدیک متنفل کے پیچھے مفترض کی اقتداء جائز نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام احمدؒ سے دونوں روایتیں ہیں۔ دلائل احناف (۱)...... حدیث ابی ہریرۃؓ الامام ضامن (رواہ احمد وابوداؤد وغیرہما، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۶۵) کیونکہ امام کی ضمانت صحت وفساد صلوٰۃ کے اعتبار سے ہوتی ہے اور ضعیف قوی کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ البتہ مساوی مساوی کی نیز قوی ضعیف کی ضمانت دے سکتا ہے۔

(۲)...... صلوٰۃ خوف کا جائز ہونا کیونکہ اگر صلوٰۃ مفترض خلف المتنفل جائز ہوتی تو نماز خوف میں بلاوجہ دو گروہ بنانے اور مشی کثیر اور عمل کثیر کی اجازت نہ ہوتی۔ **دلیل شوافع** ...... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ا...... یہ حضرت معاذؓ کا اپنا فعل تھا اور جب آنحضرت ﷺ کو اس کا علم ہوا تو فرمایا کہ اما ان تصلی معی واما ان تخفف (رواہ الطحاوی، بذل المجہود جلد ا، صفحہ ۳۳۶)

جواب نمبر ۲...... یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ تکرار فریضہ جائز تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ چنانچہ ابن عمرؓ سے مروی ہے نہی رسول اللہ ﷺ ان نصلی فریضۃ فی یوم مرتین (رواہ الطحاوی) اور ظاہر ہے

کہ نہی اباحت کی مقتضی ہوتی ہے۔ **جواب نمبر۳**......ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت معاذؓ کی نماز نفل کی نیت سے ہوتی ہو۔ **تیسرے جواب پر شبہ**......بعض روایات میں **فیصلی بھم العشاء وھی لہ نافلۃ** کے الفاظ آئے ہیں۔ (مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۱۰۳) **جواب نمبر۱**......اس زیادتی کا مطلب یہ ہے کہ معاذؓ کے حق میں دو مرتبہ نماز پڑھنا زیادتی اجر کا باعث تھا کیونکہ پہلی نماز نفل تھی۔ **جواب نمبر۲**...... **وھی لہ نافلۃ** کی زیادتی صحاح ستہ میں موجود نہیں بلکہ صرف مصنف عبدالرزاق، مسند شافعی، طحاوی، دار قطنی بیہقی میں ہے لہٰذا یہ زیادتی غیر محفوظ ہے چنانچہ امام احمد فرماتے ہیں **اخشی ان لا تکون محفوظۃ** اور علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں **ھذہ الزیادۃ لا تصح**۔

جواب نمبر۳...... یہ زیادتی مرفوع نہیں بلکہ ابن جریج یا عمرو بن دینار یا امام شافعیؒ یا حضرت جابرؓ کا قول ہے (اسی لئے اصل مشکوٰۃ میں یہاں بیاض ہے) (حاشیہ آثار السنن جلد۱، صفحہ۱۳۴، ۱۳۵، مرقات جلد۳، صفحہ۲۰۷)

الفصل الثانی ......وعن وائل بن حجرؓ، قولہ' فقال آمین مد بھا صوتہ'

......یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں۔ **مسئلہ اولیٰ تامین امام**......ابوحنیفہؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک امام کے لئے بھی آمین کہنا مسنون ہے۔ امام مالکؒ کی مشہور روایت میں امام آمین نہ کہے۔

دلائل جمہور (۱)......حدیث باب...... (۲) حدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعاً **اذا امن الامام فامنوا** (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۷۹) **دلیل مالکیہ**......حدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعاً **اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین** (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۷۹) کیونکہ اس حدیث میں تقسیم ہے اور تقسیم منافی شرکت ہے۔ **جواب نمبر۱**...... یہ حدیث امام کی آمین سے ساکت ہے اور احادیث مذکورہ ناطق ہیں اور ناطق ساکت پر مقدم ہوتا ہے۔ **جواب نمبر۲**......نسائی، مصنف عبدالرزاق اور مسند ابن حبان کی روایت میں **فان الامام یقولھا** کی زیادتی بھی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث مختصر ہے۔

مسئلہ ثانیہ جہر و اخفائے آمین......شافعیؒ کے قول جدید میں۔ نیز ابوحنیفہؒ اور مالکؒ کے نزدیک امام اور مقتدی کے لئے آمین بالسر کہنا مسنون و افضل ہے۔ امام شافعیؒ کے قول قدیم نیز امام احمدؒ کے نزدیک جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہنا افضل ہے تو یہ اختلاف محض استحباب میں ہے لہٰذا زیادہ تشدد نہ کرنا چاہیئے۔

دلائل احناف (۱)...... **عن ابی وائل قال لم یکن عمر و علی یجھر ان بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بآمین** (رواہ الطبرانی فی تہذیب الآثار بحوالہ بذل المجہود جلد۲، صفحہ۱۰۱)

(۲)......حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی اخفائے آمین مروی ہے بحوالہ مذکورہ۔

(۳)...... عن وائل بن حجرؓ قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ فقال آمین و اخفی بھا صوتہ' (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والطیالسی وابویعلی الموصلی والدارقطنی والحاکم)

(۴)...... حضرت عطاء تابعی فرماتے ہیں کہ آمین دعا ہے اور دعاء میں ادب اخفاء ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے ادعو ربکم تضرعًا و خفیہ (پارہ ۸) اور اذ نادیٰ ربہ نداءً خفیا (پارہ ۱۶)

شوافع کی دلیل اول...... حدیث باب ہے۔ **جواب نمبر ۱**...... بعض اذکار بالاتفاق سراً پڑھے جاتے ہیں لیکن احادیث سے کبھی بغرض تعلیم ان کا جہر بھی ثابت ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے نماز ظہر میں ایک آیت کا جہر فرمایا (حدیث ابی قتادہؓ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۹) علیٰ ھذا حضرت عمرؓ سے ثنا کا اور حضرت ابوہریرۃؓ سے تعوذ کا جہر بھی بغرض تعلیم ثابت ہے تو اسی طرح یہاں بھی آمین کا جہر بغرض تعلیم تھا نہ کہ بیان افضلیت کے لئے چنانچہ وائل بن حجرؓ کی روایت میں ہے فقال آمین یمد بھا صوتہ ما اراہ الا لیعلمنا (اخرجہ الحافظ ابوبشر الدولابی فی کتاب الاسماء والکنی بحوالہ حاشیہ آثار السنن جلد ۱، صفحہ ۱۲)

جواب نمبر ۲...... حدیث وائل بن حجر کے الفاظ متن میں اضطراب ہے لہٰذا یہ حدیث اضطراب کی وجہ سے ضعیف ہے اگرچہ بہت سے اہل علم نے اس کی تصحیح کی ہے اور بہت ممکن ہے کہ اسی ضعف کی وجہ سے امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے بھی اس حدیث کی تخریج نہ کی ہو باوجودیکہ یہ دونوں آمین بالجہر کے قائل ہیں۔ (حاشیہ آثار السنن)

دلیل ثانی...... حدیث ابی ہریرۃؓ قال کان النبی ﷺ اذا فرغ من قرأۃ ام القرآن رفع صوتہ وقال آمین (رواہ الدارقطنی والحاکم) **دلیل ثالث**...... حدیث ابی ہریرۃؓ قال ترک الناس التامین وکان رسول اللہ ﷺ اذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال آمین حتی یسمعھا اھل الصف الاول فیرتج بھا المسجد (آمین کی آواز سے مسجد گونج اٹھتی) (رواہ ابن ماجہ)

جوابات ہر دو دلائل...... **جواب نمبر ۱**...... یہ احادیث ابتدائی زمانے پر محمول ہیں جیسا کہ ترک الناس التامین سے معلوم ہوتا ہے۔ **جواب نمبر ۲**...... یہ احادیث تعلیم پر محمول ہیں۔

جواب نمبر ۳...... ان احادیث کے مقابلے میں اخفائے آمین والی روایات قوی ہیں اور جہراً آمین والی احادیث ضعیف ہیں کیونکہ ان دو احادیث میں سے پہلی حدیث کی سند میں اسحٰق بن ابراہیم راوی ضعیف ہے جس کے متعلق نسائی نے کہا لیس بثقۃ ابوداؤد نے کہا لیس بشیء (حاشیہ آثار السنن) اور دوسری حدیث کی سند میں بشر بن رافع راوی ضعیف ہے کیونکہ بخاری، احمد، نسائی وغیرہم نے اس کی تضعیف کی ہے (آثار السنن جلد ۱، صفحہ ۹۴) نیز اس کے متعلق ابن حبان کہتے ہیں یروی الموضوعات (بحوالہ سنن المصطفیٰ شرح سنن ابن

ملاحظہ صفحہ ۲۸۱) وجوہ ترجیح مذہب احناف ...... یہ چار ہیں۔(۱)......اخفائے آمین والی روایات قوی ہیں اوران کے مقابلے میں جہراً آمین والی احادیث ضعف سے خالی نہیں۔ چنانچہ علامہ نووی لکھتے ہیں لم یثبت الجھر بالتامین عن النبی ﷺ ولا عن الخلفاء الاربعة وما جاء فی ھذا الباب لا یخلو عن شیء (آثار السنن جلد ۱، صفحہ ۹۴) (۲)......اخفائے آمین قرآن کے موافق ہے کیونکہ آمین دعاء ہے اور دعا کے متعلق ارشاد خداوندی ہے ادعوا ربکم تضرعا و خفیة (پارہ ۸)۔(۳)......حضرت وائل بن حجرؓ صرف ایک دو مرتبہ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے ہیں اور ان کے مقابلے میں کثرت سے حاضر باش حضرات حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہم ہیں جو اخفائے آمین کے قائل ہیں۔
(۴)......خلفائے اربعہ بھی اخفائے آمین کے قائل ہیں۔(آثار السنن صفحہ ۹۴)

باب السجود وفضله

الفصل الثانی ......وعن ابی هريرةؓ ...... قوله' اذا سجد احدكم فلا يبرک كما يبرک البعير وليضع يديه قبل ركبتيه (صفحہ ۸۴)......

مسئلہ خلافیہ کیفیت سجدہ......ابوحنیفہؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے کا پھر ہاتھ کا زمین پر رکھنا مستحب ہے۔امام مالکؒ واوزاعیؒ کے نزدیک اس کے برعکس پہلے ہاتھ اور پھر گھٹنے رکھنا مستحب ہے۔دلائل جمہور(۱)......حدیث وائل بن حجرؓ قال رأيت رسول الله ﷺ اذا سجد وضع ركبتيه قبل يديه واذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه (رواہ ابوداؤد والترمذی وغیرہما، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۸۴)(۲)......حدیث سعد بن ابی وقاصؓ قال كنا نضع اليدين قبل الركبتين فامرنا بوضع الركبتين قبل اليدين (رواہ ابن خزیمہ)

(۳)......حدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعاً اذا سجد احدكم فليبدأ بركبتيه قبل يديه ولا يبرک كبروک الفحل (سانڈ)(ابن ابی شیبہ، معانی الآثار للطحاوی)۔دلیل مالکیہ......حضرت ابو ہریرۃؓ کی حدیث باب ہے۔جواب نمبر۱......علامہ ابوسلیمان خطابی فرماتے ہیں کہ حدیث وائل بن حجرؓ اقوی اثبت ہے کیونکہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اسکی تصحیح کی ہے اور یہ اضطراب سے بھی خالی ہے۔بخلاف حدیث ابی ہریرۃؓ کے کہ حضرات محدثین نے اس کو صحیح بھی نہیں کہا اور وہ مضطرب بھی ہے لہٰذا حدیث وائل بن حجرؓ راجح ہے۔جواب نمبر۲......بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی حدیث مذکور سے منسوخ ہے جو اوپر دلیل نمبر۲ میں گذر چکی ہے یہ دونوں جوابات صاحب مشکوٰۃ نے بیان کئے ہیں۔

جواب نمبر۳...... حافظ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا آخر و لیضع یدیه قبل رکبتیه اس کے اول فلا یبرک کما یبرک البعیر کے معارض ہے اس لئے کہ اونٹ بھی پہلے ہاتھ رکھتا ہے حالانکہ اس کیفیت سے پہلے منع کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کے متن میں بعض رواۃ سے تبدیلی ہوگئی ہے اور اصل عبارت یوں ہے ولیضع رکبتیه قبل یدیه جیسا کہ اوپر دلیل نمبر۳ میں ابن ابی شیبہ اور معانی الآ ثار کے حوالے سے ابوہریرۃؓ کی حدیث اس کے مطابق گزر چکی ہے۔ بعض حضرات نے اس کی تاویل یوں کی ہے کہ اونٹ کے گھٹنے اس کے ہاتھ میں ہوتے ہیں تو وہ اگرچہ ہاتھ ہی پہلے رکھتا ہے مگر اس کے باوجود بھی حقیقۃً گھٹنے پہلے رکھتا ہے تو تم اس کے خلاف ہاتھ پہلے رکھو لیکن یہ تاویل مفید نہیں کیونکہ اہل لغت میں سے کسی سے بھی یہ معنیٰ منقول نہیں و نیز اس صورت میں لازم آئے گا کہ اونٹ کے چاروں قوائم ٹانگیں ہوں حالانکہ یہ بعید از قیاس ہے تو گویا اس مؤول کی عقل خود اس کے گھٹنوں میں ہے۔ الغرض وائلؓ کی روایت راجح ہے۔

باب التشہد...... (صفحہ ۸۴)

مسئلہ خلافیہ الفاظ تشہد...... ابوحنیفہؒ، احمدؒ، سفیان ثوری، ابن مبارک، اسحٰق بن راہویہ اور جمہور صحابہ کرامؓ و تابعینؒ اور ائمہ محدثینؒ کے نزدیک تشہد ابن مسعودؓ افضل ہے جس کے الفاظ مشہور ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تشہد ابن عباسؓ افضل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ التحیات المبارکات والصلوٰت الطیبات لله السلام علیک الخ (رواہ مسلم جلد۱، صفحہ ۸۵) امام مالکؒ کے نزدیک تشہد عمرؓ افضل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ التحیات لله الزاکیات لله الطیبات الصلوٰت لله السلام علیک الخ (رواہ الحاکم والبیہقی)

جوابات احناف...... تشہد عمرؓ تو موقوف ہے چنانچہ دارقطنی فرماتے ہیں ولم یختلفوا فیه انه موقوف علیه باقی تشہد ابن مسعودؓ تشہد ابن عباسؓ سے چار وجوہ سے راجح ہے۔ وجہ اول...... تشہد ابن مسعودؓ صحاح ستہ میں ایک ہی طرح سے مروی ہے لیکن تشہد ابن عباسؓ صحیح بخاری میں موجود نہیں ہے۔

وجہ ثانی...... تشہد ابن مسعودؓ کے متعلق امام ترمذیؒ فرماتے ہیں هذا اصح حدیث فی التشهد۔

وجہ ثالث...... تشہد ابن مسعودؓ کے بارے میں امر کا صیغہ وارد ہوا ہے چنانچہ حدیث میں ہے اذا جلس احدکم فی الصلوٰة فلیقل التحیات لله والصلوٰت الخ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۸۵)

وجہ رابع...... تشہد ابن مسعودؓ میں دو واؤ آتے ہیں جن سے تین مستقل جملے ثناء کے بنتے ہیں۔ بخلاف تشہد ابن عباسؓ کے کہ اس میں سب صفتیں...... ہیں۔ جو موصوف سے مل کر ایک مستقل ثناء ہوگی باقی واؤ کی تقدیر خلاف اصل ہے۔

باب الدعاء فی التشهد......(صفحہ۸۸)

الفصل الثالث......وعن عائشۃؓ قالت کان رسول اللہ ﷺ یسلم فی الصلوٰۃ تسلیمۃ تلقاء وجھہ ...... مسئلہ خلافیہ......ابوحنیفہؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک مقتدی ،امام ،منفرد ہر نمازی دونوں طرف سلام کہے۔امام مالکؒ کے نزدیک امام اور منفرد صرف ایک سلام آگے کی طرف کہے اور مقتدی مشہور قول کی بناء پر تینوں طرف سلام کہے۔

دلائل جمہور(۱)......عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال ان رسول اللہ ﷺ کان یسلم عن یمینہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی یری بیاض خدہ الایمن وعن یسارہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی یری بیاض خدہ الایسر (رواہ ابوداؤد والنسائی والترمذی، مشکوٰۃ جلد۱،صفحہ۸۸) (۲)......عن عامر بن سعد عن ابیہ قال کنت اری رسول اللہ ﷺ عن یمینہ وعن یسارہ حتی اری بیاض خدہ (رواہ مسلم،مشکوٰۃ جلد۱،صفحہ۸۷)(۳)......عن الازرق بن قیس قال فصلیٰ نبی اللہ ﷺ ثم سلم عن یمینہ وعن یسارہ حتی رأینا بیاض خدیہ (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد۱،صفحہ۸۹) دلیل مالکیہ......ایک سلام کے بارے میں تو حدیث باب ہے اور تین سلاموں کے متعلق غالباً ان کی دلیل یہ ہے کہ سامنے والے سلام کو تسلیمتین کے علاوہ سمجھا گیا ہے حالانکہ یہ فاسد ہے (بذل المجہود جلد۲،صفحہ۱۳۰) حدیث باب کا جواب نمبر۱......اکثر احادیث صریحہ اس حدیث کے خلاف ہیں اور یہ ان کے مقابلے میں شاذ ہے لہٰذا یہ مؤول ہے اور وہ تاویل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پہلے سلام کی ابتداء قبلہ رخ فرماتے تھے اور پھر دوران سلام میں کچھ دائیں طرف چہرہ انور کو پھیرتے تھے اور اس سلام کو اونچا فرماتے تھے جو سب کو سنائی دیتا تھا......لیکن دوسرے سلام کو آہستہ فرماتے تھے جو کہ صرف قریب والوں کو سنائی دیتا تھا۔ جواب نمبر۲......ابن مسعودؓ کی صحیح حدیث راجح اور زیادہ معتبر ہے کیونکہ وہ صف اول میں کھڑے ہوتے تھے اور حضرت عائشہؓ دور ہوتی تھیں۔لہٰذا ان کی روایت مرجوح ہے۔جواب نمبر۳......ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہے (اوجز المسالک جلد۱،صفحہ۲۷۶) جواب نمبر۴......حضرت عائشہؓ کی حدیث دوسرے سلام سے ساکت ہے اور احادیث مذکورہ ناطق ہیں اور ناطق ساکت سے مقدم و راجح ہوتا ہے۔

باب ما لا یجوز من العمل فی الصلوٰۃ و ما یباح منہ......(صفحہ۹۰)

الفصل الاول ......عن معاویۃ بن الحکمؓ ...... قولہ ان ھذہ الصلوٰۃ لا یصلح فیھا شیئ من کلام الناس ...... مسئلہ خلافیہ کلام فی الصلوٰۃ......ابوحنیفہؒ

اور احمدؒ کے نزدیک نماز میں کلام الناس مطلقاً مفسد صلوٰۃ ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک کلام قلیل جو چھ یا سات حروف سے زائد نہ ہو نسیاناً یا جہالۃً مفسد صلوٰۃ نہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک کلام قلیل اصلاح صلوٰۃ کے لئے مفسد نہیں خواہ جان بوجھ کر ہی ہو۔ باقی اس امر پر اجماع ہے کہ جو کلام عمداً ہو اور متکلم کو کلام کے عدم جواز کا علم بھی ہو اور اس کلام سے مقصود مصلحت صلوٰۃ بھی نہ ہو ایسا کلام باتفاق آئمہ اربعہ مفسد صلوٰۃ ہے۔

دلائل احناف (۱)...... حضرت معاویہ بن حکمؓ کی حدیث باب کیونکہ یہ ہر قسم کے کلام کو شامل ہے۔

(۲)...... حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کہ ہم جب حبشہ سے واپس لوٹے تو حضور ﷺ کو نماز کی حالت میں سلام کیا۔ آپ ﷺ نے جواب نہ دیا اور نماز کے بعد ارشاد فرمایا ان اللہ یحدث من امرہ ما یشاء وان مما احدث ان لا تتکلموا فی الصلوٰۃ (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۱)

(۳)...... عن زید بن ارقمؓ قال کنا نتکلم فی الصلوٰۃ یکلم الرجل صاحبہ وھو الیٰ جنبہ فی الصلوٰۃ حتی نزلت و قوموا اللہ قنتین فامرنا بالسکوت و نھینا عن الکلام (رواہ مسلم جلد ۱، صفحہ ۲۰۴)

دلیل شوافع و مالکیہ ...... ذوالیدین والی مشہور حدیث ہے جو بخاری و مسلم کے حوالے سے مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۲، ۹۳ پر آ رہی ہے۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو یہ پتہ نہیں تھا کہ میں نماز میں ہوں تو یہ کلام نسیان کی وجہ سے ہوا۔ لہٰذا معاف ہوا اور مالکیہ کہتے ہیں کہ ذوالیدین اور آنحضرت ﷺ کا کلام اصلاح صلوٰۃ کیلئے تھا اس لئے اس کو مفسد صلوٰۃ قرار نہیں دیا گیا۔

جواب نمبر ۱...... اس حدیث میں کئی وجوہ سے اضطراب ہے مثلاً صحیحین میں صلوٰۃ الظہر کا نام آیا ہے اور صحیح مسلم میں صلوٰۃ العصر کا ذکر بھی ہے۔ اسی طرح صحیحین میں سجدۂ سہو کا ذکر ہے لیکن ابوداؤد اور نسائی میں سجدۂ سہو کا ذکر نہیں۔ علیٰ ھذا صحیحین میں ۲ رکعات پر سلام پھیرنے کا ذکر ہے اور صحیح مسلم میں تین رکعات پر سلام پھیرنے کا ذکر بھی ہے۔ اس لئے یہ حدیث قابل استدلال نہیں کیونکہ اضطراب موجب ضعف ہوتا ہے۔

جواب نمبر ۲...... قولی حدیث فعلی حدیث سے راجح ہوتی ہے۔

جواب نمبر ۳...... کلی حدیث جزئی واقعہ سے راجح ہے۔ جواب نمبر ۴...... محرم مبیح سے راجح ہے۔

جواب نمبر ۵...... واقعۂ ذوالیدین منسوخیت کلام سے قبل کا ہے جبکہ کلام فی الصلوٰۃ کی اجازت تھی اور نماز میں وسعت تھی پھر اس واقعہ کے بعد مذکورہ بالا روایات و دلائل کی بناء پر جواز کلام فی الصلوٰۃ منسوخ ہو گیا اس پر قرینہ یہ ہے کہ ذوالیدین کی حدیث میں کلام کثیر شی عمل کثیر واقع ہوا ہے جو بالاتفاق مفسد صلوٰۃ ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ پہلے کا واقعہ ہے۔ نیز کلام فی الصلوٰۃ کا نسخ آیت و قوموا اللہ قنتین سے واقع ہوا ہے اور آیت مدینہ

میں غزوہ بدر کے متصل بعد نازل ہوئی ہے حالانکہ ذوالیدین کا واقعہ غزوہ بدر کے واقعہ سے کچھ قبل واقعہ ہوا ہے چنانچہ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں ان قصة ذی الیدین کانت قبل بدر ثم علمت الامور بعد ۔صحیح ابن حبان اور شیخ ابن وھب فرماتے ہیں انما کان حدیث ذی الیدین فی بدء الاسلام (الجوہر النقی بحوالہ آثار السنن جلد ا،صفحہ ۱۴۴) حاصل یہ ہے کہ ذوالیدین کا واقعہ غزوہ بدر سے پہلے ہوا ہے اور آیت وقوموا للہ قنتین اور علیٰ ھذا احدیث ابن مسعودؓ دونوں بعد کی ہیں لہٰذا ذوالیدین کی حدیث منسوخ ہے ۔جواب نمبر ۵ پر شوافع کی طرف سے شبہ...... ذوالیدین کا واقعہ نسخ کلام کے بعد کا ہے کیونکہ اس واقعہ کے راوی ابوہریرۃؓ ہیں جو ۵ھ میں اسلام لائے ہیں اور وہ اس واقعہ میں شریک تھے جیسا کہ صلی بنا رسول اللہ ﷺ سے واضح معلوم ہوا کہ ذوالیدین کا واقعہ نسخ کلام کے بعد کا ہے۔

جواب......ابوہریرۃؓ کا شرف باسلام ہونا ذوالیدین کی بدر میں شہادت کے بعد کا واقعہ ہے جیسا کہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کان اسلام ابی ھریرۃؓ بعد ما قتل ذوالیدین (رواہ الطحاوی) معلوم ہوا کہ ابوہریرۃؓ اس واقعہ میں شریک نہ تھے۔لہٰذا صلی بنا کے مجازی معنیٰ صلی بالمسلمین کے مراد ہیں جیسا کہ واذا قتلتم نفسا میں قتل نفس کی نسبت موجودہ یہودیوں کی طرف مجازی ہے۔اسی طرح یہود مدینہ کے اخراج کے بارے میں خود حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے بینا نحن فی المسجد اذ خرج الینا رسول اللہ ﷺ فقال انطلقوا الیٰ یھود ۔حالانکہ حضرت ابوہریرہؓ بنوقریظہ کے بہت بعد اسلام لائے تو یہ نسبت بھی مجازی ہے پس اسی طرح یہاں بھی ہے

باب السهو...... (صفحہ ۹۲)

مسئلہ خلافیہ...... کیفیت سجدۂ سہو...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک سجدۂ سہو مع سلام مسنون ہے۔امام شافعیؒ کے نزدیک نقصان صلوٰۃ کی صورت میں بلا سلام اور زیادتی صلوٰۃ کی صورت میں مع سلام مسنون ہے۔امام احمدؒ کے نزدیک منصوص صورتوں میں نص کے مطابق ہے مثلاً ترک قعدہ اولیٰ کی صورت میں عبداللہ بن بحینہؓ کی حدیث کے موافق بلا سلام ہے اور زیادتی رکعۃ خامسہ کی صورت میں عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کے موافق مع سلام سجدہ سہو ہے۔وعلیٰ ہٰذا القیاس باقی غیر منصوص صورتوں میں ان کے نزدیک سجدۂ سہو بلا سلام مسنون ہے تو یہ اختلاف محض سنیت اور اولویت میں ہے ویسے جائز دونوں طرح ہے۔

دلائل احناف (۱)...... حدیث عبداللہ بن مسعودؓ ان رسول اللہ ﷺ صلی الظھر خمسا الی قولہ فسجد سجدتین بعد ما سلم (متفق علیہ،مشکوٰۃ جلد ا،صفحہ ۹۲) (۲)......عمران بن حصینؓ کی ذوالیدین والی حدیث میں ہے ثم سلم ثم سجد سجدتین ثم سلم (رواہ مسلم،مشکوٰۃ

جلد ا، صفحہ ۹۳) (۳)......حدیث ثوبانؓ مرفوعاً لکل سهو سجدتان بعد السلام (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ وعبدالرزاق) دلائل شوافع (۱)......حدیث عبداللہ بن بحینہؓ ان النبی ﷺ صلی بهم الظهر الیٰ قولہٖ فسجد سجدتین قبل ان یسلم ثم سلم (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۹۳)

(۲)......حدیث ابی سعیدؓ ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۹۲)

جواب ہر دو دلائل......در حقیقت یہاں دو سلام ہیں ایک نماز سے فراغت کے لئے اور دوسرا سجدۂ سہو کے لئے تو قبل السلام والی روایات سلام فراغت پر اور بعد السلام والی روایات سلام سجدۂ سہو پر محمول ہیں جیسا کہ عمران بن حصینؓ والی مذکورہ بالا روایت سے یہی توجیہ معلوم ہوتی ہے۔ دلیل مالکیہ......یہ ہے کہ روایات متعارض ہیں لہٰذا ہم زیادۃ اور نقصان پر محمول کرتے ہیں تا کہ تمام احادیث میں تطبیق ہو جائے۔

جواب......اگر نقصان وزیادت دونوں جمع ہو جائیں تو پھر کیا کرے اگر ایک طریق پر عمل کرے تو وجہ ترجیح کیا ہے اور اگر تکرار سجدۂ سہو کرے تو یہ غیر مشروع ہے لہٰذا احناف کی تطبیق راجح ہے جو تمام صورتوں کو جامع اور شامل ہے۔

باب سجود القرآن......(صفحہ ۹۳)

یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں......مسئلہ اولیٰ حکم سجدۂ تلاوت......ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سنت ہے۔ دلائل احناف (۱)......قرآن مجید میں سجدۂ تلاوت کا امر ہے مثلاً فاسجدوا لله واعبدوا اور واسجدو اقترب اور اصل امر وجوب کے لئے ہے۔ (۲)......حدیث ابن عمرؓ قال کان رسول الله ﷺ یقرأ السجدة ونحن عنده فیسجد ونسجد معه فنزدحم حتی ما یجد احدنا لجبهته موضعا یسجد علیه (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۹۳) کیونکہ اگر سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوتا تو اس کے لئے اس قدر اہتمام اور ازدحام نہ کیا جاتا۔

دلیل جمہور......یہ ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ سے عدم وجوب مروی ہے چنانچہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں امرنا بالسجود یعنی للتلاوۃ فمن سجدها فقد اصاب ومن لم یسجد فلا اثم علیه (رواہ البخاری) اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ان الله لم یکتبها علینا الا ان نشاء (رواہ البخاری)

جواب نمبر ۱......یہ ان حضرات کا اجتہاد ہے جو آیت قرآنیہ اور حدیث مرفوع کے مقابلے میں حجت نہیں۔ جواب نمبر ۲......ان اقوال میں فرضیت کی نفی مراد ہے نہ کہ وجوب کی بھی۔

مسئلہ ثانیہ عدد سجدات تلاوت......ابو حنیفہؒ کے نزدیک چودہ سجدے ہیں یعنی سورۂ حج کا صرف پہلا ہے نہ کہ دوسرا بھی اور سورۂ ص میں بھی ہے اور اسی طرح سورۂ حجرات سے آخر قرآن تک کے تین سجدات بھی

ہیں امام شافعیؒ کے نزدیک بھی چودہ سجدے ہیں لیکن ان کے یہاں سورۂ حج کے دونوں ہیں اور سورۂ صاد میں نہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک گیارہ ہیں یعنی سورۃ حج کا دوسرا بھی نہیں اور حجرات سے آخر قرآن تک کے تین سجدات بھی نہیں اور سورۂ صاد کا ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک پندرہ کے پندرہ ہیں۔ حاصل یہ کہ اعراف، رعد، نحل، بنی اسرائیل، مریم، حج کا پہلا، فرقان، نمل، الم السجدہ، حم السجدہ۔ یہ دس سجدے اتفاقی ہیں اور حج کا دوسرا اور صاد اور مفصل سورتوں کے تین نجم، انشقاق، علق یہ پانچ اختلافی ہیں۔

بحث سجدۂ ثانیہ سورۂ حج...... یہ سجدہ شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک ہے لیکن ابوحنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک نہیں۔

دلائل احناف (۱)...... یہاں سجدے کے ساتھ رکوع کا بھی ذکر ہے کما قال تعالیٰ یاایھا الذین امنوا ارکعوا واسجدوا معلوم ہوا کہ یہ سجدۂ صلاتیہ ہے۔ سجدہ تلاوتیہ نہیں جیسا کہ واسجدی وارکعی (پارہ ۳) میں ہے۔ (۲)...... ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان الاولیٰ عزیمۃ والاخریٰ تعلیم (رواہ الطحاوی و ابن ابی شیبہ) جمہور کی دلیل اول...... حدیث عمرو بن عاصؓ و فی سورۃ الحج سجدتین (رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۳) جواب...... ابن عباسؓ کی حدیث مذکور کے مقابلے میں یہ مرجوح ہے کیونکہ ابن قطان نے اس کی تضعیف کی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں عبداللہ بن منین کلابی مجہول ہیں۔ اور حارث بن سعید تلمیذ عبداللہ مذکور غیر معروف ہے (اوجز المسالک جلد ۲، صفحہ ۳۷۴)

دلیل ثانی...... حضرت عقبہ بن عامرؓ قال قلت یا رسول اللہ فضلت سورۃ الحج بان فیھا سجدتین قال نعم (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۳) جواب...... یہ بھی ابن عباسؓ کی حدیث مذکور کے مقابلے میں مرجوح ہے چنانچہ ترمذیؒ فرماتے ہیں ھذا حدیث لیس اسنادہ بالقوی وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کی سند میں ابن لہیعہ اور مشرح بن عاھان ضعیف راوی ہیں۔ بحوالہ مذکورہ۔

بحث سجدۂ سورۂ ص...... ابوحنیفہؒ، مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک یہ سجدۂ تلاوت ہے لیکن شافعیؒ کے نزدیک سجدۂ تلاوت نہیں بلکہ سجدۂ شکر ہے۔ دلیل احناف...... حدیث ابی سعید خدریؓ قال قرأ رسول اللہ ﷺ وھو علی المنبر ص فلما بلغ السجدۃ نزل فسجد و سجد الناس معہ (رواہ ابوداؤد و صفحہ ۲۰۰) دلیل شوافع...... حدیث ابن عباسؓ قال سجدۃ صاد لیس من عزائم السجود (رواہ البخاری مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۳) جواب...... ابن عباسؓ اس قول میں سجدۂ تلاوت کی نفی نہیں فرما رہے ہیں کیونکہ یہ بات تو اگلی عبارت کے خلاف ہے۔ وقد رایت النبی ﷺ سجد فیھا وفی روایۃ قال مجاھد قلت لابن عباسؓ ااسجد فی ص فقرأ ومن ذریتہ داؤد وسلیمان حتی اتی فبھداھم اقتدہ فقال نبیکم ﷺ

معن امر ان یقتدی بھم ۔ بلکہ ابن عباسؓ اس سجدۂ تلاوت کی حقیقت اور حیثیت وجوب بیان کررہے ہیں کہ یہ سجدہ ہم پر بلاواسطہ واجب نہیں ہوا بلکہ بواسطہ سجدہ داؤد کے واجب ہوا ہے کہ انہوں نے بطور توبہ کے یہ سجدہ کیا اور ہم ان کی قبولیت توبہ پر بطور شکر گذاری کے یہ سجدہ کرتے ہیں جیسا کہ اس باب کی آخری روایت سے واضح ہوتا ہے عن ابن عباسؓ قال ان النبی ﷺ سجد فی ص وقال سجدھا داؤد توبۃ ونسجدھا شکرا (رواہ النسائی، مشکوٰۃ جلدا، صفحہ۹۴) باقی سجدۂ شکر سے سجدۂ تلاوت کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ دونوں میں منافات نہیں۔

بحث سجدات سور مفصل ...... ابوحنیفہؒ، احمدؒ، شافعیؒ کے نزدیک یہ تینوں سجدات ہیں لیکن امام مالکؒ کے نزدیک نہیں۔ **دلائل جمہور (۱)** ...... عن ابن مسعودؓ ان النبی ﷺ قرأ والنجم فسجد فیھا وسجد من کان معہ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلدا، صفحہ۹۴) **(۲)** ...... عن ابن عباسؓ قال سجدنا النبی ﷺ بالنجم وسجد معہ المسلون والمشرکون والجن و الانس (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلدا، صفحہ۹۳) **(۳)** ...... عن ابی ھریرۃؓ قال سجد مع النبی ﷺ فی اذا السماء انشقت واقرأ باسم ربک (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلدا، صفحہ۹۳)۔ **مالکیہ کی دلیل اول** ..... عن زید بن ثابتؓ قال قرأت علیٰ رسول اللہ ﷺ والنجم فلم یسجد فیھا (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلدا، صفحہ۹۳)

جواب ...... احادیث مذکورہ کے قرینے سے اس حدیث میں فوری سجدہ کرنے کی نفی مراد ہے نہ کہ نفس وجوب سجدہ کی نفی کیونکہ ممکن ہے کہ اس وقت آنحضرت ﷺ کو وضو نہ ہو یا وقت مکروہ ہو یا تاخیر سجدہ کا بیان جواز مقصود ہو۔ **دلیل ثانی** ...... عن ابن عباسؓ قال ان النبی ﷺ لم یسجد فی شیء من المفصل منذ تحول الی المدینۃ (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلدا، صفحہ۹۴) **جواب نمبر ۱** ...... ابوہریرہؓ متاخر الاسلام ہیں اور مثبت ہیں جبکہ ابن عباسؓ متقدم الاسلام ہیں اور نافی ہیں اور ضابطہ یہ ہے کہ متاخر الاسلام اور مثبت راوی مقدم ہوتا ہے متقدم الاسلام اور نافی راوی پر۔ **جواب نمبر ۲** ...... احادیث مذکورہ کے مقابلے میں یہ حدیث ضعیف اور مرجوح ہے کیونکہ اس کی سند میں ابوقدامہ حارث راوی ضعیف ہے چنانچہ علامہ ابن عبدالبر کہتے ہیں ھذا حدیث منکر وابو قدامہ لیس بشیء (بذل المجہود جلد۲، صفحہ۳۱۶)

باب اوقات النہی ...... (صفحہ۹۵)

الفصل الاول ...... وعن کریبؓ قولہ فشغلونی عن الرکعتین اللتین بعد الظھر فھماھاتان ...... **مسئلہ خلافیہ** ...... امام شافعیؒ کے نزدیک سنت کی قضا بھی ہے نیز یہ قضائے سنت بعد العصر بھی جائز ہے لیکن جمہور کے نزدیک نہ قضائے سنت ہے اور نہ بعد العصر

قضائے سنت جائز ہے۔ دلائل جمہور (۱)...... قضا نام ہے واجب کی اداء کا اور سنت سرے سے واجب ہی نہیں۔ (۲)...... نماز عصر کے بعد نوافل کی ممانعت احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے اور حضرت عمرؓ تو نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے والے کے ہاتھوں پر مارا کرتے تھے (رواہ الطحاوی و مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۰۵)

(۳)...... وعن معاویۃؓ قال انکم لتصلون صلوٰۃ لقد صحبنا رسول اللہ ﷺ فما رأیناہ یصلیھما ولقد نھی عنھما یعنی الرکعتین بعد العصر (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۵)

دلیل شوافع...... حدیث باب ہے۔ جواب...... یہ حضور ﷺ کی خصوصیت پر محمول ہے چنانچہ طحاوی اور دار قطنی میں اسی حدیث ام سلمہؓ میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں افنقضیھما اذا فاتتا قال لا اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی بعد العصر و ینھی عنھا ویواصل وینھی عن الوصال (رواہ ابوداؤد و الدار قطنی)

الفصل الثانی ...... عن محمد بن ابراھیم عن قیس بن عمرو قال رأی النبی ﷺ رجلاً یصلی بعد صلوٰۃ الصبح رکعتین (صفحہ ۹۵)

مسئلہ خلافیہ قضائے سنت فجر...... صبح کی اکیلی سنتیں رہ جائیں تو شیخین کے نزدیک ان کی قضاء نہیں قضا کا تاکیدی و وجوبی حکم نہیں ہاں اگر فرضوں کے ساتھ رہ جائیں تو زوال سے قبل قضا ضروری ہے۔ امام محمدؒ، احمدؒ و مالکؒ کے نزدیک اکیلی سنتیں رہ جائیں تب بھی طلوع آفتاب کے بعد قضا کرے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک فرض کے بعد طلوع شمس سے قبل بھی قضا کر سکتا ہے۔ دلائل شیخین (۱)...... قضا دراصل نام ہے ادا کما وجب کا اور سنت واجب ہی نہیں لہذا اسکی قضا بھی نہیں لیکن خلاف قیاس فرض کے تابع ہو کر سنت فجر کی قضا حدیث لیلۃ التعریس میں وارد ہوئی ہے۔ لھذا وہ اپنے مورد پر منحصر رہے گی۔ (۲)...... نہی عن صلوٰۃ بعد صلوٰۃ الصبح والی حدیث تقریبا بیس صحابہ کرام سے مروی ہے۔ مثلا ابو سعید خدریؓ اور عمرو بن عبسہؓ مشکوٰۃ ص ۹۴ ج ۲) دلیل امام محمدؒ...... عن ابو ھریرۃؓ مرفوعا من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلھما بعد ماتطلع الشمس رواہ ترمذی۔ جواب...... یہ استحباب اور اولویت پر محمول ہے۔

دلیل شوافع حدیث الباب ہے جواب نمبر ۱...... نہی والی احادیث کے مقابلے میں یہ حدیث ضعیف و مجروح ہے چنانچہ امام نوویؒ تہذیب الاسماء واللغات میں کہتے ہیں وھو حدیث ضعیف جدا (بحوالہ آثار السنن ص ۳۵ ج ۲) اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منقطع السند ہے کیونکہ محمد بن ابراہیم کا سماع قیس بن عمرو سے ثابت نہیں جیسا کہ خود صاحب مشکوٰۃ نے بیان کیا مشکوٰۃ ص ۹۵ ج ۱۔

جواب نمبر ۲...... نماز صبح کے بعد قضائے سنت جواز مع الکراہت ہے تو بیان جواز کیلئے آپ نے سکوت

اختیار فرمایا۔ جواب نمبر۳...... یہاں آپ نے سکوت اختیار فرمایا لیکن دوسری احادیث میں ممانعت کی صراحت فرمادی تو صراحت وسکوت میں تعارض ہوا لہذا صراحۃ والی احادیث راجح ہیں وعن جبیر بن مطعمؓ قوله یا بنی عبد مناف لاتمنعوا احدا الخ۔

مسئلۂ خلافیہ...... احناف کے نزدیک مکہ معظمہ میں بھی اوقات خمسہ میں نماز منع ہے۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے۔ دلائل احناف (۱)...... احادیث نہی کا عموم واطلاق جو تمام امکنہ کو شامل ہے

(۲)......عن معاذ بن الافرعؓ انه طاف بعد العصر ولم یصلّ فسئل عن ذلک فقال نهی رسول الله ﷺ عن الصلوٰة بعد صلوٰة الصبح حتی تطلع الشمس و بعد العصر حتی تغرب (مسند اسحٰق بن راہویہ) شوافع کی دلیل اول...... حدیث باب ہے۔ جواب...... احادیث نہی کے قرینے سے یہاں اوقات مکروہہ کے علاوہ دوسرے اوقات مراد ہیں۔

دلیل ثانی...... اس باب کی ابوذرؓ والی آخری حدیث جس میں یہ لفظ ہیں الا بمکۃ الا بمکۃ الا بمکۃ (رواہ احمد ورزین، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۵)

جواب نمبر۱...... ابوذرؓ نے حدیث یا بنی عبد مناف الخ سے اجتہاد کیا ہے۔ لہذا مرفوع احادیث نہی کے مقابلے میں یہ غیر معتبر ہے۔ جواب نمبر۲...... احادیث نہی کے مقابلے میں یہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث چار وجوہ سے معلول ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ مجاہد کا سماع ابوذرؓ سے ثابت نہیں لہذا یہ منقطع ہے (حاشیہ آثار السنن جلد ۲، صفحہ ۴۲)

وعن ابی هریرةؓ ......قوله الا یوم الجمعة ...... مسئلہ خلافیہ...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوسرے ایام کی طرح جمعہ کے روز بھی استواء کے وقت نماز پڑھنا ناجائز ہے لیکن امام شافعیؒ کے یہاں جمعہ کے روز درست ہے۔ دلیل احناف...... احادیث نہی کا عموم ہے جو کثیر ومتواتر ہیں۔

شوافع کی دلیل اول...... حدیث باب ہے۔ جواب...... ابن حجر شافعیؒ فرماتے ہیں فی سنده مقال لہذا یہ حدیث احادیث نہی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دلیل ثانی...... عن ابی الخلیل عن ابی قتادةؓ قال کان النبی ﷺ یکره الصلوٰة نصف النهار حتی تزول الشمس الا یوم الجمعة (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۵) جواب...... یہ حدیث منقطع السند ہے جیسا کہ ابوداؤد فرماتے ہیں ابو الخلیل لم یلق ابا قتادة۔ لہذا یہ موصول صحیح حدیث کے مقابلے میں مرجوح ہے۔

باب الجماعة و فضلها......(صفحہ ۹۵)

جماعت صلوٰۃ...... اہل ظاہر کے نزدیک فرض اور صحت نماز کے لئے شرط ہے، امام احمدؒ، ابوثورؒ، ابن خزیمہؒ، ابن منذرؒ، ابن حبانؒ کے نزدیک فرض عین ہے الا عند العذر۔ امام شافعیؒ کے یہاں فرض کفایہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور مالکؒ کے نزدیک مشہور قول میں سنت مؤکدہ قریب بالواجب ہے فتح القدیر میں ہے کہ اکثر مشائخ کے نزدیک جماعت واجب ہے اور اس کو سنت اس لئے کہتے ہیں کہ سنت سے ثابت ہے جیسا کہ نماز عید میں ہے اور بدائع میں بھی جماعت کو واجب لکھا ہے۔

الفصل الاول...... وعن ابی ہریرۃؓ ...... قولہ' اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبہ...... مسئلہ خلافیہ سنت فجر...... جب فرض کی اقامت شروع ہو جائے تو مسجد میں بالاتفاق سنتیں پڑھنا درست نہیں لیکن فجر کی سنتوں میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک رکعت پانے کی امید پر خارج مسجد میں یا داخل مسجد میں پیچھے ہٹ کر سنتیں پڑھ لے۔ امام شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک مطلقاً یعنی داخل و خارج دونوں صورتوں میں سنتیں پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ ایک رکعت پانے کی امید ہو۔ امام مالکؒ کے نزدیک دو رکعتیں پانے کی امید پر صرف خارج مسجد میں سنتیں پڑھ لے۔

دلائل احناف (۱)...... احادیث میں فجر کی سنتوں کی بہت تاکید آئی ہے مثلاً ایک مرفوع حدیث میں ہے۔ لا تدعوھما ولو طردتکم الخیل (رواہ ابوداؤد وغیرہ اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں لم یکن النبی ﷺ علیٰ شیء من النوافل اشد تعاھدا منہ علیٰ رکعتی الفجر (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۰۴) تو احادیث تاکید اور حدیث باب میں تطبیق کی صورت یہی ہے کہ ایک رکعت پانے کی امید پر پڑھ لے۔

(۲)...... عن نافع یقول ایقظت ابن عمرؓ لصلوٰۃ الفجر وقد اقیمت الصلوٰۃ فقام فصلی الرکعتین (رواہ الطحاوی) دلیل شوافع ومالکیہ...... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱...... دلائل مذکورہ کے قرینے یہاں...... مراد یہ ہے کہ جماعت کی صف میں مل کر نہ پڑھے۔ جواب نمبر ۲...... دلائل مذکورہ کے قرینے سے سنت فجر مستثنیٰ ہے۔ جواب نمبر ۳...... اس حدیث کے مرفوع و موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور محدثین کی ایک جماعت نے اسکو موقوف قرار دیا ہے (اوجز المسالک جلد ۱، صفحہ ۴۵۴)

باب الامامۃ

الفصل الثالث...... عن عمرو بن سلمہؓ ...... قولہ' فقدمونی بین ایدیھم وانا ابن ست او سبع سنین...... مسئلہ خلافیہ امامت صبی...... ابوحنیفہؒ، مالکؒ، سفیان ثوریؒ، اوزاعیؒ، اسحٰق بن راہویہؒ کے نزدیک نابالغ کے پیچھے بالغ کا نماز پڑھنا جائز ہے۔ امام

شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے۔ دلائل جمہور (۱)...... حدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعا الامام ضامن (رواہ احمد، ابوداؤد وغیرہما، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۶۵) کیونکہ صبی کی نماز نفل ہے اور بالغ کی نماز فرض یا واجب ہے تو ضعیف قوی کو متضمن نہیں ہوسکتا۔ (۲)...... عن ابن عباسؓ قال لا یؤم الغلام حتی یحتلم (مسند عبدالرزاق)

(۳)...... عن ابن مسعودؓ قال لا یؤم الغلام الذی لا تجب علیه الحدود (رواہ الاثرم فی سننہ)

دلیل شوافع ...... حدیث باب ہے۔ جواب نمبرا...... عمرو بن سلمہؓ کی امامت حضور ﷺ کے حکم سے نہیں تھی بلکہ لوگوں کے اجتہاد سے تھی کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ولیؤمکم اکثر کم قرأنا اوران کو دوسروں سے زیادہ قرآن یاد تھا اس لئے ان کو امام بنادیا گیا۔ جواب نمبر۲...... اس حدیث میں تو یہ بھی ہے کہ امام صاحب کے سرین نماز میں کھل جاتے تھے حالانکہ اس کے آپ بھی قائل نہیں فما هو جوابکم فهو جوابنا

جواب نمبر۳...... علامہ خطابی فرماتے ہیں ویضعف حدیث عمرو بن سلمة اورامام احمدؒ کہتے ہیں لا ادری ماهذا لہٰذا درجے کے اعتبار سے بھی یہ حدیث الامام ضامن والی حدیث سے مرجوح ہے۔

فائدہ ...... صبی کی امامت نوافل میں حنفیہ کا اختلاف ہے مشائخ بلخ ومصر وشام کے نزدیک جائز ہے لیکن مشائخ ماوراء النہر کے نزدیک ناجائز ہے اور عدم جواز راجح ہے کیونکہ شروع کرنے سے بالغ کی نماز نفل واجب ہوجاتی ہے اور نابالغ کی نماز نفل ہی رہتی ہے تو قوی کی اقتداء ضعیف کے پیچھے لازم آئے گی جو الامام ضامن کے خلاف ہے۔ نیز ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ کے مذکورہ بالا آثار مطلق ہیں جو اس صورت کو بھی شامل ہیں۔

باب ما علی الماموم من المتابعة (صفحہ ۱۰۱)

الفصل الاول...... وعن انسؓ، قوله' واذا صلی جالسا فصلوا جلوسا اجمعون......

مسئلہ خلافیہ...... امام احمدؒ، اسحٰقؒ، اوزاعیؒ، ابن حزمؒ کے نزدیک قاعد امام کی اقتداء قاعدا بھی جائز ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک سرے سے قاعد امام کی اقتداء ہی جائز نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، شافعیؒ، ابوثورؒ اور جمہور سلف کے نزدیک قاعد امام کے پیچھے قیام پر قادر مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔

دلیل جمہور...... یہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے اپنی مرض الوفات میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی آپ ﷺ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں فرمایا اور آپ ﷺ کا یہ آخری فعل ہے۔ دلیل حنابلہ...... حدیث باب ہے۔ جواب نمبرا...... یہ حدیث منسوخ ہے اور ناسخ مرض

بیان فرمایا ہے۔ مشکوٰۃ نے حمیدی استاذ بخاری کے حوالے سے بیان فرمایا ہے۔
الوفات کا واقعہ ہے یہ جواب صاحب مشکوٰۃ نے حمیدی استاذ بخاری کے حوالے سے بیان فرمایا ہے۔
جواب نمبر۲...... یہ حکم مسبوق کے متعلق ہے کہ وہ امام کو جس حالت میں بھی پائے شریک ہو جائے۔
جواب نمبر۳...... یہ عدم جواز قعود کا حکم اس وقت ہے جبکہ مقتدی فرض نماز پڑھ رہے ہوں اور یہاں ممکن ہے کہ صحابہ کرامؓ کی نماز نفل ہو اور نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا بلا شبہ درست ہے۔ جواب نمبر۴...... سیاق حدیث کے قرینے سے حدیث باب کا مطلب یہ ہے کہ جب امام چلے اور قعدے میں بیٹھے تو تم بھی بیٹھ جاؤ۔

الفصل الثانی ......وعن ابی سعید الخدریؓ ......قوله' الا رجل یتصدق علیٰ هذا فیصلی معه' ...... مسئلہ خلافیہ جماعت ثانیہ...... ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ اور جمہور ائمہ کرام کے نزدیک مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔ البتہ ابو یوسفؒ کے نزدیک تبدیلی ہیئت مثلاً محراب اور مصلی وغیرہ کی تبدیلی سے کراہت جاتی رہتی ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک مطلقاً بلا کراہت جائز ہے۔ دلائل جمہور (۱)...... عن ابی بکرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ اقبل من نواحی المدینة یرید الصلوٰة فوجد الناس قد صلوا فمال الی منزله فجمع اهله فصلی بهم (رواه الطبرانی) اگر جماعت ثانیہ بلا کراہت جائز ہوتی تو آنحضرت ﷺ مسجد نبوی کی فضیلت کو نظر انداز نہ فرماتے (۲)...... مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے ان اصحاب رسول اللہ ﷺ کانوا اذا فاتتهم الجماعة ذهبوا الیٰ مسجد آخر۔ دلیل حنابلہ...... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر۱...... یہ بیان جواز پر محمول ہے۔ جواب نمبر۲...... اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ امام و مقتدی دونوں کے فرض رہے ہوں اور اس حدیث میں ایک کا نفل اور دوسرے کا فرض ہے جو بالاتفاق غیر مکروہ ہے۔
فائدہ...... یہ اختلاف مسجد محلہ میں ہے جس میں امام و مقتدی متعین ہوں اور وہ نماز با جماعت پڑھ چکے ہوں اگر مسجد طریق ہے جس میں امام و مقتدی مقرر نہیں ہوں تو اس میں تکرار جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں۔ علیٰ هذا اگر مسجد محلہ میں نا اہل امام نے نماز پڑھائی ہو تب بھی اس میں جماعت ثانیہ بالاتفاق غیر مکروہ ہے

باب السنن وفضائلها

الفصل الاول ......عن ام حبیبةؓ ،قوله' اربعا قبل الظهر ...... مسئلہ خلافیہ سنت مؤکدہ قبل الظہر ...... ابو حنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ، اسحٰقؒ اور اکثر اہل علم کے نزدیک ظہر سے قبل سنت مؤکدہ چار رکعت ہیں اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک دو رکعت ہیں۔ نیز شافعیؒ اور احمدؒ سے دو سلاموں کے ساتھ چار رکعات بھی مروی ہیں۔ دلائل جمہور (۱)...... ام حبیبہؓ کی حدیث باب۔

(٢)......عن عائشةؓ قالت ان رسول الله ﷺ ما كان يدع اربعا قبل الظهر (رواه البخاری وابوداؤد والنسائی)(٣)......عن علیؓ قال كان النبی ﷺ يصلی قبل الظهر اربعا (رواه الترمذی)(٤)...... عن عمرؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول اربع قبل الظهر بعد الزوال تحسب بمثلهن فی صلوٰة السحر (رواه الترمذی والبیہقی فی شعب الایمان، مشكوٰة جلد١، صفحہ١٠٥)

دلیل شوافع......ابن عمرؓ والی آئندہ روایت ہے ور كعتين قبل الظهر (مشكوٰة جلد١، صفحہ١٠٤)

جواب نمبر١......قولی حدیث فعلی حدیث سے راجح ہے۔

جواب نمبر٢......آنحضرت ﷺ نے گھر میں چار رکعت سنت مؤکدہ پڑھی اور پھر مسجد میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کی تو ابن عمرؓ نے ان دو رکعت کو سنت مؤکدہ سمجھ لیا۔ جواب نمبر٣......اقل اکثر کی نفی کو مستلزم نہیں۔

وعنہ‘ ......قال كان النبی ﷺ لا يصلی بعد الجمعة حتی ينصرف فيصلی ركعتين فی بيته ......مسئلہ خلافیہ سنت مؤکدہ بعد الجمعۃ ......طرفین کے نزدیک جمعہ کے بعد سنت مؤکدہ چار رکعت ہیں۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چھ اور شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک دو رکعت ہیں۔ دلیل طرفین......عن ابی هريرةؓ مرفوعا من كان منكم مصليا بعد الجمعة فليصل اربعا (رواه مسلم، مشكوٰة جلد١، صفحہ١٠٤) دلیل شوافع......حدیث باب ہے۔

جواب نمبر١......کبھی مشغولیت کی وجہ سے آپ ﷺ نے صرف دو رکعت پر اکتفاء کیا ہوگا۔

جواب نمبر٢......قولی حدیث فعلی حدیث سے راجح ہے۔ دلائل ابی یوسفؒ (١)......وہ قولی و فعلی دونوں احادیث کو جمع کرتے ہیں۔ (٢)...... عن علیؓ قال من كان مصليا بعد الجمعة فليصل ستا (رواه الطحاوی) (٣)...... عن ابی موسی الاشعریؓ كان يصلی بعد الجمعة ست ركعات (رواه ابن ابی شیبہ) (٤)...... عن عطاء قال رأيت ابن عمرؓ صلی بعد الجمعة ركعتين ثم صلی بعد ذلك اربعا (رواه الترمذی، مشكوٰة جلد١، صفحہ١٠٥)

فائدہ نمبر١......بحر الرائق کے حاشیے پر کتاب الذخیرہ سے منقول ہے کہ شمس الائمہ حلوانی وغیرہ اکثر مشائخ حنفیہ نے ابو یوسفؒ کے مسلک کو اختیار کیا ہے (اوجز المسالک جلد٢، صفحہ١٧٢)

فائدہ نمبر٢......جمعہ کے بعد چار رکعات کو مقدم کرے کیونکہ وہ باتفاق ائمہ ثلاثہ حنفیہ ثابت ہیں۔

باب الوتر ......(صفحہ١١١) یہاں تین مسائل خلافیہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ حیثیت و حکم وتر ابو حنیفہؒ، مجاہدؒ، سحنونؒ، اصبغ بن خرجؒ کے نزدیک وتر واجب ہے اور مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ اور صاحبینؒ کے

نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔لیکن وتر کی تاکیدان کے نزدیک بھی سنت مؤکدہ سے زیادہ ہے۔چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں من ترک الوتر اُدّب وردت شهادته۔دلائل احناف (۱)......عن عبد الله عن النبی ﷺ قال الوتر واجب علی کل مسلم (مسند بزار)(۲)......احادیث میں وتر کا حکم امر کے صیغے سے آیا ہے مثلاً حضرت علیؓ کی مرفوع حدیث میں ہے ان الله وتر یحب الوتر فاوتروا یا اهل القرآن (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی،مشکوٰۃ جلد۱،صفحہ۱۱۲)اور مطلق امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ (۳)......وتر کی قضاء کا حکم ہے مثلاً حضرت ابوسعید خدریؓ کی مرفوع حدیث میں ہے من نام عن الوتر او نسیه فلیصل اذا ذکر اذ استیقظ (رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ،مشکوٰۃ جلد۱،صفحہ۱۱۳)اور امر بالقضاء فرع ہے وجوب وتر کی۔جمہور کی دلیل اول......عن عبادة بن الصامتؓ مرفوعا ان الله کتب علیکم فی کل یوم ولیلة خمس صلوات (بذل المجہود) جواب......کتب سے مراد فرضیت ہے اور فرضیت کا انحصار پانچ ہی نمازوں میں ہے اور ہم تو وجوب وتر کے قائل ہیں نہ کہ فرضیت وتر کے۔

دلیل ثانی......اعرابی والی مشہور حدیث کہ آنحضرت ﷺ نے جب پانچ نمازوں کا ذکر فرمایا تو اس نے عرض کیا هل علی غیرهن آپ ﷺ نے فرمایا لا الا ان تطوع (متفق علیہ،مشکوٰۃ جلد۱،صفحہ۱۳)اس حدیث میں وتر کا ذکر نہیں معلوم ہوا کہ وتر واجب نہیں۔

جواب......وتر نماز عشاء کے تابع ہے اس لئے اس کو علیحدہ بیان نہیں فرمایا۔

مسئلہ ثانیہ عدد رکعت وتر......ابوحنیفہؒ،صاحبینؒ کے نزدیک وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں اور مالکؒ،شافعیؒ احمدؒ کے نزدیک ایک رکعت سے نو رکعات تک جائز ہیں البتہ تین رکعات دو سلاموں سے افضل ہے اور موجودہ غیر مقلدین کے نزدیک ایک رکعت سے تیرہ رکعات تک جائز ہیں۔

دلائل احناف (۱)......حضرت ابن عباسؓ کی حدیث مرفوع ہے ثم اوتر بثلاث (رواہ مسلم،مشکوٰۃ جلد۱،صفحہ۱۰۶)(۲)......عن عائشةؓ قالت کان رسول الله ﷺ یوتر بثلاث لایسلم الافی آخرهن (رواہ الحاکم)(۳)......عن ابی بن کعبؓ قال کان یقرأ رسول الله ﷺ فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الرکعة الثانیة بقل یاایها الکفرون وفی الرکعة الثالثة بقل هو الله . لا یسلم الا فی آخرهن (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ)(۴)......حسن بصریؒ فرماتے ہیں اجمع المسلمون علیٰ ان الوتر ثلثة لا یسلمّ الافی آخرهن (رواہ ابن ابی شیبہ)

فریق ثانی کی دلیل اول......حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث میں ہے ویوتر بواحدة (متفق علیہ

مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۰۵) دلیل ثانی...... حدیث ابن عمرؓ مرفوعاً الوتر رکعة من آخر اللیل (رواہ مسلم مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۱۱) جواب ہر دو دلائل...... مذکورہ بالا روایات کے قرینے سے ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت کے ذریعے دوگانے کو طاق بناتے تھے اس پر مزید قرینہ یہ ہے کہ احادیث میں صلوٰۃ بتیراء یعنی تنہا ایک رکعت والی نماز سے نہی وارد ہوئی ہے معلوم ہوا کہ یہاں ایک رکعت دوگانے کے ساتھ ملا کر مراد ہے۔نہ کہ علیحدہ دلیل ثالث...... عن عائشةؓ قالت یوتر من ذلک بخمس لا یجلس فی شیء الا فی آخرها (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۱۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر پانچ رکعت ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے قعدہ صرف اخیر میں کیا ہے دوسری اور چوتھی رکعت میں قعدہ نہیں کیا اور یہ دونوں باتیں احناف کے خلاف ہیں؟ جواب نمبر ا...... یہ ابتداء پر محمول ہے۔

جواب نمبر ۲...... دراصل وتر تین ہی رکعت تھے جیسا کہ مذکورہ بالا روایات سے واضح ہے باقی دوگانہ نفل وتر کا تھا۔اور حدیث میں مجازاً وتغلیباً ابوین، مشرقین، قمرین کی طرح مجموعہ پانچ رکعات پر وتر کا اطلاق کر دیا گیا ہے پھر یہ حدیث ایک دوسری حدیث الصلوٰۃ مثنی مثنی تشهد فی کل رکعتین کے خلاف ہے (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۷۷) لہٰذا یہ مؤول ہے اور وہ تاویل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کبھی دوگانہ اور کبھی چار رکعات پڑھ کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے یا استراحت فرماتے تو یہاں استراحت اور ذکر کے جلسے کی نفی ہے نہ کہ جلسۂ تشہد کی بھی۔مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ یہ پانچ رکعات یعنی تین وتر اور دو نفل وتر اس طرح ادا فرماتے تھے کہ ان کے درمیان میں جلسۂ استراحت نہ فرماتے۔

دلیل رابع...... عن سعد بن هشام ویصلی تسع رکعات لا یجلس فیها الا فی الثامنة ولا یسلم فیصلی التاسعة ثم یقعد بذکر الله ویحمده ویدعوه ثم یسلم الخ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۱ جلد ا) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر کی نو رکعت ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ نے صرف آٹھ رکعت پر قعدہ بلا سلام کیا اور نویں رکعت پر قعدہ مع سلام کیا اور یہ دونوں باتیں احناف کے خلاف ہیں۔

جواب......: یہ روایت حضرت عائشہؓ کی دوسری روایات کے برخلاف ہے۔کیونکہ ان کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ہر دوگانے پر سلام پھیرتے تھے۔جیسا کہ مشکوٰۃ ص ۱۱۵ ج ا پر یسلم من کل رکعتین گزرا ہے اور حضرت عائشہؓ کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ تین وتر پڑھتے تھے۔جیسا کہ اوپر احناف کی دلیل نمبر ۲ میں مذکور ہوا اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کی ایک صحیح حدیث میں ہے صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۱۱۱ ج ا) بلکہ ابن عباسؓ سے تو آپ کا ہر دوگانہ کے بعد سونا اور وضو کرنا بھی ثابت ہے چہ جائیکہ جلوس اور قعدہ دیکھو

ہے کہ آنحضرت ﷺ نو رکعات مشکوٰۃ ص ۱۰۶ ج ا لھذا ان روایات کے پیش نظر اس حدیث باب کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نو رکعات میں سے چھ رکعات تہجد تو دوگانہ دوگانہ کر کے اس طرح پڑھتے تھے کہ ہر دوگانہ پر عام معمول کے مطابق قعدہ کرتے اور سلام پھیرتے اسکے بعد تین وتر پڑھتے اور ان تین وتروں میں سے دوسری رکعت پر عام معمول کے بر خلاف قعدہ بلا سلام کرتے جیسا کہ ولا یسلم سے معلوم ہوتا ہے اور پھر تیسری رکعت پر قعدہ کرتے اور سلام پھیرتے باقی اس حدیث میں مجازاً تغلیباً تشریفاً پوری صلوٰۃ اللیل پر وتر کا اطلاق کیا گیا ہے۔ جیسا کہ محاورہ عرب میں تغلیباً و مجازاً ماں باپ کو ابوین اور مشرق و مغرب کو مشرقین اور شمس و قمر کو قمرین کہتے ہیں۔

دلیل خامس......: حدیث ابی ایوبؓ مرفوعاً الوتر حق علیٰ کل مسلم فمن احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلث فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحدة فلیفعل (رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۱۱۲ ج ۱) یہ پانچ رکعات اور ایک رکعت وتر کی دلیل ہے۔

جواب......: اسکے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور راجح وقف ہے جیسا کہ نسائی ابوحاتم، ذہلی بیہقی، دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ اور یہ ابو ایوب کے اجتہاد پر مبنی ہے لھذا مرفوع کے مقابلے میں مرجوح ہے۔ (حاشیہ آثار السنن ص ۷ ج ۲)

دلیل سادس......: عن ابن عباسؓ قیل له هل لک فی امیر المؤمنین معاویةؓ ما اوتر الا بواحدة قال حسب انه فقيه (رواہ البخاری مشکوٰۃ ص ۱۱۲ ج ۱) جواب: وفی روایت والی متصل عبارت حدیث ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ ایک رکعت وتر میں منفرد اور اکیلے تھے جو ان کیلئے اجتہاد پر مبنی تھا ورنہ ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام کریبؒ ان پر انکار نہ کرتے اور ابن عباسؓ کو ان کے صحابی اور مجتہد ہونے کا حوالہ نہ دینا پڑتا۔

مسئلہ ثالثہ نقض وتر......: جمہور صحابہ اور تابعین اور آئمہ اربعہ اسکے قائل نہیں البتہ بعض صحابہ مثلاً ابن عمرؓ وغیرہ اسکے قائل تھے اور نقض وتر کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص شروع رات میں وتر پڑھے اور پھر آخر رات میں اسکی آنکھ کھل جائے اور وہ ایک رکعت پڑھ کر وتر توڑ دے اور انکو نفل بنادے پھر نماز تہجد کے بعد وتر پڑھ لے۔

دلیل جمہور...... عن طلق بن علیؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول لا وتران فی لیلة (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی) دلیل فریق ثانی......وعن ابن عمرؓ مرفوعاً اجعلوا آخر صلوتكم بالليل وترًا (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۱) جواب...... یہ امر استحبابی ہے اور استحباب بھی صرف اس صورت میں ہے جبکہ اول رات میں وتر نہ پڑھے ہوں باقی ابن عمرؓ کا عمل ان کا اپنا اجتہاد تھا جو مرفوع حدیث کے مقابلے میں مرجوح ہے۔

باب القنوت

یہاں چار مسائل خلافیہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ زمان قنوت وتر ...... ابوحنیفہؒ اور احمدؒ کے نزدیک نماز وتر میں سال بھر دعائے قنوت پڑھنی چاہئے اور شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک صرف رمضان کے نصف اخیر میں وتروں میں دعائے قنوت پڑھنی چاہئے۔ مسئلہ ثانیہ مکان قنوت وتر ...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک دعائے قنوت وتر میں رکوع سے قبل ہے اور شافعیؒ کے نزدیک رکوع کے بعد ہے۔

مسئلتین میں دلائل احناف (۱) ...... عن ابی بن کعبؓ ان رسول اللہ ﷺ کان یوتر فیقنت قبل الرکوع (رواہ ابن ماجہ والنسائی بسند جید۔ (۲) ...... عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ کان یوتر بثلث و یجعل القنوت قبل الرکوع (رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط) یہ دونوں احادیث مطلق ہیں۔ اور رمضان کے ساتھ مقید نہیں۔ شوافع کی دلیل اول ...... عن الحسن ان عمر بن الخطابؓ جمع الناس علیٰ ابی بن کعبؓ فکان یصلی بھم عشرین لیلۃ ولا یقنت بھم الا فی النصف الباقی (رواہ ابوداؤد، مشکوۃ جلد ا، صفحہ ۱۱۴) جواب نمبر ا ...... قنوت سے مراد قنوت نازلہ ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے عن عمرؓ ان السنۃ اذا انتصف رمضان ان یلعن الکفرۃ فی الوتر (مرقات جلد ۳، صفحہ ۱۸۴) جواب نمبر ۲ ...... یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ حسن بصریؒ نے حضرت عمرؓ کو نہیں پایا۔

دلیل ثانی ...... حدیث باب عن ابی ہریرۃؓ قنت بعد الرکوع (متفق علیہ، مشکوۃ جلد ا، صفحہ ۱۱۳)

جواب ...... یہاں قنوت سے مراد قنوت وتر نہیں۔ بلکہ قنوت نازلہ ہے جیسا کہ حدیث کے سیاق وسباق سے مفہوم ہوتا ہے اور قنوت نازلہ ہمارے نزدیک بھی رکوع کے بعد ہے اور یہ توجیہ حضرت انسؓ بن مالک کی متصل آئندہ حدیث سے بھی معلوم وثابت ہوتی ہے۔ فقنت رسول اللہ ﷺ بعد الرکوع شھرًا یدعو علیھم (متفق علیہ، مشکوۃ جلد ا، صفحہ ۱۱۳) مسئلہ ثالثہ قنوت فی صلوٰۃ الصبح ...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز صبح میں دائمی قنوت نہیں۔ بلکہ صرف حادثے کے وقت رکوع کے بعد ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک دائمی قنوت مستحب ہے۔

دلائل احناف (۱) ...... عن ابی ہریرۃؓ قال کان رسول اللہ ﷺ لا یقنت فی صلوٰۃ الصبح الا ان یدعو لقوم او یدعو علیٰ قوم (رواہ ابن حبان بسند صحیح)

(۲) ...... عن انسؓ ان النبی ﷺ قنت شھرا ثم ترکہ (رواہ ابوداؤد والنسائی، مشکوۃ جلد ا، صفحہ ۱۱۴)

(۳) ...... ابو مالک اشجعی کے والد دائمی قنوت صبح کے متعلق فرماتے ہیں ای بُنیّ محدث (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ، مشکوۃ جلد ا، صفحہ ۱۱۴) دلیل شوافع ...... عن انس قال ما زال رسول اللہ ﷺ

یقنت فی الفجر حتی فارق الدنیا (رواہ احمد والدار قطنی والطحاوی)

جواب نمبر ا...... قنوت سے مراد قنوت نازلہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ آپ ہمیشہ حادثے کے وقت صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے اور آخر زندگی تک اس معمول کو نہ چھوڑا تو یہ عمل منسوخ نہیں اور ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت بھی اس کی ضرورت درپیش ہو۔

جواب نمبر ۲...... قنوت کے معنی طول قیام کے مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ صبح کی نماز میں طول قیام فرماتے تھے۔

جواب نمبر ۳...... اس حدیث کی سند میں عیسیٰ بن ابی عیسیٰ راوی ضعیف ہیں جن کے متعلق احمدؒ اور نسائی کہتے ہیں لیس بالقوی۔ لہٰذا یہ روایت مذکورہ بالا صحاح احادیث کے مقابلے میں مرجوح ہے۔

مسئلہ رابعہ الفاظ قنوت وتر...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز وتر میں دعائے قنوت اللھم انا نستعینک الخ اولیٰ ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ اولیٰ ہے اور یہ پوری دعا مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۱۲ پر درج ہے۔ دلائل احناف (۱)...... خالد بن ابی عمرانؓ سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو اس دعا کی تعلیم دی ہے (رواہ ابوداؤد والطبرانی)

(۲)...... عن ابن عباسؓ ان عمرؓ بن الخطاب کان یقنت بالسورتین اللھم انا نستعینک واللھم ایاک نعبد (رواہ الطحاوی وابن ابی شیبہ) (۳)...... حضرت ابی بن کعبؓ کے مصحف میں یہ دو سورتیں تھیں اور علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر اتقان میں فرماتے ہیں کہ یہ دو سورتیں منسوخ التلاوت ہیں۔

دلیل شوافع...... عن الحسن بن علیؓ قال علمنی رسول اللہ ﷺ کلمات اقولھن فی قنوت الوتر اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۱۲)

جواب...... آنحضرت ﷺ سے دونوں دعائیں منقول ہیں اور دونوں جائز ہیں لیکن اللھم انا نستعینک والی دعا جمہور صحابہ کرامؓ کا معمول اور سابق جزء قرآن ہونے کی وجہ سے راجح و اولیٰ ہے اور اگر کوئی دونوں کو جمع کرلے تو نور علیٰ نور ہے۔

باب قیام شھر رمضان

نفس تراویح سنت نبویہ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے تیئیس، پچیس، ستائیس کی رات کو جماعت کے ساتھ تراویح کا قیام فرمایا تیئیس کو ثلث لیل تک پچیس کو نصف لیل تک اور ستائیس کو اختتام سحری تک اور پھر لوگوں سے فرمایا گھروں میں الگ الگ پڑھو کہ کہیں یہ جماعت تراویح فرض نہ ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ سے

آٹھ گیارہ، بیس رکعات تینوں روایات آئی ہیں چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ ان النبی ﷺ کان یقوم فی رمضان بعشرین رکعة فی غیر جماعة والوتر (سنن بیہقی جلد ۱، صفحہ ۲۹۶) پھر حضرت عمرؓ کے زمانے میں عدد رکعات تراویح، جماعت تراویح، ختم قرآن فی التراویح، قیام تراویح فی اول اللیل یہ چاروں چیزیں مشروع ہوئیں۔ حاصل یہ کہ آنحضرت ﷺ سے تراویح کی تعداد معین قطعی کسی صحیح قوی سند سے ثابت و منقول نہیں۔ البتہ خلفاء راشدین اور جمہور تابعین سے بیس رکعات تراویح منقول ہیں اور آئمہ اربعہ کا بیس سے کم نہ ہونے پر اجماع ہے۔ لہٰذا یہی راجح ہے، امام مالکؒ کے نزدیک چھتیس رکعات ہیں کیونکہ وہ تعامل اہل مدینہ کو لیتے تھے اور اہل مدینہ چھتیس رکعات پڑھتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ مکے والے ہر ترویحہ کے بعد طواف کرتے اور طواف کے بعد دوگانہ پڑھتے تھے تو ان کی ریس میں مدینہ والوں نے ہر ترویحہ کے بعد چار رکعت نفل پڑھنے شروع کردیئے لیکن آخری ترویحہ کے بعد نہیں پڑھتے تھے تو اس طرح چار ترویحوں میں سولہ رکعات کا اضافہ ہوا اور کل میزان چھتیس ہوگیا۔

بیس رکعات تراویح کے دلائل (۱)...... ابن عباسؓ کی مذکورہ بالا روایت (۲)...... عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علیٰ عهد عمر بن الخطابؓ فی شهر رمضان بعشرین رکعة (سنن بیہقی جلد ۲، صفحہ ۲۹۴) (۳)...... عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطابؓ فی رمضان بثلاث وعشرین رکعة (مؤطا امام مالک)

آٹھ رکعت تراویح کے دلیل...... عن السائب بن یزید قال امر عمر ابی بن کعب و تمیما الداری ان یقوما للناس باحدی عشر رکعة (رواہ مالک، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۵)

جواب...... یہ ابتدائے خلافت عمرؓ کے زمانے میں تھا پھر جب لوگوں کو تطویل قراءت سے مشقت ہوئی تو بیس رکعات مقرر ہوگئیں چنانچہ سائب بن یزید ہی کی دوسری روایت میں ہے قال کنا نقوم فی زمن عمر بن الخطابؓ بعشرین رکعة والوتر (رواہ البیہقی فی کتاب المعرفة) علامہ نوویؒ کتاب الخلاصہ میں فرماتے ہیں اسنادہ صحیح اور بیس رکعات تراویح کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو خیر المصابیح فی عدد رکعات التراویح للشیخ مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہ۔

باب صلوٰۃ السفر...... (صفحہ ۱۱۸)

۱؎ علاوہ ازیں فرمایا کہ میں خلیفۃ المسلمین ہوں تمام مسلمانوں کا مسکن میرا ہی مسکن ہے، غرض آپ نے یہ ہرگز نہ فرمایا کہ میں عزیمت پر عمل کرتا ہوں۔ ۱۲

یہاں چار مسائل خلافیہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ حکم قصر واتمام صلوٰۃ فی السفر ...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک سفر شرعی میں قصر صلوٰۃ واجب ہے اور اتمام ناجائز ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک قصر صلوٰۃ رخصت ہے واجب نہیں اور اتمام افضل وعزیمت ہے۔ دلائل احناف (۱)...... آنحضرت ﷺ نے قصر پر مواظبت بلاترک فرمائی ہے جو علامت وجوب ہے چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے صحبت رسول اللہ ﷺ فی السفر فلم یزد علی الرکعتین حتی قبضہ اللہ (رواہ البخاری وغیرہ) (۲) ...... عن عائشہؓ قالت فرضت الصلوٰۃ رکعتین ثم ھاجر رسول اللہ ﷺ ففرضت اربعا و ترکت صلوٰۃ السفر علی الفریضۃ الاولیٰ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۱۱۹) (۳)...... عن ابن عباسؓ قال فرض اللہ الصلوٰۃ علی لسان نبیکم ﷺ فی الحضر اربعا وفی السفر رکعتین وفی الخوف رکعۃ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۱۱۹) شوافع کی دلیل اول...... قولہ تعالیٰ فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ (پارہ۵) کیونکہ جناح کی نفی اباحت کی دلیل ہے نہ کہ وجوب کی۔ جواب...... اس امر کا امکان تھا کہ صحابہ کرامؓ یا دوسرے لوگ کثرت ثواب کے شوق میں قصر صلوٰۃ میں حرج محسوس کریں اس لئے اس وہم کو رفع کرنے کے لئے جناح کی نفی فرمادی۔ دلیل ثانی...... حضرت عائشہؓ اور حضرت عثمانؓ کا فعل سفر شرعی میں اتمام صلوٰۃ کا تھا جیسا کہ اسی باب میں جلد۱، صفحہ۱۰۹ پر فصل ثالث کی حدیث عائشہؓ میں مذکور ہے۔

جواب نمبر۱...... یہ ان دونوں حضرات کا اجتہاد تھا کہ وہ قصر صلوٰۃ کے حکم کو سفر سیر کے ساتھ مخصوص سمجھتے تھے اور اگر سفر کے دوران کسی جگہ ٹھہر جاتے تو اس صورت میں ان کے نزدیک اتمام صلوٰۃ ضروری تھا۔

جواب نمبر۲...... حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں نومسلم اعراب کی تعلیم اور رفع مغالطہ کے لئے یہ اقدام کیا۔

جواب نمبر۳...... حضرت عائشہؓ نے یہ اجتہاد کیا کہ وہ ام المؤمنین ہیں اس لئے ہر جگہ مقیم ہیں اور حضرت عثمانؓ نے مکہ میں کچھ عرصہ کے بعد نکاح کر لیا تھا جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں ہے انہ ای عثمان صلیٰ بمنیٰ اربع رکعات فانکر الناس علیہ فقال یاایھا الناس انی تأھلت بمکۃ منذ قدمت وانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من تاھل ببلدۃ فلیصل صلوٰۃ المقیم (مرقات جلد۳، صفحہ۲۲۶) دلیل ثالث...... عن عائشہؓ قالت کل ذلک قد فعل رسول اللہ ﷺ قصر الصلوٰۃ واتم (رواہ فی شرح السنۃ، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۱۱۸) جواب نمبر۱...... قصر صلوٰۃ کا تعلق سفر کے ساتھ ہے اور اتمام صلوٰۃ کا تعلق حضر کے ساتھ ہے۔ جواب نمبر۲...... اتمام سے مراد اقامت سفر کا اتمام ہے۔

جواب نمبر۳...... قصر صلوٰۃ کا تعلق رباعی نماز سے ہے اور اتمام صلوٰۃ کا تعلق ثلاثی وثنائی نماز سے ہے۔

جواب نمبر ۴...... یہ حکم ابتدائی زمانے میں تھا پھر بعد میں قصر صلوٰۃ کے وجوب کا حکم ہو گیا۔

جواب نمبر ۵...... اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن یحییٰ ضعیف راوی ہے لہٰذا قوی احادیث کے مقابلے میں یہ مرجوح ہے۔ دلیل رابع...... یعلیٰ بن امیہؓ کی حدیث میں قصر صلوٰۃ کے متعلق ارشاد نبوی ہے صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته' (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۸، فصل اول) کیونکہ صدقہ نفلی ہوتا ہے نہ کہ واجب تو معلوم ہوا کہ قصر صلوٰۃ واجب نہیں۔

جواب نمبر ۱...... اللہ کے صدقہ نفلیہ کا قبول کرنا واجب ہے۔

جواب نمبر ۲...... صدقہ کبھی واجب بھی ہوتا ہے کما قال تعالیٰ انما الصدقات للفقراء (پارہ ۱۰)۔

جواب نمبر ۳...... فاقبلوا امر کا صیغہ ہے جس کی اصل وجوب ہے معلوم ہوا کہ قصر صلوٰۃ واجب ہے۔

مسئلہ ثانیہ مدت اقامت...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک سفر میں مدت اقامت پندرہ دن ہے اور شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک چار دن۔ امام احمدؒ کے نزدیک چار دن سے زائد اور اسحٰق و ابن عباسؓ کے نزدیک انیس دن سے زائد مدت ہے۔ دلیل احناف...... عن مجاهد ان ابن عمرؓ كان اذا اجمع على اقامة خمسة عشر يوما اتم الصلوٰة (رواہ ابن ابی شیبہ بسند صحیح)

دلیل شوافع...... یہ ہے کہ مہاجرین کے لئے مکہ میں اقامت ممنوع تھی لیکن اس کے باوجود آنحضرت ﷺ نے ادائے حج کے بعد ان کو مکہ میں تین دن ٹھہرنے کی اجازت فرمائی۔ معلوم ہوا کہ تین دن کی اقامت حکم اقامت میں نہیں بلکہ اس سے زائد مدت حکم اقامت میں ہے۔ جواب...... ہماری روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ تین دن سے زائد مدت بھی حکم اقامت میں نہیں۔

دلیل ابن عباسؓ...... یہ ہے کہ ایک سفر میں آنحضرت ﷺ نے انیس روز تک قیام فرمایا لیکن اس کے باوجود قصر کرتے رہے معلوم ہوا کہ انیس دن سے زائد مدت حکم اقامت میں ہے (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۸، فصل اول، حدیث رابع) جواب...... آنحضرت ﷺ کا قصر عدم نیت اقامت کی بناء پر تھا کہ یکدم پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ عزم نہ تھا بلکہ امروز و فردا میں چلے جانے کا خیال تھا اور ایسی صورت میں مطلقاً قصر صلوٰۃ ہے خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے مروی ہے ان اصحاب رسول الله ﷺ اقاموا برامهرز تسعة اشهر يقصرون الصلوٰة (رواہ البیہقی باسناد حسن علیٰ حدا) ابن عمرؓ مقام آذربائیجان میں چھ ماہ تک بلانیت اقامت قصر کرتے رہے۔

[1] جن روایات سے بظاہر بعد غروب شفق مغرب پڑھنا معلوم ہوتا ہے ان میں شفق سے مراد شفق احمر ہے اور امام صاحب شفق ابیض تک مغرب کا وقت کہتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ شفق احمر غائب ہو گیا نہ کہ شفق ابیض بھی کذا قال العینی۔ ۱۲

مسئلہ ثالثہ جمع بین الصلوتین ...... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بجز عرفات ومزدلفہ کی جمع کے اور کسی موقع پر جمع بین الصلوتین حقیقی جائز نہیں۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک جمع حقیقی سفر میں مطلقا اور حضر میں بارش کی وجہ سے جائز ہے۔ دلائل احناف (۱) قوله تعالیٰ ان الصلوٰة كانت على المؤمنين كتبا موقوتا (پارہ ۵) اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نماز کا وقت متعین ہے اور اس کا دوسری نماز کے وقت میں ادا کرنا جائز نہیں۔ (۲) ...... عن عبد الله بن مسعودؓ قال كان رسول الله ﷺ يصلي الصلوات لوقتها الا بجمع و عرفات. (رواہ النسائی جلد ۲، صفحہ ۳۶ باسناد صحیح) دلیل جمہور ...... احادیث باب ہیں یعنی حدیث ابن عباسؓ قال كان رسول الله ﷺ يجمع بين صلوٰة الظهر والعصر الخ اور حدیث معاذ بن جبلؓ قال كان النبي ﷺ في غزوة تبوك اذا زاغت الشمس قبل ان يرتحل جمع بين الظهر والعصر الخ (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۸) جواب نمبر ۱ ...... مذکورہ بالا نصوص کی وجہ سے یہ احادیث جمع صوری پر محمول ہیں۔ کیونکہ جمع حقیقی نص قطعی کے خلاف ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے قالت كان رسول الله ﷺ في السفر يؤخر الظهر ويقدم العصر ويؤخر المغرب[1] ويقدم العشاء (مستدرک حاکم، مسند احمد، طحاوی بسند حسن) اور حضرت نافعؒ سے مروی ہے ان ابن عمرؓ سار حتى اذا كان الشفق قرب ان يغيب نزل فصلىٰ وغاب الشفق فصلى العشاء (کتاب الحجۃ للامام محمد بسند حسن) جواب نمبر ۲ ...... حدیث معاذ بن جبلؓ کے متعلق ابوداؤد کہتے ہیں هذا حديث منكر وليس في جمع التقديم حديث قائم۔ مسئلہ رابعہ مقدار مسافت سفر شرعی ...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک سفر شرعی کی مقدار مسافت تین دن رات کی مسافت ہے۔ ائمہ ثلثہ کے نزدیک چار برید ہے اور ایک برید بارہ میل ہے تو کل مقدار (۴۸) میل انگریزی بنتے ہیں۔ دلائل احناف (۱) ...... احادیث میں مسافر کے لئے مسح علی الخفین کی مدت تین دن رات بیان کی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ تین دن رات سے کم مسافت سفر شرعی کے حکم میں نہیں ورنہ یہ حکم مسافرین کے تمام افراد کو شامل نہ ہوگا۔ (۲) ...... عن عمرؓ قال تقصر الصلوٰة في مسيرة ثلث ليال (کتاب الآثار للامام محمد) دلیل جمہور ...... عن مالكؒ بلغه ان ابن عباسؓ كان يقصر الصلوة في مثل ما يكون بين مكة والطائف الخ قال مالك وذلك اربعة برد (رواہ فی الموطا مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۹) جواب نمبر ۱ ...... یہ ابن عباسؓ کا اجتہاد ہے جو حدیث مرفوع کے مقابلے میں مرجوح ہے۔ جواب نمبر ۲ ...... ہمارے نزدیک تین دن رات مسلسل چلنا مراد نہیں بلکہ سال کے سب سے چھوٹے دن میں متوسط قوت ورفتار کے آدمی کا صبح صادق سے زوال آفتاب تک پیدل چلنا مراد ہے اور یہ صاف راستے میں تقریباً اڑتالیس (۴۸) میل ہی بنتے ہیں فلا اشکال (التعلیق الصبیح جلد ۲، صفحہ ۱۲۹)

باب وجوبہا ...... ای الجمعۃ

مسئلہ خلافیہ جمعہ فی القریٰ ...... مصر اور اطراف مصر اور قریۂ کبیرہ میں بالاتفاق جمعہ جائز ہے اور جنگل میں بالاتفاق ناجائز ہے اور قریۂ صغیرہ میں ابوحنیفہ کے نزدیک ناجائز ہے اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک اس قریہ میں جمعہ جائز ہے جس میں کم از کم چالیس مرد آزاد، بالغ، عاقل ہمیشہ رہتے ہوں اور نماز و خطبۂ جمعہ میں بھی ان چالیس آدمیوں کی حاضری شرط ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اس قریہ میں جمعہ صحیح ہے جس میں گھر اور بازار متصل ہوں۔ دلائل احناف (۱) ...... قولہ تعالیٰ اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع (پارہ ۲۸) اس آیتؔ سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا محل وہ مقام ہے جس میں کثرت سے تجارت اور خرید و فروخت ہوتی ہو اور وہ شہر ہے کیونکہ دیہات میں تو زیادہ کھیتی باڑی ہوتی ہے۔

(۲) ...... آنحضرت ﷺ جب ہجرت فرما کر قبا پہنچے تو بخاری کی روایت کے مطابق چودہ روز تک وہاں قیام فرمایا مگر اس کے باوجود وہاں آپ سے جمعہ پڑھنا ثابت نہیں حالانکہ جمعہ کی فرضیت ہجرت سے قبل وحی خفی کے ذریعے ہو چکی تھی جیسا کہ علامہ سیوطی نے تفسیر اتقان میں اور ابن حجر مکی نے شرح المنہاج میں اور علامہ قاضی شوکانی نے نیل الاوطار میں اس کی تصریح کی ہے۔ معلوم ہوا کہ جمعہ کا محل شہر ہے بستی نہیں۔

(۳) ...... عن ابن عباسؓ قال ان اول جمعۃ جمعت بعد الجمعۃ فی مسجد رسول اللہ ﷺ فی مسجد عبد القیس بجواثا (رواہ البخاری) حالانکہ وفد عبدالقیس ۸ھ میں فتح مکہ سے قبل مدینہ طیبہ میں آیا تھا اور ظاہر ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں کی بیسیوں آبادیاں ہو چکی تھیں مگر اس کے باوجود کہیں جمعہ پڑھنا ثابت نہیں۔ معلوم ہوا کہ جمعہ کا مقام مصر جامع ہے نہ کہ بستی بھی۔

(۴) ...... عن علیؓ قال لا تشریق ولا جمعۃ الا فی مصر جامع مصنف عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، البیہقی اور گو علامہ نووی نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے مگر چونکہ یہ تضعیف ابن ارطاۃ کی وجہ سے ہے حالانکہ اس حدیث کی دوسری قوی سندیں بھی موجود ہیں اس لیئے یہ بلاشبہ حجت ہے۔

(۵) ...... عن حذیفۃؓ قال لیس علیٰ اھل القریٰ جمعۃ فانما الجمعۃ علیٰ اھل الامصار (رواہ ابن ابی شیبہ بسند مرسل) فریق ثانی کی دلیل اول ...... قولہ تعالیٰ یایھا الذین اٰمنوا اذا نودی (پارہ ۲۸) کیونکہ یہ تمام اہل ایمان کو خطاب ہے۔ جواب: روایات مذکورہ کی وجہ سے و نیز وذروا البیع کے قرینے سے یہاں اسم موصول الذین عہد کے لیئے ہے اور اس سے مراد شہری مسلمان ہیں کما مر سابقا۔

دلیل ثانی ...... ابن عباسؓ کی جواثا والی مذکورہ بالا روایت کیونکہ سنن ابی داؤد میں اس روایت میں یہ الفاظ

زائد هیس قریۃمن قری البحرین۔ جواب......:قریہ کا اطلاق بستی کی طرح شہر پر بھی آتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے ربنا اخرجنا من هذه القرية الظالم اهلها (پارہ ۵) اس سے مراد شہر مکہ ہے اور واسئل القرية التي كنا فيها (پارہ ۱۳) اس سے مراد شہر مصر ہے اور قاموس میں ہے القریۃ المصر الجامع تو قریہ کے اطلاق سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جواثا بستی ہے بلکہ اس میں بستی و شہر دونوں کا احتمال ہے۔ لہٰذا اب اس کا فیصلہ تاریخ سے ہونا چاہیئے تو تاریخی شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ جواثا بحرین کا ایک تجارتی مرکز اور مشہور قلعہ تھا جس میں ہزاروں کی آبادی تھی چنانچہ مبسوط میں ہے انہا مدینۃ فی البحرین اور علامہ جوہری کی کتاب الصحاح اور زمخشری کی بلدان اور سیوطی کی درنثیر میں ہے حصن فی البحرین اور علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں کہ جواثا ایک شہر ہے جس میں چار ہزار کی آبادی تھی معلوم ہوا کہ جواثا بستی نہیں شہر تھا۔

دلیل ثالث......عن ابی هريرةؓ انهم كتبوا الى عمرؓ يسئلون الجمعة فكتب جمعوا حيث ما كنتم (ابن ابی شیبہ) جواب نمبر ۱......حضرت ابوہریرہؓ خلافت فاروقی میں بحرین کے گورنر تھے اور گورنر کا محل قیام شہر ہوتا ہے نہ کہ بستی تو مطلب یہ ہے جمعوا حيث ما كنتم من الامصار معلوم ہوا کہ محل جمعہ شہر ہے۔ جواب نمبر ۲......دلائل و نصوص مذکورہ کی وجہ سے حيث ما كنتم شہر کے ساتھ مقید ہے۔

باب الخطبة والصلوٰة

الفصل الاول ......وعن جابرؓ......قوله اذا جاء احدكم يوم الجمعة والامام يخطب فليركع ركعتين ......مسئلہ خلافیہ......ابوحنیفہؒ، مالکؒ، سفیان ثوریؒ، اسحٰق بن راہویہ اور جمہور صحابہ کرامؓ و تابعین کے نزدیک خطبے کے دوران نفل پڑھنا جائز نہیں اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک تحیۃ المسجد کا دوگانہ پڑھنا مستحب ہے۔ دلائل جمہور (۱)......عن ابن عمرؓ قال سمعت النبي ﷺ يقول اذا دخل احدكم المسجد والامام على المنبر فلا صلوٰة ولا كلام حتى يفرغ الامام من خطبته (رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن)۔ (۲)......حدیث ابی ہریرہؓ مرفوعا اذا قلت لصاحبك يوم الجمعة انصت والامام يخطب فقد لغوت (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۲۲) حالانکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے تو جب واجب ناجائز ہے تو نفل بطریق اولیٰ ممنوع ہے۔

دلیل شوافع ......حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱......روایات مذکورہ کی وجہ سے یہ حدیث مؤول ہے اور يخطب بمعنی يريد ان يخطب ہے۔ جواب نمبر ۲......یہ ابتداء پر محمول ہے اور منسوخ ہے۔ جواب نمبر ۳......محرم مبیح سے راجح ہوتا ہے (بذل المجہود)

باب صلوٰۃ الخوف ...... (صفحہ ۱۲۴)

یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ حکم صلوٰۃ الخوف ...... امام یوسفؒ کی ایک روایت میں نماز خوف حضور ﷺ کی خصوصیت تھی۔ امام مزنی شافعیؒ نسخ کے قائل ہیں۔ لیکن آئمہ اربعہ کے نزدیک اب بھی مشروع ہے۔ دلیل جمہور ...... یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ابو موسیٰ نے اصفہان میں اور ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، حذیفہؓ وغیرہم نے طبرستان میں نماز خوف پڑھی ہے (اوجز المسالک جلد ۲، صفحہ ۲۶۰)

دلیل ابی یوسف ومزنی ...... قولہ تعالیٰ واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ (پارہ ۵) کیونکہ اس میں خاص آنحضرت ﷺ کے لئے خطاب ہے۔ جواب ...... یہ قید اتفاقی وواقعی ہے جیسا کہ قصر صلوٰۃ کے حکم میں ان خفتم کی قید واقعی ہے (بذل المجہود جلد ۲، صفحہ ۲۴۵)

مسئلہ ثانیہ طریقہ صلوٰۃ الخوف ...... احادیث سے صلوٰۃ الخوف کی سولہ صورتیں معلوم ہوتی ہیں لیکن ان میں سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک افضل صورت یہ ہے کہ امام پہلے گروہ کو ایک رکعت پڑھائے پھر وہ دشمن کے مقابلے میں چلا جائے اور اب دوسرا گروہ آ جائے امام اس کو دوسری رکعت پڑھا کر سلام پھیرے پھر یہ دوسرا گروہ چلا جائے اور پہلا گروہ واپس آ کر یا اپنی جگہ پر باقی نماز لاحق کی طرح بدوں قراءت کے ادا کرے اور اس کے بعد دوسرا گروہ مسبوق کی طرح قرأت کے ساتھ باقی نماز پڑھے اور شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک افضل صورت یہ ہے کہ امام پہلے گروہ کو ایک رکعت پڑھا کر انتظار کرے حتیٰ کہ وہ اپنی نماز پوری کر کے واپس چلا جائے اور اب دوسرا گروہ آ جائے امام اس کو دوسری رکعت پڑھا کر پھر انتظار کرے یہاں تک کہ وہ اپنی نماز پوری کر لے تب امام ان کے ساتھ سلام پھیرے۔ دلیل احناف ...... حدیث ابن عمرؓ (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۲۴)

دلیل شوافع ...... حدیث یزید بن رومانؒ بحوالہ مذکورہ۔ جواب ...... یہ حدیث بیان جواز پر محمول ہے۔

وجوہ ترجیح مذہب حنفی ...... پانچ ہیں۔ وجہ اول ...... یہ صورت ظاہر قرآن کے موافق ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم (پارہ ۵، رکوع ۱۲) اس سے معلوم ہوا کہ طائفہ اولیٰ پہلی رکعت کا سجدہ کرتے ہی واپس چلا جائے۔ وجہ ثانی ...... حدیث ابن عمرؓ صحاح ستہ میں موجود ہے۔

وجہ ثالث ...... ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، حذیفہؓ، جابرؓ، زید بن ثابتؓ ان پانچ حضرات صحابہ کرام کی مرفوع روایات سے بھی ہمارے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ وجہ رابع ...... شافعیہ کے طریقہ پر قلب موضوع لازم آتا ہے کیونکہ اس میں امام کو مقتدی کے تابع ہو کر اس کی انتظار کرانی پڑتی ہے۔

وجہ خامس ...... ابن عباسؓ کا اثر موقوف بھی اسی طریقے پر دال ہے۔

باب صلوٰۃ العیدین......(صفحہ ۱۲۵)

یہاں دو بھی مسائل خلافیہ ہیں ۔ مسئلہ اولیٰ حکم صلوٰۃ العیدین ......ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز عید واجب ہے ۔ اور شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے ۔ ابو سعید اصطخری شافعیؒ کے نزدیک فرض کفایہ ہے دلائل احناف (۱)...... قولہ تعالیٰ فصل لربک وانحر (سورۃ الکوثر) حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے نماز عید مراد ہے اور مطلق امر وجوب کے لئے ہوتا ہے (۲)......آنحضرت ﷺ نے نماز عید پر بلا ترک مواظبت فرمائی ہے ۔ جو علامت وجوب ہے ۔ دلیل شوافع ......حدیث اعرابی فقال هل علی غیرهن فقال لا الا ان تطوع (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۳)

جواب نمبر ا......وہ شخص دیہاتی تھا اور دیہات میں نماز عید واجب نہیں ہوتی ۔

جواب نمبر ۲......اس حدیث میں پنجگانہ نماز کی فرضیت کا بیان ہے اور ہم تو نماز عید کے وجوب کے قائل ہیں نہ کہ فرضیت کے ۔ جواب نمبر ۳......حضور ﷺ نے فریضہ یومیہ بیان فرمایا ہے اور نماز عید تو فریضہ سنویہ ہے ۔ جواب نمبر ۴......یہ وجوب نماز عید سے قبل کا واقعہ ہے ۔

مسئلہ ثانیہ عدد تکبیرات عیدین ......ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز عید میں زائد تکبیرات چھ ہیں تین پہلی رکعت میں قرأت سے قبل اور تین دوسری رکعت میں قرأت کے بعد اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں ہیں اور دونوں رکعات میں قرأت سے قبل ہیں ۔

دلیل احناف ...... عن سعید بن العاصؓ قال سألت ابا موسیٰؓ وحذیفہؓ کیف کان رسول اللہ ﷺ یکبر فی الاضحی والفطر فقال ابو موسیٰؓ کان یکبر اربعا تکبیرۃ الجنائز فقال حذیفۃ صدق (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۲۵) دلیل ائمہ ثلاثہ......عن کثیر بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ ان النبی ﷺ کبر فی العیدین فی الاولیٰ سبعاً قبل القرأۃ وفی الأخرۃ خمسا قبل القرأۃ (رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۲۶) جواب ......مذکورہ روایت کے مقابلے میں یہ حدیث مرجوح ہے کیونکہ کثیر بن عبد اللہ کے متعلق یحییٰ بن معین فرماتے ہیں لیس بشی اور شافعیؒ وابوداؤد کہتے ہیں رکن من ارکان الکذب اور نسائی کا قول ہے لیس بثقۃ (حاشیہ آثار السنن جلد ۲، صفحہ ۱۵۴)

باب فی الاضحیۃ......(صفحہ ۱۲۷)

مسئلہ خلافیہ ......ابو حنیفہؒ کے نزدیک : مقیم صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے ۔ اور آئمہ ثلاثہ وصاحبینؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں ۔ دلائل احناف ......(۱)...... قولہ تعالیٰ وانحر (سورۃ

الکوثر) کیونکہ مطلق امر وجوب کے لئے آتا ہے۔(۲)......آنحضرت ﷺ نے قربانی پر دس سال تک مواظبت بلاترک فرمائی ہے جو دلیل وجوب ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے عن ابن عمرؓ قال اقام رسول اللہ ﷺ بالمدینۃ عشر سنین یضحی (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۲۹)(۳)...... حدیث جندبؓ مرفوعا من ذبح قبل الصلوٰۃ فلیذبح مکانھا اخری (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۲۶) کیونکہ اگر وجوب نہ ہوتا تو اعادے کا حکم نہ ہوتا۔

جمہور کی دلیل اول......حدیث ام سلمۃؓ مرفوعا اذا دخل العشر و اراد بعضکم ان یضحی فلا یمس من شعرہ و بشرہ شیئا (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۲۷) کیونکہ اس حدیث میں قربانی کو ارادے کے ساتھ معلق ہے۔معلوم ہوا کہ وہ واجب نہیں۔جواب ......ارادے کے تعلق وجوب وسنت دونوں صورتوں کے ساتھ ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے من اراد الجمعۃ فلیغتسل۔دلیل ثانی......ایک حدیث میں ہے ان ابا بکرؓ و عمرؓ کانا لا یضحیان مخافۃ ان یری الناس ذلک واجبا۔جواب......حضرات شیخین صاحب نصاب نہ تھے اس لئے وہ قربانی نہیں کرتے تھے تاکہ فقراء پر وجوب کا شبہ نہ ہو۔

باب صلوٰۃ الخسوف ......مسئلہ خلافیہ......ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز کسوف کی ہر رکعت میں حسب معمول ایک رکوع ہے اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک دو رکوع ہیں۔

دلائل احناف(۱)...... عن النعمان بن بشیرؓ ان النبی ﷺ صلی حین انکسفت الشمس مثل صلوتنا یرکع ویسجد (رواہ النسائی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۳۰)

(۲)...... عن قبیصۃ الھلالیؓ قال خسفت الشمس علیٰ عھد رسول اللہ ﷺ الیٰ قولہٖ قال قال رسول اللہ ﷺ فصلوا کاحدث صلوٰۃ صلیتموھا من المکتوبہ (رواہ ابوداؤد، والنسائی بسند صحیح)۔

(۳)...... عن ابی بکرۃ انہ ﷺ صلیٰ رکعتین مثل صلوتکم ھذہ فی کسوف الشمس والقمر (رواہ الحاکم وقال ہو علی شرط الشیخین) دلائل جمہور......حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی وہ احادیث ہیں جو اسی باب کی فصل اول کے شروع میں جلد ۱ صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ پر مذکور ہیں۔

جواب نمبر ۱......نماز کسوف کے رکوع کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی فعلی احادیث مختلف ومضطرب ہیں چنانچہ اسی باب میں ایک رکوع سے پانچ رکوع تک کی روایات موجود ہیں لیکن ان کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ کی قولی حدیث اضطراب سے محفوظ ہیں لہٰذا وہی راجح ومعتبر اور قوی ہیں۔

جواب نمبر۲......آنحضرت ﷺ نے نماز کسوف میں رکوع بہت لمبا کیا تو پہلی صف والے بار بار سر اٹھا کر دیکھتے کہ آپ ﷺ رکوع میں ہیں یا نہیں تو ان کے بار بار دیکھنے اور سر اٹھانے کی وجہ سے پچھلی صف والوں کو تعدد رکوعات کا مغالطہ ہو گیا۔

جواب نمبر۳......نماز کسوف میں آنحضرت ﷺ کے سامنے دوزخ کا منظر پیش کیا گیا تو گھبراہٹ کی وجہ سے کبھی سر اٹھاتے اور پیچھے ہٹتے اور اس سے بعض حضرات کو تعدد رکوعات کا خیال ہو گیا۔

جواب نمبر۴......دو رکوعات کے راوی عائشہؓ اور ابن عباسؓ ہیں اور یہ دونوں پچھلی صفوں کے دو مقتدی ہیں لہٰذا ان کے مقابلے میں دوسرے حضرات کی روایات راجح ہیں۔ (اوجز المسالک جلد۲، صفحہ۳۰۱)

باب الاستسقاء ...... مسئلہ خلافیہ......ابوحنیفہؒ کے نزدیک استسقاء کے لئے نماز سنت مؤکدہ نہیں بلکہ فقط مستحب ہے اور استسقاء کی سنت محض دعا سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ لیکن امام شافعیؒ اور صاحبین وغیرہم کے نزدیک استسقاء کے لئے نماز با جماعت کا دوگانہ سنت مؤکدہ ہے۔

دلائل احناف (۱)......استسقاء کی اکثر احادیث میں نماز کا ذکر نہیں مثلاً حدیث عبداللہ بن زیدؓ فصل ثانی، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۱۳۱ اور حدیث عمرو بن شعیبؒ جلد۱، صفحہ۱۳۲ اور حدیث جابرؓ جلد۱، صفحہ۱۳۲ او غیرہ ذلک۔

(۲)...... عن عطاء بن ابی مروان عن ابیہ قال خرجنا مع عمر بن الخطابؓ نستسقی فما زاد علی الاستسقاء (ابن ابی شیبہ) دلیل شوافع ......حدیث باب ہے۔

جواب......اس حدیث سے استسقاء کے لئے نماز پر مداومت اور اس کی کثرت ثابت و معلوم نہیں ہوتی لہٰذا وہ سنت مؤکدہ نہیں بلکہ صرف مستحب ہے۔

باب غسل المیت و تکفینہ ......الفصل الاول ......عن ام عطیةؓ

،قولہ' فضفرنا شعرھا ثلثة قرون ...... مسئلہ خلافیہ......ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورت کے بال اپنے حال پر چھوڑ دیئے جائیں اور ان کا گوندھنا مسنون نہیں۔ شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک تین لچھوں اور تین چوٹیوں میں گوندھنا مسنون ہے۔ دلیل احناف......ایک حدیث میں ہے ان النساء کن ضفرن اشعارھا فقالت عائشةؓ لم لا تترکن علی حالھا (مصنف عبدالرزاق) دلیل شوافع حدیث باب ہے۔

جواب......یہ غسل دینے والیوں کا اپنا فعل تھا اور حضور ﷺ کا حکم یا اذن ثابت نہیں۔

وعن عائشةؓ ......قولہ' لیس فیھا قمیص ...... مسئلہ خلافیہ......ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرد کے لئے دو چادریں اور ایک قمیص یعنی کفنی مسنون ہے اور شافعیؒ کے نزدیک تین چادریں کافی ہیں

اور قمیص مسنون نہیں ۔دلائل احناف (۱)...... عن ابن عباسؓ قال کفن رسول اللہ ﷺ فی ثلثة اثواب نجرانية الحلة ثوبان و القميص الذی مات فيه (رواہ ابوداؤد)

(۲)......عن جابرؓ قال کفن رسول اللہ ﷺ فی ثلثة اثواب قميص وازار ولفافة (کامل بن عدی)

دلیل شوافع ......حدیث باب ہے۔ جواب نمبرا......اس حدیث میں مستقل قمیص کی نفی مراد ہے۔

جواب نمبر۲......آنحضرت ﷺ کے کفن کا حال بنسبت صحابیات کے صحابہ کرامؓ کو زیادہ معلوم ہے لہٰذا ابن عباسؓ اور جابرؓ کی روایات حضرت عائشہؓ کی روایت کے مقابلے میں راجح ہیں۔

وعن عبد اللہ بن عباسؓ ......قوله' لا تمسوه بطيب ولا تخمروا رأسه

(صفحہ ۱۴۳) مسئلہ خلافیہ......ابوحنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک محرم میت کا حکم دوسرے موتٰی کی طرح ہے کہ اس کا سر ڈھانکنا اور خوشبو لگانا دونوں باتیں درست ہیں اور شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک دونوں باتیں درست نہیں ۔دلائل احناف (۱)......عن ابن عباسؓ عن رسول اللہ ﷺ فی المحرم يموت قال خمروه (رواہ الدارقطنی) (۲)...... عن عائشةؓ قالت اصنعوا به ما تصنعون بموتاكم (مؤطا امام مالک)

دلیل شوافع ......حدیث باب ہے۔ جواب ...... یہ اس محرم صحابی کی خصوصیت پر محمول ہے جیسا کہ فوقصته ناقته' اور فانه' يبعث يوم القيامة ملبيا سے معلوم ہوتا ہے۔

باب المشی بالجنازة والصلوٰة علیها ...... الفصل الاول

......وعنه' قوله' اذا رأيتم الجنازة فقوموا ...... جمہور علماء کے نزدیک جنازے کے لئے کھڑے ہونے کی احادیث منسوخ ہیں اور ناسخ حدیث علیؓ ہے قال کان رسول اللہ ﷺ امرنا بالقيام فی الجنازة ثم جلس بعد ذلک فامرنا بالجلوس (رواہ احمد، مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۱۴۷) لہٰذا میت کے لئے کھڑا نہ ہونا چاہیے لیکن بعض علماء نے کہا کہ کھڑا ہونا مستحب ہے۔

وعنه' ان النبی ﷺ نعی للناس النجاشی الخ ...... مسئلہ خلافیہ......ابوحنیفہؒ کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ درست نہیں اور شافعیؒ کے نزدیک درست ہے۔ دلیل احناف...... یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرامؓ غزوات اور سفرات میں فوت ہوئے لیکن آنحضرت ﷺ سے ان کا غائبانہ جنازہ پڑھنا ثابت نہیں حالانکہ آپ ﷺ کا ارشاد یہ تھا لا يموت احدكم الا اذنتمونی به فان صلوتی عليه رحمة له۔

دلیل شوافع ......حدیث باب ہے۔ جواب ...... یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی کیونکہ آپ کے لئے نجاشی کا جنازہ منکشف ہو گیا تھا چنانچہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کشف للنبی ﷺ عن سرير النجاشی

حتی راٰہ و صلیٰ علیہ (مرقات جلد۴، صفحہ۴۶)

وعن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ......قولہ' وانہ' کبر علیٰ جنازۃ خمسا

...... **مسئلہ خلافیہ** ......آئمہ اربعہ کے نزدیک نماز جنازہ میں چار تکبیرات ہیں۔لیکن بعض علماء ابن ابی لیلیٰ وغیرہ کے یہاں چار سے زائد ہیں۔ **دلیل جمہور** ......صحاح ستہ کی بہت سی احادیث ہیں مثلاً حدیث نجاشی و کبر اربع تکبیرات جو ابھی جلد۱، صفحہ۱۴۴ پر گذری ہے۔ **دلیل فریق ثانی** ......حدیث باب ہے۔

جواب ......یہ حدیث ابتداء پر محمول ہے اور منسوخ ہے جیسا کہ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے اخر ما کبر النبی ﷺ علی الجنائز اربع تکبیرات و کبر عمرؓ علیٰ ابی بکرؓ اربعا و کبر ابن عمرؓ علیٰ عمرؓ اربعا و کبر الحسن علی علیؓ اربعا و کبر الحسین علی الحسن اربعا و کبرت الملائکۃ علیٰ آدم علیہ السلام اربعا (حاکم، طبرانی، بیہقی)

وعن طلحۃ بن عبد اللہ بن عوفؓ ......قولہ' فقرأ فاتحۃ الکتاب الخ (صفحہ۱۴۵) ...... **مسئلہ خلافیہ** ......ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز جنازہ میں فاتحہ کا پڑھنا بنیت قرأت درست نہیں البتہ بنیت دعا و ثنا درست ہے۔امام شافعیؒ کے نزدیک نماز جنازہ میں فاتحہ کی قرأت مسنون ہے۔

دلیل احناف ...... عن نافع ان عبد اللہ بن عمرؓ کان لا یقرأ فی الصلوٰۃ علی الجنائز (مؤطا مالک) **شوافع کی دلیل اول** ......حدیث باب ہے۔ **جواب** ......حدیث مذکور کے قرینے سے یہ دعاء و ثنا پر محمول ہے اور مقصد یہ ہے کہ دعا کی سنت فاتحہ سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ **دلیل ثانی** ......حدیث ابن عباسؓ جو مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۱۴۶ پر مذکور ہے **جواب** ......ترمذیؒ فرماتے ہیں ھٰذا حدیث لیس اسنادہ' بذلک القوی و ابراھیم بن عثمان الراوی منکر الحدیث ......

وعن ابی سلمۃ بن عبد الرحمنؓ ......قولہ' واللہ لقد صلیٰ رسول اللہ ﷺ علیٰ ابنی بیضاء فی المسجد سھیل و اخیہ ...... **مسئلہ خلافیہ** ......

ابوحنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بلا عذر مکروہ ہے......اور شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ مسجد کے ملوث ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ **دلائل احناف (۱)** ......حدیث ابی ہریرۃؓ قال من صلیٰ علیٰ جنازۃ فی المسجد فلا شئ لہ (ابوداؤد و مسند احمد، طحاوی بسند حسن)۔

(۲)......نجاشی کی نماز جنازہ کے لئے حضور ﷺ عیدگاہ تشریف لے گئے اور مسجد میں نہ پڑھی (مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۱۴۴) (۳)......مدینہ طیبہ میں جنازہ گاہ مسجد سے الگ مقرر تھی۔

دلیل شوافع ...... حدیث باب ہے۔ جواب ...... تمام صحابۂ کرامؓ کا انکار کرنا خود عدم جواز اور نسخ کی دلیل ہے۔ باقی آنحضرت ﷺ کا فعل کسی عذر کی وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ معتکف تھے یا بارش کی حالت تھی لیکن حضرت عائشہؓ نے اس حکم کو عام سمجھ لیا تو یہ ان کی اجتہادی خطا تھی۔

وعن سمرة بن جندبؓ ...... قوله' فقام وسطها ...... مسئلہ خلافیہ ...... امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک امام مطلقا میت کے سینے کے سامنے کھڑا ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مرد کے سر کے اور عورت کی کمر کے برابر کھڑا ہونا چاہیے۔ دلائل احناف (۱) ...... عن نافع ابی غالب قال صلیت خلف انسؓ علیٰ جنازة فقام حیال صدره (مسند احمد) (۲) ...... عن ابراهیم النخعی قال یقوم الرجل الذی یصلی علی الجنازة عند صدرها (طحاوی)۔ شوافع کی دلیل اول ...... حدیث باب ہے۔
جواب ...... صدر بھی وسط ہے کیوں کہ اس کے اوپر سر اور دونوں ہاتھ اور اس کے نیچے پیٹ اور دو ران ہیں۔
دلیل ثانی ...... حدیث نافع ابی غالب جو مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۱۴۷ پر مذکور ہے اور جس میں حیال راسه کے لفظ آئے ہیں۔ جواب ...... مسند احمد میں نافع ابو غالب کی حدیث میں اس کے برخلاف صدر کا لفظ مروی ہے جیسا کہ ابھی گذرا۔ لہٰذا تعارض کے وقت استدلال درست نہیں یا اس سے مراد سر کی طرف تھوڑا سا میلان ہے۔

وعن جابرؓ ...... قوله' ولم یصل علیهم ولم یغسلوا ...... مسئلہ خلافیہ ...... ابو حنیفہؒ کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور شافعیؒ کے نزدیک نہ پڑھی جائے۔
دلیل احناف ...... عن عطاء بن ابی رباح قال ان النبی ﷺ صلیٰ علی قتلیٰ احد (رواہ ابوداؤد) اور گو یہ روایت مرسل ہے مگر جمہور محدثین کے نزدیک مرسل حدیث حجت ہے بالخصوص جبکہ اس کے مؤیدات بھی موجود ہوں۔ دلیل شوافع ...... حدیث باب ہے۔
جواب ...... اصول حدیث کا مسلم قاعدہ ہے کہ مثبت نافی سے راجح ہوتا ہے۔

الفصل الثانی ...... عن المغیرة بن شعبةؓ ...... قوله' الراکب یسیر خلف الجنازة ...... بلا عذر سوار ہو کر جنازے کیساتھ چلنا مکروہ ہے اور پیدل چلنا افضل ہے جیسا کہ حدیث ثوبانؓ سے معلوم ہوتا ہے جو اسی جلد ا صفحہ ۱۴۶ اپر مذکور ہے باقی یہ حدیث باب عذر پر یا بیان جواز پر محمول ہے۔

قوله' والماشی یمشی خلفها وامامها ...... مسئلہ خلافیہ ...... ابو حنیفہؒ کے نزدیک جنازہ کے پیچھے چلنا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک آگے چلنا افضل ہے۔
دلائل احناف (۱) ...... حدیث ابن مسعودؓ مرفوعاً الجنازة متبوعة ولا تتبع لیس معها من تقدمها

(رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۱۴۶) اور گو ترمذی نے ابو ماجد راوی کو مجہول کہا ہے مگر چونکہ وہ امام صاحب کے زمانے کے بعد کا راوی ہے لہٰذا اس کا ضعف مضر اور قادح نہیں [1]۔

(۲)......عن عبد الرحمن بن ابزیٰ قال کنت امشی فی جنازۃ فیھا ابو بکرؓ وعمرؓ وعلیؓ وکان ابوبکرؓ وعمرؓ یمشیان امام الجنازۃ وعلیؓ یمشی خلفھا فقلت بعلیؓ اراک تمشی خلف الجنازۃ وھذان یمشیان امامھا فقال علی لقد علما ان فضل المشی خلفھا علی المشی امامھا کفضل صلوٰۃ الجماعۃ علیٰ صلوٰۃ الفذ ولکنھما احبا ان تیسیر ا علی الناس (طحاوی مسند عبد الرزاق مصنفہ ابن ابی شیبہ بسند صحیح) دلیل آئمہ ثلاثہ ......احادیث باب ہیں۔

جواب ...... یہ احادیث عذر پر یا بیان جواز پر یا نظم وضبط پر محمول ہیں جیسا کہ حضرت علیؓ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے۔ قولہٗ والسقط یصلی علیہ (صفحہ ۱۴۶) مسئلہ خلافیہ...... ابوحنیفہؒ، مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اگر بچے کی زندگی صوت یا حرکت وغیرہ سے معلوم ہو جائے تب تو اس کی نماز پڑھی جائے ورنہ نہیں۔ امام احمدؒ کے نزدیک اگر بچہ چار ماہ دس روز کے بعد پیدا ہو تو بہر حال اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

دلائل جمہور (۱)...... حدیث جابرؓ مرفوعًا الطفل لا یصلی علیہ ولا یرث ولا یورث حتی یستھل (رواہ الترمذی وابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۱۴۸) نمبر ۲...... حدیث جابرؓ اذا استھل الصبی صلی علیہ وورث (رواہ النسائی) دلیل حنابلہ...... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ا...... حضرت جابرؓ کی حدیث مفصل ہے اور مفصل حدیث مجمل ومبہم پر حاکم ومقدم ہوتی ہے۔

جواب نمبر (۲)...... یہاں سقط سے مراد طفل ہے بشرطیکہ اس کی زندگی محسوس ہو جائے۔

جواب نمبر ۳...... اس حدیث میں چار ماہ دس روز کی قید مذکور نہیں۔

وعن ابی ہریرۃؓ ...... قولہٗ حمل جنازۃ سعد بن معاذؓ بین العمودین ......

مسئلہ خلافیہ...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ چار آدمی جنازہ کے چاروں پائے اٹھائیں اور شافعیؒ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ ایک آدمی آگے سے اور دو آدمی پیچھے سے اٹھائیں۔

دلیل احناف...... حدیث انسؓ من حمل جوانب السریر الاربع کفر اللہ عنہ اربعین کبیرۃ (رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط) دلیل شوافع...... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ا...... یہ واقعہ جزئیہ ہے

[1] علاوہ ازیں ابو ماجد اگرچہ مجہول ہیں لیکن اور کسی قسم کی ان میں خرابی نہیں۔ بڑے بڑے محدثین سفیان ثوری و ابن عیینہ وشعبہ جیسے ان سے روایت کرتے ہیں۔ ۱۲ ط

جو حدیث قلی کے مقابلہ میں مرجوح ہے۔ جواب نمبر۲...... یہ حدیث قلی مکان پر یا قلت حاملین پر محمول ہے۔ جواب نمبر۳...... یہ حدیث سند کے اعتبار سے بھی زیادہ قوی نہیں۔

وعن ابی ھریرۃؓ ......قولہ' اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء ...... نماز جنازہ کے بعد اجتماعی ہیئت میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مکروہ اور بدعت ہے کیوں کہ ہیئت کذائیہ کے ساتھ یہ دعا آنحضرت ﷺ صحابہؓ و تابعین اور آئمہ اربعہ میں سے کسی سے بھی ہرگز ثابت نہیں۔ چنانچہ بحرالرائق جلد۲، صفحہ۱۸۳ میں ہے ان الدعاء بعد الجنازۃ مکروہ و لا یدعو بعد التسلیم اور فتاوی سراجیہ صفحہ۲۳ میں ہے اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم للدعاء اور مرقات جلد۴، صفحہ۲۱۹ میں ہے ولا یدعو للمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازہ۔ لیکن بدعتی لوگ مروجہ دعا بعد الجنازہ پر اصرار کرتے ہیں۔ **اہل بدعت کی دلیل اول**...... حدیث باب ہے کیوں کہ صلیتم ماضی کا صیغہ ہے معلوم ہوا کہ اخلاص دعا کا حکم نماز جنازہ کے بعد ہے۔ **جواب**...... اس حدیث کے معنی یہ ہیں اذا اردتم الصلوٰۃ علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء جیسا کہ اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا الخ فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ اور اذا اتی احدکم الجمعۃ فلیغتسل وغیرہ میں ہے۔ اس کا مزید قرینہ یہ ہے کہ بیہقی اس حدیث کو باب الدعاء فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ میں لائے ہیں (بیہقی جلد۴، صفحہ۴۵) وعلیٰ ھذا یجری صنیع صاحب المشکوٰۃ۔ **دلیل ثانی**...... ان عبد اللہ بن سلام فاتتہ الصلوٰۃ علیٰ جنازۃ عمر فلما حضر قال ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء لہ (مبسوط سرخسی جلد۲، صفحہ۶۷)

جواب نمبر۱...... اس میں نماز کے بعد متصل دعا کا ذکر نہیں بلکہ مطلق دعا کا ذکر ہے جس کی ممانعت نہیں۔

جواب نمبر۲...... یہ روایت فقہاء کی نظر میں بھی تھی لیکن انہوں نے اس کے باوجود دعا کی نفی کی ہے۔

جواب نمبر۳...... یہ انفرادی دعا پر محمول ہے۔ **دلیل ثالث**...... امام فضلی نے دعا بعد الجنازہ کے بارے میں لا باس بہ کہا ہے۔ **جواب نمبر۱**...... علامہ شامی فرماتے ہیں کہ یہ لفظ مکروہ تنزیہی پر بولا جاتا ہے۔

جواب نمبر۲...... زیادہ سے زیادہ اس لفظ سے اباحت ثابت ہو سکتی ہے اور فقہاء کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ اگر عوام کسی مستحب کو واجب سمجھنے لگیں تو اس کا ترک واجب ہے چہ جائیکہ وہ مباح ہے۔

دلیل رابع...... مطلق دعا کی فضیلت میں بہت سی نصوص وارد ہوئی ہیں۔

جواب...... خاص دعویٰ کے لئے عام دلیل بنانا عقلاً و شرعاً دونوں طرح باطل ہے۔

باب دفن المیت...... (صفحہ ۱۴۸) **الفصل الاول** ...... **وعن ابن عباسؓ قال جعل فی قبر رسول الله ﷺ قطیفة حمراء** ...... قبر میں کفن کے علاوہ اور کپڑا رکھنا اور بچھانا مکروہ ہے کیوں کہ اس میں اسراف ہے۔ **حدیث باب کا جواب نمبرا** ...... یہ چادر آنحضرت ﷺ کے مولیٰ حضرت شقرانؓ نے صحابہؓ کی اجازت کے بغیر رکھی تھی اور وجہ یہ بیان کی تھی کرھت ان یلبسها احد بعده صلی ﷺ۔ **جواب نمبر۲** ...... یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی۔ **جواب نمبر۳** ...... حافظ ابن عبد البر کتاب الاستیعاب میں لکھتے ہیں کہ وہ چادر بعد میں نکال لی گئی تھی۔ (التعلیق الصبیح) چنانچہ شیخ عراقی الفیۃ السیرۃ میں فرماتے ہیں۔

وفرشت فی قبره قطیفة وقیل اخرجت وهذا اثبت

جواب نمبر۴ ...... وہ زمین نرم تھی لہٰذا مزید چادر بچھادی گئی۔

وعن سفیان التمار ...... انه رای قبر النبی ﷺ مسنما ...... **مسئلہ خلافیہ** ابوحنیفہؒ، مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک قبر کا مسنم یعنی بصورت کوہان شتر ہونا افضل ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مسطح یعنی ہموار اور پھیلا ہوا ہونا افضل ہے۔ **دلائل جمہور (۱)** ...... حدیث باب **(۲)** ...... عن سفیانؒ قال دخلت البیت الذی فیه قبر النبی ﷺ وقبر ابی بکرؓ و عمرؓ مسنما (ابن ابی شیبہ)

دلیل شوافع ...... عن ابی الهیاج الاسدی الی قوله ولا قبرًا مشرفا الاسویته (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد۱ صفحہ ۱۴۸) **جواب** ...... اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو قبر بہت بلند ہو یا اس پر تعمیر ہو اس کو پست کر دیا جائے اور مٹا دیا جائے۔ **وعن ابن عباسؓ قال سل رسول الله ﷺ من قبل رأسه** **مسئلہ خلافیہ** ابوحنیفہؒ کے نزدیک میت کو قبلہ کی جانب سے اتارنا افضل ہے کیوں کہ قبلہ کی جانب معظم ہے اور شافعیؒ کے نزدیک قبر کے پاؤں کی جانب سے بصورت سل اتارنا بہتر ہے۔

دلائل احناف نمبرا ...... حدیث ابن عباسؓ ان النبی ﷺ دخل قبرًا لیلاً فاسرج له بسراج فاخذ من قبل القبلة (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ جلد۱ صفحہ ۱۴۸) اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

دلیل نمبر۲ ...... عن ابن عباسؓ قال کان رسول الله ﷺ وابو بکرؓ وعمرؓ یدخلون المیت من قبل الکعبة (رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر) **شوافع کی دلیل اول** ...... حدیث باب ہے۔

جواب نمبرا ...... یہ سل عذر کی وجہ سے تھا کیوں کہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک قبلے کی جانب سے دیوار کے بہت قریب تھی (مرقات) **جواب نمبر۲** ...... حضور اکرم ﷺ کے بارے میں روایات مضطرب ہیں

کیوں کہ ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے اخذ من قبل القبلة (رواہ ابن ماجہ) اور ابراہیم نخعی سے مروی ہے ان النبی ﷺ ادخل القبر من قبل القبلة (رواہ ابوداؤد فی المراسیل) لہذا اضطراب کی وجہ سے استدلال درست نہیں جب کہ مذکورہ بالا روایات اضطراب سے خالی ہیں لہذا وہ راجح ہیں۔

دلیل ثانی......عن ابی رافعؓ قال سلّ رسول الله ﷺ سعدا ورش علیٰ قبرہ ماءً (رواہ ابن ماجہ مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۴۹) جواب نمبر ۱...... یہ حدیث ضرورت وعذر یا بیان جواز پر محمول ہے۔

کتاب الزکوٰۃ ......(صفحہ ۱۵۵)

......ماقبل سے ربط یہ ہے کہ صلوٰۃ کے بعد زکوٰۃ کو اس لئے لائے کہ قرآن میں دونوں کو اکٹھا ذکر کیا گیا ہے۔ نیز زکوٰۃ ۲ ھ یا ۳ ھ میں روزے سے قبل فرض کی گئی ہے۔ زکوٰۃ کے مادۂ اشتقاق میں دو اقوال ہیں۔ اول...... زکا الزرع ای کثر سے ہے اور زکوٰۃ سے بھی مال میں کثرت وبرکت ہو جاتی ہے کما قال الله تعالیٰ یمحق الله الربوا ویربی الصدقات (پارہ ۳) دوم...... تزکیہ معنی تطہیر سے ہے اور زکوٰۃ سے بھی مال ومزکی دونوں میں صفائی وطہارت آ جاتی ہے۔ زکوٰۃ کی شرعی تعریف یہ ہے

ھی تملیک جزء معین من النصاب الشرعی للفقیر او من یقوم مقامہ۔

الفصل الاول ......وعن ابی حمید الساعدیؓ ...... قولہ قال الخطابی فی قولہ ھلا جلس فی بیت امہ او ابیہ الخ ...... اس حدیث سے علامہ خطابی نے دو اصول مستنبط کئے ہیں......اول...... یہ کہ معصیت کا وسیلہ بھی معصیت ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان تحائف کو جو تسامح کا وسیلہ بن گئے تھے ناجائز قرار دیا۔ اس اصل پر تو سب کا اتفاق ہے......دوم...... یہ کہ قرض کے ربوا سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا جائز نہیں۔ مثلاً کوئی شخص دس روپے کی چیز سو روپے میں بیچے اور یہی بائع مشتری کو ہزار روپیہ قرض بھی دے اور اس قرض کے ربوا نوے روپے کو مبیع کا ثمن سمجھے یہ اصل مالکؒ واحمدؒ کے موافق اور ابو حنیفہؒ، شافعیؒ کے مخالف ہے کیوں کہ ان دونوں آئمہ کے نزدیک ربوا سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا جائز ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عامل خیبر سے فرمایا کہ ایک صاع عمدہ کھجور دو صاع ردی کھجور کے عوض میں نہ خریدے ورنہ ربا لازم آئے گا البتہ یہ صورت جائز ہے کہ اولا ردی کھجور کی بیع دراہم سے کرے اور پھر ان دراہم سے عمدہ کھجور خرید لے (مرقات)

وعن ابن عمرؓ......قولہ من استفاد مالا فلا زکوٰۃ فیہ حتی یحول علیہ الحول ...... مسئلہ خلافیہ......اگر کسی کے پاس نصاب موجود ہو اور پھر سال کے دوران اسی کی جنس

میں سے اور مال آ جائے تو ابو حنیفہؒ کے نزدیک مال مستفاد کے لئے مستقل حولان حول شرط نہیں بلکہ پہلے نصاب کے ساتھ ہی اس کی زکوٰۃ ادا کرے اور شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک حولان حول شرط ہے۔ دلیل احناف ......حدیث ان من السنة شهرًا تؤدون فيه زكوٰة اموالكم فما حدث بعد ذلك فلا زكوٰة فيه حتى يجيئ راس الشهر (رواہ الترمذی) اس حدیث سے معلوم ہو کہ ماہ زکوٰۃ سے قبل جو زیادتی حاصل ہوگی اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

دلیل شوافع ......حدیث باب ہے۔ جواب نمبر۱......صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ابن عمرؓ پر موقوف ہے جیسا کہ ترمذی نے بیان کیا ہے لہٰذا مرفوع حدیث کے مقابلے میں مرجوح ہے۔

جواب نمبر۲...... یہ حدیث غیر مجانس مال پر محمول ہے۔

جواب نمبر۳...... یہ حدیث مال مستفاد ابتداء پر محمول ہے مثلاً مال وراثت، مال ہبہ، مال بیع۔

وعن عمرو بن شعيبؒ ......قوله' الا من ولى يتيما له مال فليتجر فيه ولا يتركه' حتى تاكله الصدقة (صفحہ ۱۵۷) مسئلہ خلافیہ...... ابو حنیفہؒ کے نزدیک نابالغ کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں اور آئمہ ثلاثہؒ کے نزدیک واجب ہے۔

دلائل احناف (۱)......حدیث عائشہؓ مرفوعا رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبى حتى يحتلم وعن المجنون حتى يفيق (رواہ النسائی وابوداؤد والحاکم وصححہ الحاکم)

(۲)......حدیث ابن مسعودؓ ليس فى مال اليتيم زكوٰة (کتاب الآثار للامام محمدؒ)۔

دلیل جمہور...... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر۱......خود صاحب مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں مثنی بن صباح راوی ضعیف ہے۔ جس کے متعلق نسائی کہتے ہیں متروك الحديث اور یحیی بن معین کہتے ہیں ليس بشىء۔ جواب نمبر۲......اس حدیث میں صدقہ سے مراد بیوی اور اقارب کا نفقہ واجبہ ہے اور اس کا قرینہ حدیث کے یہ الفاظ ہیں ولا يتركه' حتى تاكله الصدقة۔ کیوں کہ زکوٰۃ سے مال ختم نہیں ہو سکتا اس لئے کہ مال نصاب سے کم ہو جائے گا تو زکوٰۃ ہی واجب نہیں ہوگی۔ باقی نفقہ پر صدقہ کا اطلاق اس حدیث میں ہے نفقة المرء على عياله صدقة (حاشیہ زجاجۃ المصابیح جلد۱، صفحہ ۴۹۰)

جواب نمبر۳......اگر زکوٰۃ ہی مراد ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ بلوغ یتیم کے بعد اس کے مال میں تجارت کرو تاکہ زکوٰۃ جو واجب ہونے لگی ہے آکل مال نہ ہو جائے کیوں کہ یتیم بالغ ہو گیا ہے لیکن بمجرد بلوغ تولیت ولایت فسخ نہیں ہو جاتی۔ پس تجارت جائز ہے۔

الفصل الثالث...... عن عائشة ......قوله‘ وقداحتج به من یریٰ تعلق الزکوٰۃ بالعین الخ ......مسئلہ خلافیہ......ابوحنیفہؒ کے نزدیک زکوٰۃ میں واجب چیز کی قیمت ادا کرنا بھی جائز ہے اور شافعیؒ کے نزدیک قیمت ادا کرنا جائز نہیں۔ دلائل احناف (۱)......قوله‘ تعالیٰ خذ من اموالهم صدقة (پارہ ۱۱) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اخذ زکوٰۃ کا محل مطلق مال ہے اور بکری وغیرہ کی کوئی قید نہیں۔ (۲)......حدیث انسؓ قال فان لم تکن عنده‘ بنت مخاض علیٰ وجهها وعنده‘ ابن لبون فانه یقبل منه ولیس معه شیء (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۵۸) کیوں کہ ابن لبون اونٹ کی زکوٰۃ میں بطور قیمت ہی مراد ہے اس لئے کہ اونٹوں کی زکوٰۃ میں نر جانور کہیں نہیں ہے۔

دلیل شوافع ......حدیث باب ہے۔ جواب ......امام شافعیؒ کے استدلال کی بنیاد مخالفت کے مجازی صوری ظاہری معنیٰ پر ہے یعنی زکوٰۃ اور غیر زکوٰۃ کا محض صورۃً مخلوط ہونا باوجودیکہ وہ قیمت ادا کر چکا ہے حالانکہ یہاں مخالفت کے حقیقی معنیٰ مراد ہیں یعنی مالدار آدمی دوسرے سے زکوٰۃ لے کر اپنے مال میں ملا لے جیسا کہ امام احمدؒ سے منقول ہے لہٰذا امام شافعیؒ والے مجازی معنیٰ لینے کی ضرورت نہیں۔

باب ما یجب فیه الزکوٰۃ ......الفصل الاول عن ابی سعید الخدریؓ...... قوله‘ لیس فیما دون خمسة اوسق من التمر صدقة ......

مسئلہ خلافیہ......ابوحنیفہؒ کے نزدیک اناج ہو یا پھل ہو ان میں مطلقاً عشر واجب ہے۔ قلیل ہو یا کثیر اور شافعیؒ وصاحبینؒ کے نزدیک پانچ وسق سے کم میں عشر واجب نہیں۔ دلائل احناف (۱)...... قوله‘ تعالیٰ وممّا اخرجنالکم من الارض (پارہ ۳) کیوں کہ اس میں لفظ ”ما“ عام ہے جو قلیل و کثیر دونوں کو شامل ہے۔

(۲)......حدیث عبداللہ بن عمرؓ مرفوعاً قال فیما سقت السماء والعیون او کان عشریًا (تا لاب ۱۲) العشر الخ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۵۹) کیوں کہ اس میں لفظ ”ما“ عام ہے۔

دلیل شوافع ......حدیث باب ہے۔ جواب ......اس حدیث میں صدقے سے مراد مال تجارت کی زکوٰۃ ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس حدیث کے آخری دو جملوں یعنی چاندی اور اونٹ والے دونوں جملوں میں بالاتفاق صدقے سے مراد زکوٰۃ ہے۔ دراصل آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کھجور وغیرہ کی تجارت وسق سے کرتے تھے اور عموماً ایک وسق کھجور کی قیمت چالیس درہم ہوتی تھی تو اس حساب سے پانچ وسق کی مالیت دو سو درہم ہوئی۔

وعن ابی هریرةؓ ...... قوله‘ ولا فی فرسه ...... مسئلہ خلافیہ......تجارتی گھوڑوں میں بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہے اور ذاتی ضروریات یعنی نسل دودھ اور سواری وغیرہ کے لئے پالتو گھوڑوں میں اور علیٰ

ھذا فرس غازی میں بالاتفاق زکوۃ واجب نہیں اور سائمہ مخلوطہ یعنی نر و مادہ ملے ہوئے گھوڑے اور گھوڑیاں جو اکثر سال مفت گھاس چریں اور بقدر نصاب ہوں ان میں اختلاف ہے کہ ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان میں زکوۃ واجب ہے اور آئمہ ثلاثہ اور صاحبینؒ کے نزدیک زکوۃ واجب نہیں۔

دلائل احناف (۱)...... حضرت ابوہریرہؓ کی ایک طویل حدیث میں ہے **ثم لم ینس حق اللہ فی ظھورھا ولا رقابھا** (رواہ مسلم، مشکوۃ جلد۱، صفحہ۱۵۵) کیوں کہ اس حدیث میں حق رقاب سے مراد زکوۃ ہی ہے۔

(۲)...... **عن السائب بن یزید انه کان یاتی عمر بن الخطابؓ بصدقات الخیل** (ابن ابی شیبہ)

دلیل جمہور...... حدیث باب ہے۔ **جواب**...... یہاں فرس سے مراد فرس خدمت اور فرس جہاد ہے نہ کہ مطلق فرس جیسا کہ عبد سے مراد عبد خدمت ہے مطلق غلام مراد نہیں ہے۔ **فائدہ نمبر (۱)**...... گھوڑوں کی زکوۃ کی صورت یہ ہے کہ اگر عربی گھوڑے ہوں تو اختیار ہے چاہے ہر گھوڑے کی زکوۃ میں ایک دینار دے دے اور چاہے تو سب گھوڑوں کی قیمت لگا کر ہر دو سو روپے میں پانچ روپے ادا کر دے اور اگر عجمی گھوڑے ہوں تو پھر صرف قیمت والی صورت اختیار کرے۔ **فائدہ نمبر۲**...... فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہے کہ گھوڑوں میں زکوۃ نہیں (مظاہر حق جلد۲، صفحہ۹۶)

وعن انسؓ ...... قوله و من سئل فوقها فلا یعط (صفحہ۱۵۸)...... شبہ...... پہلے ایک حدیث میں آیا ہے **ارضوا مصدقیکم وان ظلمتم** (مشکوۃ جلد۱، صفحہ۱۵۷) اور یہاں سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ **جواب نمبر۱**...... ظلم کی صورت میں زائد زکوۃ کا دینا مستحب ہے اور نہ دینا رخصت ہے۔ **جواب نمبر۲**...... گذشتہ حدیث مصدقین صحابہؓ پر محمول ہے جو ظالم نہیں ہو سکتے اور یہ حدیث مصدقین خائنین پر محمول ہے فلا تعارض بینھما۔ **قوله واذا زادت علیٰ عشرین و مأته ففی کل اربعین بنت لبون وفی کل خمسین حقة** ...... مسئلہ خلافیہ...... جب اونٹ ۱۲۰ سے زائد ہو جائیں تو ابوحنیفہؒ کے نزدیک استیناف فریضہ ہوتا ہے کہ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری اور ۲۵ پر ایک

۱؎ آسان صورت یہ ہے کہ مثلاً (۶۱) اونٹ دو اشخاص کے درمیان مخلوط طور پر مشترکہ ہوں اس طرح کہ ۲۵ اونٹ ایک شریک کے اور ۳۶ دوسرے کے ہیں تو گویا ہر اونٹ کے اکسٹھ حصوں میں سے ۲۵ حصے ۲۵ اونٹ والے کے اور ۳۶ حصے ۳۶ والے کے ہیں اب ساعی ۲۵ والے کی طرف سے بنت مخاض اور ۳۶ والے کی طرف سے بنت لبون لے جائیگا لہٰذا ۲۵ کا مالک بنت مخاض کی قیمت کے ۶۱ حصے کر کے ۲۵ اپنے پاس رکھے اور ۳۶ دوسرے کو دے دے اور ۳۶ کا مالک بنت لبون کی قیمت کے ۶۱ حصے کر کے ۳۶ حصے اپنے پاس رکھے اور ۲۵ دوسرے کو دے دے اس طرح حساب برابر کر لیں۔ ۱۲ط

بنت مخاض ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک استیناف فریضہ نہیں بلکہ ہر ۴۰ پر ایک بنت لبون اور ہر ۵۰ پر ایک حقہ ہوگا مثلاً ۱۲۱ میں تین بنت لبون اور ۱۳۰ میں دو بنت لبون ایک حقہ اور ۱۴۰ میں دو حقے ایک بنت لبون وعلیٰ ھذا القیاس۔ دلائل احناف (۱)...... آنحضرت ﷺ نے عمرو بن حزمؓ کے دادا کے نام خط لکھا فاذا کانت اکثر من عشرین ومائة یعاد الی اول فریضة الابل وما کان اقل من خمس وعشرین ففیه الغنم فی کل خمس شاة (مراسیل ابوداؤد ومسند اسحٰق بن راہویہ) (۲)...... حدیث علیؓ اذا زادت الابل علیٰ عشرین ومائة نستقبل بها الفریضة بالغنم فی کل خمس شاة (مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۸۵)

دلیل شوافع ...... حدیث باب ہے۔ جواب ...... ہم دونوں قسم کی روایات پر عمل کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک سو بیس کے بعد فریضہ اولیٰ کی طرح استیناف ہوگا حتی کہ تین خمسینات یعنی ڈیڑھ سو اونٹ میں وفی کل خمسین حقہ کے اعتبار سے حساب کے مطابق تین حقے ہوں گے پھر اس کے بعد دوبارہ فریضہ اولیٰ کی طرح استیناف ہوگا حتی کہ چار خمسینات یا پانچ اربعینات یعنی دو سو اونٹوں میں چار حقے، پانچ بنت لبون ہوں گے۔

قوله ولا یجمع بین متفرق ...... حنفیہ کے نزدیک اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً دو آدمیوں کی اسی بکریاں مشترک ہیں ہر ایک کی چالیس چالیس تو ہر ایک پر ایک بکری واجب ہے لہٰذا وہ دونوں حصوں کو ایک نصب قرار دے کر جمع نہ کریں۔ اس غرض کے لئے کہ ایک ہی بکری لازم ہو اور شوافعؒ کے نزدیک اس کی صورت یہ کہ ایک شخص کی بیس بیس بکریاں دو گلوں میں ہوں تو عامل ان کو یکجا نہ کرے تا کہ مجموعہ سے نصاب کامل ہو کر زکوٰۃ واجب ہو جائے کیوں کہ شافعیؒ کے نزدیک زکوٰۃ گلوں کے حساب سے ہوتی ہے۔

قوله ولا یفرق بین مجتمع خشیة الصدقة (صفحہ ۱۵۹) حنفیہ کے نزدیک اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کی چالیس بکریاں دو جگہ گلوں میں ہیں ہر ایک میں بیس بیس تو اس پر ایک بکری واجب ہوگی لہٰذا مالک کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان کو الگ الگ بیس بیس ظاہر کرے اس غرض کے لئے کہ زکوٰۃ لازم نہ ہو اور شافعیؒ کے نزدیک اس کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں کی چالیس چالیس بکریاں ایک گلے میں جمع ہوں تو شافعیؒ کے یہاں ایک ہی بکری لازم ہوگی لہٰذا عامل ان کو متفرق نہ کرے۔

قوله وما کان من خلیطین فانهما یتراجعان بینهما بالسویة ...... اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک سو بیس بکریاں دو شخصوں کے درمیان مخلوط طور پر مشترک ہوں اس طرح کہ چالیس بکریاں ایک شریک کی ہیں اور اسی بکریاں دوسرے شریک کی ہیں تو گویا ہر بکری میں ایک ثلث چالیس والے کا اور دو ثلث اسی والے کے ہیں اب ساعی دو بکریاں لے جائیگا جن کے چھ ثلث میں سے چار ثلث اسی والے کے ہیں اور دو ثلث چالیس والے کے ہیں تو اب اسی بکریوں والا شریک ایک تہائی

بکری کی قیمت چالیس والے سے وصول کرلے کیوں کہ اس پر بھی پوری بکری لازم تھی (مثلاً دو بکریوں کی قیمت ڈیڑھ ڈیڑھ سو کے حساب سے تین سو روپے ہے جن میں سے چار تہائی یعنی دو سو روپے اسی والے کے ہیں اور باقی دو تہائی یعنی ایک سو روپے چالیس والے کے ہیں تو اب اسی بکریوں والا شریک ایک تہائی بکری کی قیمت یعنی پچاس روپے چالیس والے سے وصول کرے گا) تو اب چالیس والے کی پوری انتالیس اور اسی والے کی پوری اناسی بکریاں باقی رہ جائیں گی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص کی چالیس گائیں تیس اور دوسرے کی تیس تو مصدق ایک مسنہ اور ایک تبیعہ لے جائے گا اب چالیس والا چار سبع تبیعہ کے تیس والے سے لے لے اور تیس والا تین سبع مسنہ کے چالیس والے سے لے لے۔

وعن ابی هریرةؓ ...... قوله' وفی الرکاز الخمس (صفحہ ۱۵۹) **مسئلہ خلافیہ**.....

یہاں تین الفاظ ہیں۔ کنز، معدن، رکاز ...... تو کنز شرعاً دفینہ جاہلیت و دفینہ کافر کو کہتے ہیں اور معدن قدرتی کان کو کہتے ہیں اور رکاز کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ ابو حنیفہؒ کے نزدیک رکاز کا لفظ معدن و کنز دونوں کو شامل ہے لہٰذا ان کے نزدیک دونوں میں خمس واجب ہوگا اور شافعیؒ کے نزدیک رکاز کا مصداق صرف کنز ہے لہٰذا ان کے یہاں معدنیات میں خمس واجب نہیں تو اختلاف معدنیات میں ہوا۔

دلائل احناف (۱) ...... رکاز رکز بمعنی گاڑنا و ثابت کرنا سے مشتق ہے اور یہ معنیٰ کنز و معدن دونوں میں موجود ہیں چنانچہ لغت کی کتاب المغرب میں ہے **الرکاز هو المعدن والکنز لان کلا منهما مرکوز فی الارض وان اختلف الراکز** ۔ **(۲)** ...... عمرو بن شعیب کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کنز کے متعلق فرمایا **وان وجدته فی خربة جاهلیة او فی قریة غیر مسکونة ففیه وفی الرکاز الخمس** (رواہ الشافعی وابو داؤد والحاکم والبیہقی وابن ابی شیبہ) اس سے معلوم ہوا کہ معدن میں بھی خمس واجب ہے ورنہ کنز کے بعد **وفی الرکاز** کے اضافے کے کیا معنیٰ ہیں؟ **دلیل شوافع** ...... حدیث باب ہے کیونکہ یہاں رکاز معدن کے مقابلے میں آیا ہے معلوم ہوا کہ معدنیات میں خمس معاف ہے **کما قال والمعدن جبار**۔

جواب ...... اس حدیث میں اولاً مسئلہ ضمان کا بیان ہے کہ کان کھودتے وقت جو مزدور اس میں گر کر ہلاک ہو جائے اس کا خون معاف ہے **کما قال (والمعدن جبار)** اور پھر مسئلہ خمس کا بیان ہے کہ خمس کنز و معدن دونوں ہی میں واجب ہے **کما قال وفی الرکاز الخمس** ۔ حاصل یہ کہ پہلے ظرف کا اور پھر مظروف کا حکم مذکور ہے۔ **فلا اشکال**۔

الفصل الثانی ...... وعن عتاب بن اسیدؓ ...... قوله' انها تخرص کما تخرص النخل (صفحہ ۱۵۹) **مسئلہ خلافیہ** ...... ابو حنیفہؒ کے نزدیک خرص و تخمینہ شرعاً حجت نہیں اور

شافعیؒ کے نزدیک حجت ہے۔دلیل احناف...... حدیث جابرؓ ان النبی ﷺ نھی عن الخرص وقال ارأیتم ان ھلک الثمر ایحب احدکم ان یاکل مال اخیہ بالباطل (رواہ الطحاوی)

دلیل شوافع ...... حدیث باب ہے۔جواب نمبرا...... یہ خرص محض عرفاً مزارعین اور مالکین کے ڈرانے کے لئے تھا تاکہ وہ خیانت نہ کریں۔جواب نمبر۲...... یہ حدیث حرمت ربوا سے قبل کی ہے اور منسوخ ہے کیونکہ ربوا کی حرمت حجۃ الوداع میں ہوئی ہے۔

وعن سھل بن ابی حثمۃؓ ......قولہ' اذا خرصتم فخذوا ودعوا الثلث ......

مسئلہ خلافیہ...... ابوحنیفہؒ، مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک زکوٰۃ اور عشر میں تخفیف جائز نہیں کیوں کہ وہ حقوق و فرائض الٰہیہ ہیں جن میں کمی بیشی ناجائز ہے لیکن امام احمدؒ کے نزدیک تخفیف جائز ہے۔ان کی دلیل حدیث باب ہے۔جواب نمبرا...... یہ تخفیف اس لئے تھی کہ مالک اس ثلث یا ربع کو خود فقراء اور راہ گیروں پر تقسیم کرے۔جواب نمبر۲...... یہ حدیث یہود خیبر کے متعلق ہے جیسا کہ اس سے آئندہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور یہود خیبر سے مساقات کا معاملہ تھا اور مساقات میں احتیاطاً تخفیف و رعایت جائز ہے تاکہ وہ خیانت نہ کریں۔

وعن ابن عمرؓ ......قولہ' فی العسل فی کل عشرۃ ازق زق...... ابوحنیفہؒ اور احمدؒ کے نزدیک شہد میں عشر واجب ہے۔امام مالکؒ کے نزدیک واجب نہیں اور شافعیؒ کے دونوں اقوال ہیں۔

دلائل احناف نمبرا...... حدیث باب اور یہ حدیث اگرچہ بقول ترمذی ضعیف ہے مگر تائید کے لئے کافی ہے۔ نمبر۲...... حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ ان النبی ﷺ اخذ من العسل عشرا (رواہ ابن ماجہ وابو داؤد) اور یہ حدیث حجت ہے کیونکہ ابوداؤد جس حدیث پر سکوت اختیار کرتا ہے وہ کم از کم حسن ضرور ہوتی ہے اور یہاں بھی انہوں نے سکوت اختیار کیا ہے۔نمبر۳...... مشہور حدیث ما اخرجتہ الارض ففیہ العشر (مظاہر الحق جلد۲، صفحہ۱۰۲)

دلیل مالکیہ...... یہ ہے کہ ثبوت عشر فی العسل کی احادیث ضعیف ہیں جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے بھی فرمایا ہے۔جواب...... کبیر شیء کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض روایات اس بارے میں حسن وقوی ہیں مثلاً ابوداؤد کی مذکورہ بالا روایت وغیرہ اور بعض روایات استدلال کے لئے کافی ہیں۔

وعن زینبؓ ......قولہ' یمعشر النساء تصدقن ولو من حلیکن ......

مسئلہ خلافیہ...... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تمام زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک

مباح زیورات میں زکوۃ واجب نہیں ۔دلائل احناف نمبرا ...قوله' تعالىٰ والذين يكنزون الذهب والفضة الخ (پارہ ۱۰) کیوں کہ یہ آیت عام زیورات کو بھی شامل ہے۔

نمبر۲...... حضرت زینبؓ کی حدیث باب جس کے متعلق علامہ میرک شاہ کہتے ہیں رجاله موثقون (مرقات)

نمبر۳...... حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ ان امرائتين اتتا رسول الله ﷺ وفي ايديهما سواران من ذهب فقال لهما تؤديان زكوته' قالتا لا فقال لهما رسول الله ﷺ الى قوله فاديا زكوته' (رواہ الترمذی، مشکوۃ جلد ا، صفحہ ۱۶۰)......شبہ......امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف السند ہے جیسا کہ مؤلف مشکوۃ نے نقل کیا ہے؟ جواب......امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو دو ضعیف سندوں سے روایت کیا ہے مگر ابوداؤد وغیرہ نے قوی سند کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے چنانچہ محدث ابن الملقن اور علامہ ابوالحسن القطان فرماتے ہیں (رواہ ابوداؤد باسناد صحیح اور علامہ منذری فرماتے ہیں طريق ابى داؤد لا مقال فيه (مرقات) نمبر۴...... عن ام سلمةؓ قالت كنت البس اوضاحا من ذهب فقلت يا رسول الله اكنز هو فقال ما بلغ ان تؤدّى زكوته فزكى فليس بكنز (رواہ مالک وابوداؤد، مشکوۃ جلد ا، صفحہ ۱۶۰) اس حدیث کے متعلق ابن العربی کہتے ہیں رجاله رجال البخاری اور علامہ میرک شاہ کہتے ہیں اسناده جيد (مرقات) جمہور کی دلیل اول ...حدیث جابرؓ ليس فى الحلى زكوة۔

جواب مذکورہ بالا دلائل کی وجہ سے یہ حدیث مؤول ہے کہ حلی سے مراد موتی وغیرہ کے زیورات ہیں اور قرآن میں موتی وغیرہ پر بھی حلیہ کا اطلاق کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا وتستخرجون حلية تلبسونها (پارہ ۲۲)

دلیل ثانی......امام ترمذیؒ کا قول ہے ولا يصح فى هذا الباب عن النبى ﷺ شی جیسا کہ مؤلف مشکوۃ نے جلد ا، صفحہ ۱۶۰ پر نقل کیا ہے۔جواب......علامہ منذری فرماتے ہیں قوله' لا يصح فى هذا الباب مؤول والا فخطاء (مرقات)

وعن ربيعة بن ابى عبد الرحمنؒ ...قوله' فتلك المعادن لا تؤخذ منها الا الزكوة الى اليوم ...سوال... اس حدیث سے امام شافعیؒ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ معدن اور کان میں خمس واجب نہیں؟ جواب نمبرا...... روایت مذکورہ کے قرینے سے یہ حدیث مؤول ہے کہ زکوۃ سے مراد خمس ہی ہے کیوں کہ جن چیزوں کی زکوۃ اس سے متعلق ہوتی ہے جیسا کہ زمین کی پیداوار کی زکوۃ عشر ہے۔

جواب نمبر۲...... آنحضرت ﷺ سے صرف جاگیر دینا ثابت ہے خمس کی نفی ثابت نہیں بلکہ خمس کی نفی کا کا اپنا اجتہاد تھا جیسا کہ احناف کا اجتہاد اثبات خمس کا ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ ابوداؤد و ... طبرانی بیہقی نے

فتلک المعادن الخ والی زیادتی نقل نہیں کی۔ معلوم ہوا کہ بعض حکام خمس لیتے تھے۔

الفصل الثالث ...... عن علیؓ ،قولہ' لیس فی الخضراوات صدقة

(صفحہ ۱۶۰) مسئلہ خلافیہ ...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک سبزیوں اور ترکاریوں میں بھی عشر واجب ہے اور آئمہ ثلثہ کے نزدیک ان میں عشر واجب نہیں۔ **دلائل احناف** ...... وہ عام نصوص ہیں جو مطلق پیداوار کے عشر کے وجوب پر دال ہیں مثلاً قولہ' تعالیٰ ومما اخرجنا لکم من الارض (پارہ ۳) اور حدیث ما اخرجته الارض ففیه العشر کیوں کہ لفظ ما عام ہے۔ **دلیل جمہور** ...... حدیث باب ہے۔

جواب نمبرا ...... امام ترمذیؒ یہ حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں لا یصح فی هذا الباب عن رسول الله ﷺ شیء لہٰذا یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ **جواب نمبر۲** ...... بصورت صحت یہ حدیث مؤول ہے اور مراد اس صدقے کی نفی ہے جو عاشر لیتا ہے اور سبزیوں کا صدقہ عاشر نہیں لیتا بلکہ مالکین خود ہی فقراء کو دیتے تھے کیوں کہ اگر سبزیوں کا صدقہ دیہات میں جا کر خود عاشر جمع کیا کرے تو بڑی دقت پیش آئے گی (اوجز المسالک جلد ۳ صفحہ ۱۵۱)

باب صدقة الفطر ...... (صفحہ ۱۶۰)

یہاں چار مسائل خلافیہ ہیں۔ **نمبر ا ...... ماذا الحکم؟ نمبر ۲ ...... علی من تجب؟ نمبر ۳ ...... ممن تجب؟ نمبر ۴ ...... کم تجب؟** ......

مسئلہ اولیٰ ...... **حکم صدقہ فطر** ...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک صدقۂ فطر واجب اور شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک فرض اور مالکؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ **دلائل احناف نمبرا** ...... حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ ان النبی ﷺ بعث منادیا فی فجاج مکة الا ان صدقة الفطر واجبة علیٰ کل مسلم الخ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۶۰ فصل ثالث) **نمبر۲** ...... صدقۂ فطر اخبار آحاد سے ثابت ہے جو ظنی ہیں اور ظنی دلیل سے زیادہ سے زیادہ وجوب ہی ثابت ہوسکتا ہے۔ **دلیل شوافع** ...... عن ابن عمرؓ قال فرض رسول الله زکوة الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر الخ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۱۶۰ فصل اول) **جواب** ...... اس سے مراد فرض اعتقادی نہیں بلکہ فرض عملی ہے جو واجب کو بھی شامل ہے تو مآل کے اعتبار سے دونوں مذاہب میں کوئی فرق نہیں کیوں کہ شافعیہ فرض کے دو درجات مانتے ہیں قطعی، ظنی اور واجب کو فرض ظنی میں داخل کرتے ہیں اسی لئے شوافع کے نزدیک بھی منکر صدقہ فطر کافر نہیں۔

مسئله ثانیه علی من تجب (کس پر واجب ہوتا ہے؟) ...... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صدقہ فطر صرف مالک نصاب پر واجب ہے اگرچہ نصاب غیر نامی ہو اور شافعیؒ کے نزدیک ہر اس شخص پر

واجب ہے جس کے پاس ایک دن رات سے زائد کا خرچ موجود ہو۔ **دلیل احناف**...... حدیث ابی ہریرہؓ مرفوعاً لا صدقة الا عن ظهر غنی (مسند احمد، بخاری فی کتاب الوصایا) **دلیل شوافع**...... حدیث عبد اللہ بن ثعلبہؓ مرفوعاً اما غنيكم فيزكيه الله واما فقيركم فيرد عليه اكثر مما اعطاه (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۶۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقیر پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔ **جواب نمبر ا**...... یہ حدیث استحباب پر محمول ہے۔ **جواب نمبر ۲**...... روایت مذکورہ کے قرینے سے یہاں فقیر سے فقیر اضافی یعنی ادنیٰ غنی مراد ہے۔

مسئله ثالثه ممن تجب...... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے مالک پر غلام کا صدقہ مطلقاً واجب ہے اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک صرف مسلمان مملوک کی طرف سے واجب ہے۔

دلائل احناف نمبر ا...... عن عبد الله بن ثعلبةؓ قال خطب رسول الله ﷺ الناس قبل يوم الفطر بيوم او يومين فقال ادوا صاعا من بر او قمح من اثنين او صاعا من تمر او شعير عن كل حر و عبد (مسند عبد الرزاق) **نمبر ۲**...... حدیث عبد اللہ بن عباسؓ مرفوعاً يخرج زكوٰة الفطر عن كل مملوك وان كان يهوديا او نصرانيا (مسند عبد الرزاق) **دلیل جمہور**...... باب ھذا کی حدیث ابن عمرؓ ہے کیوں کہ اس میں من المسلمين کی قید کا تعلق عبد کے ساتھ ہے۔ **جواب نمبر ا**...... اس حدیث کے راوی عبد اللہ بن عمرؓ کا عمل اپنی روایت کے خلاف تھا کیوں کہ وہ خود کافر غلام کا صدقۂ فطر بھی ادا کرتے تھے لہٰذا استدلال درست نہیں۔ **جواب نمبر ۲**...... صدقۂ فطر کے وجوب کا سبب مطلق مملوک بھی ہے اور مسلمان مملوک بھی ہے تو حدیث ھذا میں خاص سبب کا اور دوسری احادیث میں مطلق سبب کا ذکر ہے اور ہم دونوں ہی روایات پر عمل کرتے ہیں۔ **مسئله رابعه کم تجب** (کتنا واجب ہوتا ہے؟)...... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صدقۂ فطر گندم سے نصف صاع واجب ہے اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک کامل صاع واجب ہے۔

دلائل احناف نمبر ا...... عن ابن عباسؓ قال فرض رسول الله هذه الصدقة صاعا من تمر او شعير او نصف صاع من قمح الخ (رواہ ابوداؤد والنسائی، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۶۰ فصل ثانی)

نمبر ۲...... حدیث عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ مرفوعاً مد ان من قمح او سواه او صاع من طعام (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۶۰، فصل ثالث) **نمبر ۳**...... حدیث عبد اللہ بن ثعلبہؓ مرفوعاً صاع من بر او قمح عن كل اثنين (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۶۱) **دلیل جمہور**...... حدیث ابی سعید خدریؓ قال كنا نخرج زكوة الفطر صاعا من طعام او صاعا من شعير او صاعا من تمر او صاعا من الط

او صاعا من زبیب (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلدا، صفحہ ۱۶۰، فصل اول) کیوں کہ ان کے نزدیک یہاں طعام سے مراد گندم ہے اس لئے کہ شعیر وغیرہ کا ذکر اس کے بعد آگے آرہا ہے۔ جواب...... مذکورہ بالا روایات کے قرینے سے یہاں طعام سے مراد گندم کے ماسوا دوسرا اناج ہے جیسے جو، باجرہ وغیرہ اور اس صورت میں آگے جو کا ذکر عطف خاص علی العام کے قبیل سے ہے جس کی وجہ کثرت وجود ہے چنانچہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ مدان من قمح او سواہ او صاع من طعام میں یقیناً طعام سے مراد گندم کے ماسوا اناج ہے کیوں کہ یہ طعام قمح کے...... مقابلے میں ہے تو اسی طرح یہاں بھی ہے فثبت المقصود و تم۔

باب من لا یعود فی الصدقۃ ......الفصل الاول ......وعن بریدۃؓ

قولہ' افاصوم عنہا قال صومی عنہا (صفحہ ۱۷۳)...... مسئلہ خلافیہ صوم عن الغیر ......امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک میت کی طرف سے فرض روزے کی قضاء درست نہیں بلکہ فدیہ دینا چاہیے۔ امام احمدؒ کے نزدیک صوم نذر میں قضاء روزہ رکھنا بھی درست ہے۔ دلائل جمہور نمبر ا......حدیث ابن عمرؓ مرفوعاً من مات وعلیہ صیام شہر رمضان فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکینا (رواہ الترمذی وحسنہ القرطبی، مشکوٰۃ جلدا، صفحہ ۱۷۸) نمبر ۲...... عن مالک بلغہ ان ابن عمرؓ کان یسئل ھل یصوم احد عن احد او یصلی احد عن احد فقال لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد (رواہ فی المؤطا، مشکوٰۃ جلدا، صفحہ ۱۷۸) دلیل حنابلہ...... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ا...... دلائل مذکورہ کے قرینے سے یہاں صوم حکمی یعنی فدیہ مراد ہے۔

جواب نمبر ۲...... مذکورہ احادیث سے یہ حدیث منسوخ ہے (مرقات) وتم کتاب الزکوٰۃ

کتاب الصوم ...... (صفحہ ۱۷۳)

صوم کے لغوی معنیٰ...... مطلق امساک کے ہیں اور شرعی معنیٰ...... ہیں ھو الامساک عن المفطرات الثلثۃ ای الاکل والشرب والجماع من طلوع الفجر الیٰ غروب الشمس بنیۃ مخصوصۃ۔

فرضیت صوم رمضان...... پہلے عاشورہ کا روزہ فرض تھا پھر شعبان ۲ھ تحویل قبلہ سے دس روز کے بعد ہجرت کے اٹھارہویں مہینے میں ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے اور عاشورہ کے روزے کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔

باب ......الفصل الثانی ......عن حفصۃ ......قولہ' من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام لہ

(صفحہ ۱۷۵) یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں...... مسئلہ اولیٰ نیت صوم نفل...... جمہور آئمہؒ کے نزدیک نفلی روزے کی نیت زوال شرعی سے پہلے جائز ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک صبح

صادق سے پہلے ضروری ہے۔دلیل جمہور......عن عائشۃؓ قالت دخل علیٰ النبی ﷺ ذات یوم فقال ھل عندکم شیٔ فقلنا لا قال فانی اذا صائم (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۸۱)

دلیل مالکیہ ......حدیث باب ہے۔جواب نمبر ا...... اس حدیث کے مرفوع و موقوف ہونے میں اضطراب ہے جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے فرمایا ہے لہٰذا یہ ضعیف ہے۔جواب نمبر ۲...... یہ غیر نفل پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۳......نفی کمال پر محمول ہے۔مسئلہ ثانیہ نیت صوم معین ......امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک معین وقت والے روزے یعنی ادائے رمضان اور نذر معین میں زوال شرعی سے پہلے نیت جائز ہے اور جمہور آئمہؒ کے نزدیک صبح صادق سے پہلے نیت ضروری ہے۔

دلیل احناف......عن سلمۃؓ بن الاکوعؓ وانہ قال بعث رسول اللہ ﷺ رجلا من اسلم یوم عاشورا فامرہ ان یؤذن فی الناس من کان لم یصم فلیصم ومن اکل فلیتم صیامہ الی اللیل (متفق علیہ) وجہ استدلال یہ ہے کہ یوم عاشوراء کا روزہ جب لازم تھا تو اس کا وقت متعین تھا اور دن میں اس کی نیت کرنا حدیث مذکور سے ثابت ہو رہا ہے تو معلوم ہوا کہ ہر معین روزے کا یہی حکم ہے۔دلیل جمہور.....حدیث باب ہے۔جواب نمبر ا...... اس حدیث کے رفع و وقف میں اضطراب ہے لہٰذا یہ ضعیف ہے۔جواب نمبر ۲...... یہ صوم غیر معین یعنی قضائے رمضان اور کفارات اور نذر مطلق پر محمول ہے۔

وعن ابی ھریرۃؓ ......قولہ اذا سمع النداء احدکم والاناء فی یدہ فلا یضعہ (صفحہ ۱۷۵)......بعض علماء اس حدیث کے ظاہر کی بناء پر صبح صادق کے طلوع کے بعد بھی جواز اکل و شرب کے قائل ہیں لیکن جمہور کی طرف سے اس کی تین توجیہات ہیں۔توجیہ اول ...... یہ اذان بلالؓ پر محمول ہے جو سحری کے لئے ہوتی تھی۔توجیہ دوم...... یہ ابر اور غبار کی صورت پر محمول ہے جبکہ طلوع صبح صادق کا یقین نہ ہو تو اس وقت آدمی تحری کر کے اس پر عمل کرے اور اذان پر عمل نہ کرے۔توجیہ سوم ...... یہ اذان مغرب پر محمول ہے یعنی جب اذان کے وقت برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اپنی حاجت پوری کر لے اور نماز مغرب میں جلدی نہ کرے لیکن یہ توجیہ بعید ہے۔

باب تنزیہ ...... الصوم الفصل الاول ......وعنہ قال بینما نحن جلوس عند النبی ﷺ الخ ...... یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں۔مسئلہ اولیٰ...... وجوب کفارہ عن الاکل والشرب (صفحہ ۱۷۶)......امام ابوحنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک رمضان کے روزے میں جماع کی طرح عمداً کھانے پینے سے بھی کفارہ واجب ہوتا ہے اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک کفارہ

صرف جماع سے واجب ہوتا ہے۔ دلائل احناف نمبرا...... حدیث عائشہؓ انه علیه الصلوة والسلام ساله الرجل فقال افطرت فی رمضان فامره بالتصدق بالعرق ولم یسئله بما ذا افطر (رواہ النسائی بسند صحیح) نمبر۲...... حدیث ابی ہریرۃؓ ان رجلا اکل فی رمضان فامره النبی ﷺ ان یعتق رقبة او یصوم شهرین او یطعم ستین (رواہ الدارقطنی) اوراگر چہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر حدیث بالا سے مؤید ہے۔ دلیل شوافع...... حدیث باب ہے۔ جواب نمبرا...... اس حدیث میں اکل و شرب کے موجب کفارہ ہونے کی نفی نہیں۔ جواب نمبر۲...... جماع میں وجوب کفارہ کی علت افطار ہے اور یہی علت اکل وشرب میں بھی پائی جاتی ہے۔ مسئلہ ثانیہ سقوط کفارہ...... جمہور آئمہؒ کے نزدیک تنگ دست سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔ امام احمدؒ کی ایک روایت میں دنیز بعض علماء کے نزدیک کفارہ ساقط ہو جاتا ہے دلیل جمہور...... وہ عام نصوص ہیں جن میں تنگ دست اور مالدار کا کوئی فرق مذکور نہیں۔

دلیل حنابلہ...... حدیث باب ہے۔ جواب نمبرا...... چونکہ یہ صحابی سلمہ بن صخرؓ بیاضی کفارہ کی تینوں صورتوں اعتاق، صوم، اطعام سے عاجز تھے اس لئے کفارہ ان کے ذمے میں دین ہو گیا اس حدیث میں کفارے کی نفی نہیں کی گئی۔ جواب نمبر۲...... یہ حدیث منسوخ ہے۔ جواب نمبر۳...... یہ اس صحابی کی خصوصیت تھی اور اسی لئے آپ ﷺ نے وہ خیرات ان کے گھر والوں کے لئے مخصوص فرمادی تھی۔

الفصل الثانی ...... وعنه قوله' من ذرعه القیء وهو صائم فلیس علیه قضاء (صفحہ ۱۷۶) مسئلہ خلافیہ...... آئمہ اربعہ کے نزدیک اگر خود قے آ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور قصداً منہ بھر کر قے کرنے سے ٹوٹ جاتا ہے لیکن بعض آئمہ کے نزدیک قے مطلقاً مفسد صوم ہے۔

دلیل جمہور...... حدیث باب ہے اور اگر چہ امام بخاریؒ نے غرابت کیوجہ سے اس کو غیر محفوظ کہا ہے مگر اس سند کے لحاظ سے فی ذاتہٖ یہ حدیث صحیح ضروری ہے چنانچہ دارقطنی کہتے ہیں رواته کلهم ثقات (مرقات)

دلیل بعض آئمہ...... عن معدان بن طلحة ان ابا الدرداءؓ حدثه ان رسول الله ﷺ قاء فافطر (رواہ ابوداؤد والترمذی، ودارمی، مشکوۃ جلدا، صفحہ ۱۷۶) جواب نمبرا...... یہ حدیث قے عمد پر محمول ہے جس کا مقصود بیان افطار تھا۔ جواب نمبر۲...... حدیث مذکور کے قرینے سے یہ حدیث کسی عذر پر محمول ہے کہ نفلی روزے میں قے آنے کے بعد کسی عذر یا بیماری یا ضعف کے سبب روزہ توڑ ڈالا (مرقات)

وعن عامر بن ربیعة ......قال رأیت النبی ﷺ ما لا احصی یتسوک وهو صائم (صفحہ ۱۷۶) مسئلہ خلافیہ...... امام ابوحنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک روزے کی حالت میں بھی

سواک کرنا مسنون ہے۔ زوال سے پہلے ہو یا زوال کے بعد شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے۔ دلائل احناف۔ نمبر ا...... حدیث باب جس کو ترمذیؒ نے حسن کہا ہے۔
نمبر ۲...... عن عبد الرحمن بن غنم قال سالت معاذ بن جبلؓ اتسوک وانا صائم قال نعم قلت ای النھار اتسوک قال ای النھار شئت غدوۃ و عشیا (رواہ الطبرانی)

دلیل شوافع...... حدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعاً لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من الریح المسک (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۷۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلوف صوم محمود ہے اور یہ بدبو زوال کے بعد پیدا ہوتی ہے لہٰذا زوال کے بعد اس کا ازالہ مکروہ ہے۔ جواب نمبر ا...... خلوف وہ بدبو ہے جو خلو معدہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور وہ مسواک سے بھی زائل نہیں ہو سکتی کیونکہ مسواک سے بھی صرف دانتوں کی بدبو زائل ہوتی ہے۔ جواب نمبر ۲...... اس حدیث سے صرف روزے کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے یہ مقصد نہیں کہ اس بدبو کا ازالہ بھی نہ کیا جائے جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ حرمہ اللہ تعالیٰ علی النار اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ غبار کا زائل کرنا بھی مذموم ہے۔

وعن شداد بن اوسؓ ...... قولہ فقال افطر الحاجم والمحجوم ......

(۱۷۷) مسئلہ خلافیہ...... امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک احتجام روزے کے لئے نہ مفسد ہے اور نہ مکروہ ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک مفسد اور بعض آئمہ کے یہاں مکروہ ہے۔ دلائل جمہور نمبر ا...... عن ابن عباسؓ قال ان النبی ﷺ احتجم وھو محرم واحتجم وھو صائم (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۷۶، فصل اول) نمبر ۲...... عن انسؓ ان النبی ﷺ احتجم بعد ما قال افطر الحاجم والمحجوم (طبرانی و مسند ابی حنیفہ) نمبر ۳...... ابوسعیدؓ اور انسؓ بن مالک کی احادیث جو جلد ا صفحہ ۱۷۷ فصل ثالث میں مذکور ہیں۔

دلیل حنابلہ...... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ا...... یہ حدیث منسوخ ہے اور نسخ کا قرینہ حدیث انسؓ ہے۔ جواب نمبر ۲...... روایات مذکورہ کے قرینے سے یہ حدیث مؤول ہے جیسا کہ محی السنہ نے فرمایا کہ محجوم ضعف کی وجہ سے اور حاجم خوف وصول دم کی وجہ سے افطار کے قریب ہو گیا ہے۔

باب (صفحہ ۱۸۱)...... الفصل الثانی...... عن ام ھانیؓ قولہ فلا یضرک ان کان تطوعاً...... مسئلہ خلافیہ...... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نفلی روزہ توڑنے سے قضا لازم ہے اور شافعیؒ کے نزدیک قضا لازم نہیں۔ دلائل احناف۔ نمبر ا...... حدیث عائشہؓ قالت کنت انا وحفصۃ

صائمتین الیٰ قوله اقضیا یوما آخر مکانه (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۸۱) اگر چہ اس حدیث کے بعض طرق منقطع ہیں جیسا کہ ترمذیؒ نے فرمایا۔ مگر اس کی بعض سندیں متصل بھی ہیں چنانچہ نسائی ابن حبان، ابن ابی شیبہ، طبرانی، مسند بزار میں متعدد سندوں سے یہ حدیث موصول بھی مروی ہے لہٰذا حجت ہے (مرقات)

نمبر۲...... **عن عائشةؓ قالت دخل علی النبی ﷺ فقلت له یا رسول الله انا هیأنا لک حیسا فقال اما انی کنت ارید الصوم ولکن قربیه ساصوم یوما آخر مکان ذلک** (طحاوی، بیہقی، دارقطنی) شوافع کی دلیل اول...... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر۱...... اس حدیث کے بارے میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں فی اسناده مقال اور علامہ منذریؒ فرماتے ہیں لا یثبت وفی اسناده اختلاف کثیر (مرقات) جواب نمبر۲...... اس حدیث میں نفلی روزہ توڑنے پر محض عدم مضرت کا حکم لگایا گیا باقی یہ حدیث قضا سے ساکت ہے اور احادیث مذکورہ ناطق ہیں اور ناطق ساکت سے راجح ہوتا ہے۔

دلیل ثانی...... حدیث ام ہانیؓ مرفوعا الصائم المتطوع امیر نفسه ان شاء صام وان شاء افطر (رواہ احمد والترمذی، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۱۸۱)

جواب نمبر۱...... اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نفلی روزہ کا ارادہ رکھنے والا خود مختار ہے خواہ شروع کرے یا نہ کرے۔ جواب نمبر۲...... یہ حدیث بھی قضا سے ساکت ہے لہٰذا ناطق اس پر مقدم ہے۔

باب الاعتکاف

الفصل الاول وعن ابن عمرؓ قوله کنت نذرت فی الجاهلیة ان اعتکف لیلة (صفحہ ۱۸۳) یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں......

مسئلہ اولیٰ نذر کافر...... اگر کافر حالت کفر میں اعتکاف یا صدقے وغیرہ کی نذر کرے تو ابو حنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک حالت اسلام میں اس کا ایفاء واجب نہیں اور شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک واجب ہے۔

دلیل احناف...... حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ مرفوعاً انما االنذر مما ابتغی به وجه الله تعالیٰ (رواہ الطحاوی) اور چونکہ کافر کا فعل لوجہ اللہ نہیں ہوتا ہے اس لئے اس کی نذر بھی صحیح نہیں۔

دلیل شوافع...... حدیث باب ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے فاوف بنذرک۔

جواب...... حافظ ابن حجر شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں امر استحباب کے لئے ہے تاکہ بظاہر خلاف نذر نہ ہو۔

مسئلہ ثانیہ...... صوم اعتکاف نذر...... امام ابو حنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک اعتکاف نذر میں روزہ شرط ہے اور شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک شرط نہیں۔ دلائل احناف۔ نمبر۱...... حدیث عائشہؓ ولا اعتکاف الا

نمبر۲...... عن ابن عباسؓ و ابن عمرؓ قالا بصوم (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۱۸۳، فصل ثانی) دلیل شوافع ...... حدیث باب ہے کیوں کہ حضرت عمرؓ کا اعتکاف نذر رات اعتکف بصوم (رواہ البیہقی) کا تھا اور رات کو روزہ نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ اعتکاف نذر کے لئے روزہ شرط نہیں۔

جواب نمبر۱...... بقول حافظ ابن حجر عسقلانیؒ یہ امر استحباب کے لئے ہے اور اعتکاف مستحب میں بالاتفاق روزہ شرط نہیں۔ جواب نمبر۲...... یہ روایت مختصر ہے دراصل یہ نذر رات و دن دونوں کی تھی چنانچہ صحیحین کی بعض روایات میں لفظ یوم مذکور ہے۔ مثلاً صحیح بخاری جلد۱، صفحہ۲۷۵ میں ہے انہ کان علی اعتکاف یوم فی الجاھلیۃ اور صحیح مسلم جلد۲، صفحہ۵۰ میں ہے انی نذرت فی الجاھلیۃ ان اعتکف یوما فی المسجد الحرام۔ لہٰذا حدیث باب میں لیل مع النہار مراد ہے۔

الفصل الثانی...... وعنھا قولہ' ولا اعتکاف والا فی مسجد جامع (صفحہ ۱۸۳) مسئلہ خلافیہ...... امام ابوحنیفہؒ واحمدؒ کے نزدیک مرد کا اعتکاف صرف مسجد جماعت میں جائز ہے اور شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک ہر مسجد میں درست ہے۔ دلائل احناف۔ نمبر۱...... حدیث باب ہے۔

نمبر۲...... عن حذیفۃؓ مرفوعا کل مسجد لہ امام و مؤذن فالاعتکاف فیہ یصح (رواہ الدار قطنی وابن الجوزی) دلیل شوافع ...... قولہ' تعالیٰ وانتم عٰکفون فی المسجد (پارہ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ محل اعتکاف مطلق مسجد ہے۔ جواب...... روایات مذکورہ کے قرینے سے یہاں مسجد جماعت مراد ہے۔

کتاب المناسک ...... (صفحہ۲۲۰)

مناسک...... جمع ہے منسک بمعنیٰ عبادت و مذبح کی اور یہاں اس سے مراد امور وافعال حج ہیں۔

حج کے لغوی معنیٰ...... قصد کے ہیں اور شرعی تعریف یہ ہے ھو قصد امکنۃ مخصوصۃ بصفۃ مخصوصۃ فی زمان مخصوص۔

حج کی فرضیت...... میں پانچ اقوال ہیں یعنی ۵ھ سے بالترتیب ۹ھ تک لیکن جمہور کے نزدیک راجح قول ۶ھ کا ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے تعلیم افعال حج اور تیاری اسباب سفر حج کی مشغولیت کے سبب نیز حج کے متعلق وجوب علی التراخی کی تعلیم دینے کے لئے و نیز مقامات مقدسہ کو کفار ومشرکین سے پاک و صاف فرمانے کے لئے تاخیر کی پھر ۹ھ میں ابوبکر صدیقؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا اور دسویں سال خود حج کے لئے تشریف لے گئے۔

الفصل الاول (صفحہ۲۲۱)...... **وعنہ' ای عن ابن عباسؓ قولہ' ادرکت ابی**

شیخا کبیرا ...... مسئلہ خلافیہ ...... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شیخ فانی پر حج فرض نہیں اور شافعیؒ کے نزدیک حج فرض ہے۔ دلیل احناف ...... قولہ تعالیٰ من استطاع الیہ سبیلا (پارہ ۴) چونکہ شیخ فانی سواری پر ٹھہر نہیں سکتا اس لئے استطاعت سے محروم ہونے کے سبب اس پر حج فرض نہیں۔

دلیل شوافع ...... حدیث باب ہے۔ جواب ...... اس شیخ فانی پر پہلے سے حج فرض تھا جیسا کہ ادرکت کے صیغہ ماضی سے معلوم ہوتا ہے لیکن سوال شیخوخت کے زمانے میں کیا گیا۔

وعن ابن عباسؓ ...... قولہ لمن کان یرید الحج و العمرۃ (صفحہ ۲۲۱)

مسئلہ خلافیہ ...... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آفاقی کے لئے مطلقاً بغیر حرام کے میقات سے گزرنا جائز نہیں خواہ تجارت کے لئے جا رہا ہو بشرطیکہ دخول مکہ کا ارادہ ہو اور شافعیؒ کے نزدیک اگر حج یا عمرہ کا ارادہ ہے تو احرام ضروری ہے ورنہ ضروری نہیں۔ دلیل احناف ...... حدیث ابن عباسؓ مرفوعًا لا یجاوز الوقت الا باحرام (رواہ ابن ابی شیبہ والطبرانی) دلیل شوافع ...... حدیث باب ہے۔ جواب ...... یہ حدیث غیر حج وعمرہ سے ساکت ہے اور روایت مذکورہ عموم کی وجہ سے ناطق ہے اور ناطق ساکت سے راجح ہوتا ہے۔

باب الاحرام والتلبیۃ ...... الفصل الاول ...... عن عائشہؓ

...... قولہ واھل رسول اللہ ﷺ بالحج ...... (صفحہ ۲۲۳) ...... مسئلہ خلافیہ ......
ابوحنیفہؒ کے نزدیک حج قران اور شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک افراد اور احمدؒ کے نزدیک تمتع افضل ہے۔ دراصل یہ اختلاف حضور ﷺ کے حج کی کیفیت کی تعیین پر مبنی ہے۔ روایات حج قران ......

نمبر ۱ ...... عن انسؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ اھل بھما لبیک عمرۃ وحجا (رواہ مسلم)

نمبر ۲ ...... عن عمران بن حصینؓ قال ان رسول اللہ ﷺ جمع بین حج وعمرۃ (رواہ مسلم)

نمبر ۳ ...... عن البراء بن عازبؓ مرفوعًا قال فانی سقت الھدی وقرنت (رواہ ابوداؤد والنسائی)

روایات افراد و تمتع کے جوابات ...... جواب نمبر ۱ ...... قران کی نسبت حضور ﷺ کی طرف حقیقی ہے اور افراد و تمتع کی نسبت آمر ہونے کی وجہ سے مجازی ہے۔ جواب نمبر ۲ ...... علامہ ابن ہمام اور علامہ ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں کہ قارن کے لئے تلبیہ تینوں طرح درست ہے تو اختلاف روایات بوجہ اختلاف سماع تلبیہ کے ہے۔ جواب نمبر ۳ ...... علامہ نوویؒ شافعی فرماتے ہیں کہ ابتدا آپ ﷺ نے صرف حج کا احرام باندھا ہے لیکن پھر عمرے کو ساتھ ملا لیا تو ابتداء کے اعتبار سے آپ ﷺ مفرد اور انجام کے اعتبار سے قارن تھے اور تمتع کا اطلاق لغوی معنی کے اعتبار سے ہوا ہے یعنی آپ ﷺ نے ایک ہی سفر میں دو عبادتوں سے فائدہ ولفع

اٹھایا۔باقی رہی روایت فاهل بالعمرة ثم اهل بالحج والی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تلبیہ اس ترتیب سے کہا تو یہاں اہلال تلبیہ کے معنیٰ میں ہے نہ کہ احرام کے معنیٰ میں۔**وجوہ ترجیح مذہب احناف** تین ہیں۔ **وجہ اول**......سترہ جلیل القدر صحابہ وصحابیات سے بیس سے زائد احادیث آپ ﷺ کے حج قران کے متعلق مروی ہیں (اوجز المسالک جلد۳ صفحہ ۳۵۴) **وجہ ثانی**......افراد کے راوی چار صحابہؓ ہیں۔عائشہؓ،ابن عمرؓ، جابرؓ، ابن عباسؓ لیکن ان سے قران کی روایات بھی منقول ہیں جبکہ قران کے ناقلین بعض دوسرے صحابہ کرامؓ بھی ہیں مثلاً براء بن عازبؓ، عمر بن الخطابؓ، انس بن مالکؓ، عمران بن حصین، حفصہؓ وغیرھم اور ان کی روایتیں تعارض سے سالم ہیں۔**وجہ ثالث**......قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں کہ امام طحاویؒ نے حضور ﷺ کے حج قران کے دلائل کے بارے میں ایک ہزار ورق پر مشتمل کتاب لکھی ہے۔

باب قصة حجة الوادع ......الفصل الاول (۲۲۴) ......عن جابرؓ بن عبد اللهؓ......قوله' لابل لابدابد ......مسئله خلافیه فسخ حج......

امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک حج کا عمرے کے ساتھ فسخ کرنا رسم جاہلیت کو توڑنے کے لئے تھا اور یہ فسخ......حجۃ الوداع کے ساتھ خاص تھا اور اب بعد میں جائز نہیں۔امام احمدؒ کے نزدیک تا قیامت جائز ہے۔

دلیل جمہور......عن بلال بن الحارث عن ابیهؓ قال قلت یا رسول الله ارأیت فسخ الحج بالعمرة لنا خاصة ام للناس عامة فقال ﷺ بل لنا خاصة (رواہ ابوداؤد والنسائی)

دلیل حنابلہ......حدیث باب ہے۔**جواب**......روایت مذکورہ کے قرینے سے لابد کا مطلب یہ ہے کہ ایام حج میں عمرے کا ادا کرنا تا قیامت جائز ہے۔**قوله' فصلی بها المغرب والعشاء باذان واحد واقامتین** ......**مسئله خلافیه** (۲۲۵)......**کیفیت جمع تاخیر**......امام ابوحنیفہؒ احمدؒ کے نزدیک مزدلفہ کی جمع تاخیری میں ایک اقامت افضل ہے اور شافعیؒ، زفرؒ، طحاویؒ، ابن ہمامؒ کے نزدیک دو اقامتیں بہتر ہیں۔**دلائل احناف نمبر ۱**......عن جابرؓ ان رسول الله ﷺ صلی المغرب و العشاء بجمع باذان واحد واقامة واحدة ولم یسبح بینهما (رواہ ابن ابی شیبہ)

نمبر۲......عن ابن عمرؓ قال جمع رسول الله ﷺ بین المغرب والعشاء بجمع صلی المغرب ثلاثا والعشاء رکعتین باقامة واحدة (رواہ مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۱۷)

دلیل شوافع......حدیث باب ہے۔**جواب نمبر ۱**......اگر دونوں نمازوں میں کھانے وغیرہ کا فاصلہ ہو جائے تو دوسری اقامت مسنون ہے اور یہ حدیث فصل ہی پر محمول ہے کہ بعض صحابہ کرام نے اسباب سفر کی

مشغولیت کی وجہ سے فصل کیا اور پھر دوسری اقامت کہی پھر چونکہ صحابہؓ کرام کا یہ عمل آپ کی اجازت سے تھا اس لئے مجازاً آپ ﷺ کی طرف نسبت کر دی۔ جواب نمبر۲...... احادیث مختلف ہیں لہٰذا قیاس کو مرجح بنانا چاہئے اور قیاس کا فیصلہ یہ ہے کہ عرفات میں تو عصر کے لئے دوسری اقامت کہی جائے کیوں کہ عصر اپنے وقت سے قبل پڑھی جارہی ہے تو اقامت سے اعلام ہو جائے گا کہ عصر بھی ابھی پڑھی جارہی ہے بخلاف مزدلفہ میں عشاء کے کہ وہ اپنے وقت میں پڑھی جارہی ہے لہٰذا دوسری اقامت کی ضرورت نہیں۔

وعن عائشہؓ...... قولہ' واما الذین جمعوا الحج و العمرۃ فانما طافوا طوافاً واحداً (صفحہ ۲۲۵) **مسئلہ خلافیہ عدد طواف قارن**...... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قارن پر دو سعی اور دو طواف ہیں ایک عمرے کی وجہ سے اور دوسرا طواف قدوم حج کے لئے اور آئمہ ثلثہؒ کے نزدیک صرف ایک طواف قدوم ہی ہے تو ان کے نزدیک عمرے کے افعال حج کے افعال میں داخل ہیں۔

دلائل احناف نمبر۱...... عن عمران بن حصینؓ ان النبی ﷺ طاف طوافین و سعیٰ سعیین (رواہ الدارقطنی) **نمبر۲**...... محمد بن حنفیہؒ کی روایت میں ہے انہ' قد جمع بین الحج والعمرۃ فطاف لھما طوافین و سعی لھما سعیین وحدث ان علیا فعل ذلک وقد حدثہ ان رسول اللہ ﷺ فعل ذلک۔ (سنن کبریٰ، نسائی، نصب الرایہ، حافظ ابن حجر الدرایہ میں فرماتے ہیں رواتہ موثقون۔

دلیل آئمہ ثلثہ...... حدیث باب ہے۔ **جواب نمبر۱**...... اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قارن نے ایک ہی احرام میں دو طواف کئے اور بیچ میں احرام نہیں کھولا تو گویا یہ متمتعین کے مقابلے میں حکماً و مجازاً ایک ہی طواف ہوا اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس سے پہلے یہ جملہ آیا ہے قالت ای عائشہؓ فطاف الذین کانوا اھلوا بالعمرۃ بالبیت و بین الصفاء والمروۃ ثم حلوا ثم طافوا طوافا بعد ان رجعوا من منیٰ۔

جواب نمبر۲...... متمتع کے لئے دو طواف حلت ہیں اور قارن پر صرف ایک طواف حلت ہے یعنی طواف زیارت جس کے بعد قارن حج و عمرہ دونوں کے احرام سے فارغ ہو جاتا ہے تو حدیث میں طواف واحد سے مراد طواف حلت ہے۔ **جواب نمبر۳**...... امام طحاویؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اور علامہ انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں طواف واحد سے مراد طواف عمرہ ہے جو کہ فرض ہے پھر طواف قدوم کا اس میں تداخل ہو گیا ہے جیسا کہ فرض نمازوں میں تحیۃ المسجد کا تداخل ہو جاتا ہے۔ لیکن آئمہ ثلاثہ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا پہلا طواف قدوم کا تھا جو کہ سنت ہے نہ کہ طواف عمرہ مگر چوں کہ ضعیف قوی کو متضمن نہیں ہو سکتا اس لئے یہ توجیہ مرجوح ہے۔

باب دخول مکۃ والطواف...... الفصل الثانی...... عن المهاجر

المکی ......**قوله' فلم نكن نفعله'** (صفحہ ۲۲۷) **مسئلہ خلافیہ رفع یدین عند نظر البیت** امام ابوحنیفہ، احمد، شافعی کے نزدیک جب بیت اللہ پر نظر پڑے تو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مسنون ہے۔ لیکن امام مالک کے نزدیک ہاتھ نہ اٹھائے۔ **دلیل جمہور**...... عن ابن جريج قال كان النبی ﷺ اذا رأى البيت رفع يديه وقال اللهم زد هذا البيت تشريفا (مسند شافعی) **دلیل مالکیہ**...... حدیث باب ہے۔ **جواب نمبرا**...... علامہ بیہقی فرماتے ہیں کہ مثبت نافی پر مقدم ہے۔ **جواب نمبر۲**...... ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اثبات پہلی دفعہ دیکھنے پر محمول ہے اور نفی بار بار دیکھنے پر محمول ہے (مرقات)

جواب نمبر۳...... نفی وجوب کی ہے اور اثبات استحباب کا ہے۔

باب ......الفصل الاول ......عن عبد الله بن عمرو بن عاص ......**قوله' اذبح ولا حرج** (۲۳۳) ...... **مسئلہ خلافیہ ترتیب افعال یوم النحر** ......ابوحنیفہ و مالک کے نزدیک دسویں تاریخ ذی الحجہ میں قارن و متمتع کے لئے رمی، ذبح، حلق، وطواف زیارۃ ان چاروں افعال میں ترتیب واجب ہے ورنہ دم لازم آئے گا اور شافعی و احمد کے نزدیک ترتیب محض سنت ہے۔

دلیل احناف...... عن ابن عباس قال من قدم شيئا من حجه او اخر فليهرق لذلك دما (ابن ابی شیبہ، طحاوی، موطا محمد) **دلیل شوافع** ......حدیث باب ہے کیوں کہ آنحضرت ﷺ نے تقدیم و تاخیر پر کوئی چیز واجب نہیں فرمائی۔ **جواب نمبرا**...... حرج سے مراد گناہ ہے یعنی لاعلمی یا نسیان کی بناء پر گناہ نہیں باقی یہاں دم کی نفی مقصود نہیں اس پر دو قرائن ہیں۔ **قرینہ اولیٰ**...... لا حرج کے راوی ابن عباس کا فتویٰ وجوب دم کا ہے معلوم ہوا کہ انہوں نے لا حرج سے گناہ کی نفی سمجھی۔ **قرینہ ثانیہ**...... آگے فصل ثالث کی حدیث اسامہ بن شریک میں یہ لفظ آرہے ہیں لا حرج الا على رجل افترض عرض مسلم وهو ظالم فذلك الذى حرج وهلك (رواہ ابوداؤد، مشکوۃ جلد ا، صفحہ ۲۳۳) اس میں لا حرج سے گناہگار کا استثناء کیا ہے۔ **جواب نمبر۲**...... یہ ابتدائے اسلام کے واقعات ہیں جبکہ احکام و مسائل کی تعلیم دی جارہی تھی تو ایسے وقت میں شریعت نے ناواقفیت کو عذر سمجھا اور گناہ اور دم میں سے کسی چیز کو واجب نہیں کیا۔

باب ما يجتنبه المحرم (۲۳۵) ......**الفصل الاول** ......**وعن عثمان** ، **قوله' لا ينكح المحرم** ...... **مسئلہ خلافیہ نکاح محرم** ......ابوحنیفہ کے نزدیک حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ناجائز ہے۔

دلائل احناف نمبرا...... عن ابن عباس ان النبی ﷺ تزوج ميمونة وهو محرم (متفق علیہ

مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۲۳۵) **نمبر۲**...... محرم کے لئے باقی عقود و معاملات جائز ہیں تو ان پر قیاس کرتے ہوئے نکاح بھی جائز ہونا چاہیے۔ **جمہور کی دلیل اول**..... حضرت عثمانؓ کی حدیث باب ہے۔

جواب...... حدیث مذکور کے قرینے سے لا ینکح المحرم میں نہی کراہت تنزیہیہ کے لئے ہے جیسا کہ لایخطب میں آپ کے نزدیک بھی نہی کراہت تنزیہیہ کے لئے ہے۔ **دلیل ثانی وثالث**..... حدیث یزید بن اصمؓ (مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۲۳۵) اور حدیث ابی رافعؓ (مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۲۳۶) کہ آنحضرت ﷺ نے حلال ہونے کی حالت میں حضرت میمونہؓ سے نکاح فرمایا ہے۔ **جواب نمبر۱**...... آنحضرت ﷺ نے یہ نکاح عمرۃ القضاء کے لئے مکہ کو جاتے وقت مقام سَرِف پر کیا جو مکہ سے دس میل پر ہے پھر واپسی میں اسی مقام پر ولیمہ کیا تو ان دونوں احادیث میں نکاح سے مراد نکاح کی شہرت، صحبت، جماع، رخصتی اور ولیمہ ہے چنانچہ ایک حدیث میں صراحۃً مروی ہے تزوجها وهو محرم وبنیٰ بها وهو حلال ۔ **جواب نمبر۲**...... ان دونوں احادیث کے مقابلے میں حدیث ابن عباسؓ تین وجوہ سے راجح ہے۔ **وجہ اول**...... ابن عباسؓ کی حدیث صحاح ستہ میں موجود ہے لیکن حدیث یزیدؒ بخاری ونسائی میں نہیں۔ **وجہ ثانی**...... ابن عباسؓ افقہ، اضبط اور احفظ ہیں۔ **وجہ ثالث**...... حضرت عباسؓ حضرت میمونہؓ کی طرف سے وکیل نکاح تھے تو ان کے صاحبزادے کو واقعہ کا علم زیادہ ہو سکتا ہے۔ **صاحب مصابیح کی طرف سے حدیث ابن عباسؓ کی توجیہ**..... صاحب مصابیح نے روایات حلت وحرمت میں یوں تطبیق دی ہے کہ تزوج تو حلال ہونے کی حالت میں ہوا تھا لیکن اس کی شہرت محرم ہونے کی حالت میں ہوئی۔ **جواب**...... یہ بات تو تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ یہ نکاح مقام سرف میں ہوا ہے تو اب یہ نکاح دو حال سے خالی نہیں یا تو مکہ کو جاتے وقت ہوا یا آتے وقت ہوا۔ اگر جاتے وقت ہوا ہے تو آپ محرم تھے اور اگر آتے وقت ہوا واپسی میں مقام سرف میں ہوا ہے تو واقعی آپ ﷺ اس وقت حلال تھے لیکن سوال یہ ہے کہ اس کے بعد کون سا احرام ہے جس میں اس کی شہرت ہوئی۔ فلہٰذا تطبیق وہی راجح ہے جو احناف نے دی ہے۔

باب المحرم یجتنب الصید (صفحہ ۲۳۶)...... **مسئلہ خلافیہ**...... محرم خود شکار کرے یا اس کے حکم یا اشارے یا دلالت یا اعانت واجازت سے غیر محرم شکار کرے تو ایسا شکار محرم کے لئے بالاتفاق ناجائز ہے بلکہ محرم پر جزاء بھی لازم ہے لیکن اگر غیر محرم محرم کو کھلانے کی نیت سے بدوں محرم کے امر وغیرہ کے شکار کرے تو اس میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ شکار محرم کے لئے حلال ہے۔ اور آئمہ ثلثہ کے نزدیک وہ شکار بھی حرام ہے اور بعض صحابہؓ وتابعینؒ کے نزدیک شکار و مطلقاً محرم کے لئے حرام ہے اگر چہ اس

نے امروغیرہ بھی نہ کیا ہو اور وہ شکار اس کی نیت سے بھی نہ کیا گیا ہو۔ **دلیل احناف**......حدیث ابی قتادہؓ فلما اتوا رسول اللہ ﷺ قال امنکم احد امرہ ان یحمل علیھا او اشار الیھا قالوا لا قال فکلوا ما بقی من لحمھا (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۲۳۶) اس واقعے میں آنحضرت ﷺ نے محرمین سے تو تحقیق فرمائی کہ تم نے امر یا اشارہ وغیرہ تو نہیں کیا تھا لیکن خود ابو قتادہؓ سے یہ نہیں پوچھا کہ تم نے محرمین کو کھلانے کی نیت سے تو شکار نہیں کیا تھا معلوم ہوا کہ اگر نیت کی بھی ہوتی تب بھی کھانا حلال و جائز ہے۔ **دلیل آئمہ ثلاثہ**......حدیث جابرؓ مرفوعاً لحم الصید لکم فی الاحرام حلال ما لم تصیدوہ او یصاد لکم (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۲۳۶) **جواب نمبر ا**......حدیث مذکور کے قرینے سے یہاں مضاف محذوف ہے ای یصاد لامر کم کہ تمہارے امر اور اشارے وغیرہ سے شکار نہ کیا جائے ورنہ وہ تمہارے لئے حلال نہ ہوگا۔ **جواب نمبر ۲**......یہ روایت زندہ جانور......پر محمول ہے۔

دلیل بعض اسلاف......حدیث صعب بن جثامہؓ کہ حضور اکرم ﷺ نے حمار وحشی کو رد فرما دیا تھا (مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۲۳۶) **جواب نمبر ا**......وہ حمار وحشی زندہ تھا۔ **جواب نمبر ۲**......حضور ﷺ نے یہ خیال فرمایا کہ یہ خاص میرے لئے شکار کیا گیا ہے تو تقویٰ کی بناء پر قبول نہ فرمایا۔

الفصل الثانی ......وعن عبد الرحمن بن ابی عمارؒ ......قولہ' فقلت ایؤکل فقال نعم ......**مسئلہ خلافیہ حلت وحرمت اکل ضبع** ......ابوحنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک ضبع مکروہ تحریمی ہے اور شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک حلال ہے۔

دلائل احناف نمبر ا...... عن خزیمۃ بن جزیؓ قال سالت رسول اللہ ﷺ عن اکل الضبع قال اویاکل الضبع احد (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۲۳۷) اور گو یہ حدیث محض ایک سند کے لحاظ سے ضعیف ہے مگر دوسری روایات واسانید سے مؤید ہونے کے سبب قابل استدلال ہے بلکہ مجتہد کا استدلال خود اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہے اگرچہ بعد کے زمانے میں طول سند کی وجہ سے ضعف پیدا ہو گیا ہو **نمبر ۲**...... عن ابی ہریرۃؓ مرفوعاً قال کل ذی ناب من السباع فاکلہ حرام (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۳۵۹) اور ضبع بھی کچلی والا درندہ ہے اور اگرچہ مذکورہ بالا دو روایات کا تقاضا یہ ہے کہ ضبع حرام ہو مگر حلت کی روایات کی وجہ سے کراہت کا قول کیا گیا ہے۔ **دلیل شوافع** ......حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ا......تعارض روایات کے وقت محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے۔

جواب نمبر ۲......روایات مذکورہ کے قرینے سے یہاں حلت اکل مع کراہت تحریمی ہے۔

باب الاحصار و فوت الحج

(صفحہ۲۳۰) مسئلہ خلافیہ...... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرض اور دشمن دونوں سے احصار ثابت ہو جاتا ہے اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک صرف دشمن کے روکنے سے ہوتا ہے۔ دلائل احناف نمبر۱...... عن الحجاج بن عمروؓ والانصاری مرفوعًا من کسر او عرج فقد حل و علیه الحج من قابل (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی وغیرھم، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۲۳۷)
نمبر۲...... قرآن مجید میں فان احصرتم کا لفظ آیا ہے اور لغت میں احصار دراصل بیماری کے ساتھ اور حصر دشمن کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ آئمہ لغت میں سے فراء بن سکیت ابوعبیدہ اخفش کسائی وغیرھم نے اس کی تصریح کی ہے اور اگر احصار عام بھی ہو تو دشمن کے ساتھ مرض کو بھی شامل ہے۔
دلیل آئمہ ثلٰثہ...... یہ ہے کہ حدیبیہ میں دشمن نے روکا تھا اس پر آیت احصار نازل ہوئی اور مرض دشمن کے حکم میں نہیں تا کہ قیاس والحاق کیا جاسکے۔ جواب...... مسلمہ قاعدہ ہے کہ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المورد بالخصوص جبکہ روایات سے بھی عموم معلوم ہوتا ہے۔

بـاب حرم المدينة حرسها الله تعالىٰ

(صفحہ۲۳۸) مسئلہ خلافیہ...... ابو حنیفہؒ کے نزدیک حرم مدینہ حرمت وتعظیم کے لحاظ سے ہے اور شکار اور قطع شجر وغیرہ کی حرمت کے اعتبار سے نہیں تو حرم مدینہ میں ان کے نزدیک شکار وغیرہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے حرام یا موجب جزا نہیں اور آئمہ ثلاثہؒ کے نزدیک حرم مدینہ میں حرم مکہ کی طرح شکار کرنا وغیرہ بھی منع ہے۔ البتہ مالکؒ وشافعیؒ کے نزدیک ضمان نہیں۔
دلائل احناف نمبر۱...... عن ابی سعیدؓ عن النبی ﷺ قال ولا تخبط فیها شجرة الا لعلف (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۲۳۹) ظاہر ہے کہ حرم مکہ کا درخت چارے کے لئے بھی جھاڑنا جائز نہیں اور حرم مدینہ میں یہ جائز ہے معلوم ہوا کہ دونوں کا حکم برابر نہیں۔ نمبر۲...... حدیث انسؓ کہ میرے چھوٹے بھائی کی ایک بلبل تھی جس سے وہ کھیلتا تھا جب وہ مرگئی تو آنحضرت ﷺ نے مزاحًا فرمایا یا ابا عمیر ما فعل النغیر (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ ۴۱۶) اگر حرم مدینہ حرم مکہ کی طرح ہوتا تو آپ ﷺ نغیر کے چھوڑ دینے کا حکم فرما دیتے۔ دلیل ائمہ ثلاثہ...... احادیث باب ہیں مثلاً وانی حرمت المدینة حرامًا وغیر ذلک مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۲۳۱) جواب نمبر۱...... مذکورہ احادیث سے یہ منسوخ ہے۔ جواب نمبر۲...... احادیث مذکورہ کے قرینے سے یہ حرمت تعظیم کے معنیٰ میں ہے نہ کہ حرام ہونیکے معنیٰ میں جیسا کہ حدیث زبیرؓ میں ہے ان صیدوج وعضاهه حرم محرم لله (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۲۴۰) اور یہ آپ کے نزدیک بھی مؤول ہے کیوں کہ مقام وج حرمین کی بھی حدود سے باہر طائف کی جانب میں ہے فما هو جوابکم فهو جوابنا.

کتاب البیوع ......

باب الکسب و طلب الحلال ......الفصل الاول ......وعن رافع بن خدیج ؓ ...... قولہ' ثمن الکلب خبیث ...... مسئلہ خلافیہ ......

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کتے کی بیع جائز ہے البتہ کلب عقور جو تعلیم کے قابل نہ ہو اسکی بیع ناجائز ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے۔ دلائل احناف۔ نمبر ۱...... عن جابرؓ ان النبی ﷺ نھی عن ثمن السنور والکلب الا کلب صید (نسائی بسند جید)

نمبر ۲...... عن جابرؓ ان النبی ﷺ نھی عن ثمن الکلب الا الکلب المعلم (نسائی ومسند احمد)

نمبر ۳...... حضرت عثمانؓ بن عفانؓ نے ایک شخص سے کتے کی قیمت کے بدلہ میں چالیس اونٹ تاوان میں وصول کیے تھے اسی طرح حضرت عمرو بن عاصؓ نے چالیس درہم جرمانہ کے وصول فرمائے تھے۔

دلیل شوافع ...... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱...... خبیث بمعنی مکروہ تنزیہی ہے۔

جواب نمبر ۲...... مذکورہ روایات کے قرینے سے یہ ابتداء اسلام پر محمول ہے اور منسوخ ہے کیوں کہ ابتداء میں کتوں کے بارے میں سخت احکام تھے اور ان کو قتل کرنے کا حکم بھی تھا بعد میں تخفیف کردی گئی۔

جواب نمبر ۳...... یہ کلب عقور پر محمول ہے۔

باب الخیار ...... الفصل الاول (صفحہ ۲۴۰) عن ابن عمرؓ ...... قولہ' المتبایعان کل واحد منھما بالخیار علیٰ صاحبہٖ مالم یتفرقا ...... مسئلہ خلافیہ خیار مجلس

شریعت میں خیار شرط، خیار رویت خیار عیب خیار تعیین خیار قبول پانچوں قسمیں بالاتفاق ثابت و جائز ہیں البتہ خیار مجلس مختلف فیہ ہے۔ شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک ثابت ہے۔ ابوحنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک لازم نہیں بلکہ صرف مستحب ہے۔

دلائل احناف نمبر ۱...... ایجاب و قبول کے ذریعے عقد تام ہو چکا ہے اور ارشاد باری ہے اوفوا بالعقود (پارہ ۶) جب تراضی سے عقد اور ایجاب و قبول تام ہو چکا ہے تو اب زبردستی واپس کرنا ایفائے عہد کے منافی ہے۔

نمبر ۲...... عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ولا یحل لہ ان یفارق صاحبہ خشیۃ ان یستقیلہ (رواہ الترمذی وغیرہ مشکوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۴۴) کیونکہ اقالہ عقد کے پورا ہو جانے کے بعد ہوتا ہے معلوم ہوا کہ خیار مجلس نہیں اگر خیار مجلس ہوتا تو اس کو اقالہ اور واپس کرنے کا مطالبے کی ضرورت نہ ہوتی۔

دلیل شوافع ...... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱...... اس حدیث میں خیار سے خیار قبول اور تفرق سے

تفرق بالاقوال یعنی ایجاب وقبول کے ذریعے عقد سے فراغت مراد ہے مطلب یہ ہے کہ جب تک ایجاب و قبول سے فراغت نہ ہو اس وقت تک ہر ایک کو رد کرنے کا خیار حاصل ہے کہ ایجاب والا ایجاب واپس کر لے یا دوسرا آدمی قبول نہ کرے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ بعض روایات میں ما لم یتفرقا عن بیعھما کے الفاظ آئے ہیں و نیز ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے مالم یتفرقا عن منطق البیع ۔ پھر تفرق کا اطلاق تفرق بالابدان کی طرح تفرق بالاقوال پر بھی آتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے واعتصموا بحبل لله جمیعًا ولا تفرقوا (پارہ ۴) اور تفریق زوجین کے متعلق ارشاد ہے وان یتفرقا یغن الله کلا من سعته (پارہ ۵)۔

جواب نمبر۲...... اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ خیار مجلس مراد ہے تو پھر یہاں خیار مجلس کا لزومی طور پر ثابت کرنا مقصود نہیں بلکہ محض اس کا استحباب بیان کرنا مقصود ہے اور استحباب کے ہم بھی قائل ہیں۔

باب الربوٰا ...... الفصل الاول ...... وعن جابرؓ ،قوله' فاشتراه بعبدين اسودين (صفحہ ۲۴۰) **مسئلہ خلافیہ بیع الحیوان بالحیوان......** حیوان کی بیع حیوان سے دست بدست تفاضل کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے البتہ بیع نسیئہ میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ و احمدؒ کے نزدیک منع ہے کیونکہ اتحاد جنس کی وجہ سے نسیئہ حرام ہے اور شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک جائز ہے۔

دلیل احناف...... حدیث سمرہ بن جندبؓ ان النبی ﷺ نهی عن بیع الحیوان بالحیوان نسیئة (رواہ الترمذی وغیرہ، مشکوۃ جلد ۱، صفحہ ۲۴۵) **شوافع کی دلیل اول......** حدیث باب ہے کیوں کہ یہ مطلق ہے

جواب...... سیاق وسباق کی وجہ سے و نیز یہ حدیث مذکور کے قرینے سے یہ نقد پر محمول ہے۔

دلیل ثانی...... حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فکان یاخذ البعیر بالبعیرین الیٰ ابل الصدقة (رواہ ابوداؤد و مشکوۃ جلد ۱، صفحہ ۲۴۵) **جواب نمبر۱......** یہ حدیث ضرورت و مجبوری اور ابتدائے اسلام پر محمول ہے۔ **جواب نمبر۲......** یہ حکم آیت ربوٰا سے پہلے کا ہے جو معاملات کے باب میں سب اخیر میں نازل ہوئی ہے تو اب یہ حکم منسوخ ہے اس نسخ پر قرینہ یہ ہے کہ سمرہ بن جندبؓ کی حدیث میں نہی کا لفظ آیا ہے اور نہی اس فعل سے ہوتی جو پہلے جاری ہے۔ معلوم ہوا کہ اس قسم کی بیع پہلے ہوتی تھی پھر ممانعت ہوگئی۔

الفصل الثانی ...... وعن سعد بن ابی وقاصؓ ......قوله' سئل عن شری التمر بالرطب (صفحہ ۲۴۵) **مسئلہ خلافیہ بیع التمر بالرطب......** امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تمر کی بیع رطب سے جائز ہے جبکہ دونوں برابر ہوں اور بیع دست بدست ہو۔ لیکن مالکؒ، امام شافعیؒ، احمدؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک ناجائز ہے کیوں کہ بعد میں مماثلت نہیں رہے گی۔ **دلیل احناف......** یہ ہے کہ تمر اور رطب دونوں ہم جنس ہیں

اور رطوبت و یبوست یہ دونوں اوصاف ہیں اور اموال ربویہ میں اوصاف کا اعتبار نہیں ہوتا کما جاء فی الحدیث جیدها وردیها سواء لہذا یہ بیع جائز ہے۔ دلیل جمہور...... حدیث باب ہے فنهاه عن ذلک۔

جواب نمبر۱...... یہ نہی تشفیقی ہے تاکہ رطب کے خشک ہو جانے کے بعد بائع کا نقصان نہ ہو۔

جواب نمبر۲...... یہ حدیث بیع نسیہ پر محمول ہے اس کا قرینہ یہ ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ کی دوسری روایت میں یوں مذکور ہے ان رسول اللهﷺ نهى عن بيع الرطب بالتمر نسيئة (ابوداؤد، والدارقطنی ،مستدرک حاکم لہذا یہاں بھی نسیہ کی قید ملحوظ ہے۔

وعن سعيد بن المسيبؒ مرسلا ......قوله نهى عن بيع اللحم بالحيوان

...... مسئلہ خلافیہ بیع اللحم بالحیوان ......امام ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ اور احمدؒ کے نزدیک گوشت کی بیع حیوان سے نقدًا جائز ہے کیوں کہ گوشت موزون ہے اور حیوان غیر موزون ہے لہذا اتحاد قدر نہ ہونے کی وجہ سے کمی بیشی کے احتمال کے باوجود یہ بیع جائز ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک صرف اس صورت میں جائز ہے جبکہ گوشت کی مقدار زیادہ ہوتا کہ جانور کے گوشت کے مقابلے میں گوشت کی مقدار ہو جائے اور اسکی کھال وغیرہ کے مقابلے میں باقی گوشت ہو جائے۔ شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک یہ بیع مطلقا نا جائز ہے یعنی نقدًا بھی اور نسیئۃً بھی۔ دلیل شوافع ......حدیث باب ہے۔ جواب ......اہل جاہلیت اس طریقے سے جوا کھیلتے تھے جیسا کہ سعید بن مسیبؒ کا قول ہے كان من ميسر اهل الجاهلية (رواہ فی شرح السنۃ، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۲۴۵) تو جوئے کے سدباب کے لئے یہ ممانعت کی گئی ہے۔

باب المنهى عنها من البيوع ......الفصل الاول ......وعن ابى هريرةؓ ...... قوله من اشترى شاة مصراة فهو بالخيار ثلثة ايام ......(صفحہ ۲۴۷)

مسئلہ خلافیہ......امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیع مصراۃ میں مشتری کے لئے واپسی کا خیار اور علیٰ ہذا ایک صاع کھجور کی واپسی یہ دونوں احکام وجوبی نہیں بلکہ محض استحبابی ہیں اور آئمہ ثلثہؒ و صاحبینؒ کے نزدیک وجوبی ہیں۔

دلائل احناف دلیل نمبر۱......عقد تام ہو چکا ہے لہذا واپسی کا خیار نہیں لقوله تعالىٰ اوفوا بالعقود (پارہ ۶) نمبر۲......قرآن میں ارشاد ہے فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم (پارہ ۲) اور جزاء سيئة سيئة مثلها (پارہ ۲۵) ان نصوص سے معلوم ہوا کہ چیز کا ضمان ضروری ہے اور کسی چیز کا ضمان بالمثل ہوتا ہے پھر مثل کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر۱...... صوری مثلاً دودھ کا ضمان دودھ سے۔ نمبر۲......معنوی مثلاً دودھ کی قیمت اور یہاں ظاہر ہے کہ کھجور کا صاع نہ تو دودھ کا مثل صوری ہے اور نہ اس کی قیمت ہے معلوم ہوا کہ یہ حکم

ضمان لازمی نہیں۔ (۳)......حدیث میں ہے ان الخراج بالضمان (رواہ فی شرح السنۃ، مشکوٰۃ جلد ا، صفحہ ۲۴۹) اس سے معلوم ہوا کہ جس کی ضمانت اور ذمہ داری میں چیز ہوتی ہے نفع اسی کا حق ہوتا ہے تو یہاں دودھ مشتری کا حق ہے کیوں کہ جانور اس کی ذمہ داری میں ہے اگر ہلاک ہوگا تو تاوان ونقصان مشتری پر ہوگا تو اسی طرح آمدنی ونفع بھی مشتری ہی کا ہونا چاہیئے تو پھر اس پر ضمان کیسے ہوسکتا ہے؟ **دلیل جمہور**......حدیث باب ہے۔ **جواب نمبرا**...... یہ حکم قضاءً نہیں بلکہ محض دیانۃً......استحبابی ہے جو دفع خصومت کے لئے ہے۔

جواب نمبر۲......مذکورہ بالا دلائل ونصوص سے یہ حدیث منسوخ ہے۔

باب ......الفصل الاول...... وعن جابرؓ ......قولہ فاستثنیت حملانه الیٰ اهلی (صفحہ ۲۴۹) ......**مسئلہ خلافیہ**......امام ابوحنیفہؒ وشافعیؒ کے نزدیک جانور کی بیع اس شرط پر کہ بائع اتنی مسافت سوار ہوگا مطلقاً ناجائز ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک مسافت کم ہو تو جائز ہے۔ زیادہ ہو تو ناجائز ہے۔ **دلیل احناف**......حدیث مشہور نهی رسول اللهﷺ عن بیع و شرط۔ **دلیل حنابلہ**......حدیث باب ہے۔ **جواب نمبرا**......حدیث مذکور کے قرینے سے یہ حضرت جابرؓ کے ساتھ مخصوص ہے کیوں کہ یہ بیع محض صوری تھی جس سے اصل مقصود انعام دینا تھا۔

جواب نمبر۲...... یہ شرط اصل عقد میں نہیں بلکہ عقد ہو جانے کے بعد محض ایک وعدہ اور عاریت کی شکل تھی چنانچہ اس حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ آئے ہیں قد اعرتک ظهره الی المدینة۔

جواب نمبر۳...... یہ تحریم شرط سے قبل کا واقعہ ہے۔

باب السلم والرهن (صفحہ ۲۵۰)...... **الفصل الاول ......وعن ابی هريرةؓ......قوله الظهر يركب بنفقته اذا كان مرهونا ......**

مسئلہ خلافیہ......امام ابوحنیفہؒ وشافعیؒ کے نزدیک مرہون چیز کا نفع دودھ وغیرہ راہن کا حق ہے اور نفقہ بھی اسی کے ذمے ہے اور مرتہن کے لئے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک مرتہن بقدر نفقہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ **دلائل احناف نمبرا**...... عن سعید بن المسیب ان رسول اللهﷺ قال لا یغلق الرّهن الرهن من صاحبه الذی رهنه له غنمه وعلیه غرمه (رواہ الشافعی مرسلاً مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۲۵۰) اور ابو ہریرۃؓ سے یہ حدیث متصلاً بھی مروی ہے۔ **نمبر۲**......اگر مرتہن کے لئے نفع اٹھانا جائز ہو تو ربوا لازم آئے گا جو

حرام ہے۔ دلیل حنابلہ..... حدیث باب ہے۔

جواب..... یہ تحریم ربٰوا سے قبل پر محمول ہے اور آیت وحدیث دونوں سے منسوخ ہے۔

باب الغصب والعارية (صفحہ ۲۵۶) ...... **الفصل الثانی** ...... **وعن امية بن صفوان عن ابيه** ...... **قوله' بل عارية مضمونة** ...... **مسئلہ خلافیہ**..... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عاریۃ امانت ہے تعدی ہوتو ضمان ہے اور بلا تعدی کے ضمان نہیں اور شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک مطلقاً ضمان لازم ہے۔ **دلائل احناف نمبرا**..... عن عبد الله بن عمرو بن العاصؓ مرفوعاً قال ليس على المستودع غير المغل ضمان وليس على المستعير غير المغل ضمان (رواہ الدارقطنی و البیہقی) **نمبر۲**..... عن عمروؓ قال العارية وديعة لا ضمان عليها الا ان يعدى (مصنف عبدالرزاق) **دلیل شوافع**..... حدیث باب ہے۔ **جواب نمبرا**..... مذکورہ احادیث کے قرینے سے یہ مؤول ہے اور مضمونہ کے معنی مؤداۃ و مردودۃ کے ہیں جیسا کہ آئندہ حدیث میں ہے العارية مؤداة باقی اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے صفوان کی تسلی کے لئے لفظ ضمان بولا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم ضرور واپس کریں گے جیسا کہ شی کا ضمان ضروری طور پر دیا جاتا ہے (التعلیق الصبیح) **جواب نمبر۲**..... صاحب تمہید کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اضطراب ہے چنانچہ بعض طرق میں مضمونۃ کے لفظ نہیں لہٰذا یہ ضعیف ہے۔

جواب نمبر۳..... یہ حدیث تعدی کی صورت پر محمول ہے۔

باب الشفعة (صفحہ ۲۵۶) **الفصل الاول** ..... **عن جابرؓ** ،**قوله' فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة** ...... **مسئلہ خلافیہ شفعہ جوار**..... ابوحنیفہؒ کے نزدیک شفعۂ جوار ثابت ہے۔ آئمہ ثلثہؒ کے نزدیک ثابت نہیں۔ **دلائل احناف نمبرا**..... عن ابی رافعؓ قال قال رسول الله ﷺ الجار احق بسقبه (رواہ البخاری، مشکوۃ جلدا، صفحہ ۲۵۶) **نمبر۲**..... حدیث جابرؓ مرفوعاً الجار احق بشفعته ينتظر لها وان كان غائبا اذا كان طريقهما واحدا (رواہ احمد وغیرہ، مشکوۃ جلدا، صفحہ ۲۵۷) **دلیل جمہور**..... حدیث باب ہے۔ **جواب**..... احادیث مذکورہ کے قرینے سے اس کا مطلب یہ ہے کہ تقسیم کے بعد شرکت والا شفعہ نہیں گو جوار والا شفعہ ہے۔

الفصل الثالث ..... **عن عثمان بن عفانؓ** ..... **قوله' ولا شفعة فى بير ولا فحل النخل** ..... مسئلہ خلافیہ..... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہر غیر منقول چیز میں شفعہ ہے خواہ وہ قابل تقسیم ہو خواہ نہ ہو اور شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک غیر قابل تقسیم چیز میں شفعہ نہیں مثلاً کنواں، چکی، حمام وغیرہ۔

دلیل احناف...... عن جابرؓ قال قضی النبی ﷺ بالشفعة فی کل ما لم یقسم (رواہ البخاری مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۲۵۶) کیوں کہ فی کل مالم یقسم کا لفظ عام ہے۔ دلیل شوافع...... حدیث باب ہے۔
جواب نمبر۱...... یہ حدیث موقوف ہے جو مرفوع کے مقابلے میں مرجوح ہے۔
جواب نمبر۲...... اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کنویں وغیرہ میں شفعہ کرنا لائق و مناسب نہیں۔

باب المساقات والمزارعة

(صفحہ۲۵۷)...... مسئلہ خلافیہ...... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مساقات و مزارعۃ دونوں ناجائز یعنی مکروہ ہیں اور مالکؒ و شافعیؒ کے نزدیک مساقات مطلقاً جائز ہے اور مزارعۃ صرف مساقات کے تابع ہو کر جائز ہے نہ کہ مستقلاً بھی اور متابعت کی صورت یہ ہے کہ درختوں کے درمیان جو صاف اور خالی زمین ہو اس میں الگ کام کرنا مشکل ہو۔ امام احمدؒ، اسحٰقؒ اور صاحبین کے نزدیک مساقات و مزارعۃ دونوں مطلقاً جائز ہیں۔ دلائل احناف نمبر۱...... عن جابرؓ قال نھی رسول اللہ ﷺ عن المخابرة الیٰ قولہ والمخابرة کراء الارض بالثلث و الربع (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۲۴۶) نمبر۲...... عن عبد اللہ بن عمرؓ قال کنا نخابر ولا نری بذلک بأسا حتی زعم رافع بن خدیج ان النبی ﷺ نھیٰ عنھا فترکنا من اجل ذلک (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۲۵۷) نمبر۳...... یہ اجارہ ارض ایک مجہول و معدوم چیز پر ہے جو جائز نہیں۔ دلیل شوافع...... یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر کی زمین اور باغات یہود کو بٹائی پر دیئے تھے۔ جواب...... خیبر کا معاملہ بجائے جزیہ کے خراج مقاسمہ کے طور پر کیا تھا اور یہود کو نصف پیداوار ان کی محنت کے پیش نظر بطور احسان کے دی جاتی تھی اس کا قرینہ یہ ہے کہ معاملہ خیبر میں کسی بھی حدیث میں مدت کی تعیین ثابت نہیں حالانکہ مزارعۃ میں تعیین مدت ضروری ہے دوسرا قرینہ یہ ہے کہ جزیے کے حکم کے باوجود کسی حدیث سے بھی یہود خیبر سے اس معاملے کے علاوہ جزیہ لینا ثابت نہیں۔ دلیل حنابلہ...... قیس بن مسلمؒ کی روایت ہے جو اسی باب کی فصل ثالث میں آرہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ و تابعین کے زمانے میں مزارعۃ کا عام رواج تھا۔ جواب...... اس وقت ضرورت و مجبوری اور رفع حاجت کی بناء پر فتوٰی دیا گیا تھا اور اب بھی فتوی اسی قول پر ہے۔
احادیث نہی مخابرہ کے تین جوابات نمبر۱...... یہ احادیث ابتداء پر محمول ہیں اور منسوخ ہیں اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ خلفاء کے زمانے میں مزارعۃ کا عام رواج تھا۔ نمبر۲...... نہی مزارعۃ صرف اس صورت میں ہے جبکہ کسی خاص قطعۂ زمین کی پیداوار کی شرط کر لی جائے جیسا کہ عن حنظلة بن قیسؒ اور عن رافع بن خدیجؓ قال کنا اکثر اھل المدینة حقلا الخ (مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ۲۵۷) والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے

نمبر۳...... نہی مزارعۃ کراہت تنزیہیہ کے لئے یعنی مزارعت کے خلاف ہے جیسا کہ عن عمرؓ و قال قلت لطاؤس الخ (مشکوٰۃ جلد۱ صفحہ۲۵۷) والی حدیث سے مفہوم ہوتا ہے۔

نمبر۴...... یہ نہی جہالت بدل کی صورت پر محمول ہے۔

الفصل الثانی ......عن رافع بن خدیج ؓ......قولہ من زرع فی ارض قوم بغیر اذنھم فلیس لہ من الزرع شئ ولہ نفقتہ (صفحہ۲۵۷) مسئلہ خلافیہ...... اگر ایک شخص دوسرے کی زمین میں بغیر اجازت کے کاشت کرلے تو اس کی پیداوار ابو حنیفہؒ کے نزدیک بیج والے کی ہے اور زمین والے کو کرایہ ملے گا۔ امام احمدؒ کے نزدیک پیداوار مالک زمین کی ہے اور بیج والے کے لئے صرف بیج ہے۔ **دلیل احناف**...... حضرت مجاہدؒ کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانے میں چار اشخاص نے شرکت کی اس طرح کہ ایک کا بیج دوسرے کی زمین اور تیسرے کی محنت اور چوتھے کے بیل ہوں گے ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا فیصلہ یہ ہے **فجعل الزرع لصاحب البذر وجعل لصاحب العمل اجرًا معلوما وجعل لصاحب الفدان درھما فی کل یوم والغی الارض فی ذلک** (رواہ الطحاوی بسند جید مرسلا) **دلیل حنابلہ**...... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر۱...... یہ حکم مصلحتاً بطور سزا کے تھا کیوں کہ زمین اس نے غصب کی تھی اور قرینہ حدیث مذکور ہے۔

جواب نمبر۲...... علامہ خطابی معالم السنن میں فرماتے ہیں **وحدیث رافع بن خدیج لا یثبت عند اھل العلم بالحدیث** اور امام بخاریؒ نے بھی اس کی تضعیف کی ہے کیوں کہ اس میں شریک راوی منفرد وضعیف ہے۔ جواب نمبر۳...... اس حدیث میں بیج والے کو پورا خرچ مل رہا ہے نہ کہ صرف بیج لہٰذا یہ آپ کی دلیل بھی نہیں بن سکتی۔

باب الاجارۃ ......الفصل الثالث (صفحہ۲۵۸) **عن عتبۃ بن الندرؓ ......قولہ ان موسیٰ علیہ السلام آجر نفسہ ثمان سنین او عشرا علیٰ عفۃ فرجہ**...... مسئلہ خلافیہ...... اگر کوئی آزاد مرد اپنی عورت کی خدمت پر نکاح کرے اور اس کی خدمت کو مہر بنائے تو یہ صورت ابو حنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے اور شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے ہاں اگر عورت کے علاوہ کسی اور شخص کی خدمت کی شرط ہو تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔ **دلائل احناف نمبر۱**...... **قولہ تعالیٰ ان تبتغوا باموالکم** (پارہ۵) اور بیوی کی خدمت ابتغاء بالمال نہیں۔ نمبر۲...... بیوی کی خدمت میں قلب موضوع لازم آتا ہے کیونکہ بیوی کو تو خادمہ ہونا چاہیئے نہ کہ مخدومہ۔ **دلیل شوافع**...... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر۱..... یہ حکم شریعت موسویہ میں درست تھا لیکن شریعت محمدیہ میں آیت مذکورہ کیساتھ منسوخ ہے۔
جواب نمبر۲..... یہاں بیوی کی خدمت نہ تھی بلکہ شعیب علیہ السلام کی خدمت کی شرط تھی اور یہ ہمارے نزدیک بھی درست و جائز ہے۔ جواب نمبر۳..... ممکن ہے کہ اصل مہر خدمت کے علاوہ کوئی اور چیز ہو لیکن خدمت کی شرط بطور تبرع و احسان کے ہو۔

باب احیاء الموات والشرب (صفحہ۲۵۹)..... **الفصل الاول..... عن عائشہؓ..... قولہ' من عمرا رضا لیست لاحد فھو احق** ..... مسئلہ خلافیہ
..... امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک احیاء موات میں اذن امام شرط ہے اور شافعیؒ و صاحبین کے نزدیک شرط نہیں۔ دلائل احناف نمبر۱..... حدیث ابن عباسؓ مرفوعًا لا حمیٰ الا للہ ورسولہ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد۳، صفحہ ۲۵۹) یعنی اذن امام کے بغیر ارض موات میں تصرف جائز نہیں۔ نمبر۲..... عن طاؤس مرسلا دعاوی الارض للہ ورسولہ ثم ھی لکم منی (رواہ الشافعی، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۲۵۹) جواب نمبر۳..... حدیث مشہور لیس للمرء الا ما طاب بہ نفس امامہ (مرقات)
دلیل شوافع..... حدیث باب ہے۔ جواب..... یہ مطلق ہے لہٰذا یہ مقید پر محمول ہے۔

باب العطایا ..... الفصل الاول وعن ابی ہریرۃ..... قولہ' العمریٰ جائزۃ (صفحہ۲۶۰) ..... مسئلہ خلافیہ..... عمریٰ میں تین صورتیں ہیں۔ نمبر۱..... جس میں معمرلہ کے ورثاء کی وراثت کی تصریح ہو مثلاً اعمرتک ھذہ الدار فاذا مت فھی لورثتک۔
نمبر۲..... جو مطلق ہو مثلاً اعمرتک ھذہ الدار۔ نمبر۳..... جس میں واپسی کی تصریح ہو مثلاً جعلتھا لک عمرک فاذا مت عادت الیّ تو ابو حنیفہؒ و شافعیؒ کے نزدیک تینوں صورتوں میں مطلقاً ہبہ ہے اور واپسی کی شرط باطل ہے لہٰذا معمرلہ کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء لیں گے۔ امام مالکؒ کے نزدیک تینوں صورتوں میں مطلقاً تملیک منفعت ہے لہٰذا معمرلہ کی موت کے بعد معمر کی طرف واپس ہوگا۔ دلائل جمہور نمبر۱..... عن جابرؓ عن النبی ﷺ قال ان العمریٰ میراث لا ھلھا (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۲۶۰)
نمبر۲..... فصل ثانی و ثالث کی تینوں احادیث۔ دلیل مالکیہ..... حدیث جابرؓ فاما اذا قال ھی لک ما عشت فانھا ترجع الیٰ صاحبھا (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد۱، صفحہ ۲۶۰) جواب..... یہ حضرت جابرؓ کا اپنا اجتہاد ہے جو حدیث مرفوع کے مقابلے میں مرجوح ہے۔

باب ..... الفصل الثانی وعن ابن عمرؓ وابن عباسؓ ..... قولہ' لا یحل

للرجل ان یعطی عطیة ثم یرجع فیها الا الوالد فیما یعطی ولده (صفحہ۲۶۱)......
مسئلہ خلافیہ رجوع فی الھبة ......امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اجنبی کے لئے ہبہ میں رجوع جائز مع الکراہۃ ہے اور والد کے لئے ناجائز ہے اور شافعیؒ کے نزدیک اس کے برعکس ہے کہ اجنبی کے لئے ناجائز اور والد کے لئے جائز ہے۔ دلائل احناف نمبرا......حدیث سمرہ بن جندبؓ مرفوعا اذا کانت الھبة لذی رحم محرم لم یرجع فیها (مستدرک حاکم، دارقطنی، بیہقی) نمبر۲......حدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعا الرجل احق بھبته مالم یثب منها (ابن ماجہ والدارقطنی) دلیل شوافع......حدیث باب ہے۔
جواب......مذکورہ نصوص کی وجہ سے یہ حدیث مؤول ہے کہ لا یحل نفی جواز کے لئے نہیں بلکہ نفی لیاقت کے لئے ہے اور الا الوالد کے استثناء کا مطلب یہ ہے کہ والد بوقت ضرورت اپنی اولاد کا مال مطلقا استعمال کر سکتا ہے خواہ وہ مال موہوب ہو یا کچھ اور ہو۔

باب اللقطة......(صفحہ۲۶۲)

یہاں چار مسائل خلافیہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ مدت تعریف لقطہ...... ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک تشہیر کی مدت مقرر نہیں بلکہ وہ مبتلیٰ بہ کی رائے پر موقوف ہے اور ائمہ ثلاثہ اور امام محمدؒ کے نزدیک قلیل و کثیر دونوں میں ایک سال کی تشہیر ضروری ہے۔ دلیل احناف ......مسند عبدالرزاق میں حضرت علیؓ کی مرفوع روایت میں تین دن کا اور ابوداؤد میں حضرت ابی بن کعبؓ کی مرفوع روایت میں تین سال کا ذکر آیا ہے۔
دلیل جمہور......حدیث زید بن خالدؓ ثم عرفها سنة (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلدا، صفحہ۲۶۲)
جواب......یہاں سال کا ذکر اکثر حالات کے اعتبار سے ہے۔ مسئلہ ثانیہ حکم استعمال لقطہ......ابو حنیفہؒ، ابن عباسؓ، ابن مبارکؒ، سفیان ثوریؒ کے نزدیک تعریف لقطہ کے بعد مالک نہ آئے تو ملتقط اگر فقیر ہو تو خود استعمال کر سکتا ہے اور غنی ہو تو اس پر صدقہ کرنا لازم ہے اور شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک ملتقط تعریف لقطہ کے بعد مطلقا خود استعمال کر سکتا ہے وان کان غنیا۔ دلیل احناف......عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ سئل عن اللقطة فقال ان اللقطة لا یحل شیئا فان جاء صاحبه فلیرده الیه وان لم یات فلیتصدق به (مسند بزار اور دارقطنی) دلیل شوافع ......عن ابی بن کعبؓ قال وجدت مرة فیها مائة دینار فاتیت النبی ﷺ الی قوله فان جاء صاحبها فبها والا فاستمتع بها (رواہ ابوداؤد) حالانکہ ابی بن کعبؓ غنی تھے۔ جواب......حضرت ابی بن کعبؓ پہلے فقیر تھے چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ نے ابی بن کعبؓ اور حسان بن ثابتؓ دونوں پر باغ بیرحا کا صدقہ کیا تھا لہٰذا

بعد میں غنی ہو جانے کے احتمال سے استدلال درست نہیں۔ **مسئلہ ثالثہ ضالۃ الابل**...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک گم شدہ اونٹ کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہوتو بکری کی طرح اس کا التقاط بھی مستحب ہے اور آئمہ ثلاثہؒ کے نزدیک اونٹ کا لقطہ بنانا خلاف اولیٰ ہے۔ **دلائل احناف نمبر ا**...... ہم اونٹ کو بکری پر قیاس کرتے ہیں۔ **نمبر ۲**...... ابتداء میں لقطے کا حکم صرف بکری کے لئے تھا بعد میں فساد زمانہ کی وجہ سے حضرت عثمانؓ نے التقاط ابل کا بھی حکم دے دیا۔ **دلیل جمہور**...... حدیث زید بن خالدؓ قال فضالة الابل قال مالک ولها معها سقاء ها وحذاء ها (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۶۲) **جواب**...... اس حدیث سے التقاط ابل کے ترک کا جواز معلوم ہوتا ہے وجوب ترک معلوم نہیں ہوتا۔ **مسئلہ رابعہ لقطۂ حرم**...... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حل وحرم کا لقطہ برابر ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک لقطہ حرم کی دائمی تعریف ضروری ہے اور تملک وتصدق درست نہیں۔ **دلیل احناف**...... ابن المنذرؒ نے عمرؓ، ابن عباسؓ، عائشہؓ، سعید بن مسیبؒ سے نقل کیا ہے ان حکم لقطة مكة كحكم سائر البلدان (زجاجۃ المصابیح جلد ۲، صفحہ ۲۰۰) **دلیل شوافع**...... عن عبدالرحمن بن عثمانؓ التیمی ان رسول الله ﷺ نهیٰ عن لقطة الحاج (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۶۲) **جواب**...... روایت مذکورہ کے قرینے سے یہ امن کے زمانے پر محمول ہے اور اب فساد ونقصان کا اندیشہ ہے لہٰذا اٹھانے میں فائدہ ہے۔

باب الفرائض ...... الفصل الثانی عن عبد الله بن عمرؓ ...... قوله' لا يتوارث اهل ملتين شتى (صفحہ ۲۶۳) **مسئلہ خلافیہ**...... اما ابوحنیفہؒ کے نزدیک غیر مسلم باوجود اختلاف مذہب کے باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں مثلاً یہودی، نصرانی، مجوسی وغیرہ اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ باہم بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں۔ **دلیل احناف**...... عن عمرؓ قال المشركون بعضهم اولياء بعض لانرثهم ولا يرثوننا (رواہ احمد) **دلیل جمہور**...... حدیث باب ہے۔
جواب...... الکفر ملة واحدة کے تحت ملتین سے مراد اسلام وکفر ہے۔

وعن المقدام...... قوله' والخال وارث من لا وارث له ...... مسئلہ خلافیہ......
امام ابوحنیفہؒ واحمدؒ کے نزدیک ذوی الفروض وعصبات نہ ہوں تو ذوی الارحام وراثت کے مستحق ہیں مثلاً ماموں، خالہ، پھوپھی وغیرہ اور شافعیؒ کے نزدیک وہ وراثت کے حق دار نہیں۔
دلائل احناف۔ نمبر ا...... قوله' تعالیٰ واولوا الارحام بعضهم اولیٰ ببعض فی کتاب الله (پارہ ۱۰، ۲۱) **نمبر ۲**...... حدیث باب۔ **دلیل شوافع**...... ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پھوپھی اور خالہ

کی وراثت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا اخبرنی جبرئیل ان لا شئ لھما۔
جواب نمبر ۱...... یہ ابتداء پر محمول ہے اور آیت سے منسوخ ہے۔ جواب نمبر ۲...... اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ذوی الفروض اور عصبات کے ہوتے ہوئے ان کو کچھ نہیں ملے گا۔ تم الجلد الاول۔

کتاب النکاح ...... (جلد ۲، صفحہ ۲۶۷)

یہاں دس مباحث ہیں۔ **البحث الاول** ...... معنی النکاح ...... نکاح کے لغوی معنی تداخل وطی جماع جمع ہونے ملنے ملانے کے ہیں اور شرعی تعریف ...... یہ ہے "ھو عقد یتحقق بالایجاب والقبول علیٰ ملک البضع قصدا بلفظی الماضی"۔

البحث الثانی ...... حکم النکاح ...... نکاح کے پانچ احکام ہیں۔ نمبر ۱...... ابتلاء زنا کے یقین ہو تو فرض ہے۔ نمبر ۲...... تو قان یعنی غلبۂ شہوت اور ابتلائے زنا کا ظن وخوف ہو تو واجب ہے۔ نمبر ۳...... اعتدال کی حالت ہو جبکہ گناہ کے ابتلاء کا نہ ظن ہو اور نہ یقین ہو تو سنت ہے لیکن ان تینوں صورتوں میں یہ شرط ہے کہ حقوق نکاح مثلاً صحبت، نفقہ، مہر کی ادائیگی پر قدرت بھی حاصل ہو۔ نمبر ۴...... اگر عورت پر ظلم اور عدم ادائیگی حقوق کا یقین ہو تو حرام ہے۔ نمبر ۵...... ان دونوں چیزوں کا ظن وخوف ہو تو مکروہ ہے۔

البحث الثالث ...... رکن النکاح ...... وہ ایجاب وقبول ہے بلفظ الماضی۔

البحث الرابع ...... لفظ النکاح ...... تزوج، تزویج، نکاح اور ہر وہ لفظ جو تملیک عین فی الحال پر دال ہو مثلاً بیع، شراء، ہبہ، صدقہ وغیرہ ہر ایسا لفظ نکاح میں استعمال ہو سکتا ہے نہ کہ وہ الفاظ جو اجارہ، عاریۃ، اباحت، وصیت پر دال ہوں۔ **البحث الخامس** ...... شرائط النکاح ...... وہ چار ہیں۔ نمبر ۱...... عاقدین میں سے ہر ایک اصالۃ یا وکالۃ یا دلالۃ دوسرے کے لفظ سنے۔ نمبر ۲...... ایسے دو گواہوں کا موجود ہونا جو آزاد، عاقل، بالغ مسلمان ہوں۔ نمبر ۳...... گواہوں کا اجتماعی طور پر متناکحین میں سے ہر ایک کے الفاظ کا سننا اگر دونوں نے صرف ایک کے الفاظ کو سنا یا ایک گواہ نے ایک طرف کے اور دوسرے گواہ نے دوسری طرف کے لفظ سنے یا دونوں نے متفرقاً سنا تو یہ نکاح شرعاً درست نہ ہوگا۔ نمبر ۴...... محل نکاح یعنی منکوحہ انسان ہو عورت ہو مشرکہ نہ ہو محرمات میں سے نہ ہو۔

البحث السادس ...... مقاصد نکاح ...... بڑے مقاصد تین ہیں۔ نمبر ۱...... بقائے نسل انسانی۔ نمبر ۲...... حفظ انساب۔ نمبر ۳...... خانگی زندگی کا استحکام

البحث السابع ...... مستحبات نکاح ...... یہ چھ ہیں۔ (۱)...... اعلان وتشہیر (۲)...... خطبۂ

نکاح (۳)...... مسجد میں ہونا (۴)...... جمعہ کے دن میں ہونا (۵)...... گواہوں کا عادل ہونا (۶)...... مخطوبہ کی رؤیت بشرطیکہ شہوت سے امن ہو اور بدنظری مقصود نہ ہو......

البحث الثامن...... فوائد و مصالح نکاح ...... بے شمار ہیں جن میں صرف پانچ یہ ہیں۔

(۱) صنف نازک کی ضروریات زندگی کا انتظام (۲) مرد و عورت کی عزت کی حفاظت (۳) اولاد صالحہ کا عطا ہونا (۴) نکاح کے سبب سے اقارب کی صلہ رحمی (۵) اس کی وجہ سے انفاق فی سبیل اللہ کی توفیق ہوتی ہے۔

البحث التاسع...... اوصاف منکوحہ ...... یہ آٹھ ہیں (۱)...... دینداری (۲)...... قلت مہر (۳)...... حسن صورت (۴)...... حسن سیرت واخلاق (۵)...... وَلُـود و وَدود ہونا (۶)...... بکارت (۷)...... نسبی شرافت (۸)...... بیوی کا صحت مند اور کم عمر ہونا۔

البحث العاشر...... مسئلہ خلافیہ ...... حالت اعتدال میں نکاح امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اور نفلی عبادت سے افضل ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اس صورت میں نکاح مباح ہے اور نفلی عبادت نکاح سے افضل ہے۔ **دلائل احناف نمبر۱**...... بجز یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے اور تمام انبیاء نے نکاح کیا ہے۔ جیسا کہ ایوب کی مرفوع حدیث ہے اربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواک والنکاح (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ جلد۱ صفحہ۴۴) اور عیسیٰ علیہ السلام بھی نزول کے بعد نکاح کریں گے اور حضور ﷺ نے بھی متعدد نکاح فرمائے اگر نفلی عبادت افضل ہوتی تو انبیاء علیہم السلام افضل کو اختیار فرماتے۔ **نمبر۲**...... کوئی عبادت ایسی نہیں جو آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک مشروع رہی اور پھر جنت میں بھی باقی ہو۔ سوائے نکاح وایمان کے۔ **دلیل شوافع** ...... یہ ہے کہ یحییٰ علیہ السلام نے نکاح نہیں کیا اور قرآن نے ان کی یہ صفت بطور مدح بیان کی ہے چنانچہ فرمایا وسیدا وحصورا ونبیا من الصّٰلحین (پارہ۳) حصور اس کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے عورتوں سے جدا رہے۔

جواب نمبر۱...... یہ شریعت من قبلنا کا حکم ہے جو اب منسوخ ہے لہٰذا حضور ﷺ کی سنت راجح ہے۔

جواب نمبر۲...... یہ حکم عام نہ تھا بلکہ یحییٰ علیہ السلام کے خاص احوال تھے مثلاً مجاہدہ نفس کے ذریعے شہوت نفس کا مغلوب کرنا یا طلب رزق حلال کے لئے فارغ نہ ہونا وغیرہ ذلک اس لئے ان کے حق میں حصور رہنا افضل تھا۔

باب الولی فی النکاح واستیذان المرأة...... (جلد۲، صفحہ۲۷۰)

یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں۔ **مسئلہ اولیٰ ولایت اجبار**...... یعنی کیا ولی عورت کی اجازت ورضا کے بغیر اس کا نکاح کرا سکتا ہے یا نہیں؟ تو ولایت اجبار کی علت ابوحنیفہؒ کے نزدیک صغر اور شافعیؒ کے نزدیک

بکارت ہے تو عورتوں کی چار صورتیں ہوئیں۔ نمبرا...... باکرہ صغیرہ۔ اس پر بالاتفاق ولایت اجبار ہے۔ نمبر۲...... ثیبہ بالغہ۔ اس پر بالاتفاق ولایت اجبار نہیں۔ نمبر۳...... ثیبہ صغیرہ۔ اس پر احناف کے نزدیک ولایت اجبار ہے اور شوافع کے نزدیک نہیں۔ نمبر۴...... باکرہ بالغہ۔ اس پر نمبر۳ کے برعکس شوافع کے نزدیک ولایت اجبار ہے لیکن احناف کے نزدیک نہیں۔......

دلائل احناف نمبرا...... حدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعاً لا تنکح البکر حتی تستاذن (متفق علیہ، مشکوۃ جلد۲، صفحہ ۲۷۰) اس حدیث میں البکر عام ہے مگر باکرہ صغیرہ پر بالاتفاق ولایت اجبار ہے معلوم ہوا کہ یہاں باکرہ بالغہ مراد ہے جس پر ولایت اجبار نہیں اور یہ مذہب شوافع کے خلاف ہے۔ نمبر۲...... عن ابن عباسؓ قال ان جاریۃ بکرا اتت رسول اللہ ﷺ فذکرت ان ابا ھا زوجھا وھی کارھۃ فخیرھا النبی ﷺ (رواہ ابوداؤد، مشکوۃ جلد۲، صفحہ ۲۷۱) یہ عورت باکرہ صغیرہ نہیں تھی ورنہ آپ اس کو باپ کے کئے ہوئے میں اختیار فسخ نہ دیتے بلکہ یہ باکرہ بالغہ تھی جس پر ولایت اجبار حاصل نہ تھی بلکہ صحت نکاح کے لئے اس کی اجازت ورضا شرط تھی اس لئے آپ نے اس کو خیار فسخ نکاح دے دیا۔

دلائل شوافع نمبرا...... حدیث لا تنکح الایم حتی تستامر۔ نمبر۲...... حدیث الایم احق نفسھا من ولیھا کیوں کہ ایم کے معنیٰ ثیبہ کے ہیں اور یہ مطلق ہے معلوم ہوا کہ ثیبہ صغیرہ پر بھی ولایت اجبار نہیں اور یہ احناف کے خلاف ہے۔ نمبر۳...... عن خنساء بنت خزامؓ ان اباھا زوجھا وھی ثیب فکرھت ذلک فاتت رسول اللہ ﷺ فرد نکاحھا (رواہ البخاری، مشکوۃ جلد۲، صفحہ ۲۷۰)

دلائل ثلثہ کا مشترکہ جواب...... یہ تینوں احادیث ثیبہ بالغہ پر محمول ہیں اس کا ایک قرینہ یہ ہے کہ حدیث اول میں حتی تستامر کے الفاظ ہیں جن سے معلوم ہوا کہ ثیبہ سے صریح اذن لینا شرط ہے حالانکہ ثیبہ صغیرہ سے صریح اذن بوجہ کثرت حیاء کے مشکل ہے دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اس سے اگلے جملے ولا تنکح البکر میں بالاتفاق باکرہ بالغہ مراد ہے تو اسی طرح یہاں بھی ثیبہ بالغہ مراد ہے اور ثیبہ بالغہ پر ہمارے نزدیک بھی ولایت اجبار نہیں۔ مسئلہ ثانیہ نکاح امراۃ بغیر اذن ولی...... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر بالغہ عورت کا از خود نکاح کرنا جائز ہے البتہ غیر کفو میں ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہے یہ ظاہر روایت ہے اور حسن کی روایت یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح کرنا باطل ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے اور شافعیؒ، احمدؒ، صاحبینؒ کے نزدیک یہ نکاح مطلقاً یعنی کفو میں بھی ناجائز ہے۔ دلائل احناف نمبرا...... قولہ تعالیٰ حتی تنکح زوجا غیرہ اور ان ینکحن ازواجھن اور فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن (پارہ۲) ان

آیات میں نکاح کا اسناد عورتوں کی طرف ہے اور اسناد میں حقیقت اسناد الی الفاعل ہے معلوم ہوا کہ عورتوں کو اپنے نکاح کا اختیار حاصل ہے۔ نمبر۲...... حدیث ابن عباسؓ مرفوعاً الایم احق بنفسها من ولیها (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ ۲۷۰) شوافع کی دلیل اول...... حدیث ابی موسیٰ مرفوعاً لا نکاح الا بولی (رواہ احمد وغیرہ، مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ ۲۷۰)

جواب...... دلائل مذکورہ کے قرینے سے یہ حدیث صغیرہ یا مجنونہ یا باندی کے نکاح پر یا غیر کفو پر محمول ہے۔

دلیل ثانی...... حدیث عائشہؓ مرفوعاً ایما امرأة نکحت نفسها بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل (رواہ احمد وغیرہ، مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ ۲۷۰) جواب...... اس حدیث کی راویہ حضرت عائشہؓ نے خود اپنی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰنؓ کا نکاح اپنے بھانجے عروہ بن زبیرؓ سے کر دیا جبکہ عبدالرحمٰنؓ جو اپنی لڑکی کے ولی تھے شام گئے ہوئے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے واپس آ کر ناگواری کا اظہار بھی کیا لیکن نکاح کو برقرار رکھا (طحاوی، موطا مالک) اور جب راوی کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو تو وہ نسخ یا تاویل کی دلیل ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا صغیرہ وغیرہ پر محمول ہے۔ دلیل ثالث...... حدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعاً لا تزوج المرأة المرأة ولا تزوج المرأة نفسها فان الزانیة هی التی تزوج نفسها (رواہ ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ ۲۷۱)

جواب...... دلائل مذکورہ کے قرینے سے یہ نہی تنزیہی ہے کیوں کہ یہ عورت کی حیاء کے بھی خلاف ہے اور نقصان عقل کے سبب اس کی مصلحت کے بھی خلاف ہے باقی فان الزانیة الخ والی عبارت کی تاویل یہ ہے کہ جب عورت کسی سے بغیر گواہوں کے یا غیر کفو میں نکاح کرے گی تو وہ نکاح باطل ہوگا اور عورت زانیہ ہوگی۔

باب اعلان النکاح والخطبة والشرط...... (جلد۲، صفحہ ۲۷۱)

الفصل الاول وعن ابن عمرؓ ...... ان رسول الله ﷺ نهی عن الشغار

مسئلہ شغار...... وہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح دوسرے شخص سے اس شرط پر کرے کہ وہ دوسرا شخص بھی اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح پہلے شخص سے کرے اور مہر کسی کی جانب سے نہ ہو بلکہ ہر عورت کا بضع گویا دوسری کا مہر ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایسا نکاح ہو جاتا ہے مگر مہر مثل واجب ہوگا اور شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک سرے سے نکاح ہی باطل ہے۔ دلائل احناف۔ نمبر۱...... یہ نکاح اس نکاح کے مثل ہے جس میں تسمیہ مہر فاسد ہو مثلاً شراب وغیرہ پر نکاح کرنا اور ایسی صورت میں نکاح بالاتفاق صحیح ہو جاتا ہے اور مہر مثل واجب ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں بھی ہے۔ نمبر۲...... حضرت عطاء ابن شہاب زہری مکحول اور سفیان ثوری سے منقول ہے عقد النکاح علی الشغار جائز ولکل واحدة منها صداق مثلها

دلیل شوافع ...... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱...... جس صورت کو (زجاجۃ المصابیح جلد ۲، صفحہ ۴۰۳) ہم جائز کہتے ہیں وہ شغار میں داخل نہیں کیوں کہ شغار میں مہر کی نفی ہوتی ہے اور بضع کو مہر بنایا جاتا ہے یہ بالاتفاق حرام ہے حالانکہ ہم مہر مثل واجب کرتے ہیں۔ جواب نمبر ۲...... دلائل مذکورہ کے قرینے سے یہ نہی تنزیہی ہے جو بمعنیٰ خلاف اولیٰ ہے اور لا شغار میں لانفی کمال کے لئے ہے تنبیہ...... آج کل جو دو ٹے سٹے کا نکاح مروج ہے غیر مقلدین اس کو بھی شغار میں داخل کرتے ہیں لیکن یہ محض حماقت ہے کیوں کہ شغار ممنوع کی تعریف خود حدیث مرفوع میں موجود ہے کہ اس میں مہر کی نفی ہوتی ہے حالانکہ وٹے سٹے کے نکاح میں ہر لڑکی کا مہر علیحدہ اور مستقل مقرر ہوتا ہے لہٰذا شغار کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی اس لئے وہ بلاشبہ جائز ہے اگرچہ دیگر مفاسد کی وجہ سے اولیٰ نہیں۔

وعن علیؓ...... ان رسول اللہ ﷺ نھیٰ عن متعة النساء یوم خیبر ......

مسئلہ نکاح متعہ...... وہ یہ ہے کہ ایک آدمی کسی عورت سے مال مقرر پر معین میعاد کے لئے تمتع کے لفظ سے نکاح کرے یہ نکاح زمانہ جاہلیت میں مروج تھا ۷ھ تک اس کا رواج رہا خیبر کے موقع پر اس کی حرمت کا اعلان کر دیا گیا۔ پھر ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد جنگ اوطاس میں تین روز کے لئے رخصت دی گئی پھر ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا چنانچہ سبرہ بن معبدؓ کی حدیث میں ہے کنت اذنت لکم فی الاستمتاع عن النکاح فقد حرم اللہ ذلک الیٰ یوم القیامة (صحیح مسلم) اہل سنت کے یہاں متعہ بالاتفاق حرام ہے لیکن روافض جواز متعہ کے بلکہ برکت متعہ کے قائل ہیں۔ دلائل اہل سنت۔ نمبر ۱...... قولہ تعالیٰ الا علیٰ ازواجھم اوما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین (پارہ ۱۸، ۲۹) اور ظاہر ہے کہ متعہ والی عورت نہ تو زوجہ ہے کیوں کہ احکام نکاح میراث، نسب، طلاق وغیرہ ثابت نہیں اور نہ ہی مملوکہ ہے لہٰذا وہ فمن ابتغی وراء ذلک میں داخل ہے۔ نمبر ۲...... حضرت علیؓ کی حدیث باب۔ نمبر ۳...... عن سلمة بن الاکوعؓ قال رخص رسول اللہ ﷺ عام اوطاس فی المتعة ثلاثا ثم نھیٰ عنھا (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۷۳) نمبر ۴...... حرمت متعہ پر صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہے۔

نمبر ۵...... شیعہ کی مشہور کتاب الاستبصار میں ہے عن علیؓ قال حرم رسول اللہ ﷺ لحوم الحمر الاھلیة ونکاح المتعة۔

روافض کی دلیل اول...... قولہ تعالیٰ فما استمتعتم به منھن فاٰتوھن اجورھن ...... فریضہ (پارہ ۵)

جواب ...... یہاں استمتاع کے لغوی معنیٰ نفع حاصل کرنے کے مراد ہیں اور یہ معنیٰ نکاح صحیح میں پائے جاتے ہیں اور متعہ اصطلاحی مراد نہیں اس کا قرینہ علاوہ دلائل مذکورہ کے یہ ہے کہ اس سے پہلے **محصنین غیر مسافحین** کے لفظ آئے ہیں کہ نکاح سے مقصود پاکدامنی ہو شہوت رانی نہ ہو حالانکہ متعہ کا بڑا مقصد قضائے شہوت ہے لہٰذا وہ ممنوع ہے۔ **دلیل ثانی** ...... حضرت ابن عباسؓ سے متعہ کا جواز منقول ہے۔

جواب ...... حضرت ابن عباسؓ ابتداءً عدم علم نسخ کی بناء پر جواز متعہ کے قائل تھے بعدہ جب متعہ کے نسخ کا علم ہوا تو رجوع فرمالیا جیسا کہ مشکوۃ جلد۲، صفحہ۲۷۳ کی حدیث ابن عباسؓ سے واضح ہے **حتی اذا انزلت الآية الا علىٰ ازواجهم او ما ملكت ايمانهم قال ابن عباسؓ فكل فرج سواهما فهو حرام** (رواہ الترمذی) اور ابن عباسؓ کے عدم علم کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے بعد ابن عباسؓ کو مستورات اور بچوں کے ساتھ مدینے بھیج دیا تھا اور حرمت متعہ کا اعلان ان کی غیبوبت میں ہوا اس کے بعد صرف دو سال ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہے اور اس عرصے میں متعے کا کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا اس لئے ابن عباسؓ اولاً اضطرار اور سفر کی حالت میں جواز متعہ کے قائل تھے لیکن پھر جب خلافت فاروقی میں اس مسئلے کی بحث چلی اور حرمت متعہ کی آیت و حدیث کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرائی گئی تو رجوع فرمالیا۔ **دلیل ثالث** ...... بعض روایات میں ہے کہ متعے کو حضرت عمرؓ نے حرام کیا ہے۔

جواب نمبر۱ ...... متعہ کی حرمت نصوص مذکورہ سے ہوئی تھی مگر حضرت عمرؓ نے اس حرمت کی تشہیر کی تھی۔

جواب نمبر۲ ...... سنن ابن ماجہ میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ کی ممانعت حدیث نبوی سے تھی نہ کہ اپنے اجتہاد سے۔ **دلیل رابع** ...... مشکوۃ جلد۲، صفحہ۲۷۳ کی حدیث ابن مسعودؓ سے بھی جواز متعہ معلوم ہوتا ہے۔

جواب نمبر۱ ...... یہ روایت غزوہ اور جہاد کے ساتھ مقید ہے حالانکہ روافض مطلقاً ہر حال میں متعے کے قائل ہیں۔

جواب نمبر۲ ...... یہ روایت زمانہ قبل از نسخ پر محمول ہے۔

جواب نمبر۳ ...... حافظ ابن حجر بروایت اسمٰعیلی حضرت ابن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں **ففعله ثم ترك ذلك** لہٰذا ابن مسعودؓ کے یہاں بھی اب متعہ حرام ہے۔

جواب نمبر۴ ...... بصورت تسلیم یہ ابن مسعودؓ کا تفرد اور ذاتی خیال ہے جو غیر معتبر ہے۔

دلیل خامس ...... صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک متعہ جائز ہے۔

جواب نمبر۱ ...... یہ صاحب ہدایہ کا تسامح ہے کیوں کہ خود امام مالکؒ نے مؤطا میں حرمت متعہ کی روایات ذکر کی ہیں اور فقہ مالکی کی کتابوں میں بھی حرمت متعہ کی واضح تصریحات موجود ہیں۔

جواب نمبر۲...... یہ مضمون کسی شیعی کی طرف سے ہدایہ میں مدرج ہے اور صاحب ہدایہ اس سے بری ہیں۔

باب المحرمات ......الفصل الاول وعن ا۱ الفضل، قوله لا تحرم الرضعة او الرضعتان

...... مسئلہ خلافیہ...... ابوحنیفہؒ و مالکؒ اور جمہور تابعینؒ وائمہؒ کے نزدیک مطلق رضاعت موجب حرمت ہے ابو عبیدہ، ابوثور اور اہل ظاہر کے نزدیک ...... تین رضعات موجب حرمت ہیں کم نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک پانچ رضعات موجب حرمت ہیں کم نہیں۔

دلائل احناف نمبر۱...... قوله تعالیٰ وامهتكم التى ارضعنكم (پ ۴) کیوں کہ یہ آیت مطلق ہے۔

نمبر۲......ان عليا وابن مسعود كانا يقولان يحرم من الرضاع قليله و كثيره (نسائی)

دلیل اہل ظاہر...... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر۱...... کتاب اللہ کے مقابلے میں خبر واحد مرجوح ہے۔

جواب نمبر۲......نصوص مذکورہ سے یہ حدیث منسوخ ہے جیسا کہ ابن عباسؓ سے منقول ہے۔

دلیل شوافع...... حضرت عائشہؓ کی آئندہ حدیث ہے ثم نسخن بخمس، علومات الخ ۔(ایک نسخہ میں رضعات ہے)

جواب...... پہلے عشر رضعات معلومات پھر خمس رضعات معلومات کا حکم نازل ہوا اس کے بعد یہ بھی مذکورہ مطلق آیت سے منسوخ ہو گیا تو جن حضرات کو منسوخیت کا علم نہ ہوا وہ اسی طرح پڑھتے رہے اور یہی مطلب ہے فتوفى رسول الله وهى فى ما يقرأ من القرآن کہ خمس رضعات کی تلاوت کا نسخ آنحضرت ﷺ کی وفات سے اس قدر قریب واقع ہوا ہے کہ بعض کو اس نسخ کا علم ہی نہ ہو سکا اور وہ بدستور پڑھتے رہے اگر یہ تاویل نہ کریں تو لازم آئے گا کہ قرآن میں آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد تغیر آ گیا ہو جو وانا له لحفظون کے خلاف ہے۔

الفصل الثانی ......وعن ابن عمرؓ......قوله امسک اربعا وفارق سائرهن

...... مسئلہ خلافیہ...... اگر کسی کافر کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں ہوں یا دو بہنیں ہوں اور وہ مرد اور تمام عورتیں مسلمان ہو جائیں تو شیخینؒ، ابراہیم نخعیؒ، قتادہؒ کے نزدیک اگر پہلے نکاح اکٹھے ہوئے تھے تو سب باطل ہیں اب از سر نو نکاح کرے اور اس کو انتخاب کا حق حاصل ہوگا اور اگر ترتیب وار ہوئے ہوں تو پہلے چار صحیح ہیں باقی باطل ہیں علیٰ ہذا پہلی بہن کا نکاح صحیح ہے اور دوسری کا باطل ہے۔ لیکن آئمہ ثلاثہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں انتخاب کا اختیار حاصل ہے۔ دلیل شیخین ...... یہ ہے کہ نکاح کے مسائل میں مسلمانوں کی طرح کفار بھی مکلف ہیں اور مسلمان کا بالاتفاق یہی حکم ہے لہٰذا کافر کا بھی یہی حکم ہوگا۔

دلیل جمہور...... احادیث باب ہیں۔ جواب نمبرا...... طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ نکاح نزول شریعت سے قبل کے ہیں جبکہ جمع بین الخمس اور جمع بین الاختین جائز تھی تو اس صورت میں یہ تمام عقد صحیح تھے لہٰذا تحریم کے بعد انتخاب کا حق حاصل ہوگا۔

جواب نمبر۲...... ممکن ہے کہ یہ نکاح اکٹھے ہوئے ہوں اور تخییر وانتخاب عقد جدید کے ساتھ ہو۔

و عن ابن عباسؓ ...... قال اسلمت امرأة الخ ...... مسئلہ خلافیہ...... ابوحنیفہؒ، ابراہیم نخعیؒ، صاحبینؒ کے نزدیک اختلاف دارین موجب فرقت ہے دوسرے آئمہ کے نزدیک نہیں بلکہ ان کے یہاں عورت کا قیدی ہونا موجب فرقت ہے خواہ اختلاف دارین ہو یا نہ ہو۔

دلائل احناف۔ نمبرا...... مہاجرات کے متعلق ارشاد خداوندی ہے **لا هن حل لهم ولا هم يحلون لهن** (پارہ ۲۸) اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کا مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آ جانا موجب فرقت ہے۔

نمبر۲...... حدیث **عبدالله بن عمرو بن العاصؓ ان النبی ﷺ رد ابنته علی ابی العاص بمهر جدید ونكاح جديد** (رواہ الترمذی) اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف دارین موجب فرقت ہے ورنہ نکاح جدید کی ضرورت نہ ہوتی۔ جمہور کی دلیل اول...... احادیث باب ہیں کہ باوجود اختلاف دارین کے آنحضرت ﷺ نے فرقت واقع نہیں کی بلکہ نکاح اول کو برقرار رکھا۔

جواب...... حضرت صفوانؓ کی حدیث میں تباین دارین ثابت نہیں کیوں کہ صفوانؓ کو مرقاء السفن سے واپس لایا گیا تھا جو مکہ کے توابع میں سے ہے اسی طرح حضرت عکرمہؓ ساحل تک پہنچے تھے جو حدود مکہ میں داخل ہے کذا ذکرہ العلامۃ الواقدی فی تاریخہ۔ لہٰذا تباین دارین نہ پایا گیا۔ دلیل ثانی...... حضرت زینبؓ کے متعلق ایک روایت میں ہے **انه ﷺ رد ابنته علی ابی العاص بالنكاح الاول**۔ اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف دارین موجب فرقت نہیں ورنہ نکاح جدید کی ضرورت ہوتی۔

جواب نمبرا...... چوں کہ عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی مذکورہ بالا حدیث میں نکاح جدید کی تصریح ہے لہٰذا یہ مؤول ہے کہ نکاح اول کی رعایت کی وجہ سے نکاح جدید کر دیا۔ معلوم ہوا کہ اختلاف دارین موجب فرقت ہے۔ (مرقات) جواب نمبر۲...... رد بالنکاح الاول والی حدیث ابن عباسؓ کی ہے جس کی سند میں ابن اسحٰق اور داؤد بن حصین ضعیف ہیں۔ جواب نمبر۳...... ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ بصورت صحت یہ نزول شریعت سے قبل کا حکم ہے اور منسوخ ہے کیوں کہ بعد العدۃ کوئی بھی رد بالنکاح الاول کا قائل نہیں۔

باب ...... الفصل الاول عن عروة عن عائشةؓ (جلد۲، صفحہ ۲۷۶)...... قوله

وکان زوجها عبدا...... مسئلہ خلافیہ......امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک معتقہ کو خیار عتق مطلقاً ملتا ہے خواہ اس کا خاوند غلام ہو یا آزاد ہو۔ لیکن آئمہ ثلاثہؒ کے نزدیک خیار عتق صرف غلام ہونے کی صورت میں ملتا ہے۔ دلائل احناف نمبرا...... عن الاسود ان عائشہؓ اشترت بویرۃ لتعتقھا الیٰ قولہ قال الاسود وکان زوجھا حرا (بخاری وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ) نمبر۲...... صحیح مسلم میں عبد الرحمٰن بن قاسم سے بھی حرمت کی روایت آئی ہے۔ دلیل آئمہ ثلاثہؒ...... حدیث باب ہے۔

جواب نمبرا...... حضرت عائشہؓ کے شاگرد اسودؒ اور عبدالرحمٰنؒ سے صرف حریت کی روایت ہے اور عروہؒ سے حرمت اور عبدیت دونوں کی روایت ہے نیز حریت کا ذکر صحاح ستہ میں ہے و نیز حریت میں ایک زیادتی کا اثبات ہے اور مثبت مقدم ہوتا ہے۔ لہذا حریت کی روایت راجح ہے۔

جواب نمبر۲...... حدیث باب مطلب یہ ہے کہ مغیث بدصورتی میں غلام کی مانند سیاہ تھا یا وہ پہلے غلام تھا۔

فائدہ...... اگر زوجین اکٹھے آزاد ہوں یا صرف خاوند آزاد ہو تو پھر عورت کے لئے خیار عتق نہیں ہے۔

باب الصداق ......(جلد۲، صفحہ۲۷۷) الفصل الاول عن سهل بن سعدؓ

قولہ فالتمس ولو خاتما من حدید ...... مسئلہ خلافیہ......امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اقل مہر دس درہم ہے یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی اور شافعیؒ کے نزدیک حد مقرر نہیں بلکہ جو چیز بیع میں ثمن بن سکتی ہے وہی چیز نکاح میں مہر بن سکتی ہے۔ دلیل احناف...... قولہ تعالیٰ قد علمنا ما فرضنا علیهم فی ازواجهم (پارہ۲۲) معلوم ہوا کہ خاوند کے ذمے مہر شرعاً مقرر ہے لیکن وہ مجمل ہے اور اس کی تفصیل حدیث جابرؓ میں ہے لا مهر اقل من عشرة دراهم (الدارقطنی والبیہقی)

دلیل شوافع...... حدیث باب ہے۔

جواب...... نصوص مذکورہ کے قرینے سے یہ حدیث رضخ یعنی نقد مہر پر محمول ہے کیوں کہ اس وقت یہ عرف تھا کہ مہر کی کچھ مقدار عورت کی تالیف و تطییب قلب کے لئے فوری طور پر دے دیتے تھے چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان علیا لما تزوج فاطمة بنت رسول اللهﷺ اراد ان یدخل بها فمنعه رسول اللهﷺ حتی یعطیها شیئا فقال یا رسول الله لیس لی شیء فقال له النبیﷺ اعطها درعک فاعطاها درعه ثم دخل بها (ابوداؤد والنسائی) حالانکہ حضرت فاطمہؓ کا مہر پانچ سو درہم تھے یعنی ایک سیر دس چھٹانک، ایک تولہ، تین ماشہ چاندی۔

قولہ قد زوجتکها بما معک من القرآن ...... مسئلہ خلافیہ......ابوحنیفہؒ کے نزدیک تعلیم

قرآن کا مہر بنانا درست نہیں اور شافعیؒ کے نزدیک درست ہے۔

دلیل احناف...... قولہ تعالیٰ ان تبتغوا باموالکم (پارہ ۵) اور ظاہر ہے کہ تعلیم قرآن مال نہیں۔

دلیل شوافع...... حدیث باب ہے۔ **جواب نمبر ا**...... بما معک میں باء عوض کی نہیں بلکہ سببیت کی ہے کہ تیری قرآن دانی کی وجہ سے یہ عقد کیا جا رہا ہے باقی مہر ان صحابی کے ذمے دین ہوگا یا عورت نے معاف کر دیا گا اس کی نظیر یہ ہے کہ ابو طلحہؓ کے اسلام کی وجہ سے ام سلیمؓ سے ان کا نکاح کیا گیا اور ان کے اسلام کیوجہ سے ام سلیمؓ نے مہر معاف کر دیا تھا اس کا ذکر باب کی آخری حدیث میں ہے۔

جواب نمبر ۲...... اگر تعلیم قرآن کو مہر بنانا تسلیم کرلیں تو پھر یہ ان صحابی کی خصوصیت تھی جیسا کہ حدیث نعمانؓ میں ہے قال ان رسول اللہ ﷺ زوج امرأۃ علی سورۃ من القرآن ثم قال لا یکون لا حدا بعدک مھرا (سنن سعید بن منصور مرسلا)

باب القسم ...... الفصل الاول ...... (جلد ۲، صفحہ ۲۷۹)

وعن ابی قلابۃ عن انسؓ ...... قال من السنۃ اذا تزوج الرجل البکر علی الثیب اقام عندھا سبعا وقسم الخ......

مسئلہ خلافیہ...... ابو حنیفہؒ کے نزدیک متعدد بیویوں میں باریوں کی مساوات فرض ہے ثیبہ، باکرہ، قدیمہ، جدیدہ کا کوئی فرق نہیں اور آئمہ ثلثہؒ کے نزدیک نکاح جدید کے بعد باکرہ کے لئے سات دن اور ثیبہ کے لئے تین دن زائد ہوں گے اور پھر باری شروع ہوگی۔

دلائل احناف نمبر ا...... قولہ تعالیٰ فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم (پارہ ۴) علیٰ ھذا فصل ثانی کی دونوں احادیث ان نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ عدل مطلقاً فرض ہے۔

نمبر ۲...... عن ابی بکر بن عبد الرحمنؒ ان رسول اللہ ﷺ حین تزوج ام سلمۃ و اصبحت عندہٗ الیٰ قولہٖ ان شئت سبّعت عندک و سبعت عندھن وان شئت ثلثت عندک ودرت (رواہ مسلم، مشکوۃ جلد ۲، صفحہ ۲۷۹) **دلیل آئمہ ثلاثہ**...... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ا...... خبر واحد کے مقابلے میں کتاب اللہ راجح ہے۔

جواب نمبر ۲...... نصوص مذکورہ کے قرینے سے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نکاح جدید کے بعد ابتداء جدیدہ سے کرے کہ باکرہ کے پاس سات راتیں اور ثیبہ کے پاس تین راتیں گزارے اور پھر دوسری عورتوں کے پاس بھی اتنا ہی ٹھہرے، بہر حال یہ ترجیح اولیت وابتداء میں ہے نہ کہ زیادتی ایام میں۔

باب الخلع و الطلاق الفصل الثانی ...... (جلد۲، صفحہ۲۸۴)

وعن عائشةؓ، قوله' لا طلاق و لاعتاق فی اغلاق ...... مسئلہ خلافیہ ...... ابوحنیفہؒ کے نزدیک حالت اکراہ میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور شافعیؒ کے نزدیک واقع نہیں ہوتی۔

دلیل احناف ...... عن صفوان بن عمرو الطائی قال ان امرأة كانت تبغض زوجها فوجدته نائما فاخذت شفرة وجلست علىٰ صدره ثم اكرهته وقالت لتطلقنی ثلاثا او لا ذبحنك فناشدها الله فابت فطلقها ثلاثا ثم اتی رسول الله ﷺ فسأله عن ذلک فقال رسول الله ﷺ لا قيلولة فی طلاق (رواہ محمد باسنادہ والعقیلی فی کتابہ) دلیل شوافع ...... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر۱ ...... اغلاق کے معنی جنون کے ہیں۔

جواب نمبر۲ ...... ابوداؤد میں یہ روایت لاطلاق فی غلاق کے لفظ سے مروی ہے اور غلاق کے تفسیر ابوداؤد نے اپنے ظن کے مطابق غضب سے کی ہے حالانکہ صحیح تفسیر جنون ہے لہٰذا اضطراب کی وجہ سے یہ حدیث قابل استدلال نہیں بلکہ مرجوح ہے۔

جواب نمبر۳ ...... یہ حدیث اکراہ علی الکفر کی صورت پر محمول ہے کہ اس صورت میں اظہار کفر سے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

باب المطلقة ثلاثا ...... (جلد۲، صفحہ۲۸۴) ......

ائمہ اربعہ اور جمہور سلف وخلف کے نزدیک اکٹھی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں مثلاً انت طالق ثلاثا۔ بعض اہل ظاہر کے نزدیک صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور شیعہ کے نزدیک ایک بھی نہیں ہوتی۔

دلائل جمہور نمبر۱ ...... عن سهل بن سعد الساعدیؓ قال ان عويمر العجلانیؓ قال يارسول الله ارأيت رجلا الىٰ قوله فطلقها ثلاثا (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ۲۸۵)

نمبر۲ ...... عن ركانة ابن عبد يزيدؓ انه طلق امرأته سهيمة البتته الىٰ قوله فقال رسول الله ﷺ والله ماأردت الا واحدة (رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ والدارمی، مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ۲۸۴) معلوم ہوا کہ تین کی نیت بھی صحیح تھی ورنہ آپ ایک کا سوال نہ فرماتے۔

نمبر۳ ...... عن ابن عمرؓ قال قلت يا رسول الله ارأيت لو انی طلقتها ثلاثا كان يحل لی ان اراجعها قال لا فقال اذا قد عصيت ربك وبانت منك زوجتك (الدارقطنی والبیہقی وابن ابی شیبہ)

نمبر۴ ...... مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں تین طلاقوں کے وقوع کا فیصلہ کیا

تو ان پر کسی صحابی کا انکار منقول نہیں لہٰذا اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ چنانچہ علامہ زرقانی فرماتے ہیں
والجمهور على وقوع الثلث (اوجز المسالک جلد۴ صفحہ ۲۳۱)
دلیل اہل ظاہر عن ابن عباسؓ قال انما كانت الطلاق على عهد رسول الله ﷺ وابى بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلث واحدة فقال عمر ان الناس قد استعجلوا فى امر كان لهم فيه اناة فلو امضيناه عليهم فامضى عليهم (رواه مسلم)
جواب علامہ نووی اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے قول مختار کے مطابق اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ابتداء میں لفظ طلاق مکرر سہ بار کہنا تاکید کی وجہ سے ہوتا تھا اور نیت ایک ہی کی ہوتی لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا اب حالات بدل گئے ہیں کہ لوگ تین کی غرض سے یہ لفظ بولتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ایک کا ارادہ تھا اس لئے آپ نے فساد نیت کی وجہ سے اجماع صحابہ اور الہام خداوندی کے ذریعے ظاہری الفاظ کا اعتبار کر کے تینوں طلاقوں کے وقوع کا حکم نافذ کر دیا۔

الفصل الثانی وعن سليمان بن يسارؒ ...... قال ادركت بضعة عشر من اصحاب رسول الله ﷺ كلهم يقول يوقف المولى ......مسئلہ خلافیہ......
ابوحنیفہؒ کے نزدیک خاوند کو صرف مدت ایلاء کے اندر رجوع کا حق حاصل ہے مدت کے بعد نہیں بلکہ چار ماہ گزرنے کے بعد خود بخود طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔ لیکن شافعیؒ کے نزدیک مدت کے بعد بھی خاوند کو اختیار ہے کہ رجوع کرے یا طلاق دے۔
دلیل احناف.....حضرت عمرؓ، عثمانؓ، ابن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں اذا الى رجل من امرأته فمضت اربعة اشهر قبل ان يفئ فقد بانت بتطليقة بائنة (مؤطا مالک) دلیل شوافع.....حدیث باب ہے۔
جواب.....دراصل صحابہ کرام کا یہ مسلک آیت ایلاء سے استنباط پر مبنی ہے کہ فان فاءو میں فا تعقیبیہ ہے تو معلوم ہوا کہ مدت ایلاء کے بعد بھی رجوع کر سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ فا تفصیلیہ یا قول ایلاء کے اعتبار سے تعقیبیہ ہے چنانچہ رئیس المفسرین حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ الفىء الجماع قبل الاربعة الاشهر و عزيمة الطلاق انقضاء الاربعة الاشهر فاذا مضت بانت بتطليقة (مؤطا محمد)

☆☆☆☆☆☆☆

باب العدة ...... (جلد۲، صفحہ۲۷۸)

مطلقہ رجعیہ اور مطلقہ بائنہ حاملہ کے لئے بالاتفاق نفقہ و سکنیٰ واجب ہے اور معتدہ وفات کے لئے بالاتفاق واجب نہیں اور معتدہ بائنہ غیر حاملہ میں اختلاف ہے۔ ابوحنیفہؒ، عمرؓ، جابرؓ، ابن مسعودؓ، عائشہؓ، سعید بن مسیبؒ، ابراہیم نخعیؒ، سفیان ثوریؒ کے نزدیک نفقہ و سکنیٰ دونوں واجب ہیں۔ امام احمدؒ اور حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک دونوں واجب نہیں اور شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک نفقہ واجب نہیں اور سکنیٰ واجب ہے۔

دلائل احناف نمبر۱...... قوله تعالىٰ وللمطلقٰت متاع بالمعروف (پارہ۲)

نمبر۲...... لا تخرجوهن من بيوتهن (پارہ۲۸) نمبر۳...... قوله تعالىٰ اسكنوهن من حيث سكنتم (پارہ۲۸) کیوں کہ یہ سب آیات عام ہیں جو تمام مطلقات کو شامل ہیں۔

نمبر۴...... حدیث ابن مسعودؓ ان المطلقة ثلثا لها السكنىٰ والنفقة (رواه الطحاوی)

نمبر۵...... مطلقہ اپنے خاوند کے حق میں محبوس ہے لہٰذا خاوند پر اس کا نفقہ اور سکنیٰ واجب ہے۔

دلیل حنابلہ...... حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث باب ہے۔

جواب نمبر۱...... خبر واحد کی مقبولیت کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ سلف میں سے کسی نے اس پر طعن نہ کیا ہو حالانکہ یہ روایت مطعون ہے چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں لا نترک کتاب الله ولا سنة نبينا بقول امرأة لا ندری لعلها حفظت او نسيت لها النفقة والسكنىٰ (رواہ مسلم) اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ما لفاطمة الا تتقی الله تعنی فی قولها لا سكنىٰ ولا نفقة (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ۲۸۸)

جواب نمبر۲...... نصوص مذکورہ کے قرینے سے یہ حدیث واجب التاویل ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ خاتون زبان دراز تھیں ان سے خاوند کے اقارب و اعزاء تنگ آ گئے تھے اس لئے ان کو گھر سے نکال دیا گیا جیسا کہ سعید بن مسیب تابعی نے یہ وجہ بیان کی ہے (مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ۲۸۸) اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہ مکان غیر محفوظ اور ویران تھا۔ بحوالہ مذکورہ اور نفقہ نہ ملنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو خاوند کے گھر سے منتقل کر دیا گیا تھا یا اس لئے کہ فاطمہؓ کے خاوند غائب تھے اور ان کا مال کسی حاضر کے پاس موجود نہ تھا تو حضور اکرم ﷺ نے غائب پر ڈگری نہ کی جس کی وجہ سے فاطمہ بنت قیسؓ کو غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے یہ حکم عام سمجھ لیا (مرقات)

دلیل مالکیہ و شوافع...... وجوب سکنیٰ کے بارے میں ان کی دلیل آیت اسكنوهن من حيث سكنتم ہے اور عدم وجوب نفقہ کے بارے میں آیت وان كن اولات حمل فانفقوا عليهن (پارہ۲۸) ہے کیونکہ اس آیت کے مفہوم مخالف سے معلوم ہوا کہ غیر حاملہ کے لئے نفقہ نہیں۔

جواب...... نصوص صریحہ کے مقابلے میں مفہوم مخالف معتبر نہیں۔

باب بلوغ الصغیر وحضانته فی الصغر ......(جلد۲، صفحہ۲۹۲)

الفصل الثانی وعن ابی هریرۃؓ ......ان رسول الله ﷺ خیر غلاما بین ابیه و امه ...... مسئلہ خلافیہ...... ابوحنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک نابالغ بچے کی تربیت کا حق ماں کو ہے اور جب وہ کھانے پینے لگ جائے یعنی سات یا نو سال کا ہو جائے تو پھر باپ کا حق ہے بہر حال ان آئمہ کے نزدیک بچے کو اختیار نہیں ملتا۔ لیکن شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک تمیز دار بچے کو اختیار ملتا ہے۔

دلائل احناف نمبر ۱...... حدیث عبداللہ بن عمروؓ ان امرأۃ قالت یا رسول الله الیٰ قوله انت احق به ما لم تنکحی (رواہ احمد و ابوداؤد مشکوٰۃ جلد۲، صفحہ۲۹۳)

نمبر۲...... حضرت عمرؓ کا اپنی ایک بیوی سے اس معاملہ میں جھگڑا ہو گیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا خل بینه وبینها فما راجعه عمر الکلام (بیہقی، مصنفہ عبدالرزاق، مؤطا مالک)

دلیل شوافع...... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱...... آنحضرت ﷺ نے محض اس بچے کے باپ کی دلجوئی کے لئے اختیار دیا تھا اور بچے کے لئے یہ دعا کر دی تھی کہ وہ اپنے لئے ماں کو ترجیح دے دے۔ چنانچہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں ثم خیرہ وقال اللهم اهده لامه (مرقات)

جواب نمبر۲...... اس حدیث میں غلام سے باعتبار ما کان کے بالغ مراد ہے اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ فصل ثالث کی روایت میں ہے کہ وہ لڑکا بیر ابی عنبہ سے پانی کھینچ کر لاتا تھا اور ایسا اہم کام نابالغ بچہ نہیں کر سکتا اور بالغ کو بالاتفاق اختیار ملتا ہے۔

جواب نمبر۳...... ممکن ہے کہ یہ تخییر والدین کی رضامندی سے ہو۔ فلا اشکال

وههنا تم منا الکلام مع کمال الخیر والعافیة والسلام والحمد لله رب العلمین وصلی الله علیٰ خاتم النبین وسید الاولین والآخرین قائد الغر المحجلین محمد و علی آله و اصحابه واهل بیته وذریاته وعترته و محبیه و ناصریه و مشیدی دینه اجمعین ۔

محمد اشرف الاعراب والعجم　　محمد خیر من یمشی علیٰ قدم

محمد ذکرہ روح لانفسنا　　محمد شکرہ فرض علیٰ الامم

وابیض یستسقی الغمام بوجهه　　ثمال الیتامیٰ عصمة للاراامل

وفینا رسول اللہ یتلوا کتابہ اذا انشق معروف من الفجر ساطع
ارانا الھدی وبعد العمیٰ فقلوبنا بہ موقنات ان ما قال واقع؟
یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ اذا استثقلت المشرکین المضاجع
(صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۵۵)

واحسن منک لم تر قط عینی واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبراء من کل عیب کانک قد خلقت کما تشاء
طلع البدر علینا ! من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع،
ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع جئت شرفت المدینۃ مرحبا یاخیر داع
ان نلت یاریح الصبا : یوما الی ارض الحرم
بلغ سلامی روضۃ فیھا النبی المحترم
من وجھہ شمس الضحیٰ من خدہ بدر الدجی
من ذاتہ نور الھدیٰ من کفہ بحر الکرم
یا رب صل علی المختار ذی شرف والانبیاء وجمیع الرسل ماذکروا
شبھک بدر اللیل بل انت انور وجھک من ماء الملاحۃ ازھر
امامی کتاب اللہ و والبیت قبلتی ودینی من الادیان اعلیٰ وافخر
شفیعی رسول اللہ واللہ غافری! ولا رب الا اللہ واللہ اکبر
یارب صل وسلم دائما ابدًا ! علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم
ھو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعتہ ! فی کل ھول من الاھوال مقتحم!
لی فی حدیثک یا رسول عرائس تیمن فیک و شاقھن جلاء!
ھن الحسان ان قبلت تکرما فمھور ھن شفاعۃ حسناء!
فسھل بنا الٰھی کل صعب بحرمۃ سید الابرار سھل
انت کاف انت واف فی مھمات الامور انت ربی انت حسبی انت لی نعم الوکیل
نعم المولیٰ ونعم النصیر وحسبی اللہ ونعم الوکیل فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین
اللھم تقبل منی انک انت السمیع العلیم واجعل ھذا وصلۃ بینی وبینک یوم

لا ینفع مالٌ ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم .اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد و اصحابہ صلوٰۃ تکون لک رضاو لہ جزاء ولحقہ اداء واعطہ الوسیلۃ والفضیلۃ والمقام المحمود الذی وعدتہ واجزہ عنا ما ھو اھلہ واجزہ ماجازیت نبیا عن قومہ ورسولاً عن امتہ وصل علیٰ جمیع اخوانہ من النبین والمرسلین یا ارحم الراحمین (آمین).تمت بالخیر والسلام خیر ختام .

بندہ ناچیز وسیہ کار محمد طاہر الرحیمی غفرلہٗ اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ

حال مقیم ومدیر جامعہ رحیمیہ اشاعۃ القرآءات

مسجد باب الرحمۃ مغل آباد محمد معصوم روڈ ،ملتان شہر

۱۰ شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ بمطابق ۱۲ مئی ۱۹۸۴ء بروز شنبہ

افادات

مولانا خورشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ الحدیث...... جامعہ خیر المدارس، ملتان

کتاب العتق

حدیث ابی ہریرۃؓ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۹۳، جلد ۲) قولہ حتی فرجہ بفرجہ ...... کیونکہ شرک کے بعد فرج (شرمگاہ) اکبرالکبائر یعنی زنا کا محل ہے کلام میں مبالغہ کرنے کے لئے اس کو خاص طور پر ذکر فرمایا۔

باب اعتاق عبد المشترک

حدیث ابن عمرؓ ...... قولہ والا فقد عتق منہ ما عتق ...... مسئلہ خلافیہ ...... جو غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اگر ایک شریک نے اپنے حصے کو آزاد کر دیا ہے تو مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک اگر آزاد کرنے والا مال دار ہے تو شریک ثانی جس نے اپنا حصہ آزاد نہیں کیا بغیر کمی دبیشی کے اس کے حصے کی قیمت کا اندازہ کر کے شریک ثانی کو دے گا۔ اور اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہے تو اس معتق پر کوئی ضمان نہیں اور معتق کا بعض آزاد رہے گا۔

دلیل آئمہ ثلاثہ ...... حدیث باب ہے۔ مذہب احناف ...... صاحبین اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مابین اختلاف دو اصولوں پر مبنی ہے۔ اصل اول ...... صاحبین کے نزدیک اعتاق میں تجزی نہیں آتی لہذا پورا غلام آزاد ہو جائے گا۔ اصل دوم ...... جس شریک نے اپنے حصے کو آزاد کیا تو موسر (مالدار) کی صورت میں شریک ثانی کو اس کے حصے کی ضمان دے گا اور معسر کی صورت میں غلام خود کما کر شریک ثانی کے حصے کی قیمت ادا کرے گا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک اعتاق کے اندر تجزی ہو سکتی ہے لہذا اگر ایک شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا ہے تو صرف آزاد کرنے والے شریک کا حصہ آزاد ہو گا پورا غلام آزاد نہ ہو گا جیسا کہ حدیث ابن عمرؓ میں ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۹۴، جلد ۲)

حدیث عمران بن حصینؓ ...... قولہ فاعتق اثنین وارق اربعۃ ...... مرض الموت میں اگر کسی نے اعتاق کیا ہو تو اس کے مال کے ساتھ ورثاء کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے وہ اعتاق اس کے ثلث مال میں نافذ ہو گا مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک اگر کسی شخص نے اپنے تمام غلاموں کے متعلق آزادی کی

وصیت کی ہو۔ مرض الموت میں اس کے پاس صرف چھ غلام ہوں اور چھ غلاموں کے علاوہ اور کوئی مال بھی نہ ہو تو قرعہ ڈال کر ثلث یعنی دو غلاموں کو آزاد کیا جائے گا اور بقیہ چار کو غلام رکھا جائے گا۔ دلیل جمہور...... حدیث باب ہے۔ احناف کے نزدیک دلائل عقلیہ ونقلیہ کی وجہ سے تجزی الاعتاق جائز ہے اس لئے مذکورہ چھ غلاموں میں سے ہر ایک غلام سے ثلث آزاد ہوگا۔ دلیل جمہور کا جواب نمبرا...... یہ حدیث مضطرب ہے لہذا قابل استدلال نہیں۔ جواب نمبر۲...... قرعہ کے ذریعے تعیین کا حکم ابتداء تھا۔ نہی عن القمار کی وجہ سے حکم قرعہ بھی منسوخ ہو گیا۔

حدیث جابرؓ...... **قوله' فاشتراه نعيم بن النحام بثمان مائة درهم**

مسئلہ خلافیہ...... مدبر مطلق کی بیع میں اختلاف ہے شافعیؒ، احمدؒ، اسحاقؒ کے نزدیک بیع جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مدبر کی بیع جائز نہیں۔ دلیل شافعیؒ وغیرہ...... حدیث جابرؓ ہے۔ حدیث جابر کا جواب نمبرا...... اس سے مراد مدبر مقید ہے مطلق نہیں۔ جواب نمبر۲...... حدیث جابرؓ میں ذات عبد مدبر کو بیع کرنا مراد نہیں بلکہ اس کی خدمت ونفقہ کی بیع مراد ہے۔ (تنظیم الاشتات صفحہ ۲۲۲، جلد۲)

حدیث جابرؓ...... **بعنا امهات الاولاد** ...... مسئلہ خلافیہ...... بعض ظاہریہ کے نزدیک ام ولد کی بیع جائز ہے۔ دلیل ظاہریہ...... حدیث جابرؓ جو کہ فصل ثانی میں ہے۔ جمہور کے نزدیک ام ولد کی بیع جائز نہیں۔ دلیل جمہور...... حدیث جابرؓ میں ہے **بعنا امهات الاولاد علىٰ عهد رسول اللهﷺ وابى بكرؓ فلما كان عمرؓ نهانا عنه فانتهينا** ۔ (رواہ ابوداؤد صفحہ ۲۹۵، جلد۲) دلیل ظاہریہ کا جواب نمبرا...... ممکن ہے کہ بیع کا نسخ عام طور پر شائع نہ ہوا ہو۔ جواب نمبر۲...... آنحضرتﷺ کے زمانے میں وہ بیع قبل النسخ تھی اور ممکن ہے کہ ابوبکرؓ کے زمانے میں اُم ولد کی بیع کسی خاص قضیہ یا واقعہ میں ہوئی ہو جس کا علم ابوبکرؓ اور اس کے ساتھ رہنے والوں کو نہ ہوا ہو۔

❁❁❁❁❁❁❁

باب الایمان و النذور

بعض صورتوں میں یمین اور نذر کا حکم ایک ہوا کرتا ہے اسلئے نذر کو یمین کے ساتھ لاحق کر دیا۔

ایمان یمین کی جمع ہے۔یمین کا شرعی معنی توکید الشئ بذکر اسم او صفة لله تعالیٰ۔قسم صرف اللہ کی اٹھائی جاسکتی ہے کسی اور چیز کی نہیں۔

حدیث ثابت بن ضحاک......**قولہ' من حلف علیٰ ملة غیر الاسلام کاذبا فھو کما قال**۔غیر اسلام پر قسم کھانے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید یوں کہے اِن فعلت کذا فانا یھودی او نصرانیٌ او بریٌ من الاسلام.

مسئلہ خلافیہ......بعض شافعیہ کے نزدیک ظاہر حدیث کی وجہ سے اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

جمہور فقہاء کے نزدیک اس قسم سے وہ کافر نہ ہوگا۔**حدیث باب کا جواب**......اس سے تہدید اور مبالغہ فی الوعید مراد ہے۔حالف پر یہودی یا عیسائی ہونے کا حکم مراد نہیں۔

حدیث ابی موسیٰ...... **کَفَّرتُ عن یمینی واتیت الذی ھو خیرٌ**

مسئلہ خلافیہ......قبل الحنث کفارہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جمہور کے نزدیک یمین کے بعد قبل الحنث کفارہ دینا جائز ہے۔**دلیل جمہور نمبرا**...... قولہ' تعالیٰ ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ' اطعام عشرۃ مساکین. **دلیل جمہور نمبر۲**......

حدیث ابی موسیٰ یعنی حدیث الباب۔ اور حنفیہ کے نزدیک قبل الحنث کفارہ دینا جائز نہیں۔

دلیل احناف......عن عبد الرحمن بن سمرة انه علیه السلام قال یا عبد الرحمن اذا حلفت علیٰ یمین فرایت غیرھا خیرًا منھا فات الذی ھو خیر و کفر عن یمینک (ابوداؤد مشکوٰۃ صفحہ ۲۹۶، جلد۲)

آیت کا جواب......آیت میں حذف ماننے کی ضرورت ہے تقدیری عبارت اس طرح ہوگی بما عقدتم

الایمان و و حنثتم فیھا فکفارتہ' حدیث کا جواب...... قبل الحنث وبعد الحنث دونوں کے متعلق روایات ہیں اور بعد الحنث والی روایات قیاس کے موافق ہیں۔لہذا کفارہ بعد الحنث والی روایات موافق قیاس ہونے کی وجہ سے راجح ہونگی۔

حدیث عائشہؓ.....قالت انزلت ھذہ الایۃ لایواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم......قسم کی تین قسمیں.....نمبر(۱)......قسم لغو۔نمبر(۲)قسم غموس۔نمبر(۳)قسم منعقدہ

قسم لغو کی تعریف میں شوافع اور احناف کا اختلاف ہے۔شوافع کے نزدیک قسم لغو یہ ہے جو لوگوں کے کلام میں بلا ارادہ زبان پر جاری ہو جاتی ہے جیسے لا واللہ بلیٰ واللہ وہ قسم خواہ ماضی،حال یا مستقبل کے متعلق ہو۔احناف کے نزدیک یمین لغو یہ ہے کہ ماضی یا حال کے متعلق یا غلطی کے طور پر اس گمان سے قسم کھائی گئی ہو کہ جس بات پر قسم کھائی ہے وہ درست ہوگی حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے۔

یمین لغو کا حکم......نہ اس کا اعتبار ہے اور نہ اس پر مؤخذاہ ہے۔یمین غموس......یہ ہے کہ ارادۃً کسی واقعہ ماضیہ کے متعلق جھوٹی قسم کھائی جائے۔حکم.....شافعیؒ اور اوزاعیؒ کے نزدیک کفارہ ہے۔امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک یمین غموس میں کفارہ نہیں صرف توبہ ہے۔دلیل شوافعؒ......قولہ' تعالیٰ ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم . دلیل شوافعؒ کا جواب.....مواخذہ سے مواخذہ اخرویہ مراد ہے جس کے لئے توبہ اور استغفار کی ضرورت ہے۔دلیل احناف......روایت ابن مسعود عن النبی ﷺ من حلف علیٰ یمین وھو فیھا اِثم فاجر لیقطع بھا مالاً لقی اللہ وھو علیہ غضبانؓ اس میں گناہ گار ہونے کا بیان ہے کفارہ کا ذکر نہیں۔یمین منعقدہ کی تعریف یہ ہے کہ آئندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھائی جائے اگر قسم کے مطابق عمل کرلیا تو بہتر ہے ورنہ کفارہ واجب ہوگا۔دلیل......ارشاد باری تعالیٰ ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ' اطعام الخ

باب فی النذور

حدیث عائشہ من نذر ان یعصیہ و لایعصہ۔ اللہ کے نام کی نذر مانی جا سکتی ہے اور اگر کسی معصیت کے متعلق نذر ہو تو بالاتفاق یہ نذر معتبر نہیں اس کو پورا نہیں کیا جائے گا کفارہ کے وجوب اور عدم وجوب میں اختلاف ہے۔ مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک کفارہ نہیں۔ دلیل ...... حدیث باب ہے۔

جواب ...... اس حدیث میں کفارے کی نفی اور اثبات کے متعلق کوئی ذکر نہیں۔ عدم بیان سے عدم ثبوت لازم نہیں آتا۔ ابو حنیفہؒ، احمدؒ کے نزدیک کفارہ واجب ہے۔ دلیل ...... حدیث عقبہ بن عامرؓ انہ علیہ السلام قال کفارۃ النذر کفارۃ الیمین (رواہ مسلم)

کتاب القصاص

قصاص کا لغوی معنی مماثلت ہے۔ ظلم کے برابر بدلہ لینا جائز ہے زیادتی جائز نہیں۔

شرعی معنی قتل کرنے اور زخم لگانے کی اس سزا کو قصاص کہتے ہیں جس میں مساوات اور مماثلت کی رعایت کی گئی ہو۔

حدیث ابن مسعودؓ قولہ النفس بالنفس الخ ...... مسئلہ خلافیہ ...... مالکؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک حر کے بدلہ میں حر کو اور عبد کے بدلے میں عبد کو قتل کیا جائے گا اور عبد کے بدلے میں حر کو قصاصا قتل نہیں کیا جائے گا۔ دلیل ...... قولہ تعالیٰ الحر بالحر والعبد بالعبد الایۃ۔ جواب ...... تلاوت کردہ آیت میں حر کو حر کے مقابلے میں غلام کو غلام کے مقابلے میں قتل کئے جانے کا تخصیصی حکم جو بظاہر معلوم ہوتا ہے یہ تخصیص شان نزول کے اس خاص واقعہ کی بنا پر ہے جس میں یہ آیت نازل ہوئی۔

حنفیہ کے نزدیک قتل عمد کی صورت میں جیسا کہ حر کے بدلے میں حر کو قتل کیا جاتا ہے ایسے ہی حر کے بدلے میں غلام کو قتل کیا جائے گا جیسا کہ عورت کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جاتا ہے اسیطرح مرد کو بھی عورت کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ دلیل نمبر ۱ ...... قولہ تعالیٰ القصاص فی القتلیٰ۔

دلیل نمبر ۲ ...... قولہ تعالیٰ و کتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس۔

حدیث ابن مسعودؓ قولہ' اول ما یقضی بین الناس فی الدماء ... اشکال یہ حدیث دوسری حدیث اول ما یحاسب بہ العبد صلاتہ کے معارض ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ جب کہ حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے قتل کا حساب ہوگا بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔ جواب نمبرا...... حدیث ابن مسعودؓ میں دماء کی اولیت منہیات کے اعتبار سے ہے اور صلاۃ کی اولیت مامورات کے اعتبار سے ہے۔ جواب نمبر۲...... حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا اور حقوق العبد میں سب سے پہلے دماء کا سوال ہوگا۔ (التعلیق، اشعۃ اللمعات، مرقاۃ)

حدیث ابی شریح الکعبی...... قولہ' من قتل قتیلا فاھلہ بالخیار ...... مسئلہ خلافیہ...... شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک قاتل کی رضامندی کے بغیر اولیاء مقتول کو دو امروں کے متعلق خیار ہے۔ چاہیں تو قصاص لے لیں یا پھر دیت۔ دلیل...... حدیث الباب ہے۔ جواب...... بین خیرتین اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ قاتل دیت کا مال دینے پر راضی ہو تب جا کر ولی مقتول کے لئے مال لینا جائز ہوگا۔

امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک قاتل پر قصاص تو متعین طور پر واجب ہے اور قاتل کی رضامندی کے بغیر اولیاء مقتول کے لئے دیت لینا جائز نہیں۔

حدیث ابی جحیفہؒ...... قولہ علیہ السلام لا یقتل مسلم بکافر...... مسئلہ خلافیہ...... مالکؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک مسلمانوں کو بالاجماع کافر حربی کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا ایسے ہی ذمی کافر کے بدلے میں بھی مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ دلیل حدیث باب ہے۔

جواب نمبرا...... کافر سے مراد کافر حربی ہے ذمی نہیں۔ جواب نمبر۲...... ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کو بتمامہ روایت کیا اس میں الفاظ یہ ہیں لا یقتل مومن بکافر ولا ذو عہد فی عہدہ (تنظیم الاشتات صفحہ ۱۵، جلد ۳) حنفیہ کے نزدیک ذمی کافر کے بدلے میں مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔ دلیل...... قال الدارقطنیؒ عن ربیعۃ عن عبد الرحمن عن ابن عمرؓ رفعہ انہ علیہ السلام قتل مسلماً بمعاھد وقال علیہ السلام انا اکرم من وفا بذمتہ۔

وعنہ' او من یقتل مؤمنا متعمدًا ...... مسئلہ خلافیہ ..... معتزلہ اور خوارج کے نزدیک مومن کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ مرتکب کبیرہ کافر ہو کر مخلد فی النار ہے کما ھو عند الخوارج یا فاسق ہو کر مخلد فی النار ہے کما ھو عند المعتزلہ۔ اہل السنت والجماعت کے نزدیک مومن کو جان بوجھ کر قتل کرنے والا کافر نہیں۔ دلائل اہل سنت ..... نمبر ا ..... ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء (پارہ نمبر ۵)

نمبر ۲ ..... من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ .قال ابو ذر وان زنیٰ و ان سرق الخ ۔

معتزلہ اور خوارج کی دلیل کا جواب نمبر ا ..... معتزلہ اور خوارج نے حدیث ابی الدرداء اور قرآنی آیت من یقتل مومناً متعمدا الایۃ کا سہارا لیا ہے۔ اگر مومن کو مومن ہونے کی حیثیت سے قتل کیا ہو تو گویا ایمان پر حملہ آور ہو کر ایمان کا انکار کیا لہذا وہ بھی کافروں میں داخل ہو گیا۔ نمبر ۲ ..... مومن کے قتل کو حلال سمجھ کر قتل کیا ہو۔ جواب نمبر ۳ ..... تغلیظاً فرمایا۔

حدیث طاؤس ..... قولہ' من قتل فی عمیۃ یعنی اگر کوئی ایسی مشتبہ حالت میں قتل کیا گیا کہ اس کا قاتل بھی معلوم نہیں اور قتل کی حالت بھی معلوم نہ ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) ..... اپنی قوم کے اندر پتھراؤ کے وقت ایک پتھر کسی کو لگ گیا اور اس سے وہ مر گیا۔ (۲) تازیانہ مارنے سے ہلاک ہو گیا (۳) ..... لاٹھی مارنے سے قتل ہو گیا تو اس سے دیت لازم ہو گی نہ کہ قصاص۔

قتل کی پانچ قسمیں ...... (۱) قتل عمد وہ ہے جو کسی کو قصداً لوہے کے ہتھیار سے یا کسی ایسی چیز سے جو گوشت و پوست کو کاٹ کر اجزاء کی تفریق میں ہتھیار کے قائم مقام ہو اس سے قتل کیا جائے۔

حکم قتل عمد ...... عمداً قتل اکبر الکبائر ہے اور قصاص لازم ہے۔

نمبر ۲ ..... شبہ عمد عند الشافعیؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر ایسی چیز کے ساتھ مارنے کا قصد کرے جس سے غالباً قتل نہیں کیا جاتا۔ امام اعظمؒ کے نزدیک شبہ عمد یہ ہے کہ ایسی چیز سے قتل کرنا جو ہتھیار نہ ہو۔

حکم ...... اس میں دیت لازم ہو گی اور ایک غلام کو آزاد کرے گا۔

نمبر ۳ ..... قتل خطاء ... کسی شخص کو شکار سمجھ کر تیر پھینکا اور وہ شکار نہیں آدمی تھا یا حربی سمجھ کر تیر مارا اور وہ

مسلمان تھا۔ حکم...... اس کا کفارہ مومن غلام آزاد کرنا ہے اور دیت ہے عاقلہ پر
نمبر ۴...... قائم مقام خطاء۔ النائم ینقلب علیٰ رجل لیقتله بثقله۔ حکم...... خطاء اور قائم مقام کا حکم
ایک ہی ہے۔ نمبر ۵...... قتل بسبب یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی غیر مملوکہ زمین میں کنواں کھودا ہو یا پتھر رکھا
ہو جس کے سبب کوئی شخص کنواں میں گر کر مر گیا ہو یا پتھر سے ٹکرا کر مر گیا ہو۔
حکم...... دیت علی العاقلہ ہے کفارہ نہیں ہے۔

باب الدیات

حدیث ابی ہریرہؓ...... قوله علیه السلام والعقل علیٰ عصبتها۔ عقل سے یہاں
دیت مراد ہے۔ اور جو عصبہ اس دیت کو تحمل کر کے ادا کرتے ہیں اس عصبہ کو عاقلہ کہتے ہیں اور یہاں عصبہ سے
عاقلہ مراد ہیں اور عاقلہ ایک پیشہ کرنے والی ایسی جماعت کو کہتے ہیں جس میں باہم تناصر و تعاون ہو۔
مسئلہ خلافیہ...... شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک رجل کے عاقلہ اس کے قبیلے والے ہیں لہٰذا رجل کی دیت
قبیلے والوں پر ہوگی۔ دلیل...... روایت شعبی ہے جعل رسول الله عقل قریش علیٰ قریش و عقل
الانصار علیٰ الانصار۔ جواب...... حضور ﷺ اور ابو بکر کے زمانے میں جو قبیلے پر دیت ہوتی تھی یہ
دیوان قائم ہونے سے قبل کا حکم ہے اس کے بعد حضرت عمر کے فیصلے کے مطابق اہل دیوان پر ثابت ہونے کے
متعلق صحابہ کرام کا اجماع تحقق ہو گیا۔ جواب نمبر ۲...... دراصل دیت اہل نصرت پر ہوتی ہے۔ دیوان قائم
ہونے سے پہلے حضور ﷺ اور ابو بکرؓ کے زمانے میں نصرت اور قوت اپنے قبیلے کے ذریعے ہوتی تھی اس لئے
دیت قبیلے پر تھی۔ حنفیہ کے نزدیک عاقلہ پر دیت ہے۔ عاقلہ سے مراد وہ جماعت ہے جن کے درمیان تناصر
و تمانع ہو چنانچہ قاتل اگر حکومت کے کسی دفتر میں کام کرتا ہو تو اس دفتر کے تمام لوگ اس رجل کے عاقلہ ہیں۔
حدیث ابی بکرؓ بن محمد...... قوله وفی الانف اذا اوعب جدعه ...... یعنی اگر ناک کو
بالکلیہ جڑ سے کاٹ دیا تو پوری دیت ہے۔ اعضاء انسانی کو کاٹنے کے متعلق قاعدہ کلیہ...... یہ ہے کہ اگر کسی
عضو کی جنس منفعت کو کامل طور پر فوت کر دے یا انسان کا مقصودی جمال و خوبصورتی کو کامل طور پر ضائع کر دے

تو پوری دیت لازم ہوتی ہے اور اگر مارن مع قصبۃ الانف کاٹ دیا گیا ہو تو اختلاف ہے۔ حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایک دیت لازم ہے زائد نہیں۔

دلیل جمہور...... حدیث الباب ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک مارن کاٹنے پر ایک دیت ہے اور قصبہ کے متعلق حکومت عدل کے ماتحت الگ ضمان ہوگی۔ دلیل شافعی...... قیاس ہے وہ اسطرح کہ صرف مارن کی قطع موجب دیت ہے۔ لہذا زائد یعنی قصبہ میں حکومت عدل کی ضرورت ہے جیسا کہ لسان قطع کر کے اگر قصبہ قطع کیا ہو تو دیت کے بعد حکومت عدل ہوتی ہے۔ جواب...... صریح صحیح حدیث کے مقابلے میں قیاس معتبر نہیں۔ اور پھر قیاس بھی قیاس مع الفارق ہے (تنظیم الاشتات صفحہ ۲۸، جلد ۳)

باب ما لا یضمن من الجنایات

حدیث ابی ہریرۃ...... انه علیه السلام قال العجماء جرحها جبار...... جبار کا معنی ھدر ہے اس حدیث پاک کے چار جملوں کے متعلق بحث کچھ اس طرح ہے۔ جملہ اولیٰ...... العجماء جرحها جبار...... عجماء سے مراد وہ جانور ہے جو بھی کلام پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ اسے اہل عرب عجماء سے تعبیر کرتے ہیں۔ جبار بمعنی ھدر یعنی جس میں ضمان نہیں۔

جانور کے ساتھ راکب یا قائد یا سائق ہو تو جانور نے کسی چیز کو ہلاک کر دیا تو ضمان راکب، قائد، سائق پر ہوگی اور اگر جانور کے ساتھ کوئی بھی نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ جانور نے اگر دن کو ہلاک کیا ہے تو جمہور کے نزدیک ضمان نہیں اور اگر رات کے وقت ہلاک کیا ہے تو ضمان ہے۔ دلیل جمہور...... حضرت براء بن عازب کی روایت ہے ان ناقة البراء دخلت حائط رجل فافسدته فقضى النبی علیه السلام علیٰ اهل الاموال حفظها بالنهار وعلیٰ اهل المواشی حفظها باللیل۔

دلیل جمہور کا جواب...... جمہور کی روایت کردہ حدیث موقوف ہے اور حدیث الباب مرفوع ہے لہذا حدیث موقوف حدیث مرفوع کے مقابلے میں قابل استدلال نہیں ہے۔ (التعلیق صفحہ ۳۰۲)

مذہب حنفیہ...... امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک جانور دن میں ہلاک کرے یا رات میں بہر صورت ضمان نہیں دلیل...... حدیث الباب ہے۔

جملہ ثانیہ ..... والبئر جبار اپنی مملوکہ زمین یا غیر آباد زمین میں کوئی کنواں کھودے اس میں کوئی انسان وغیرہ گر کے ہلاک ہو جائے تو کوئی ضمان نہیں۔

جملہ ثالثہ ..... والمعدن جبار ..... کسی نے اپنی مملوکہ یا غیر آباد زمین میں معدن کھودا ہو اور گرنے والا کوئی گر کر مر جائے یا معدن کھودنے والا مزدور گر کر مر جائے تو ضمان نہیں اور اگر مسلمانوں کے راستے میں یا غیر مملوکہ زمین میں اجازت کے بغیر کنواں کھودا گیا اور پھر کوئی شخص اس میں گر کر ہلاک ہو گیا تو کھودنے والے کے عاقلہ یعنی ہم پیشہ لوگوں پر ضمان اور کھدوانے والے کے مال میں کفارہ واجب ہے اور اگر اس میں کوئی جانور ہلاک ہو جائے تو اس میں ضمان واجب ہے جملۂ رابعہ ..... و فی الرکاز خمسٌ ..... زمین سے نکالا جانے والا مال تین قسم پر ہے۔ (۱) کنز (۲) معدن (۳) رکاز جس کو کسی انسان نے دفن کیا وہ کنز ہے جس کو اللہ نے زمین میں پیدا کیا ہو وہ معدن ہے اور رکاز کا اطلاق کنز اور معدن دونوں پر ہوتا ہے۔ مسئلہ خلافیہ ..... مالکؒ، شافعیؒ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک رکاز کنز اور معدن دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اختلاف معدن کے متعلق ہے۔ جمہور آئمہ کہتے ہیں کہ معدن رکاز میں داخل نہیں۔ امام اعظم اور اہل عراق کے نزدیک داخل ہے۔ دلیل احناف ..... حدیث ابی ھریرۃؓ انہ علیہ السلام قال فی الرکاز خمس قیل وما الرکاز یا رسول اللہ قال الذھب الذی خلقه اللہ تعالیٰ فی الارض یوم خلقت وھذا ینادی بصوته ان الرکاز ھو المعدن (بیہقی)

دلیل جمہور ..... حدیث الباب ہے۔ اس میں و فی الرکاز کا عطف معدن پر کیا گیا ہے اور یہ عطف تغایر پر دلالت کرتا ہے لہذا یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہوئیں۔ جواب دلیل جمہور ..... یہ عطف العام علی الخاص کے قبیل سے ہے۔ امام اعظم نے تو رکاز کو عام و شامل للمعدن والکنز بتلایا ہے لہذا یہاں عطف المغایر علی المغایر ہو کر تغایر ثابت نہ ہو گا۔

وعنہ (ابی ہریرۃؓ) ان اللہ تعالیٰ خلق آدم علیٰ صورته ..... صورته کی ضمیر کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ (۱) ابن الجوزی کہتے ہیں کہ مرجع آدم علیہ السلام ہے معنی یہ ہو گا کہ اللہ نے آدم کو

آدم کی صورت میں پیدا کیا۔اشکال ...... ہر انسان کو اس کی صورت پر پیدا کیا۔آدم کی کیا خصوصیت ہے؟

جواب مراد یہ ہے کہ آدم کو خاص اس صورت پر پیدا کیا جو پیدائش سے لے کر آخر عمر تک ایک حالت پر رہی کسی قسم کا تبدل نہیں آیا بخلاف دوسرے لوگوں کے ان میں تبدیلی آتی رہی۔قول نمبر۲ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے معنی یہ ہوگا کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا اس صورت میں یہ اضافت تشریفی و تکریمی ہوگی جیسے بیت اور ناقہ کی اضافت سے مقصود بیت اور ناقہ کی تشریف و تکریم ہے۔

باب اهل الردة و السعاة بالفساد

حدیث عکرمہؓ......قوله' اتی علیؓ بزنادقة فاحرقهم۔زنادقہ زندیق کی جمع ہے اگر کوئی شخص دین حق کی حقانیت کا ظاہراً و باطناً اقرار کرتا ہے لیکن بعض ضروریات دین کی ایسی تفسیر کرتا ہے جو صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین کی تفسیر کے خلاف ہو تو یہ زندیق اور ملحد ہے۔

زنادقہ کے مصداق کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔نمبر ا...... زنادقہ سے مرتدین مراد ہیں ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے ان علیا احرق الناس ارتدوا عن الاسلام ۔معلوم ہوا کہ زنادقہ سے مرتدین مراد ہیں۔نمبر۲...... ملحدین کی جماعت مراد ہے۔نمبر۳...... قاضی عیاضؒ نے کہا کہ زندیق مجوس کی ایک قوم ہے جنکو ثنویہ کہا جاتا ہے جو دو خالق مانتے ہیں یعنی نور خالق الخیر اور ظلمت خالق الشر ہے۔نمبر۴ ملحد دہریہ مراد ہیں جو بقاء دہر کے قائل ہو کر آخرت کے منکر ہیں۔

نمبر۵......مشہور فتنہ باز عبداللہ بن سبا کی قوم مراد ہے۔

سوال......حضرت علیؓ نے قتل کی بجائے جلایا کیوں ہے؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا اگر میں وہاں ہوتا تو نہ جلانے دیتا۔جواب نمبر ا تشدید و مبالغہ فی الزجر پر محمول ہے تاکہ قوم اس فتنہ سے پرہیز کرے۔جواب نمبر۲...... احراق کا معاملہ حضرت علیؓ کی رائے اور اجتہاد ہے۔ابن عباسؓ کی روایت سننے کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا فقال صدق ابن عباس (تنظیم الاشتات صفحہ ۸، جلد۳)

حدیث جندب......قولہ' حد الساحر ضربہ بالسیف ......جادوگر کی حد تلوار سے قتل کرنا ہے شرح السنہ میں ہے کہ صحابہ کرام وغیرہ کی ایک جماعت قتل ساحر کی قائل ہے۔حضرت عمرؓ نے لکھا اقتلوا کل ساحر و ساحرۃ وقال الراوی فقتلنا ثلاث سواحر۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر جادوگر کفریات کے ذریعے جادو کرے اور توبہ بھی نہ کرے تو اسے قتل کردیا جائے۔ حنفیہؒ کے عقائد کے امام شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا ہے کہ سحر کو مطلقاً کفر کہنا غلط ہے بلکہ اگر سحر میں اہلاک نفس ہے تو اس پر قطاع طریق کا حکم جاری ہوگا۔

ساحر کی توبہ کا حکم......اگر سچے دل سے توبہ کرلے تو قبول ہے۔فرعون کے جادوگروں کی توبہ کی گئی تھی۔

کتاب الحدود

حدیث عبداللہ بن عمر......قولہ' فامر بهما النبی ﷺ فرجما زانی زانیه ......اگر غیر شادی شدہ ہو تو ان کی سزا کے متعلق اختلاف ہے۔امام شافعیؒ کے نزدیک زانی کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور جلاوطن بھی کیا جائے گا۔احناف اور دیگر ائمہ کے نزدیک زانی کے لئے تغریب عام کا حکم وجوبی نہیں۔

دلیل احناف......ارشاد باری ہے الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة آیت پاک میں تغریب کا ذکر نہیں۔

دلیل شافعیؒ حدیث ابی ہریرۃ ہے جس میں و تغریب عام کا ذکر ہے۔

جواب نمبر ۱......یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا۔جواب نمبر ۲......سیاسی مصلحت کا ذکر ہے کہ امام المسلمین سیاسۃ تغریب عام کا حکم دے سکتا ہے۔اور اگر زانی وزانیہ دونوں شادی شدہ ہوں تو پھر تمام ائمہ کے نزدیک سنگسار کیا جائے گا۔

مسئلہ خلافیہ رجم کے لئے محصن ہونا شرط ہے۔کیا محصن ہونے کے لئے اسلام شرط ہے یا نہیں؟

امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک اسلام شرط نہیں۔

دلیل...... حدیث الباب ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک محصن ہونے کے لئے اسلام شرط ہے

۔ دلیل...... حدیث ابن عمرؓ انه علیه السلام قال من اشرک بالله فلیس بمحصن۔ دلیل

شافعیؒ...... حدیث باب ہے۔

حدیث باب کا جواب...... حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو جو رجم کا حکم دیا تھا تورات منگوا کر اس میں دیکھنے کے بعد دیا تھا تورات کے مطابق دین یہودیت میں رجم کے لئے احصان شرط نہیں ہے۔

حدیث ابن عباس...... من اتیٰ بهیمة فاقتلوه ...... مسئلہ خلافیہ...... اسحٰق بن راہویہؒ کا قول یہ ہے کہ اگر کسی نے وطی بالبہیمہ کی اور اسے حکم نہی کا بھی علم تھا تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

دلیل...... حدیث باب ہے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک قتل نہیں کیا جائے گا۔

دلیل...... ترمذی شریف میں ہے انه علیه السلام قال من اتیٰ بهیمه فلا حد علیه ۔

حدیث ابن عباس کا جواب...... اس حدیث کے اندر جس قتل کا حکم دیا جا رہا ہے وہ زجر اور تشدید پر محمول ہے۔ (مرقات صفحہ ۱۴۷، جلد ۷، اشعۃ اللمعات صفحہ ۲۷۸، جلد ۳)

قوله' واقتلوها معه۔ بہیمہ کو قتل کرنے کی وجوہ۔ (۱)...... لئلا یتولد منها الحیوان علی صورة الانسان (۲) بہیمہ اگر زندہ رکھا جائے تو اسے دکھلا کر فاعل کو رسوا کیا جائے گا توبہ کے بعد تو کسی کو سابقہ گناہ پر رسوا کرنا درست نہیں ان دو وجوں کی بناء پر قتل کا حکم دیا گیا ہے۔

باب قطع السرقة

سرقہ کا تعریف...... لغوی معنیٰ اخذ الشی من الغیر علی وجه الخفية مالا کان او غیره'.

اصطلاح شرع میں سرقہ کہتے ہیں کسی کا حفاظت کیا ہوا مملوک محترم مال کو خفیہ طور پر لینا۔

مسئلہ خلافیہ...... حسن بصری، داؤد ظاہری اور خوارج کے نزدیک ہاتھ کاٹنے کے لئے مال کی کوئی

مقدار متعین نہیں۔ تھوڑے سے مال کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

جمہور صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ فرماتے ہیں کہ قطع ید کے لئے مال کی مقدار مقرر ہے اور وہ ربع دینا، یا تین درہم ہے۔ حنفیہ کے نزدیک دس درہم کی چوری پر قطع ید ہوگا۔

دلیل احناف ...... عن ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ انه قال لا تقطع الید الا فی دینا ر او فی عشرة دراهم . دلیل ظاہریہ وخوارج ...... آیت پاک والسارق والسارقة فاقطعوا ...... الخ کا اطلاق ہے قلیل اور کثیر دونوں صورتوں میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

جواب ...... اس باب کی تمام احادیث میں ربع دینار یا ثلاثہ دراہم یا عشرہ دراہم کا ذکر ہے ان احادیث مشہورہ اور اجماع کی وجہ سے آیت کے اطلاق کو مقید کیا جائے گا۔

دلیل جمہور کا جواب ...... ربع دینار یا ثلاثہ دراہم اور عشرہ دراہم تینوں طرح کی روایات پائی جاتی ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے مزاج شریعت کا خیال کرتے ہوئے قطع ید کو دس دراہم کے ساتھ خاص کیا ہے۔ شریعت کا مزاج دفع الحدود کا ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے ادرؤا الحدود ما استطعتم۔ اگر تین درہم کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جائے تو یہ دفع حدود نہ ہوگا بلکہ رواج دینا ہوگا جو مزاج شریعت کے خلاف ہے ۔ (مرقات صفحہ ۱۵۴، جلد ۷)

حدیث ابی ذر ...... قال حماد تقطع ید النباش ...... نباش قبر کھود کر کفن نکالنے والے کو کہتے ہیں۔ مسئلہ خلافیہ ..... ابو یوسفؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

دلیل جمہور کا جواب نمبر ۱ ...... اس میں ابوذرؓ نے حماد کے قیاس کو ذکر کیا اور یہ قیاس معتبر نہیں قبر کو گھر کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قبر محفوظ جگہ ہو۔ قبر غیر محفوظ جگہ ہے لہذا قبر سے کفن چوری کرنے والے پر سرقہ کا اطلاق کمزور ہوگا۔ جواب نمبر ۲ ...... بیہقی نے صراحتاً اس حدیث کو ضعیف بتلایا ہے۔

جواب نمبر ۳ ...... کسی حدیث میں قطع ید کا جو ذکر ہے وہ تعزیر اور سیاست پر محمول ہے (التعلیق صفحہ ۱۸۱، جلد ۴)

باب حد الخمر

خمر کا معنیٰ چھپا دینا چنانچہ شراب بھی عقل کو چھپاتی ہے اس لئے اس کو خمر کہتے ہیں۔ شراب کی حرمت یکبارگی نہیں۔ بلکہ بتدریج ہوئی ہے۔

حدیث انسؓ..... قولہ' کان یضرب فی الخمر بالنعال والجرید اربعین ۔ جرید کھجور کی اس شاخ کو کہتے ہیں جو پتوں سے خالی ہو۔

مسئلہ خلافیہ..... شافعیؒ، احمدؒ اور اہل ظاہر کے نزدیک شارب خمر کی حد چالیس کوڑے ہیں۔

دلیل شافعیؒ وحنابلہؒ..... حدیث الباب ہے۔ امام اعظمؒ، مالکؒ اور صاحبین کے نزدیک شارب خمر کے لئے حد ۸۰ کوڑے ہیں۔ دلیل امام اعظمؒ و مالکؒ..... نمبر۱..... ان عمرؓ استشار علیاؓ فقال اری ان یجلد ثمانین جلدۃ ۔ دلیل نمبر۲..... فی البخاری بروایت عبید اللہ بن عدی ان علیا جلدہ' ثمانین جلدۃ ۔ روایت الباب کا جواب..... اربعین اور ثمانین دونوں طرح کی روایات ہیں۔ تطبیق کی صورت یہ ہے کہ روی انہ جلدہ بسوط لہ راسان فضربہ بر أسدو سروں والا کوڑا اگر چالیس مرتبہ مارا جائے تو مجموعہ اسی کوڑے ہوگا۔

فائدہ..... چالیس اور اسی دونوں روایتیں صحیح ہیں۔ آنحضرت ﷺ اور ابوبکر کے زمانے میں اربعین پر عمل رہا شام، مصر، عراق اور ایران وغیرہ کی فتوحات کی کثرت کی وجہ سے جب عیش وعشرت میں اضافہ ہوا تو شرب الخمر کی کثرت ہونے لگی مسلم شریف کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے حد خمر میں شدت پیدا کرنے کے لئے صحابہ کرام سے مشورے کئے جس کے متعلق ابوعمروؒ نے فرمایا اتفق اجماع الصحابة فی زمن عمرؓ علیٰ الثمانین فی حد الخمر ولامخالف لھم ۔

حدیث جابرؓ..... فان عاد فی الرابعة فاقتلوہ ۔ چوتھی دفعہ شراب پینے والے کے لئے قتل کا حکم ابتدائی تھا۔ دلیل نسخ حدیث جابر ہے۔ ثم اوتی النبی ﷺ بعد ذالک رجل قد شرب فی الرابعة فضربہ ولم یقتلہ

باب بيان الخمر و وعيد شاربها

حدیث انسؓ...... سئل عن الخمر يتخذ خلا الخ ......شراب میں نمک یا پیاز وغیرہ ڈال کر سرکہ بنانے کے جواز اور عدم جواز کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا جائز نہیں۔

مسئلہ خلافیہ......احمدؒ، مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک سرکہ بنانا جائز نہیں۔

دلیل......حدیث باب ہے۔امام اعظمؒ کے نزدیک سرکہ بنانا جائز ہے۔

دلیل احناف......عن عائشة نعم الادام الخل سرکہ کو بہترین سالن بتایا گیا ہے۔لہذا یہ پاک ہوگا اور اس کا بنانا بھی جائز ہوگا۔

حدیث باب کا جواب......آنحضرت ﷺ نے نہی تنزیہی کے طور پر اس زمانے میں سرکہ بنانے سے منع کیا جس زمانے میں نفوس مائل بخمر تھے تاکہ اس سرکہ بنانے کی اجازت دینے سے شرب خمر کیطرف راستہ نہ کھل جائے۔

كتاب الجهاد

جہاد کا لغوی معنٰی......طاقت اور مشقت ہے۔مجاہدہ اور دشمنوں سے لڑنا اور شرعی معنٰی بذل المجهود فی قتال الكفار یعنی قتال کفار میں خود شرکت کرکے یعنی مالی اعانت دے کر یا اپنی رائے پیش کرکے یا تکثیر جماعت کرکے اپنی پوری طاقت خرچ کرنا شرعاً جہاد ہے۔

جہاد کی دو قسمیں۔نمبر۱...... واقتلوا المشركين حيث وجدتم الخ ۔

دلیل نمبر۲...... وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة الاية

دلیل نمبر۳...... يايها النبي جاهد الكفار والمنافقين ۔

دلیل نمبر۴...... كتب عليكم القتال وهو كره لكم ۔سفیان ثوریؒ وغیرہ کے نزدیک جہاد مستحب ہے جہاد کی پھر دو قسمیں ہیں۔نمبر۱......فرض عین۔نمبر۲......فرض کفایہ۔کفار اگر بلاد اسلام پر حملہ آور ہو جائیں اور امام المسلمین کی جانب سے نفیر عام ہو اسوقت جہاد فرض عین ہے کفار اگر اپنے شہروں میں رہیں

بلاد اسلام پر حملہ آور نہ ہو تو جہاد فرض کفایہ ہے۔

جہاد کی اور دو قسمیں۔(۱) اقدامی جہاد (۲) دفاعی جہاد

اقدامی جہاد...... جب کفر کی قوت سے اسلام کی آزادی کو خطرہ ہو تو اسوقت دشمنان اسلام پر جارحانہ طور پر حملہ آور ہونا اقدامی جہاد کہلاتا ہے۔ **دفاعی جہاد**...... کفار اگر ابتداء مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو ان کو دفع کرنے کے لئے جہاد کرنا دفاعی جہاد ہے۔ **جہاد کی اور دو قسمیں (۱)**...... غزوہ **(۲)**...... سریہ اور بعث جس جہاد میں آنحضرت ﷺ خود شریک ہوئے ہیں اسے غزوہ کہا جاتا ہے۔ اور خود شریک نہ ہوئے ہوں بلکہ لشکر بھیجا ہو اسے سریہ اور بعث کہتے ہیں۔

عمومی عذاب کے اسباب...... دو ہیں۔ **نمبرا**...... ترک جہاد۔ **نمبر۲**...... ترک تبلیغ

جہاد اور تبلیغ کو چھوڑ دیا جائے تو عمومی عذاب آیا کرتا ہے۔ بچے، بوڑھے، خواتین اور بے گناہ اس کی زد میں آ جاتے ہیں۔

حدیث ابن عباسؓ...... لا ھجرۃ بعد الفتح۔

تعارض...... حدیث معاویہؓ میں ہے انہ علیہ السلام قال **لا تنقطع الھجرۃ حتی تنقطع التوبۃ۔** قیامت تک ہجرت منقطع نہیں ہوگی۔ ان دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے۔

جواب...... مسلمان مدینہ میں قلیل اور کمزور تھے اس لئے مسلمانوں کی اعانت اور مشرکین کی قوت کو توڑنے کے لئے فتح مکہ سے پہلے ہجرت فرض عین تھی۔ ۸ھ کو فتح مکہ ہوا جس سے مشرکین کی قوت ٹوٹ گئی لہذا ہجرت فرض نہ رہی اسی لئے فرمایا **لا ھجرۃ بعد الفتح** فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں رہی۔

باب قسمة الغنائم و الغلول فيها

کافروں سے جہاد کر کے جو مال لیا جائے اُسے **مال غنیمت** کہتے ہیں اور جو مال کافروں سے بغیر قتال کے لیا جائے وہ مالِ فئی ہے۔ **مال غنیمت** میں سے چار خمس غانمین اور مجاہدین پر تقسیم کیے جائیں گے

اور ایک خمس بیت المال کے لئے ہوگا اور مال فَی سے خمس لینا جائز نہیں (بذل المجہود صفحہ ۲۴۶، جلد ۳)

قولہ' من قتل قتیلا فله سلبه ......سلب بمعنی مال مسلوب کفار سے چھینا ہوا مال۔ قتیل بمعنی مقتول۔ امیر جیش قتال پر برانگیختہ کرنے کے لئے اگر یہ کہے من قتل قتیلا فله سلبه تو اس کہنے کی صورت میں بالا جماع قاتل کو سلب ملے گا۔ مسئلہ خلافیہ.....امام شافعیؒ کے نزدیک امیر جیش مذکورہ جملہ کہے یا نہ کہے بہر حال قاتل کو سلب ملے گا۔ دلیل ......حدیث باب ہے۔ حنفیہ اور امام مالک کے نزدیک امیر جیش اگر مذکورہ جملہ کہے تو قاتل کو سلب ملے گا ورنہ سلب مال غنیمت میں شامل ہوگا۔

دلیل احناف و مالکیہ......حبیب بن مسلم نے صاحب قبرص کو قتل کیا اس کا مال زر جد و یاقوت ولؤلؤ دیباج اس سے لیکر مسلمانوں کی فوج کے جرنیل ابو عبیدہ بن جراح کے پاس آیا۔ ابو عبیدہ نے اس تمام مال کو غنیمت میں شامل کر دینا چاہا تو حبیب نے کہا مجھے آپ اس رزق سے محروم نہ کرے جو مجھے اللہ نے دیا ہے کیونکہ نبی پاک ﷺ نے سلب کو قاتل کے لئے مقرر فرمایا ہے موقع پر موجود حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا مهلاً یا حبیب لانه علیه السلام قال انما للمرء ما طابت به نفس امامه معلوم ہوا کہ اگر امیر خوشی سے نہ دے اور من قتل قتیلا فله سلبه نہ کہے تو سلب قاتل کو نہیں ملے گا بلکہ غنیمت میں شامل ہوگا۔ (تنظیم الاشتات صفحہ ۹۴، جلد ۳)

حدیث باب کا جواب...... یہ ہے کہ مذکورہ حدیث محل نزاع سے ہی خارج ہے کیونکہ امیر کے اعلان کی صورت میں تو بالا جماع مال قاتل کو ملے گا۔

حدیث ابن عمرؓ انه علیه السلام اسهم للرجل و فرسه ثلاثة اسهم۔

مسئلہ خلافیہ......مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ اور صاحبین کے نزدیک مجاہد اگر پیدل چلنے والا ہو تو بالا جماع ایک حصہ ہے اور اگر فارس یعنی گھوڑا پر سوار ہو تو اس کو تین حصے ملیں گے ایک حصہ اپنا اور دو حصے گھوڑے کے۔

دلیل جمہور حدیث الباب ہے۔ امام اعظمؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک فارس اور فرس کے لئے ایک ایک حصہ ہے۔ **دلیل امام اعظم** حدیث مجمع بن جاریہ انصاری میں ہے قسمت خیبر ای اموال خیبر علی اهل الحدیبیة علی ثمانیة عشر سهماً فاعطی الفارس سهمین واعطی الراجل سهما

اس سے صراحۃً معلوم ہوا کہ فارس کے دو حصوں میں سے ایک حصہ فرس اور دوسرا فارس کو ملے گا۔

حدیث باب کا جواب یہ ہے حدیث میں قسمت کا بیان ہے اور معلوم نہیں کہ یہ تقسیم کب واقع ہوئی قبل از خیبر یا بعد از خیبر ممکن ہے کہ قبل از خیبر ہوئی ہو لہٰذا منسوخ ہوگی۔

جواب نمبر۲...... فارس کی طرح فرس کا بھی ایک حصہ ہے حدیث میں جس دوسرے حصے کا ذکر ہے وہ بطور نفل کے حضور ﷺ عطیہ دیتے تھے۔

حدیث عمرو بن شعیب...... حرقوا متاع الغال واضربوہ ۔امت محمدیہ کا اس پر اجماع ہے کہ غنیمت کے مال میں خیانت کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے خواہ خیانت کیا ہوا مال قلیل ہو یا کثیر ہو لیکن اس مال کے جلانے میں اختلاف ہے۔**امام احمدؒ کے نزدیک** حیوان اور مصحف کے علاوہ غلول کرنے والے کے تمام مال کو جلا دیا جائے گا۔**دلیل**...... حدیث باب ہے۔

حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک غال کا سامان وغیرہ نہیں جلایا جائے گا۔**دلیل**...... حدیث یزید بن خالد اور حدیث عبداللہ بن عمرو جو اس باب میں آئی ہے وغیرہ میں جلانے کا حکم نہیں ہے۔**حدیث باب کا جواب نمبر۱**...... مال جلانے کا حکم منسوخ ہے۔

جواب نمبر۲...... زجر و توبیخ پر محمول ہے۔

باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب

حدیث ابن عباس...... اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب...... جزیرۃ العرب کی حدود اربعہ یہ ہیں۔عرب کی مشرقی جانب خلیج فارس اور بحر عمان ہے جنوب میں بحر عرب یا بحر ہند ہے۔مغرب میں بحر قلزم اور نہر سوئز ہے۔شمال میں ملک عرب کا رقبہ ۱۲۔۱۳ لاکھ مربع میل ہے جو ملک شام سے متصل ہے اس شمالی علاقہ میں چار، پانچ لاکھ مربع میل کے قریب خالص ریگستانی اور غیر آباد رقبے شامل ہیں سب سے مشہور ریگستان الربع الخالی کے نام سے موسوم ہے جس کا رقبہ ڈھائی لاکھ مربع میل ہے (تنظیم الاشتات صفحہ ۱۱۰، جلد۳) اور مشرکین ..... سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔

مسئلہ خلافیہ.....امام شافعیؒ کے نزدیک اخراج المشرکین کا حکم حجاز کے ساتھ خاص ہے اور حجاز ان کے نزدیک مکہ مدینہ اور اس کے آس پاس کی جگہ ہے یمن وغیرہ اس میں داخل نہیں۔ احناف کے نزدیک پورا جزیرۂ عرب ہے۔ دلیل شوافع کا جواب.....حدیث میں جزیرہ کے پانچ صوبوں میں سے حجاز ایک صوبہ ہے باقی چار صوبے بھی جزیرۂ عرب کہلاتے ہیں (مرقات صفحہ ۹۵، جلد ۸)

کتاب الصید و الذبائح

حدیث عدی.....قوله فانک لا تدری ایهما قتله......الخ......

مسئلہ خلافیہ......ارسال کلب کے وقت اگر تسمیہ کو چھوڑ دیا تو مالکؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک حرام ہے۔ حنفیہ کے نزدیک ترک تسمیہ عمداً کی صورت حرام اور نسیاناً صورت میں حلال ہے۔

دلیل احناف.....حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے رفع عن امتی الخطاء و النسیان۔

دلیل شوافع.....ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم الله میں جس ذکر کا حکم ہے وہ ذکر قلبی ہے

جواب.....اس آیت پاک سے ذکر قلبی مراد لینا اور پھر فعل ارسال سے ذکر قلبی متحقق ہونے کے متعلق کہنا خلاف ظاہر ہے ہاں یہ نسیان کی صورت میں ہوسکتا ہے عمداً میں نہیں۔

باب ما یحل اکله و ما یحرم

حدیث جابر.....واذن فی لحوم الخیل ......مسئلہ خلافیہ.....شافعیؒ، احمدؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مباح ہے۔

دلیل.....حدیث باب ہے۔ حنفیہؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک لحوم الخیل مکروہ تحریمی ہے۔

دلیل.....روایت خالد بن ولید ہے انه علیه السلام نهی عن لحوم الخیل والبغال والحمیر (ابن ماجه)

دلیل شافعیہ و حنابلہ کا جواب.....گھوڑے کے متعلق محرم اور مبیح دونوں طرح کی روایات آئی ہیں

قاعدہ ہے کہ محرم اور مبیح میں جب تعارض ہو جائے تو ترجیح محرم کو ہوتی ہے۔ لہذا یہاں بھی ترجیح محرم کو ہوگی۔

باب العقیقه

عقیقۃ المولود...... یعنی بچے کے وہ بال جو ساتویں دن کاٹے جاتے ہیں۔ شاۃ مذبوحہ کو بھی عقیقہ کہہ دیتے ہیں

مسئلہ خلافیہ...... امام احمدؒ کے ایک قول کے مطابق عقیقہ کرنا واجب ہے۔

دلیل...... لانه علیه السلام امر بقوله فاهرقوا عنه دماً ۔ **مذہب جمہور**...... جمہور کے نزدیک عقیقہ کرنا سنت ہے۔ اکثر احادیث سنیت پر دال ہیں۔

فائدہ...... بچے کی پیدائش پر ساتویں روز دو بکریاں یا دو مینڈھے وغیرہ ذبح کرنا مسنون ہے اور بچی کی پیدائش پر ایک بکرا یا مینڈھا وغیرہ ذبح کرنا مسنون ہے۔

حدیث محمد بن علی...... **قوله عق النبی ﷺ عن الحسن بشاة**......

تعارض...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ میں ایک بکری ذبح کرنی چاہیے اور اسی طرح امام ابوداؤد نے ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ حسن اور حسین کا عقیقہ ایک ایک شاۃ سے کیا گیا۔ لیکن امام نسائی نے ابن عباس سے دو دو مینڈھے عقیقہ کرنے کو بھی روایت کیا ہے۔ بظاہر احادیث میں تعارض ہے۔

جواب نمبر ۱...... شاۃ واحدہ سے عقیقہ کرنے کی حدیث بھی صحیح ہے لیکن عن الغلام شاتان والی حدیث اصح اور اقوی ہے لہذا وہ راجح ہوگی۔ **جواب نمبر ۲**...... حدیث قولی میں دو شاۃ کا ذکر ہے اور حدیث فعلی میں ایک شاۃ کا ذکر ہے بوقت تعارض حدیث قولی راجح ہوا کرتی ہے۔

جواب نمبر ۳...... آنحضرت ﷺ نے اپنی طرف سے ایک شاۃ کا عقیقہ دیا اور حضرت علی یا حضرت فاطمہ کو دوسری شاۃ سے عقیقہ دینے کا حکم دیا۔ (التعلیق صفحہ ۳۴۹، جلد ۴)
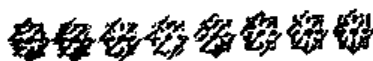
کتاب اللباس

حدیث انسؓ ...... قوله فرخص لهما فی قمیص الحریر ...... الخ

مسئلہ خلافیہ ریشمی لباس کا استعمال کے متعلق ائمہ کے درمیان اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک حاجت اور مصلحت کی بنا پر ریشم استعمال کرنا جائز ہے۔ دلیل ...... حدیث الباب ہے۔

امام مالکؒ کے نزدیک ریشمی لباس بالکل جائز نہیں۔ دلیل حدیث عمرؓ نهى النبی عن لبس الحریر (متفق علیہ) مذہب احناف مرد کے لئے ریشمی لباس کا استعمال جائز نہیں اور عورتوں کے لئے جائز ہے۔ معجم طبرانی میں روایت ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ انه علیه السلام خرج و باحدی یدیه حریر وبالاخری ذهب وقال هذان محرمان لذکور امتی حلال لاناثهم۔

مذہب صاحبین ...... صاحبین کے نزدیک جنگی ضرورت کی صورت میں جائز ہے۔

امام صاحبؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ مگر قلیل مقدار (تین یا چار انگل) عفو کے درجے میں ہے۔

دلیل شافعی کا جواب نمبرا ...... محرم اور مبیح میں جب تعارض ہو جائے تو محرم راجح ہوتا ہے۔ حدیث شافعی مبیح ہے اور حدیث حنفیہ محرم ہے۔

جواب نمبر۲ ...... مخلوط ریشم کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے خالص ریشم کے استعمال کی اجازت نہیں دی۔

باب الترجّل

حدیث ابی ہریرۃؓ الختان ...... الخ ...... مسئلہ خلافیہ ...... اکثر ائمہ اور شافعیؒ کے نزدیک ختنہ کرانا واجب ہے مرد ہو یا عورت۔ چنانچہ امام شافعیؒ کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے لئے ختنہ کرانا واجب ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سنت ہے۔ دلیل ...... الختان سنة للرجال و مکرمة للنساء (رواہ احمد) دلیل شافعیؒ ختنہ شعار اسلام میں سے ہے اور ابن عباسؓ نے سختی کرتے ہوئے

فرمایا جو شخص ختنہ نہ کرائے اس کی شہادت، نماز اور ذبیحہ وغیرہ معتبر نہیں۔

جواب ابن عباسؓ نے بھی واجب نہیں کہا۔

حدیث جابر...... **واجتنبوا السواد** ......خضاب کے استعمال کے جواز اور عدم جواز کے متعلق محققین کی آراء... غازی اور مجاہد کے لئے سیاہ خضاب لگانا جائز ہے زینت نفس اور عورت کو خوش کرنے کے لئے سیاہ خضاب لگانا اکثر مشائخ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ مہندی کا خضاب لگانا بالاجماع جائز اور پسندیدہ ہے اور آنحضرت ﷺ نے خضاب نہیں لگایا (مرقاۃ صفحہ ۲۹۲، جلد ۸)

سوال حدیث جابرؓ میں سیاہ خضاب کے استعمال سے منع کیا گیا ہے جبکہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق حناء اور کتم جو ایک قسم کی گھاس ہے ان دونوں سے خضاب لگاتے تھے جو حدیث باب کے بظاہر خلاف ہے۔ جواب......صدیق اکبرؓ نے جو خضاب استعمال کیا ہے اس کا رنگ سیاہ نہیں تھا بلکہ سرخ مائل بسیاہی تھا۔ (تنظیم الاشتات صفحہ ۱۳۵، جلد ۳)

دعا......اللہ پاک اس کو قبول فرمائے اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنائے اور ہم سب کو دین متین پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم سب کے اساتذہ اور والدین عزیز اقارب کی بخشش کا ذریعہ بن جائے۔ آمین ثم آمین

❋❋❋❋❋❋❋

❋❋❋❋❋

❋❋❋❋

بلغوا عنی ولو اية (الحديث)

علی الجامع الترمذی

للشیخ المحدث الجلیل الجامع للمعقول

والمنقول

حضرت مولانا محمد یاسین صابر صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ عمر بن خطابؓ

سوفٹی روڈ چوک فاروق اعظم شاہ رکن عالم کالونی ملتان

طلبہ اور طالبات کیلئے یکساں مفید

عنقریب منظر عام پر آرہی ہے ان شاء اللہ